دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی کے زیر نگرانی
دلائل کی تخریج و حوالہ جات اور کمپیوٹر کتابت کے ساتھ

[illegible]

مع عنوانات

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی
محمد کفایت اللہ دہلوی

[illegible]

دارالافتا جامعہ فاروقیہ کراچی کے زیرِ نگرانی
دلائل کی تخریج و حوالہ جات اور کمپیوٹر کتابت کیساتھ

مدلل، مکمل

کفایت المفتی

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی
محمد کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ

جلد ہفتم

کتاب الوقف، کتاب المعاش

دارالاشاعت اردو بازار کراچی
فون: 021-2213768

کاپی رائٹ رجسٹریشن نمبر

اس جدید تخریج وترتیب وعنوانات اور کمپیوٹر کمپوزنگ کے جملہ حقوق
باقاعدہ معاہدہ کے تحت بحق دارالاشاعت کراچی محفوظ ہیں

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی دارالاشاعت کراچی
طباعت : جولائی ۲۰۰۱ء شکیل پریس کراچی۔
ضخامت : 3780 صفحات در ۹ جلد مکمل

ملنے کے پتے

بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت العلوم 26 نابھہ روڈ لاہور
کشمیر بکڈپو۔ چنیوٹ بازار فیصل آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
مکتبہ رحمانیہ ۱۸۔ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

نحمداللہ العلی العظیم ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد. یہ کفایت المفتی کی جلد ہفتم قارئین کے پیشِ نظر ہے۔ جلد اول کے دیباچے میں عرض کیا گیا تھا کہ جو فتاویٰ جمع کیے گئے ہیں وہ تین قسم کے ہیں۔ اوّل وہ فتاویٰ جو مدرسہ امینیہ کے رجسٹروں سے لیے گئے ہیں۔ ایسے فتاویٰ کی پہچان یہ ہے کہ لفظ المستفتی پر نمبر بھی ہے اور مستفتی کا نام و مختصر پتہ اور تاریخ روانگی بھی درج ہے۔ بعض جگہ سوال نقل نہیں کیا گیا ہے بلکہ لفظ جواب دیگر کے اوپر مستفتی کا نمبر ڈال دیا گیا ہے۔ دوسرے وہ فتاویٰ جو سہ روزہ الجمعیۃ سے لیے گئے ہیں۔ ان میں لفظ سوال کے نیچے اخبار کا حوالہ دیا گیا ہے۔ تیسرے وہ فتاویٰ جو گھر میں موجود تھے یا باہر سے حاصل کیے گئے یا مطبوعہ کتب میں سے لیے گئے۔

لفظ جواب کے شروع میں جو نمبر لکھا گیا ہے وہ مجموعہ میں شامل شدہ فتاویٰ کی کُل تعداد ظاہر کرنے کے لئے سیریل نمبر ہے۔ یہ جلد ہفتم جو آپ کے پیشِ نظر ہے اس میں درج شدہ فتاویٰ کی اقسام کی تفصیل یہ ہے:

رجسٹروں سے ۲۲۱ الجمعیۃ سے ۴۲ متفرق ۱۰۵ کل ۳۶۸

جلد اوّل سے جلد ہفتم تک کے کل فتاویٰ کی تعداد تین ہزار تین سو چوراسی (۳۳۸۴) ہوئی۔

اس کے بعد ان شاء اللہ جلد ہشتم ہے جو کتاب البیوع سے شروع ہوتی ہے۔

فالمنة للہ اولاً و آخراً۔

احقر حفیظ الرحمان واصف

فہرست عنوانات

کتاب الوقف

پہلا باب : مسجد کی بنا و تعمیر

فصل اول : مسجد کے بنائے اولین اور بانی ۲۵
مسجد کے نیچے دکانیں تعمیر کرنے کا حکم .... 〃
مسجد کے نیچے بنائی بھی دکانوں پر ذاتی ملکیت کا دعویٰ کرنا .... 〃
فصل دوم : بنائے اول کے بعد غیر بانی کے تصرفات ۲۶
مسجد کے نیچے خالی جگہ ہو تو مسجد میں نماز پڑھنے کا حکم .... 〃
مسجد کی آمدنی کو دوسری مسجد، مدرسہ، فقراء وغیرہ پر خرچ کرنے کا حکم ۲۸
مضبوط اور مستحکم مسجد گرا کر اس کی جگہ نئی مسجد تعمیر کرنا ۲۹
مسجد کے صحن کے نیچے دکانیں بنا کر کرایہ وصول کرنا .... 〃
دکانوں سے وصول شدہ ناجائز کرایہ مسجد پر لگانا ۳۰
مسجد گرا کر اس کی جگہ دکانیں بنانا ۳۰
مسجد کی دیوار کی جگہ مسجد سے باہر نکالنا ناجائز ہے .... 〃
قبرستان کی فارغ زمین مسجد میں داخل کرنا .... 〃
قبرستان جانے کے لئے مسجد سے راستہ لینا .... 〃
مسجد مکمل ہونے کے بعد دوسری منزل بنانا ۳۲
مسجد میں دینی علوم کا درس دینا .... 〃
چھوٹی مسجد کو بڑی مسجد کے صحن میں شامل کرنا .... 〃
مسجد کی ضروریات کے لئے خالی زمین پر امام کا حجرہ اور ۳۳
ناجائز رسومات کے لئے مکان بنانا .... 〃
مسجد کے لئے وقف اسی مسجد پر خرچ کیا جائے ۳۴
پرانی مسجد کی کچھ زمین پر مسجد کی آمدنی کے لئے دکانیں بنانا .... 〃
پہلی مسجد کے غیر آباد ہونے کا اندیشہ ہوتے ہوئے دوسری مسجد بنانا .... 〃
مسجد بننے کے بعد نیچے والی دکان کو چائے خانے کے لئے کرایہ پر دینا ۳۵
مسجد کے قریب بنے ہوئے بیت الخلاء کو مسجد سے دور کرنے کا حکم .... 〃

عنوان	صفحہ
حکومت مسجد کو اپنی تحویل میں نہیں لے سکتی	۳۷
مسجد کی سیڑھیاں کبوتر بازوں کو کرایہ پر دینا ناجائز ہے	"
مسجد یا ضروریات مسجد کے لئے وقف شدہ زمین پر مسجد بنانا	۳۸
قبروں کے اوپر مسجد تعمیر کرنا	۴۰
مسجد کے صحن میں حوض اور پاخانہ وغیرہ بنانے کا حکم	"
فصل سوم : مسجد کو کسی دوسری جگہ منتقل کرنا	۴۱
مسجد کو دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم	"
مسجد کو منتقل کرنے، گرانے اور دوسری ضروریات میں لانے کا حکم	۴۲
مسجد کو بھی عوض یا بعوض سڑک کے لئے دینا جائز ہے	"
ایک مسجد کے علاوہ دوسری مساجد کو ختم کرنا ناجائز ہے۔	۴۳
آبادی ختم ہو جانے کی صورت میں مسجد کا حکم	"
فصل چہارم : مسجد ضرار	۴۴
کیا آج کل بھی کسی مسجد کو مسجد ضرار کہہ سکتے ہیں؟	"
کیا امام سے جھگڑے کی وجہ سے علیحدہ بنائی ہوئی مسجد "مسجد ضرار" کہلائے گی؟	"
فصل پنجم : زمین غیر موقوفہ پر مسجد بنانا	۴۶
پٹہ پر لی ہوئی زمین پر مسجد، عارضی مسجد کہلائے گی	"
کیا عارضی مسجد کو بھی ہمیشہ کے لئے باقی رکھا جائے	"
عارضی مسجد کی تعمیر میں حصہ لینا اور چندہ دینا بھی ثواب کا کام ہے	"
عارضی مسجد حکومت کے ختم کرنے تک مسجد رہے گی	"
سرکاری زمین پر بلا اجازت مسجد تعمیر کرنا	۴۹
راستہ کی زمین پر مسجد یا مدرسہ بنانا	۵۰
حرام مال سے یا مغصوبہ زمین پر بنائی ہوئی مسجد میں نماز پڑھنا مکروہ ہے	۵۱
مسجد کو دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم	۵۲
مالک سے جبراً وصول کی ہوئی زمین پر مسجد بنانا	"
کرایہ پر لی ہوئی زمین میں مسجد بنانا	۵۳
غیر موقوف زمین پر مسجد کا حکم	۵۴

عنوان	صفحہ
مسجد کو شہید کیے جانے کی صورت میں مسلمانوں کی ذمہ داری	۵۵
مسجد کو گرانے اور اس میں نماز ادا کرنے سے روکنے کا حکم	〃
مشترکہ زمین پر مسجد بنانے کا حکم	۵۷
مملوکہ زمین پر مسجد بنانا	۵۸
مشترکہ یا مدرسہ کے لئے وقف زمین پر مسجد بنانا	〃
حکومت کی زمین پر بلا اجازت مسجد بنانا	۵۹
فصل ششم: موضع مہیا للصلوٰۃ	۶۰
کیا مسجد کا صحن مسجد کے حکم میں ہے؟	〃
مسجد کے صحن میں مدرسہ یا اسکول قائم کرنا	۶۲
فصل ہفتم: تعدد مساجد	۶۴
جامع مسجد کے علاوہ دوسری مساجد بنانا	〃
فصل ہشتم: مسجد کی زمین یا دیوار دبا لینا	۶۵
مسجد کی زمین یا دیوار پر قبضہ کر لینے کا حکم	〃
مسجد کی دیوار پر اپنی دیوار رکھنا ناجائز ہے	〃
مسجد کے حوض پر ذاتی مکان بنانا	〃
مسجد میں سے راستہ بنانے کا حکم	〃
مسجد کی زمین پر ذاتی مکان بنوانا	〃
فصل نہم: مال مسجد کے مصارف	۶۶
صحن مسجد میں موجود رقبہ پر کٹہرا لگانا	〃
مسجد کا پرانا سامان اور ملبہ فروخت کرنا	۶۷
ایک مسجد کی رقم دوسری میں خرچ کرنا	〃
مسجد کی آمدنی سے امام اور مؤذن کو تنخواہ دینا جائز ہے	〃
ظہر اور عصر کی نماز اکثر ناغہ کرنے والے امام کی تنخواہ کا حکم	۶۸
فصل دہم: مسجد میں ناجائز رقم لگانا	〃
حرام یا حرام اور حلال مخلوط آمدنی سے بنی ہوئی مسجد میں نماز پڑھنا	〃
ناجائز آمدنی والوں سے چندہ لینا	۶۹

عنوان	صفحہ
سودی اور غیر سودی رقم سے بنی ہوئی مسجد میں نماز پڑھنا	۷۰
حرام اور حلال رقم سے بنائی ہوئی مسجد میں نماز پڑھنے کا حکم	″
سود لینے والوں کی رقم مسجد پر لگانا	″
جائز اور ناجائز آمدنی ملا کر کنواں اور مسجد بنانا	۷۱
سٹہ کا نمبر بتلا کر کمائی ہوئی آمدنی مسجد پر خرچ کرنا	۷۲
مخنث کی کمائی سے بنائی ہوئی مسجد میں نماز پڑھنا	″
پیشہ ور زانیہ عورت کی بنوائی ہوئی مسجد میں نماز پڑھنا	″
رنڈیوں اور ہیجڑوں کی تعمیر کردہ مساجد میں نماز پڑھنا	۷۳
ذاتی چیز بیچ کر اس کی قیمت سے بنائی ہوئی مسجد میں نماز کا حکم	۷۴
سود کا پیسہ مسجد پر لگانا ناجائز ہے	۷۵
حرام مال یا قرض لے کر مسجد تعمیر کرنا	″
سودی، اور ووٹ کے عوض لی ہوئی رقم مسجد پر لگانا	″
فصل یازدھم : سمت قبلہ	۷۶
سمت قبلہ سے منحرف مسجد گرا کر دوبارہ تعمیر کرنا	″
فصل دوازدھم : غیر مسلموں کا مال مسجد میں لگانا	″
غیر مسلم کی زمین اور مال مسجد کے استعمال میں لانا	۷۷
غیر مسلم کی رقم سے تعمیر شدہ مسجد میں نماز پڑھنا	″
مسجد پر کافر کا روپیہ خرچ کر کے اس میں نماز پڑھنا	۷۸
ہندو کا مال مسجد میں لگانا	″
ہندو کی **بنوائی** ہوئی مسجد میں نماز پڑھنا	۸۳
بت خانہ میں استعمال شدہ اشیاء کو مسجد میں لگانا	۸۴
ہندو کی رقم مسجد میں لگانا	″
فصل سیزدھم : متفرق مسائل	″
جامع مسجد دہلی کا نقشہ، مسجد اقصی (بیت المقدس) سے مشابہ نہیں ہے	″
مسجد کے پیسوں پر بونی کے ذریعے روپے کمانا	۸۵
عمارت قدیمہ پر جب مسجد ہونے کی نشانیاں اور گواہ موجود ہوں تو وہ مسجد ہوگی	۸۶

عنوان	صفحہ
مسجد کے قریب ہندو سبھا منڈپ تعمیر کریں تو مسلمانوں کی ذمہ داریاں	۸۶
طواف کرنے کی جگہ پر چھت بنانا	۸۸
مکان جب مسجد کے لئے وقف کر دیا تو اسے خالی کرنا ضروری ہے	//
کیا مشترکہ زمین پر مسجد یا قبرستان بنانے کے لئے تمام شرکاء کی رضامندی ضروری ہے؟	۸۹
ہندوؤں کے ساتھ مل کر مسجد کی تعمیر میں رکاوٹ بننا	۹۰
مسجد کے قریب بلند و بالا گوردوارہ بنانا	//
مسرفانہ اخراجات اور فضول رسموں کو چھوڑنا مستحسن ہے	//
مسجد کے چندہ کے لئے جاری اسکیم کو روکنا	//
مخصوص الفاظ پر مشتمل کتبہ مسجد میں لگانا	۹۲
مسجد کی تعمیر سے متعلق چند سوالات	۹۳
مسجد یا اس کے سامان میں شرکت نہیں ہو سکتی	۹۴
مسجد کی کوئی چیز اپنی ملکیت میں لینا	//
مسجد کے لئے وقف شدہ زمین پر مسجد کے لئے مکان بنانا	۹۵
مسجد کی صفائی کے متعلق احکام	//

دوسرا باب

دینی مدارس

فصل اول: مدرسے کا اور اس کے مال کا صحیح مصرف	۹۹
مدرسہ کی رقم کفار کی تعلیم پر خرچ کرنے کا حکم	//
مسجد میں دینی اور عصری تعلیم جاری کرنا	۱۰۰
وقف کا مال واقف کی نیت کے مطابق خرچ کرنا	//
فصل دوم: مدرسہ کے لئے غیر مسلم سے امداد لینا	۱۰۲
ڈسٹرکٹ بورڈ سے نسوانی مدرسہ کے لئے امداد لینے کا حکم	//
فصل سوم: مدرسے کی رقوم کو بینک میں رکھوانا	//
سخت ضرورت کی بناء پر مدرسہ کی رقم بینک میں رکھنے کا حکم	//
فصل چہارم: مدارس اسلامیہ کے سفراء اور متفرق مسائل	۱۰۳
مبلغین اور سفراء کے لئے ہدایا وصول کرنے کا حکم	//

عنوان	صفحہ
کیا چندہ وصول کرنے والوں کو اس رقم سے اجرت دی جاسکتی ہے؟	۱۰۳
مسجد و مدرسہ کو زکوۃ دینے کا حکم	〃
مدرسہ کے لئے اصل نرخ سے کم پر بذریعہ سرکار زمین خریدنا	۱۰۴
مسجد کی رقم پر بینک سے سود لے کر اسے مسجد اور دوسرے رفاہی کاموں پر خرچ کرنا	۱۰۵

تیسرا باب

عیدگاہ

عنوان	صفحہ
عیدگاہ کے لئے مقرر کی ہوئی زمین پر درویشوں کے لئے حجرہ بنانا	۱۰۷
عیدگاہ کو ذاتی منافع کے لئے استعمال کرنا	۱۰۸
کیا عیدگاہ کا مسجد کی طرح احترام ضروری ہے؟	〃
عیدگاہ کو عذر کی وجہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا	〃
پہلی عیدگاہ کا سامان دوسری میں استعمال کرنا	〃
پہلی عیدگاہ سے لوگوں کو ہٹانے کے لئے دوسری بنانا	۱۰۹
قبرستان یا عیدگاہ سے گزرنے کے لئے راستہ بنانا	〃
ہندوؤں کے استعمال میں عیدگاہ دے دی جائے	۱۱۰
[illegible] سے زیادہ جگہ میں عیدگاہ بنانا	〃
عیدگاہ آبادی سے کس قدر دوری پر ہے؟	۱۱۱
عیدگاہ پر قبضہ نہیں کیا جاسکتا	〃
عیدگاہ پر غاصبانہ قبضہ کیا جائے تو مسلمانوں کی ذمہ داری	〃
عیدگاہ سے سڑک نکالنے کا حکم	〃
عیدگاہ کو فروخت کرنا جائز ہے	۱۱۲
عیدگاہ بستی سے باہر قریب فاصلے پر ہونی چاہئے	〃
کیا عیدگاہ فروخت کرنے والے مرتد ہو گئے؟	〃
عیدگاہ کو قائم رکھنا ضروری ہے	〃
عیدگاہ کو مسجد بنانا اور اس میں نماز پڑھنا	۱۱۳
عیدگاہ آبادی سے دور ہونی چاہئے	۱۱۴
عیدگاہ یا مسجد میں کارخانہ کھولنا	〃

عنوان	صفحہ
مساجد اور عیدگاہ کو کرایہ پر دینا	۱۱۴

چوتھا باب

مقبرہ اور قبرستان

عنوان	صفحہ
قبرستان کے درختوں کو گھر میں مسجد کے لئے استعمال کرنا	۱۱۵
قبرستان سے سبز درخت کاٹنے کا حکم	//
متولی عداوت کی وجہ سے قبرستان میں مردے دفن کرنے سے نہیں روک سکتا	۱۱۶
مملوکہ قبرستان میں مالک کی اجازت کے بغیر دفن کرنا	//
قبروں کے اوپر مسجد کے صحن کے نیچے گودام بنانا	۱۱۷
مملوکہ قبرستان میں قبریں بوسیدہ ہو جائیں تو اس زمین کو استعمال میں لانا جائز ہے	۱۱۸
قبرستان کی جگہ شفاخانہ تعمیر کرنا	//
مسلمانوں کا قبرستان مسلمانوں ہی کے لئے مخصوص ہوگا	۱۲۰
قبرستان میں درخت لگانا اور اس کے پھلوں کا حکم	//
قبرستان میں اپنا مکان تعمیر کرنا	۱۲۱
کسی کی مملوکہ زمین پر بلا اجازت مسجد تعمیر کرنا	۱۲۲
قبرستان کی زمین کسی دوسری ضرورت کے لئے استعمال کرنا	//
مملوکہ قبرستان میں مالک کی اجازت کے بغیر دفن کرنا	۱۲۳
وقف عام میں قبر مخصوص کرنے کی صورت میں دوسرے مدفون کو نکالنے کا حکم	//
قبرستان میں جانوروں کو گھاس چرنے کے لئے چھوڑنا ناجائز ہے	۱۲۴
قبرستان کے متصل مدرسہ بنانا	۱۲۵
زمین خرید کر میت دفنانے کی صورت میں اس کی قیمت ادا کرنا ہوگی	//
وقف کی آمدنی میں اضافہ کرنے کے لئے متولی کو وقف میں تصرف کرنے کا اختیار ہے	۲۶
مسجد، مدرسہ اور قبرستان بنانے کے لئے وقف شدہ زمین سے راستہ لینا	۱۲۸
وقف کی آمدنی میں نفع بخش تصرفات کا متولی کو اختیار ہوتا ہے	۱۲۹
قبرستان میں گندگی پھیلانے اور اس کی زمین کو بیچنے کا حکم	۱۳۲
وقف شدہ قبرستان کو بیچنا اور رہن رکھنا ناجائز ہے	//
قبرستان پر قبضہ کرنے اور اس میں مکان بنانے کا حکم	۱۳۳

عنوان	صفحہ
مخصوص گھروں کے لئے وقف قبرستان پر مسجد بنانے کا حکم	۱۳۳
مسلمانوں کے قبرستان کی مشرکین سے حفاظت اور صفائی کرانا	۱۳۴
کیا مشرکین کی صحبت سے مسلمان روحوں کو تکلیف پہنچتی ہے؟	//
غیر مسلم کا زمین کو بر صرف کرنے کا حکم	//
پرانے قبرستان پر مسجد تعمیر کرنا	۱۳۵
مسجد کی حدود میں قبریں ہوں تو نماز کا حکم	//
مزار پر حرام کا پیسہ لگانا	۳۶
وقف شدہ قبرستان میں مسجد بنا کر نماز پڑھنے کا حکم	//
نماز جنازہ کے لئے مخصوص چبوترے پر پنج وقتہ نماز پڑھنے کا حکم	//
قبرستان کی جگہ پر مسجد کو وسیع کرنا	۱۳۷

پانچواں باب
تولیت وانتظام

عنوان	صفحہ
متولی بنانے اور وقف شدہ چیز کو استعمال کرنے کا اختیار کس کو ہے؟	۱۳۹
متولی کو بلا وجہ تولیت سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا	۱۴۰
متولی کے تصرف میں وقف کا مکان ہو تو اسے خالی کرانے کا حکم	//
متولی واقف کی بتائی ہوئی ترتیب سے مقرر ہوں گے	۱۴۱
وقف کب صحیح ہوتا ہے اور متولی کو کب برطرف کیا جا سکتا ہے؟	۱۴۲
چندہ سے بنائی گئی وقف شدہ مسجد کو قفل لگانے کا حکم	۱۳۴
کیا محلّہ کے قبرستان میں غیر اہل محلّہ بعد قیمت مردے دفن کر سکتے ہیں؟	//
نماز جنازہ کی اجرت لینے کا حکم	//
متولی کی تعریف اور اس کی ذمہ داریاں	//
مسجد کی جو رقم مقدمہ پر خرچ کی گئی ہے اس کے ذمہ دار متولی ہیں	۱۴۵
مقدمہ کے لئے جمع کی ہوئی رقم اور بچی ہوئی رقم واپس لینا	//
تولیت میں وراثت کے متعلق متفرق مسائل	۱۴۶
واقف کار کا بھتیجا متولی کو معزول نہیں کر سکتا	۴۹
تولیت کا حق واقف کی اولاد کا ہے نہ کہ متولی کے وارثوں کا؟	۱۵۰

عنوان	صفحہ
کیا متولی کی اولاد وصیت کے مطابق خرچ کر سکتی ہے؟	۱۵۰
قانون وراثت کا انکار کرنے کا حکم	۱۵۱
منتظم مسجد کو ضد اور عناد کی وجہ سے معزول نہیں کیا جا سکتا	۱۵۲
اوقاف اسلامیہ کو حکومت کی زیر نگرانی دینا درست نہیں ہے	″
کیا ضامن اپنے باپ کی جگہ متولی نہیں بن سکتا؟	۱۵۳
مسجد کی منتظمہ کمیٹی کا امام کو معزول کرنا	″
متولی کا قاضی کو معزول کرنے کا حکم	۱۵۴
مسجد میں دوسری جماعت کا حکم	″
دو بیویوں کو نکاح میں رکھنے والے اور سود خور کو متولی بنانا	۱۵۵
کیا مسجد کا متولی امام اور موذن رکھنے میں خود مختار ہے	۱۵۶
مذہبی اور تعلیمی ادارہ میں ایک شخص کو متولی بنانے کا حکم	″
مہتمم کی خصوصیات	″
مدرسہ کے معاملات کے بارے میں شوریٰ فیصلہ کر سکتی ہے	″
کیا متولی وقف شدہ چیز دوسری جگہ منتقل کر سکتا ہے۔	۱۵۷
وقف کو باطل یا تبدیل کرنے کو شرط کے ساتھ معلق کرنا۔	″
وقف کے بعد ابطال وصیت کا حکم۔	″
کیا عاق شدہ اولاد وارث کی اولاد تولیت کا حق رکھتی ہے؟	۱۵۸
حق تولیت میں اولاد کے لئے ترجیحی حق ہوتا ہے	″
وقف میں ابطال، وصیت اور تنسیخ کا حکم	۱۵۹
مسجد کی انتظامیہ کمیٹی کو ذاتی فائدے کی خاطر برطرف نہیں کیا جا سکتا	۱۶۰
مسجد کی تولیت کے لئے اہلیت ضروری ہے۔	۱۶۱
سود کو جائز کہنے والے اور حج و زکوٰۃ کی فرضیت کے منکر کو مسجد کا متولی بنانا	۱۶۲
کیا وقف کی شرط کے مطابق متولی بنایا جائے گا ...	″
متولی نہ ہونے کی صورت میں نمازیوں کو امام اور موذن مقرر کرنے کا حق ہے...	۱۶۳
کیا متولی اپنی زندگی میں تولیت منتقل نہیں کر سکتا؟	″
جب متولی دیانتدار ہو تو اس پر نگرانی کی تنخواہ مسجد کی آمدنی سے نہیں دی جا سکتی	۱۶۴

عنوان	صفحہ
تولیت اور وقف رد و بدل اور ترمیم کی شرط لگانا	۱۶۵
مسجد کی آمدنی کھانے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم	۱۶۷
واقف، اپنے شریک واقف کی اولاد سے تولیت کا زیادہ حقدار ہے	״
مسلمانوں کے لئے شراب اور خنزیر کی تجارت مطلقاً ناجائز ہے	۱۶۸
شراب اور خنزیر کے تاجر کو مسجد کا متولی نہ بنایا جائے	״
شراب اور خنزیر کے تاجر کا چندہ مسجد میں لگایا جا سکتا ہے	״
وقف کرنے والی عورت کی وفات کے بعد اس کی اولاد تولیت کی زیادہ حقدار ہے	۱۶۹
واقف کی بیان کی ہوئی شرط کے مطابق ان کا بیٹا تولیت کا حقدار ہے۔	״
متقی اور پرہیزگار آدمی کا تولیت اور سجادگی کے لئے انتخاب کرنا چاہئے	۱۷۰
مسجد کی رقم دبانے والا خائن اور فاسق ہے	۱۷۱
متولی مسجد کے ذمہ مسجد کی آمدنی کا حساب کتاب رکھنا ضروری ہے۔	״
کیا اولاد میں اہلیت نہ ہونے کی وجہ سے اجنبی کو متولی بنایا جا سکتا ہے؟	۱۷۲
واقف اور اس کی اولاد واقف کے بھائیوں سے تولیت میں مقدم ہے	״
فقراء کے لئے وقف کی ہوئی آمدنی سے واقف کی حاجت مند اولاد اور اقارب کو دے سکتے ہیں	״
عورت متولی بن سکتی ہے	״
متولی کا اوقاف کی آمدنی سے معاوضہ لینا	״
شراب خور اور محرمات شرعیہ کا مرتکب وقف کا متولی نہیں بن سکتا	۱۷۳
طویل رخصت کی ابتداء میں رخصت معروضہ کی تنخواہ لینے کا حکم	״
کیا مجلس شوری ملازمین کی رخصت متعین کرنے میں خود مختار ہے	۱۷۹
کیا مسجد کی کمیٹی یا نمازی امام یا نائب امام مقرر کر سکتے ہیں	۱۸۰
وقف کی وصیت کے خلاف کرنے والا مسجد کا سیکریٹری بننے کا اہل نہیں۔	۱۸۱
مسجد کی کمپنی کے حصص بیچنے والے پر ان کی قیمت لازم ہے، متوقع منافع کا ضمان نہیں	۱۸۲
منافع کو ہلاک کرنے کا ضمان نہ آنا ان کو غصب نہ کئے جانے کی وجہ سے ہے	۱۸۳
کیا متولی کا وقف میں تصرف غصب شمار ہوگا۔	״
دو جوابوں میں فرق کے شبہ کا ازالہ	۱۸۵
واقف کی اولاد تولیت کی زیادہ حقدار ہے	۱۸۶

عنوان	صفحہ
کیا مسجد کی مرمت اور تعمیر وغیرہ متولی کی سرپرستی میں ہوگی؟	۱۸۶
عقیدہ میں اختلاف کی صورت میں متولی کی ذمہ داری	//
کیا متولی دوسرے کو متولی بنا سکتا ہے؟	//
کیا نمازی مسجد کی منتظم کمیٹی سے مطمئن نہ ہوں تو اسے معزول کر سکتے ہیں؟	۱۸۷
کیا جائیداد تقسیم کئے بغیر ایک وارث کی اجازت سے وقف ہو سکتی ہے؟	۱۸۹
سجادگی اور تولیت کا حق وارث کے بعد قریب ترین قرابت والے کو ہوگا	//
باہمی رضامندی سے طے کیا ہوا معاہدہ درست ہے	۱۹۵
شرائط پر عمل کرنے کو معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کہا جا سکتا	//
ملازمین کی تنخواہ نہ دینا یا کم دینا شرعی اور قانونی جرم ہے	۱۹۸
متولی کی موت کے بعد مسجد کا چوری کیا ہوا روپیہ اس کے ورثوں سے نہیں لیا جا سکتا	//
بدکردار اور دور کے رشتہ دار کی بجائے امین اور قریبی رشتہ دار کو متولی بنایا جائے	۱۹۹
کیا بلا اختیار معزول کئے ہوئے قاضی کو برقرار رکھا جائے؟	۲۰۰
اپنی اولاد کے لئے تولیت کی وصیت کرنے کی صورت میں بیٹوں کے بعد پوتے متولی ہوں گے	//
واقف کی شرط کے خلاف وقف کو استعمال کرنے والے متولی کا حکم	//
شراب نوش، نماز چھوڑنے والا تولیت کا مستحق نہیں۔	//
تولیت کی اہلیت نہ رکھنے والے کو متولی بنانے کی کوشش کرنے والا گنہگار ہوگا	//
چند چیزوں کی تعیین کر کے وقف کرنا	۲۰۱
درگاہ شریف کے متعلق کاموں کا متولی کون ہوگا؟	//
کیا متولی واقف کی غرض کے خلاف وقف کا مال استعمال کر سکتا ہے؟	//
وقف کی آمدنی خرچ کرتے ہوئے وقف کی شرائط کا لحاظ رکھنا ضروری ہے	//
تولیت موروثی حق نہیں ہے ایک کمیٹی کو بھی متولی بنایا جا سکتا ہے	//
کیا ایک متولی کا سارے کاموں کی نگرانی کرنا ضروری ہے؟	//
مسجد کی آمدنی پر بینک سے سود لینے کا حکم	۲۰۸
کیا وقف کی مساجد کا بیمہ کرانا ضروری ہے؟	//
کیا نمازی مسجد کے انتظام میں بلا اجازت دخل اندازی کر سکتے ہیں؟	۲۰۹
مسجد کی آمدنی کے چوری ہونے کا ضمان محافظ کی غفلت کی وجہ سے اس پر آئے گا	//

عنوان	صفحہ
کیا وقف کے دو متولیوں میں سے ایک دوسرے کو معزول کر سکتا ہے؟	۲۱۰
کیا متولی مسجد خادم اور امام کو مسجد کی آمدنی سے قرضہ دے سکتا ہے؟	〃

چھٹا باب

جواز و صحت وقف

عنوان	صفحہ
وقف کی آمدنی اپنے خرچ کرنے کا حکم	۲۱۱
کیا معبد کا بصورت مسجد ہونا اور اس میں لوگوں کا نماز پڑھنا وقف کے مکمل ہونے کے لئے کافی ہے؟	〃
قبرستان کا وقف صحیح ہونے کے لئے صرف مردوں کا دفن کیا جانا کافی ہے	〃
عوض لے کر مردہ دفن کی ہوئی زمین کا حکم	〃
قبرستان کی پرانی مسمار زمین پر ملک کا دعویٰ کرنا	〃
کیا "بحیثیت تولیت نہ توریث اس کی آمدنی مسجد پر خرچ ہو" کہنے سے وقف ہوگی؟	۲۱۳
اجارہ یا عاریت پر دی ہوئی زمین کو وقف کرنے اور مسجد کے لئے خریدنے کا حکم	۲۱۵
مرض ذیابیطس میں کرایہ پر دی ہوئی زمین کی عمارت کو وقف کرنا	۲۱۶
مسجد کے نام پر دی ہوئی جائیداد واپس نہیں لی جاسکتی	〃
مرض موت میں محکمہ نزول کی زمین پر موجود عمارت وقف کرنا	۲۱۷
مرض الموت میں مشترکہ جائیداد اپنے نابالغ بیٹے کے نام ہبہ کرنا	〃
مرض الموت میں اپنے مال سے وصیت کرنے کا حکم	〃
موقوف چیز کی آمدنی اپنے استعمال میں لانے کی غرض سے وقف صحیح ہوتا ہے	۲۱۸
ننانوے سال کے لئے ٹھیکہ پر لی ہوئی زمین پر موجود عمارت کو وقف کرنا	〃
مشتری کے قبضہ میں دینے سے پہلے مبیع کے نفع نقصان کی ذمہ داری فروخت کرنے والے کی ہوتی ہے	۲۲۲
چھ ماہ تک قربانی نہ کرنے کی شرط لگانا ناجائز ہے	〃
تمام شرکاء کی رضامندی کے بغیر کسی شریک کا وقف کرنا صحیح نہیں ہے	〃
مبیع جس کے قبضہ میں ہو اس کی رضامندی سے نیلام درست ہوگا	〃
گائے ہندوؤں کو دینا شعائر اسلام کے خلاف ہے	〃
رقم مع سود کے وقف کرنے کا حکم	۲۲۳
ہندو عورت کی وقف کی ہوئی زمین مسجد میں شامل کرنا	۲۲۴
رفاہی خرچ جات کی خاطر ملک میں دی ہوئی زمین وقف نہیں ہے	۲۲۵

عنوان	صفحہ
ہندو کی بنوائی ہوئی زمین میں نماز پڑھنا	۲۲۵
پڑوس کے مکان کے نیچے مسجد کی زمین کو واپس لینا ضروری ہے	۲۲۷
ہندوؤں اور مسلمانوں کے مردوں کے لئے مشترکہ قبرستان کی خاطر زمین خریدنے کا حکم	〃
بغیر شہادت کے وقف کرنا اور وقف کی آمدنی تعزیہ داری پر خرچ کرنے کا حکم	۲۲۸
بچوں کی موجودگی میں بھنجوں کا وقف صحیح نہیں	۲۲۹
کیا مکان کو خانقاہ کا نام دینے سے وقف ہو جائے گا؟	〃
سرکار سے عیدگاہ کے لئے ہمیشہ کے لئے زمین قبول کی جائے	۲۳۰
صحت کی حالت میں وقف کی ہوئی چیز کو واقف کے وارث واپس نہیں لے سکتے	۲۳۱
رضامندی سے وقف کی ہوئی چیز کو واپس لینا جائز نہیں	〃
وقف کے متعلق چند سوالات کی تصدیق	۲۳۲
شروط فاسدہ کے ساتھ وقف کرنا	۲۳۳
مسلمان ہندو سے زمین خرید کر مسجد بنا سکتا ہے	۲۳۴

ساتواں باب

مصارف وقف

مسجد کی آمدنی قبرستان پر خرچ کرنے اور تجارت کرنے کا حکم	〃
حالت صحت میں وقف کی ہوئی جائیداد سے محتاج وارثوں کو دینے کا حکم	〃
مسجد کی آمدنی دوسرے مصرف میں خرچ کرنے کا حکم	〃
مسجد کے لئے چندہ کرنے کی ایک صورت	〃
مدرسہ کے چندہ کو واپس لینے یا خاص مد میں متعین کرنے کا حکم	۲۳۸
صدقہ کے جانور کو فروخت کرکے اس کی رقم مدرسہ پر لگانے کا حکم	۲۳۹
مظلومین کے لئے جمع کئے ہوئے چندہ کو مسجد یا مدرسہ پر لگانے کا حکم	〃
بدکاری کی اجرت سے مسجد کے لئے زمین وقف کرنا	۲۴۰
مسجد کی ضرورت سے زائد آمدنی کو دوسری مسجد پر خرچ کرنا	۲۴۱
ایضاً	۲۴۲
ایضاً	۲۵۱
ایضاً	۲۵۲

عنوان	صفحہ
مسجد کی ضرورت سے زائد آمدنی کو بیوؤں پر خرچ کرنا	۲۵۲
ویران غیر آباد مسجد کے ملبے کو دوسری مساجد پر لگانے کا حکم	۲۵۴
مسجد کے فنڈ سے قادیانیوں کو دینا جائز نہیں	〃
مسجد کی ضرورت سے زائد چیزوں کو بیچ کر قیمت مسجد پر لگائی جائے	۲۵۵
مدرسہ کی آمدنی ہندوؤں کی تعلیم پر خرچ کرنے کا حکم	〃
جمعیت علماء پاکستان کے مسودہ میں دفعہ ۳۲ حرف ”د“ کا مطلب	۲۵۶
مسجد کی آمدنی مدرسہ کے لئے خرچ کرنے کا حکم	〃
مسجد میں ضرورت سے زائد قرآن دوسری مساجد میں منتقل کرنا۔	۲۵۷
عیدگاہ کی آمدنی سے لاؤڈ اسپیکر لگانا جائز ہے	〃
سلور جوبلی منانے کے لئے مساجد کو ان کی آمدنی سے مزین کرنا	۲۵۸
کیا مسجد کے گملے متولی اپنی مرضی سے استعمال کر سکتا ہے؟	〃
کیا وقف کی آمدنی سے دیئے ہوئے دیوان واپس لئے جائیں گے؟	۲۵۹
امام کا مشاہرہ بھی مصالح مسجد میں داخل ہے	۲۶۰
خیانت ظاہر نہ ہونے کی صورت میں متولی کو معزول کرنا	〃
کیا متولی مسجد متولیان وقف کی مرضی کے مطابق ہی خرچ کر سکتا ہے؟	〃
خطیب کی تنخواہ اجرت ہے یا وظیفہ	〃
کیا خطیب اپنے پاس مسجد کی آمدنی رکھنے سے اس کا حساب دے گا؟	〃
کیا خطیب کی تنخواہ متولی روک سکتا ہے؟	〃
امام اور خطیب کی حیثیت..	〃
امام اور خطیب کو بقدر کفایت دینے کا مطلب	〃
”ھو اقرب للعمارۃ و اعم للمصلحۃ“ کی بناء پر مقدم کون ہوگا؟	〃
ھو اقرب للعمارۃ کی تفصیل۔	〃
امام ”اعم للمصلحۃ“ میں داخل ہے یا ”اقرب للعمارۃ“ میں؟	〃
مساجد کے اوقاف مدارس و حکایت پر خرچ کرنے کا حکم	۲۶۴
کیا مسجد کی آمدنی سے بھی ضرورت مسجد کو شہید کر کے دوبارہ تعمیر کیا جا سکتا ہے؟	۲۶۵
مسجد کے خام مال کی قیمت دوسری مسجد پر لگانا	۲۶۸

عنوان	صفحہ
نیک کاموں کے لئے وقف کی آمدنی کو واقف کے پڑپوتوں پر خرچ کرنا	۲۶۸
مسجد کی آمدنی سے سقہ کی تنخواہ مقرر کرنا	۲۶۹
صدقہ جاریہ کا مصرف	″
یتیموں کے لئے وقف آمدنی سے واقف کے محتاج بھائیوں پر خرچ کرنا	″
مسجد کی ضرورت سے زائد روپیہ کو دوسری مسجد پر لگانا	″
مسجد میں کم آمدنی پر رکھے ہوئے ملازم کی جگہ زیادہ آمدنی والا ملازم رکھنا	۲۷۰
ایضاً	۲۷۱
چھوٹی مسجد کو ختم کر کے ایک بڑی مسجد بنانے کا حکم	″
مسجد کی آمدنی یا یتیموں کے لئے جمع رقم مدرسہ پر خرچ کرنا	۲۷۲
بوسیدہ مسجد کی لکڑیاں دوسری مسجد کے لئے وقف مکانوں پر لگانا	″
مسجد کی آمدنی کو اسلامی کاموں پر خرچ کرنا	″
مسجد کی ضرورت سے زائد آمدنی مسجد پر ہی خرچ ہوگی	۲۷۳
کیا مسجد کی ضرورت سے زائد آمدنی علوم معاشیات پر خرچ ہو سکتی ہے؟	۲۷۴
مسجد کی آمدنی علوم عصری پر خرچ کرنا	۲۷۵
آل ولاد پر خرچ کی صورت میں اولاد کا مصداق	″
مسجد کی آمدنی قبرستان پر خرچ کرنے کا حکم	۲۷۶
مسجد کی کوئی چیز دوسری مسجد کو بیچنے یا ہبہ کرنے کا حکم	۲۷۷
مسجد کے مال کے استعمال کے متعلق سوال	″
امام کو مقرر کرنے میں نمازیوں کی رائے کب معتبر ہوگی؟	″
وقف کی آمدنی سے خریدی ہوئی جائیداد کو فروخت کرنے کا حکم	۲۷۸
مسجد کی آمدنی سے اظہار شوکت اسلام کے لئے چراغاں کرنا	″

آٹھواں باب

تصرف فی الوقف

عنوان	صفحہ
مدرسہ کی زمین کو کسی دوسرے کار خیر کے لئے بیچنا	۲۷۹
کیا مکان موقوفہ کو بعد میں دکانوں سے تبدیل کیا جا سکتا ہے؟	″
مسجد کے لئے وقف کھیت کو دوسرے کھیت سے تبدیل کرنے کا حکم	۲۸۱

عنوان	صفحہ
امام کو خیانت کی وجہ سے معزول کرنا	۲۸۲
قبرستان کی خرید و فروخت کا حکم	۲۸۳
تولیت کی ترتیب، وقف میں ردوبدل، اور وقف کے ایک سے زیدہ مصرف کا حکم	//
کیا منشاء وقف میں ردوبدل ہو سکتا ہے؟	۲۸۴
مسجد اور مدرسہ کی آمدنی سے زمین خرید کر اپنے اور اپنی اولاد کے لئے تولیت کا قبالہ لکھنے سے وقف ہو گیا	۲۸۵
شرعی مسجد میں نماز پڑھنے سے روکنا درست نہیں	//
امامت سے معزول ہونے کے بعد مسجد کی زمین سے نفع اٹھانے کا حکم	۲۸۶
وقف شدہ چیز کو اپنے قبضہ اور تصرف میں لانے کا حکم	۲۸۹
کیا متولی مؤذن اور امام کو مسجد کی آمدنی سے قرض دے سکتا ہے؟	//
مسجد کے لئے وقف زمین پر سڑک بنانا	//

نواں باب

وقف علی الاولاد

عنوان	صفحہ
اپنی بعض اولاد پر وقف کرنا	۲۹۰
کیا وقف شدہ جائیداد واقف کی موت کے بعد شرعی اعتبار سے ورثاء میں تقسیم ہو گی؟	//
وقف شدہ جائیداد تقسیم کرنے کا طریقہ	//

دسواں باب

متفرقات

عنوان	صفحہ
شہیدوں کی قبروں والی زمین مسجد میں شامل کرنا	۲۹۲
زمین کھودنے سے انسانی ہڈیاں نکلیں تو ان کا کیا حکم ہے؟	/
زندگی میں لوگوں کی سہولت کے لئے سہ درہ بنانا کار خیر ہے	۲۹۳
کیا آمدنی وقف کرنے کے لئے لفظ "وقف" کا بولنا ضروری ہے؟	//
مسجد، مدرسہ یا وقف جائیداد پر ٹیکس کا حکم	۲۹۴
کفار کی بنی ہوئی مسجد کے عوض دوسری مسجد بنوانا	//
خاص جگہ کے فقراء کے لئے وقف کی ہوئی آمدنی کا حکم	۲۹۵
کیا موقوفہ زمین کا مالگذاری ادا نہ کرنے کی وجہ سے نیلام ہونا متولی کی خیانت ہے؟	۲۹۶
آبادی پر بمباری ہونے کی صورت میں چند متفرق مسائل	۲۹۷

عنوان	صفحہ
زن بازاری کی وقف کی ہوئی آمدنی کا حکم	۲۹۹
مسجد کی زمین پر ذاتی کھوئی بنانا ناجائز ہے	״

کتاب المعاش

پہلا باب

نوکری، اجرت، کرایہ

آدھ آدھ منافع پر مویشی رکھوالی کے لئے دینا	۳۰۶
علاج کی اجرت لینے اور دوا فروخت کرنے کا حکم	״
بینک کی ملازمت کا حکم	۳۰۷
دکانیں کرایہ پر دیتے ہوئے سلامی کی صورت میں رقم لینے کا حکم	״
شراب اور خنزیر کا گوشت فروخت کرنے والوں اور فاحشہ عورتوں کی دکان اور مکان کرایہ پر دینے کا حکم	״
کیا بیٹا باپ کے نام جمع کرائی ہوئی اپنی اجرت لے سکتا ہے؟	۳۰۸
گورنمنٹ برطانیہ کے لئے چٹھی رسانی کی اجرت کا حکم	۳۰۹
کیا سود کا حساب کتاب لکھنے کی صورت میں پٹواری کی اجرت جائز ہے؟	״
کفار سے سود لینے کا حکم	״
کفار کا مال کھانے کا حکم	״
کھانے کی مقدار متعین کئے بغیر اسے اجرت بنانے کا حکم	۳۱۰
خریدنے کی غرض سے اپنے قبضہ میں لی ہوئی گھڑی اگر خراب ہو جائے تو ضمان کس پر ہوگا؟	״
بینک کی ملازمت کا حکم	״
خاوند کی اجازت کے بغیر شیعہ مرد کی نوکری کرنا	״
شیعہ مرد کی ملازمت پر رکھوانے والے کے پیچھے نماز پڑھنا	״
امامت اور نکاح خوانی کی اجرت کا حکم	۳۱۱
ہوٹل میں شراب پئے جانے کی صورت میں کرائے کا حکم	۳۱۲
قادیانی کی زمین کرائے پر لینا	״
معاہدہ پر عمل کرنے کے باوجود ملازمت سے معطل کرنے کا حکم	״
داخلہ فیس اور ماہواری فیس کا حکم	۳۱۳
زانیہ کی رقم سے خریدے مکان میں تجارت کا حکم	״
مال حرام ہو تو حج کا جائز طریقہ	״

عنوان	صفحہ
قرأت پر اجرت لینے والے کے پیچھے نماز کا حکم	٣١٤
دم کرنے پر اجرت لینے والے کی امامت	″
کرایہ کی زمین میں لگائے ہوئے باغ میں وراثت کا حکم	″
کیا کرایہ دار پگڑی لے کر آگے مکان دے سکتا ہے؟	٣١٦
بچوں کو تعلیم دینے کے لئے مقرر کئے ہوئے وقت کے علاوہ دوسرے وقت میں دوسرے بچوں کو تعلیم دینا	″
مقررہ مدت کے لئے زمین کرایہ پر لینا جائز ہے	٣١٧
تعویذ کی اجرت جائز ہے	″
نکاح اور قرآن خوانی کی اجرت کا حکم	″
طوائفوں سے کرایہ وصول کرنے پر کمیشن کا حکم	٣١٨
طوائف کی کمائی سے اجرت کا حکم	″
طوائف کو مکان کرایہ پر دینا	″
سودی کاروبار والے بینک میں ملازمت کا حکم	″
مستاجری کا مطلب	٣١٩
وعظ پر عطیہ کا حکم	″
طویل رخصت کی ابتداء میں رخصت معروفہ کی اجرت لینے کا حکم	″
ذاتی مکان بنوانے کے لئے مدرسین اور طلباء سے کام لینے کا حکم	٣٢٦
مدرسے کے اوقات میں تعویذ گنڈا کرنا	″
دوران ملازمت جمعہ ادا کرنے کا حکم	″
تعلیم قرآن، اذان، اور امامت کی اجرت کا حکم	″
کرایہ پر لی ہوئی جائیداد آگے کرایہ پر دینے کا حکم	٣٣١
اجرت میں کمی کر کے پیشگی یکمشت لینے کا حکم	٣٣٢
شراب کی تجارت کے لئے مکان کرایہ پر دینا	″
صو غول کو مکان کرایہ پر دینا	٣٣٣
امامت، وعظ اور درس پر اجرت کا حکم	″
دھوکہ دے کر گرانٹ سے زیادہ وصول کرنا	٣٣٤
کرایہ دار کا وقت سے پہلے مکان خالی کرنا	

عنوان	صفحہ
دوسرا باب	
زراعت وباغبانی	
زراعت کا پیشہ اختیار کرنے کا حکم	۳۳۵
مالک کی مرضی کے بغیر کاشت کاری زمین پر قبضہ ہونا	۳۳۶
غیر شرعی شرائط کے ساتھ زمین کاشتکاری کے لئے دینا	۳۳۷
کاشتکاری کے لئے لی ہوئی زمین کو رہن رکھنا جائز نہیں	″
حق کاشت میں وراثت جاری نہ ہوگی	″
کاشت کار حق کاشت کی وجہ سے مالک نہیں بنتا	″
ہندو کو جلانے کے لئے مسلمان کا مزدوری پر لکڑی اٹھانا	″
تنقیح سوال	۳۴۸
تیسرا باب	
صناعی ومزدوری	
انسان کا خود سوری کھینچنے پر اجرت لینا	″
ہندو کو جلانے کے لئے مسلمان کا مزدوری پر لکڑی اٹھانا	۳۳۹
چوتھا باب	
مختلف پیشے	
قصائیوں کا پیشہ درست ہے	۳۴۰
وثیقہ نویسی کا حکم	″
سودی قرض کے اسٹامپ کی تحریر کا حکم	۳۴۱
دلال کی دعوت کھانا مباح ہے	″
تحقیق حدیث	۳۴۹
قطع الشجر کی نحوست نہ ہونے کا مقولہ بے اثر ہے	۳۵۰
حلال پیشہ اختیار کرنے والے مسجد کے متولی بن سکتے ہیں	″
پانچواں باب	
رشوت، چوربازاری پٹواری کا تنخواہ کے علاوہ کاشتکار سے لینے والی رقم کا حکم	
رشوت کی تعریف	۳۵۱
رشوت کا استعمال	″
رشوت لینے کی توبہ کا طریقہ	″

عنوان	صفحہ
رشوت اور بلیکنگ کی وجہ سے روزی کمانے والے کی امامت	۳۵۳
کنٹرول کا مال بلیک کر کے بیچنا	"
حکومت یا محکمہ کنٹرول کے مقررہ نرخ سے مہنگے داموں چیز بیچنا	"
کیا ظالم حکمران کے ظلم سے بچنے کے لئے نذرانہ دینا رشوت ہے؟	۳۵۴
رشوت لینے کا حکم	"
حرام مال کے حلال ہونے کا طریقہ	۳۵۵
حرام مال کا ورثاء کے لئے حکم	"
مخلوط مال سے تجارت کا حکم	"
حرام مال توبہ سے حلال نہیں ہوتا	"
کرایہ دار کا پگڑی لے کر دوسرے آدمی کو آباد کرنا	"
بلیک کر کے مال بیچنے کا حکم	۳۵۶
عام ریٹ سے سستے داموں چیز بیچنا	"
زیادہ غلہ لینے کے لئے فرضی نام لکھوانا جائز نہیں	"
روپے کی ڈیڑھ روپے کے بدلے بیع کرنا	"

چھٹا باب

کاروبار کی تعطیل

عنوان	صفحہ
یک شنبہ کو کاروبار بند کرنے کا حکم	"

ساتواں باب

فاحشہ کا کمایا ہوا مال

عنوان	صفحہ
فعل بد سے توبہ کرنے کی صورت میں فاحشہ کے پہلے مال کا حکم	۳۵۷

کتاب الوقف

پہلا باب

مسجد کی بناو تعمیر

فصل اول

مسجد کی بنائے اولین اور بانی

مسجد کے نیچے دکانیں تعمیر کرنے کا حکم

(سوال) ایک جدید مسجد تعمیر ہو رہی ہے۔ مسجد کے فرش یعنی جماعت خانے کے نیچے دکانیں تعمیر کرنے کا خیال ہے ان دکانوں کی بابت شرعاً کیا حکم ہے؟

المستفتی نمبر ۳۰۰ حاجی نذیر احمد محمد کرم علی چوک۔ میرٹھ ۱۸ صفر ۱۳۵۳ھ، ۲ جون ۱۹۳۴ء

(جواب ۱) اگر مسجد(۱) کے نیچے دکانیں تعمیر کرائی جائیں اور دکانیں مسجد کے لئے ہوں کسی دوسرے شخص کی ملکیت اور حق کو اس میں دخل نہیں دیا جائے تو مسجد مسجد ہو جائے گی۔ اگرچہ یہ بات بہتر نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ

مسجد کے نیچے بنائی گئی دکانوں پر ذاتی ملکیت کا دعویٰ کرنا

(سوال) ایک مسجد پچھتر سال سے بطور عبادت گاہ عام استعمال ہوتی رہی ہے۔ یہ مسجد چار دکانات کے اوپر بنی ہوئی ہے۔ زید کا دعویٰ ہے کہ دکانات اس کی ملکیت ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آیا شرعاً یہ ممکن ہے؟ کہ یہی دکانات زید کی پرائیویٹ ملکیت ہو سکیں۔ دیگر جائداد مذکور یعنی دکانات و مسجد خدانخواستہ زلزلہ یا کسی دیگر حادثہ سے منہدم ہو جائیں اور زید منزل زیریں تعمیر نہ کرے تو مسجد کا وجود اس صورت میں رہے گا یا نہیں۔ اگر رہے گا تو اس کی کیا شکل ہوگی؟

المستفتی نمبر ۳۷۹ محمد سرور خاں (ضلع رہتک) ۱۸ ربیع ثانی ۱۳۵۳ھ ۳ جولائی ۱۹۳۴ء

(جواب ۱) (از مولانا حبیب المرسلین نائب مفتی) جب بانی مسجد نے ان چار دکانات کو مسجد کی ضروریات کے لئے بنا دیا ہے اور دیگر کل جائداد کو اپنے حین حیات میں اپنی بیویوں کے واسطے ان کے نام منتقل کر دیئے اور ان دکانات کو کسی کے نام پر منتقل نہیں کیا تو یہ بھی دلیل ہے اس بات کی کہ یہ دکانات مسجد ہی کے مصالح و ضروریات کے لئے ہیں۔ متولی مسجد کو ان دکانات کو جو کہ بعینہ مسجد کے نیچے ہی بنی ہوئی ہیں کرایہ پر دینا جائز نہ ہوگا۔ بس صرف مسجد کی اشیائے ضروریہ مثلاً دریاں و لوٹے وغیرہ ان میں رکھ سکتے ہیں۔(۲) فقط واللہ اعلم۔ نیز محرر یہ ہے کہ

---

(۱) واذا جعل تحته سرداباً لمصالحه اي المسجد جاز كمسجد القدس ولو جعل لغيره لايكون مسجداً وفي رد المحتار: وإذا كان السرداب او العلو لمصالح المسجد، او كان وقفاً عليه صار مسجداً. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب في احكام المسجد صفحه ۳۵۷ / ٤ سعيد)

(۲) واذا جعل تحته سرداباً لمصالحه اي المسجد جاز، وفي الشاميه: ولا يجوز اخذ الاجرة منه ولا ان يجعل شيئاً مستغلاً (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب في احكام المسجد ٤ / ۳۵۷ ط سعيد)

جب بانی مسجد نے اس مسجد کو مسجد ہی ٹھہرا دیا تھا تو مسجد کا، مسجد ہونا موقوف و مشروط ہے اس پر کہ یہ بعینہ مسجد کے نیچے کی دکانیں بھی مسجد ہی ہوں لہذا ان کو کرایہ پر دینا جائز ہے(۱) اور اگر یہ مسجد و دکانیں خدانخواستہ گر جائیں گی تو بھی ان دکانوں کی زمین کا قطعہ قیامت کے قائم ہونے تک مسجد ہی رہے گا۔(۲) ماسوا مسجد کے اس قطعہ کو اور کسی کام میں لانا ہرگز جائز نہ ہوگا۔ تو ازسر نو مسجد بنانے والوں کو چاہئے کہ ان دکانوں کو موقوف کر دیں اور ان کی جگہ پر مسجد ٹھہرا دیں تاکہ کرایہ پر دینے کے گناہ سے بچ جاویں فتاوی شامی میں ہے وحاصلہ ان شرط کونہ مسجدا ان یکون سفلہ وعلوہ مسجدا لینقطع حق العبد عنہ الخ جلد ثالث(۳) صفحہ ۴۴۰ فقط واللہ اعلم۔ اجابہ وکتبہ حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی۔

(جواب ۲) (از حضرت مفتی اعظمؒ) مسجد کے نیچے کی دکانیں، ظاہر یہی ہے کہ مسجد کے لئے وقف ہوں گی۔ کیونکہ بغیر اس کے کہ نیچے کی دکانیں وقف ہوں مسجد کی مسجدیت ہی درست نہیں۔(۴) لیکن جب کہ پچھتر سال سے وہ مسجد عام مساجد کی طرح استعمال ہوتی ہے اور مسلمان اس کو مسجد ہی یقین کرتے ہیں تو اب جب تک کہ دکانوں کی ملکیت کا دعویٰ کرنے والا اپنی ملکیت کا پختہ ثبوت پیش نہ کرے اور یہ بات ثابت نہ ہو جائے کہ دکانیں وقف نہ تھیں بلکہ مملوکہ تھیں اس وقت تک دکانیں مسجد کی دکانیں قرار پائیں گی۔(۵) فقط محمد کفایت اللہ

فصل دوم

بنائے اول کے بعد غیر بانی کے تصرفات

مسجد کے نیچے خالی جگہ ہو تو مسجد میں نماز پڑھنے کا حکم

(سوال) شہر دہلی میں سر بازار ایک قدیم مسجد واقع ہے جس کی عمارت دو منزلہ ہے۔ منزل زیریں میں صحن مسجد کے نیچے بجانب بازار چار شرقرویہ دکانیں ہیں جن کی حدود نصف صحن مسجد تک پہنچتی ہیں۔ جانب مغرب دالان مسجد کے نیچے دو غربرویہ حجرے ہیں یہ دکانیں اور حجرے بہ کرایہ آباد ہیں۔ جن کی آمدنی ضروری اخراجات مسجد میں صرف ہوتی ہے۔ بجانب جنوب صحن مسجد کے نیچے ایک پھتہ واقع ہے جو رہ گذر عام ہے۔ اس پھتہ میں کمرے جنوب رویہ غسل خانہ جات و بیت الخلاء ہیں کہ وہ بھی صحن مسجد کے نیچے واقع ہیں۔ ہیئت متذکرہ سے ظاہر ہے کہ بحالت موجودہ دالان و صحن مسجد کا بیشتر حصہ ایسا ہے کہ ٹھوس نہیں ہے۔ چنانچہ نمازیوں کے لئے

---

(۱) وحاصلہ ان شرط کونہ مسجدا ان یکون سفلہ وعلوہ مسجدا لینقطع حق العبد عنہ (رد المحتار، کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد ۴/ ۳۵۸ ط سعید)

(۲) ولو خرب ماحولہ، واستغنی عنہ یبقی مسجداً عندالامام والثانی ابداً الی قیام الساعة (الدر المختار، کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد ۴/ ۳۵۸ ط سعید)

(۳) کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد ۴/۳۵۸ ط سعید)

(۴) واذا جعل تحتہ سرداباً لغیرھا لایکون مسجداً (الدر المختار، کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد ۴/ ۳۵۷ ط سعید)

(۵) ادعی داراً فی ید رجل انہا ملکہ باصلہا وبنائہا وانکر المدعی علیہ ذلک وادعی انہا وقف علی مصالح مسجد کذا، واقام المدعی بینة علی دعواہ وقضی لہ بملک وکتب لہ السجل. (ہندیہ، کتاب الوقف، الباب السادس فی الدعوی والشہادة ۲/ ۴۳۲، ۴۳۳ ط ماجدیہ کوئٹہ)

یہ امر دریافت کرنا نہایت دشوار ہے کہ جہاں وہ نماز پڑھ رہے ہیں اس مقام کے نیچے خلا ہے یا نہیں۔ جن صاحب کے بزرگوں نے ابتداءً اپنی اراضی پر مسجد مذکور تعمیر کرائی تھی وہی تا حال وارثۃً قابض و متولی مسجد ہیں۔ فی الحال مسجد مذکور کی تعمیر جدید کا مسئلہ درپیش ہے اور نقشہ جدید زیر غور ہے جس کے متعلق اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ متولی مسجد کہہ رہے ہیں کہ عمارت جدید کی ساری منزل زیریں میں گودام و دکاکین و بیوتات ضروری مثل بیت الخلاء غسل خانے وغیرہ بنوا دیئے جائیں۔ اور منزل بالا پر مسجد تعمیر کی جائے۔ اس صورت میں فرق صرف اس قدر ہوگا کہ بہ نسبت موجودہ مسجد کے بیشتر حصہ کے نیچے بے قاعدہ طور پر خلا ہے۔ آئندہ عمارت مسجد کے تمام رقبہ کے نیچے خلا ہو جائے گا مگر مسجد کی آمدنی میں معتدبہ اضافہ ہو جائے گا جس سے مسجد کی صفائی وغیرہ کا معقول انتظام ہو سکے گا۔ بصورت ضرورت ایک معقول ذی علم شخص امامت کے واسطے مقرر ہو سکے گا، جس سے غریب اہل محلہ کو دریافت مسائل میں ضروری مدد ملے گی۔ غریب مسلمانوں کی ابتدائی مذہبی تعلیم کے واسطے ایک مدرسہ جاری کیا جا سکے گا جس کی از حد ضرورت ہے۔ بعض اصحاب کو یہ اعتراض ہے کہ ایسی جگہ جس کے نیچے خلا ہو نماز نہیں ہوتی یا مکروہ اور ناقص ہوتی ہے۔ لہذا مسجد کی پشت کی جانب سے حجرے بالکل بند کر دیئے جائیں اور جانب بازار اگر ضرورۃً دکانیں رکھی جائیں تو انہیں بھی طول میں کم کر دیا جائے تاکہ صحن مسجد کا بیشتر حصہ خلا سے محفوظ رہے اور غسل خانہ جات وغیرہ صحن مسجد میں ایک جانب بنائے جائیں۔ اس صورت میں صحن مسجد بھی جو کسی قدر مختصر ہے گھر جائے گا اور آمدنی مسجد مصارف معمولی کے واسطے بھی شاید بدقت کافی ہو سکے اور دوسری اغراض متذکرہ بالا بالکل فوت ہو جائیں گی۔ پس تمام حالات متقدمہ پر غور فرما کر مفصلاً ایماء فرمایا جائے کہ ایسے مقام پر نماز پڑھنے کے متعلق جس کے نیچے خلا ہو شرع شریف کے کیا احکام ہیں؟ بحالات خاص متقدمہ متولی مسجد کی رائے کو ترجیح ہے یا فریق دوم کی؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۳) جو جگہ مسجد بنائی جائے تو تحت الثریٰ سے آسمان تک اتنی جگہ مسجد کے حکم میں ہو جاتی ہے۔ اب اس میں کوئی ایسا کام کرنا جو حرمت مسجد کے خلاف ہو مناسب نہیں۔ صورت مسئولہ میں مسجد کے حصہ زیریں میں پاخانہ دکانیں بنانا مناسب نہیں لیکن اگر دکانیں بنا دی جائیں تو ان کے اوپر نماز پڑھنے میں کوئی نقصان نہیں۔ یہ خیال کہ جو جگہ ٹھوس نہ ہو اس پر نماز فاسد یا مکروہ ہوتی ہے صحیح نہیں۔ وکرہ تحریما الوطء فوقه (ای المسجد) والبول و التغوط لانه مسجد الی عنان السماء (درمختار) قوله الی عنان السماء بفتح العين وكذا الى تحت الثرى كما فى البيرى عن الإسبيجابى بقى لو جعل الواقف تحته بيتا للخلاء هل يجوز لم اره صريحا نعم سيأتى متنا فى كتاب الوقف انه لو جعل تحته سرداباً لمصالحه جاز تامل (۱) (رد المحتار مختصرا)

……

---

(۱) (رد المحتار ، باب ما یفسد الصلوۃ، مطلب فی احکام المسجد ج ١ صفحہ ٦٥٦ ط سعید) مزید تفصیل کے لئے دیکھیں صفحہ ۲ حاشیہ نمبر

مسجد کی آمدنی کو کسی دوسری مسجد، مدرسہ اور فقراء وغیرہ پر خرچ کرنا

(سوال) زید نے کئی ہزار روپیہ مسجد کی موقوفہ زمین اور مسجد پر جو پہلے سے آباد تھی لگا کر از سر نو آباد کیا۔ مگر آباد کرتے وقت زید نے یہ نیت کر لی تھی کہ اس نو آبادی کا جس قدر کرایہ وصول ہوگا میں اپنے اختیار سے جہاں جہاں کسی اور مسجد یا مدرسہ یا بیواؤں وغیرہ کو ضرورت ہوگی، صرف کروں گا اور مسجد میں بھی صرف کروں گا۔ (مگر ضرورت کے موافق بھی صرف نہیں کرتا) آیا زمین موقوفہ پر اس نیت سے آبادی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو اس صورت میں اس نو آبادی کا کرایہ مسجد کا وقف سمجھا جائے گا یا نہیں۔ بر صورت ثانی و نیز بر بناء مذکور جائز ہو تو ان دونوں صورتوں میں رواج کے موافق موقوفہ زمین نو آبادی کا جس قدر کرایہ ہوتا ہو اس کو بانی کسی دوسری جگہ مسجد یا مدرسہ یا بیواؤں وغیرہ پر صرف کر سکتا ہے یا نہیں بہ صورت اولی وہ بعد اخراجات مسجد باقی روپیہ کسی دوسری جگہ صرف کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(جواب ٤) مسجد کی زمین موقوفہ پر اگر متولی مسجد کوئی عمارت اپنے روپے سے بنوائے اور اس کی نیت وقف کے لئے بنانے کی ہو یا کچھ نیت نہ ہو تو ان دونوں صورتوں میں یہ عمارت وقف کی ہوگی اور اس کی جو کچھ آمدنی ہوگی وہ مسجد کی سمجھی جائے گی۔ اور متولی کو کسی دوسری جگہ صرف کرنے کا حق نہیں اور بناتے وقت اس کی اس قسم کی نیت بھی (جب کہ اس نے نیت وقف سے یا بلا نیت بنوائی ہو) غیر معتبر ہے۔ ہاں اگر متولی مسجد زمین موقوفہ پر اپنی ملکیت کی نیت سے کوئی عمارت بنوائے اور اس نیت و ارادہ پر گواہ کرے تو اس صورت میں وہ عمارت اس کی ملک ہوگی اور اسے تصرف کا حق حاصل ہوگا۔ اور زمین وقف کا وہ غاصب سمجھا جائے گا۔ لیکن صورت مذکورہ فی السوال ایسی نہیں ہے۔ لہذا متولی کو کوئی حق تصرف کا نہیں۔ متولی وقف بنی فی عرصة الوقف فهو للوقف ان بناه من مال الوقف او من مال نفسه ونواه للوقف اولم ينو شيئاً وان بنى لنفسه واشهد عليه كان له انتهى (١) (ہندیہ) اور جب یہ عمارت مسجد کی ملک ہوئی تو اس کا حکم یہ ہے کہ مسجد کی دکانوں کی آمدنی یا دیگر اشیاء موقوفہ علی المسجد کا دوسری جگہ صرف کرنا جائز نہیں۔ الفاضل من وقف المسجد هل يصرف الى الفقراء قيل لا يصرف وانه صحيح ولكن يشترى به مستغلا للمسجد كذا فى المحيط انتهى (هندیه) (٢) ہاں اگر واقف نے یہ شرط کر دی ہو کہ "یہ وقف مسجد کے واسطے ہے اور اگر مسجد مستغنی ہو تو متولی کو فقراء پر تقسیم کرنے کا اختیار ہے" تو اس صورت میں متولی کو فقراء پر صرف کرنا بھی جائز ہے۔ على ان للقيم ان يتصرف فى ذلك على ما يرى واذا استغنى المسجد يصرف الى فقراء المسلمين فيجوز ذلك كذا فى الظهيرية (ہندیہ) (٣)

---

(١) عالمگیریہ، الباب الخامس فی ولاية الوقف وتصرف القيم فی الاوقاف فی كيفية قسمة الغلة الخ ٢ / ١٦ ط ماجدية، كوئٹہ پاکستان)

(٢) عالمگیریہ، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد وما يتعلق به، الفصل الثانی فی الوقف علی المسجد وتصرف القيم وغيره فی مال الوقف عليه ٢ / ٤٦٣ ط ماجدیہ، کوئٹہ)

(٣) عالمگیریة، کتاب الوقف الباب المذكور، الفصل المذكور ٢ / ٤٦٠ ط ماجدیہ، کوئٹہ

مضبوط اور مستحکم مسجد گرا کر اس کی جگہ نئی مسجد تعمیر کرنا

(سوال) ایک مسجد پرانی موسوم بہ مسجد شاہی مراد آباد جس کے اطراف میں مدرسۃ الغرباء قاسم العلوم بھی واقع ہے نہایت مضبوط اور مستحکم ہے۔ اور باوجود قدیم ہونے کے چوڑے چوڑے آثار ہونے کے سبب سے اس وقت تک کچھ تغیر نہیں آیا ہے۔ اب بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کو منہدم کر کے آثار کم کر کے از سر نو تعمیر کیا جائے تاکہ گنجائش زیادہ ہو جائے اور اونچی اور خوشنما بن جائے اور اس کام کے لئے کوئی سرمایہ بھی موجود نہیں ہے بلکہ توڑ کر چندہ کر لینے کا خیال ہے۔ آیا از روئے شرع شریف کے ایسی مسجد مستحکم کا بخیال مذکورہ بالا توڑنا اور از سر نو تعمیر کرنا جائز ہے یا نہیں۔ نیز صورت مذکورہ بالا کے لئے چندہ مانگنا بھی جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۵) ایسی مسجد کو جس کی موجودہ عمارت مضبوط اور مستحکم ہے توڑنا اور از سر نو بنانا اگر مال مسجد خرچ کر کے بنائی جائے تو ناجائز ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص خالص اپنے مال سے بنانا چاہے تو اس طور سے جائز ہے کہ بنائے جدید بنائے قدیم سے زیادہ مستحکم اور مضبوط ہو۔ محض خوشنمائی اور بلندی کے خیال سے توڑنا اور بنانا ٹھیک نہیں۔ آثار کم کرنے میں استحکام میں ضرور کمی ہے۔ اگر آثار کی کمی سے توسیع مقصود ہو تو بشرط حاجت توسیع ہونے کی اتنی حد تک کمی آثار کی جائز ہو سکتی ہے کہ بناء میں ضرر نہ ہو۔ اور اگر کوئی شخص اپنے خالص مال سے نہیں بنانا چاہتا بلکہ چندہ کرنا چاہتا ہے تو بلا ضرورت چندہ کرنا اور مسلمانوں پر بار ڈالنا جائز نہیں۔ نیز چندہ کی حالت بھی متوہم ہے۔ بقدر ضرورت فراہم ہو یا نہ ہو اور مسجد کو پہلے سے منہدم کر دیا پھر چندہ فراہم نہ ہوا تو نہ بنائے اول رہی نہ ثانی تیار ہو سکی۔ لہذا ایسی حالت میں کہ بنائے ثانی کا مبنیٰ امید چندہ پر ہو توڑنے کی گنجائش نہیں۔ (۱) واللہ اعلم

مسجد کے صحن کے نیچے دکانیں بنا کر کرایہ وصول کرنا

(سوال) ایک مسجد اونچی جگہ پر واقع تھی۔ لوگوں نے اس کا صحن کھود کر دکانیں بنا دیں۔ ان کے اوپر نماز بدستور سابق ہوتی ہے اور دکانیں کرایہ پر چلتی ہیں۔ یہ دکانوں کا بنانا درست ہوا یا نہیں؟ اور ان کا کرایہ حلال ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۶) (خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون) فی الدر المختار . اما لو تمت المسجدية ثم اراد البناء منع ولو قال عنيت ذلك لم يصدق تاتار خانية . فاذا كان هذا في الواقف فكيف بغيره فيجب هدمه ولو على جدار المسجد ولا يجوز اخذ الاجرة منه ولا ان يجعل شيئاً منه مستغلاً ولا سكنى (۲) اس میں صاف تصریح ہے کہ صورت مسئولہ میں ان دکانوں کا بنانا جائز نہ تھا اور اب بند کر دینا ضروری ہے اور کرایہ ان کا جو لیا گیا ہے وہ حلال نہیں ہے اور ان دکانوں کا ضروریات مسجد کے لئے استعمال کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ مصالح

---

(۱) اراد اهل المحلة نقض المسجد وبناءه احكم من الاول ، ان الباني من اهل المحلة لهم ذالك ، والا لا . بزازية وفي الشامية : مسجد مبني اراد رجل ان ينقضه ويبنيه احكم ، ليس له ذالك ، لانه لا ولاية له الا ان يخاف ان ينهدم ان لم يهدم . وتاويله ان لم يكن الباني من اهل تلك المحلة . واما اهلها فلهم ان يهدموه ويجددوا بناءه ، ويفرشوا الحصير ، ويعلقوا القناديل لكن من مالهم ، لا من مال المسجد ، الا بامر القاضي . خلاصة (الدر المختار مع رد المحتار ، كتاب الوقف ، مطلب في احكام المسجد ٤ ٣٥٧ ط سعيد بزازية على هامش هندية فصل في احكام المسجد ٦ ٢٦٨ ط ، ماجديه كوئٹه)

(۲) كتاب الوقف ، فصل في احكام المسجد ، ج ٤ ٣٥٨ سعيد

مسجد کیلئے تہ خانہ وہ جائز ہے جو ابتدا ہی میں مسجد بنانے کے وقت بنایا گیا ہو۔ واللہ اعلم۔ کتبہ الاحقر عبدالکریم عفی عنہ از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون۔ صواب منحصر فی ہذا الجواب کتبہ اشرف علی عفی عنہ ۲۹ شعبان ۱۳۴۸ھ۔ الجواب صحیح ظفر احمد عفا عنہ۔ محمد مظہر اللہ غفرلہ، امام مسجد فتحپوری دہلی۔ محمد مصطفےٰ بجنوری مقیم میرٹھ محلہ کرم علی۔ محمد سراج الحسین مدرس اول مدرسہ اسلامیہ میرٹھ۔ محمد میاں غفرلہ، مدرس مدرسہ حسین بخش، دہلی نور الحسن عفا عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش۔ محمد اسحٰق عفی عنہ مدرس مدرسہ حسینیہ۔ سلطان محمود مدرسہ فتحپوری۔ حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی۔

دکانوں سے وصول شدہ ناجائز کرایہ مسجد پر لگانا

(سوال) جواب مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ ان دکانوں کا کرایہ حرام ہے۔ پس اس حرام کے کرایہ سے نیز ان دکانوں کے حلال کرایہ سے جو زیر مسجد نہیں ہیں اسی مسجد کا فرش پتھر کا بنایا گیا۔ آیا اس فرش مسجد پر نماز جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز نہیں ہے تو فرش مسجد (یعنی ان پتھروں) کو کیا کیا جائے۔ اس کا بھی جواب تحریر فرماویں۔

المستفتی محمد بشیر الدین قاضی شہر میرٹھ

(جواب ۶) (از حضرت مفتی اعظمؒ) مسجد کے نیچے دکانیں بنانا اس صورت میں کہ پہلے نہیں تھیں اور ان کو کرایہ پر دینا ناجائز تھا مگر جو کرایہ حاصل ہو چکا ہے اس کا مسجد کے لئے استعمال حرام نہیں ہے، کیونکہ اگر وہ مسجد میں استعمال کرنا جائز نہ ہو تو کیا کیا جائے۔ آیا ان لوگوں کو واپس دیا جائے جنہوں نے دکانوں کو استعمال کیا اور یہ صحیح نہیں کیونکہ غاصب اوقاف سے ضمان وصول کرنا اور وقف پر خرچ کرنا جائز ہے۔ پس زیادہ سے زیادہ اس اجرت کا حکم ضمان غصب کا ہوگا اور اس کو مسجد میں خرچ کرنا جائز ہے۔ پس اس روپے سے جو فرش تیار کیا گیا ہے اس پر نماز جائز ہے۔ ان دکانوں کے بنانے کا گناہ بنانے والوں پر ہوا اور کرایہ پر دینے اور کرایہ پر لینے کا گناہ دینے والوں اور لینے والوں پر ہوا۔ لیکن کرایہ کا وصول شدہ روپیہ مسجد کی ملک ہے اور مسجد پر خرچ کیا جائے گا اس کو حرام نہیں کہا جا سکتا۔ فقط(۱) محمد کفایت اللہ غفرلہ مدرسہ امینیہ دہلی

(۱) مسجد گرا کر اس کی جگہ پر دکانیں بنانا
(۲) مسجد کی دیوار کی جگہ کو مسجد سے باہر نکالنا جائز ہے
(۳) قبرستان کی فارغ زمین مسجد میں داخل کرنا
(۴) قبرستان جانے کے لئے مسجد سے راستہ کر لینا

(سوال) ملتان میں ایک چھوٹی سی مسجد بر سر بازار ہے جس کی آمدنی نہیں ہے جو مسجد کی ضروریات میں کام دے

---

(۱) (ومنافع الغصب استوفاها او عطلها) فانها لا تضمن عندنا، ويوجد في بعض المتون، ومنافع الغصب غير مضمونة (الى قوله الا) في ثلاث، فيجب اجر المثل على اختيار المتاخرين (ان يكون) المغصوب (وقفا) للسكنى او للاستغلال (او مال يتيم) (الدر المختار) (قوله منافع) اى المغصوب، (استوفاها او عطلها) صورة الاول ان يستعمل العبد شهرا مثلا، ثم يرده على سيده والثاني ان يمسكه، ولا يستعمله ثم يرده (الى قوله) (قوله للسكنى او للاستغلال) اقول او لغيرهما كالمسجد، فقد افتى العلامة المقدسي في مسجد تعدى عليه رجل، وجعله بيت قهوة بلزوم اجرة مثله مدة شغله كما في الخيرية والحامدية (الشامية، كتاب الغصب مطلب في ضمان الغصب ۶/۲۰۶ ط سعيد)

اورنہ کوئی ذی حیثیت مسلمان اردگرد میں ہے جو اس پر خرچ کرے بلکہ حوالی میں اکثر ہندو ہیں اور اگر کوئی مسلمان ہے تو قلاش۔ زید جو اس کے اردگرد کے مسلمانوں پر ایک کم حیثیت آدمی ہے چاہتا ہے کہ اس کی آمدنی کی کوئی صورت کردے جس سے یہ مسجد ہمیشہ کے لئے آباد رہے۔ عزم کر رہا ہے کہ ملتان و دیگر بلاد و قریٰ سے چندہ جمع کر کے اس تحتانی حصہ میں دکانیں بنادے دکانوں میں کچھ حصہ وہ بھی آئے گا جو سجدہ گاہ رہا ہے اور فوقانی حصہ کو جائے نماز بنادے تاکہ دکانوں کا کرایہ مسجد میں خرچ ہوتا رہے۔

(۱) ہمارا خیال ہے کہ مسجد کی موجودہ عمارت کو گرا کر مسجد کو بارہ فٹ بلندی پر تیار کر کے سقف پر سجدہ گاہ بنائی جائے۔ نیچے کی زمین دکانات میں شامل کی جائی۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) مسجد کی بیرونی دیوار کو گرا کر اس دیوار کی زمین کو مکان میں شامل کر کے نئی دیوار کی زمین مسجد کی سجدہ گاہ سے لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) مسجد کے متصل ایک قبرستان ہے لیکن سوائے تین قبروں کے باقی مسمار ہو چکی ہیں مگر وہ تین قبریں بھی ایک طرف بچی ہوئی ہیں باقی قبرستان کی زمین فارغ ہے۔ آیا وہ فارغ زمین مسجد میں داخل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) قبرستان کی بقیہ تین قبروں کے لو حقین مسجد میں سے برائے آمد و رفت راستہ لینا چاہتے ہیں حالانکہ اگر وہ کوشش کریں تو دوسری طرف سے لے سکتے ہیں۔ یہ راستہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۱۷۲ حافظ عبدالسلام صاحب تاجر کتب۔ شہر ملتان ۱۳ رمضان ۱۳۵۲ھ م ۳۱ دسمبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۷) جو حصہ کہ اس وقت مسجدیت کے ساتھ خاص ہے اس کو اب مستقل یعنی مذد ریعہ بنانا جائز نہیں ہے۔(۱) ہاں مسجد کی وہ زمین جو نماز کے لئے مخصوص نہ ہو بلکہ مسجد کے مصالح کے لئے ہوتی ہے اس میں دکانیں بنانا جائز ہے۔(۲) لیکن اگر کوئی شخص مسجد کو چھت پر بنا کر اس کے نیچے دکانیں نکال دے گا تو وہ خود گنہگار تو ہوگا لیکن مسجد کی مسجدیت باطل نہ ہوگی۔(۳)

(۱) ناجائز ہے۔(۴) (۲) ناجائز ہے مسجد کی دیوار مکان کو نہیں دی جا سکتی۔(۵) (۳) اگر اب قبرستان کی زمین دفن کے کام میں نہیں آسکتی تو اسے مسجد کے کام میں لے سکتے ہیں۔(۶) (۴) اگر اب تک قبرستان کا راستہ

( )ولا ان يجعل شيئا منه مستغلا وفي الشامية المراد منه ان يوحر منه شئ لاجل عمرته (الدرالمحتار كتاب الوقف ٤/ ٣٥٨ ص . سعيد)

(۲) لوبنى فوقه بيتا للامام لا يضر لانه من المصالح، امالو تمت المسجدية ثم اراد البناء منع، (الدرالمحتار) وفي ردالمحتار (قوله لو تمت المسجدية اى بالقول على المفتى به، او بالصلاة فيه على قولهما (الدر المختار مع رد المحتار ، كتاب الوقف، فصل في احكام المسجد ٤ / ٣٥٨ ط . سعيد)

(۳) يبقى مسجدا عند الامام والثانى ابداً الى قيام الساعة (الدرالمحتار كتاب الوقف ٤ / ٣٥٨

(۵) فيجب هدمه ولو على جدار المسجد (الدرالمحتار كتاب الوقف ٤ ٣٥٨ سعيد

(۴) وان ارادالانسان ان يتخذ تحت المسجد حوانيت غلة لمرمة المسجد او فوقه ليس له ذلك كذافي الذخيرة (العالمگيرية الباب الحادى عشرفي المسجد ، وما يتعلق به ٢ ,٤٥٥ ط ماجدية كوئٹه)

(٦) قال الحافظ رحمه الله تعالى: فان قلت هل يجوزان يبنى المساجد على قبور المسلمين؟ قلت ‧ قال بن القاسم رحمه الله تعالى لوان مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجداً لم ار بذلك باساً وذلك لان المقابر وقف من اوقاف المسلمين لدفن موتاهم لايجوز لا حدان يملكها فاذا درست فاستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها الى المساجد، لان المسجد ايضاً وقف من اوقاف المسلمين ولا يجوز تملكه لا حد فمعنا هما على هذا واحداً (عمدة القارى باب هل ينبش قبور مشركى الجاهلية وتتخذ مكانها مساجد ج ٤ ١٧٩ بيروت)

وفي الشامية عن الزيلعي : ولو بلى الميت وصار ترابا جاز دفن غيره والبناء عليه (رد المحتار ، كتاب صلاة الجنائز، مطلب في دفن الميت ، ج : ٢/ ٢٣٣، سعيد)

مسجد میں سے نہ تھا تو اب مسجد میں سے راستہ دینا جائز نہیں۔(۱) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔**

(۱) مسجد مکمل ہونے کے بعد دوسری منزل بنانا۔

(۲) مسجد میں دینی علوم کا درس دینا۔

(سوال) ایک مسجد ہے جس کے اطراف میں علوم شرعیہ کی درس و تدریس کے لئے مدرسہ بنایا گیا ہے مسجد اور مدرسہ مسلمانوں کے چندے سے بنائے گئے ہیں۔ تعمیر کے وقت یہ خیال تھا کہ مسجد کو دو منزلہ بنایا جائے کیونکہ مسجد کی جگہ تنگ ہے تاکہ زیادہ آدمی ہوں تو دونوں طبقوں میں مل کر ایک جماعت سے نماز ادا کر سکیں۔ مگر سرمایہ کم ہونے کی وجہ سے اس وقت مسجد کی تعمیر کو نامکمل چھوڑ دیا۔ اب بعض حضرات کا خیال ہے کہ مسجد پر دوسری منزل بنوا دیں۔ شامی کتاب الوقف ج ۳ صفحہ ۵۱۲ میں ہے کہ (فروع) **لو بنى فوقه بيتا للامام لا يضر لانه من المصالح اما لو تمت المسجدية ثم اراد البناء منع و لو قال عنيت ذلك لم يصدق** (تتارخانیہ)(۲) اس عبارت سے شبہ ہوتا ہے کہ کیا مسجد پر مسجد بھی بنا نہیں کر سکتے جس طرح کہ امام وغیرہ کے لئے مکان یا مصالح مسجد کے لئے درس کی قسم کا کمرہ؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ مسجد کے دونوں طبقوں میں درس علوم شرعیہ خارج وقت نماز میں دینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۴۰۲ مدرسہ حسینیہ محمدیہ راندیر ضلع سورت ۲۱ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ م یکم اکتوبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۸) مسجد کی تعمیر میں بانی اور متولی حسب صوابدید خود مسجد کی حیثیت سے تغیر و تبدل کر سکتے ہیں۔ **مسجد اراد اهله ان يجعلوا الرحبة مسجدا والمسجد رحبةً وارادوا ان يحدثوا له بابا وارادوا ان يحولوا الباب عن موضعه فلهم ذلك فان اختلفوا نظر ايهم اكثر و افضل ذلك كذا فى المضمرات** (عالمگیری)(۳) در مختار کی عبارت منقولہ سوال کا مطلب یہ ہے کہ مسجد کی منزلوں کی تکمیل کے بعد اس پر امام کے لئے سکونتی مکان یا مدرسے کے لئے درسگاہ نہیں بن سکتی کہ اس صورت میں جہت بدل جاتی ہے اور مسجد کی غیر مسجد کی طرف تحویل لازم آتی ہے۔ اگر مسجد کی منزل ثانی کی نیت سے منزل ثانی بنائی جائے اور اس میں تبعاً تعلیم بھی ہو جیسے کہ اکثری طور پر مساجد میں قرآن پاک اور علوم دینیہ کے مدرسین بیٹھ کر درس دیتے ہیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔(۴) واللہ اعلم **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،**

چھوٹی مسجد کو بڑی مسجد کے صحن میں شامل کرنا

(سوال) ایک مسجد جو عیدگاہ کے نام سے موسوم تھی اب بوجہ جمعہ ہونے کے جامع مسجد کہلانے لگی۔ جمعہ و

---

(۱) واذا ارادوا ان يجعلوا شيئاً من المسجد طريقاً للمسلمين فقد قيل ليس لهم ذلك وانه صحيح (عالمگيريه، كتاب الوقف، ج ۲/ ۴۵۷)

(۲) الدر المختار، كتاب الوقف، مطلب فى احكام المسجد، ج ۴، ۳۵۸، سعيد)

(۳) (عالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر فى المسجد وما يتعلق به، ط ماجدية ۲، ۴۵۶)

(۴) ومسجد استاذه لدرسه و لسماع الاخبار افضل اتفاقا (الدر المختار، باب ما يفسد الصلوة مطلب فى افضل المساجد، ج ۱، ۶۵۹، سعيد)

عیدین کی نمازیں اس مسجد میں ادا ہوتی ہیں۔ اس مسجد کے متصل نیچے کی جانب ایک قدیمی مسجد ہے اب بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس قدیمی مسجد کو شہید کر کے بڑی مسجد کے صحن کو کشادہ کیا جائے۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۷۴۳، ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ م ۳ اپریل ۱۹۳۵ء

(جواب ۹) اگر بڑی مسجد کو توسیع صحن کی حاجت نہیں ہے تو چھوٹی مسجد کو بحال خود قائم رکھنا چاہئے اور اگر بڑی مسجد میں سب پنج وقتہ جماعت ہونے لگی ہے تو وہ بھی مسجد جماعت ہو گئی اور اس میں توسیع کر کے چھوٹی مسجد کو ضرورت کے وقت شامل کر لینا بھی جائز ہے۔( ) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد کی ضروریات کے لئے خالی زمین پر امام کا حجرہ

(سوال) مسجد کی چہار دیواری کے اندر حجرہ مع صحن پختہ امام صاحب کے لئے واقع ہے۔ حجرہ مذکورہ کے صحن میں کبھی کبھی بوجہ زیادتی نمازیوں کے نماز بھی ادا کی گئی ہے۔ حجرہ مذکور مع صحن بذریعہ دیوار، مسجد سے علیحدہ کر کے امام صاحب کے لئے زنانہ مکان بنانا مقصود ہے جس کا داخلہ کا دروازہ اور پاخانہ علیحدہ گلی میں ہو گا۔ کیا بصورت بالا مکان بنانا جائز ہے؟

المستفتی نمبر ۷۳۰ اقبال احمد صاحب (ضلع میرٹھ) ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ م ۴ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۰) جب کہ حجرہ اور اس کا صحن مسجد سے جداگانہ اور ممتاز طریق پر اب بھی واقع ہے پردہ نہیں ہے تو پردہ کی دیوار اٹھا کر اس کو علیحدہ کر دینا جائز ہے۔ حجرہ کے جنوبی جانب گلی کھلتا ہو پاخانہ بھی بنانا جائز ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ دہلی

مسجد کی ضروریات کے لئے خالی زمین پر ناجائز رسومات کے لئے مکان بنانا

(سوال) ایک مسجد ہے جس کا نقشہ دوسرے صفحہ پر ہے۔ اس کو بنے عرصہ پچاس سال سے زائد ہو گیا اس کی بنیاد حضرت صوفی حافظ نور محمد صاحب مرحوم مغفور نے ڈالی تھی۔ آپ نے ہی مسجد اور اس کی ملحقہ جگہ خرید کی تھی اور مسجد کے ساتھ ہی دوسری جگہ بھی وقف کر دی گئی تاکہ اگر بعد میں ضرورت پڑے تو تمام جگہ پر مسجد تعمیر کر دی جائے جیسا کہ نقشہ میں ظاہر ہے کہ قطعہ زمین (الف) پر کچھ پودے ہیں اور باقی تمام جگہ پر بڑے خوبصورت اور قیمتی پودے اُگے ہوئے ہیں اب تمام اہل محلہ مقام (الف) پر ایک تکیہ یا ڈیرہ بنانا چاہتے ہیں جس میں برات بیٹھا کرے گی۔ برادری مذکور کی رسومات ورواجات کے مطابق برات تین دن تک ٹھہرتی ہے جس کے دوران میں گانا بجانا، مجرا، نقل، ناچ اور حقہ نوشی لوازمات شادی میں شامل ہیں جو قطعاً غیر شرعی ہیں اور حصہ (الف) پر مکان بن جانے کی صورت میں یہ سب کچھ وہاں پر ہو گا۔ معترضین کے جواب میں وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم مقام (ج) پر

---

(۱) وليس له ازعاج غيره منه ولو مدرسا، واذا ضاق فللمصلي ازعاج القاعد ولو مشتغلا بقراءة او درس بل ولاهل المحلة منع من ليس منهم عن الصلوة فيه، ولهم نصب متول وجعل المسجدين واحدا وعكسه لصلاة لا لدرس، او ذكر في المسجد عظة و قرآن (الدرالمختار كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب فيمن سبقت يده الى مباح ١ / ٦٦٢، ٦٦٣)

(۲) لو بنى فوقه بيتا للامام لا يضر، لانه من المصالح. (ردالمحتار، كتاب الوقف، ج ٤ / ٣٥٨، سعيد)

دروازہ نکال لیں گے۔ اس طرح نہ تو مسجد کی بے حرمتی ہوگی نہ ہی اس مکان سے کوئی تعلق مسجد کا رہے گا بلکہ مندرجہ بالا رسومات کی ادائیگی کی راہ میں کوئی شے مزاحم نہ ہوگی۔

صوفی صاحب مرحوم کے ورثاء جو کہ مکان کے بنانے کے خلاف ہیں کہتے ہیں کہ ہم مسجد کے مالک نہیں ہیں مسجد خانہ خدا ہے وقف شدہ جگہ ہے اس لئے ہم مسجد کی بربادی کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا برداشت نہیں کر سکتے۔ ہم اپنے خون کا آخری قطرہ تک اس کو بچانے کی غرض سے بہا دینے کو تیار ہیں۔ برعکس مخالف پارٹی کے ممبران کی تعداد ۸۲ فیصدی ہے جن میں چند مقتدر اور برگزیدہ صحاب کے علاوہ حافظ محمد [illegible] پنڈیان بھی شامل ہیں۔ اگر یہاں کوئی عمارت بن گئی تو وہ مسمار نہ ہو سکے گی اس پر موجودہ دور کی ایک دربار کی مسجد کا باقی حصہ لے لی گی جو کہ دیر سے برسر اقتدار ہے۔ اور اب غیر جانبدار ہے۔ پس از راہ الطاف و کرم ہمیں اس سے متعلق مفصل مسئلہ بروئے شرع محمدی تحریر فرمائیں۔

المستفتی نمبر ۱۲۱۱ ایم یوسف حسن صاحب (محلہ بھوسی ۔ ریاست ، مالیر کوٹلہ) ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۳۱ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۱) جو زمین کہ مسجد پر وقف ہے اس پر کسی دوسرے کام کے لئے عمارت بنانا حرام ہے(۱) اور خصوصاً ایسی عمارت جس میں مسجد کے احترام کے خلاف کام کئے جائیں۔ عمارت کا ارادہ کرنے والے خاطی اور گنہگار ہیں ان کو وقف اور واقف کی غرض کے خلاف کوئی کام کرنا جائز نہیں۔(۲) اور مسجد کے واقف کی اولاد کو تولیت کا حق حاصل ہے۔(۳) ان کی اجازت کے بغیر غیر لوگ کوئی تصرف کرنے کے قانوناً بھی مجاز نہیں۔ مسجد کے متولی اور اہل جماعت تعمیر جدید مذکور سے منع کر سکتے ہیں(۴) اور اس مخالفت میں وہ حق بجانب ہیں اور جو تکلیف اٹھائیں گے اس کا ثواب پائیں گے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) مسجد کے لئے وقف اسی پر خرچ کیا جائے
(۲) پرانی مسجد کی کچھ زمین پر مسجد کی آمدنی کے لئے دکانیں بنانا
(۳) پہلی مسجد کے غیر آباد ہونے کا اندیشہ ہوتے ہوئے دوسری مسجد بنانا

(سوال) (۱) ایک شخص نے مرتے وقت اپنی جائداد سے کچھ حصہ ایک معین مسجد جامع کے نام وقف کر دیا ہے آیا یہ رقم کسی دوسری مسجد میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ (۲) ایک پرانی مسجد کا کوئی حصہ ایسا نہیں کہ اگر از سر نو تعمیر کر دیا جاوے تو مسجد کا حصہ نہ رہے اور لب سڑک جو کہ صحیح سڑک سے سو گز باہر ہے، مسجد کے فنڈ سے

---

(۱) قیم المسجد لا یجوز له ان یبنی حوانیت فی حد المسجد او فی فنائه لان المسجد اذا جعل حانوتا و مسکنا تسقط حرمته وهذا لا یجوز ، والفناء تبع المسجد فیکون حکمه حکم المسجد (الهندیة کتاب الوقف، الباب الحادی عشر الفصل الثانی ۲ / ۴۶۲ ط ماجدیة)

(۲) سئل شمس الائمة الحلوانی هل یجوز للقاضی صرف وقف ما استغنی عن العمارة الی عمارة ما هو محتاج الی العمارة قال ، لا کذا فی المحیط . (عالمگیریة کتاب الوقف ، الباب الثالث عشر فی الاوقاف ، ج ۲ ، ۴۷۸ ماجدیة)

(۳) والافضل ان ینصب من اولاد الموقوف علیه واقاربه مادام یوجد احد منهم یصلح لذلك والظاهر ان مراده بالموقوف علیه من کان من اولاد الواقف. (الشامیة مطلب لا یجعل الناظر من غیر اهل الوقف ۴ / ۴۲۴ ط سعید)

(۴) مسجد مبنی اراد رجل ان ینقضه ویبنیه ثانیا احکم من البناء الاول لیس له ذلك ، وتاویله اذا لم یکن الباني من اهل تلك المحلة (الهندیة ، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر الفصل الاول ۲ / ۴۵۷ ط ماجدیة)

کے واسطے اس کے ذرا نیچے دکانیں بنائی جائیں یعنی بجائے سوا گز کے نصف گز سطح زمین دکان کی رکھی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۳) اتفاق عامہ لنڈن سے ایک جامع مسجد تیار ہوئی ہے۔ حالانکہ اس مسجد کے ارد گرد اہل ہنود رہتے ہیں۔ صرف ایک مسلمان کا گھر ہے۔ اب وہی لوگ تقریباً ڈیڑھ سو دو سو قدم کے فاصلہ پر اپنے گھروں کے درمیان دوسری مسجد تعمیر کرتے ہیں اور مسجد اول کے مقابل گوردوارہ ہے اور ہندو رہتے ہیں۔ اب اگر مسجد ثانیہ تعمیر ہوگئی تو ضرور مسجد اول کے غیر آباد ہونے کا اندیشہ ہے اور مسجد اول کی ہر طرح کی بے حرمتی کا خیال ہے تو مسجد اول کو ویران غیر آباد کر کے دوسری تعمیر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کیا مسجد ثانیہ مسجد ضرار ہو سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۲۸۹ مولوی عبدالعزیز صاحب خطیب جامع مسجد (ٹوبہ ٹیک سنگھ) ۲۳ شوال ۱۳۵۵ھ ۷ جنوری ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۲) (۱) اگر یہ وقف ثلث کے اندر ہو تو جائز ہے۔(۱) اور اس کو اسی مسجد پر خرچ کرنا چاہئے جس کے لئے وقف کیا گیا ہے۔ دوسری مسجد میں خرچ کرنا جائز نہیں۔(۲) (۲) مسجد قدیم یا اس کے کسی حصہ کے نیچے جب کہ پہلے دکانیں نہ تھیں دکانیں بنانا جائز نہیں۔(۳) (۳) مسجد جدید بنانا جبکہ اس کی غرض مسجد قدیم کو نقصان پہنچانا نہیں ہے جائز ہے۔ اگر مسجد قدیم اس سے ضرر (قلت نمازیان) پہنچنے کا خوف ہو اور ان لوگوں کو جو مسجد بنانا چاہتے ہیں مسجد قدیم میں نماز کے لئے جانے آنے میں زیادہ مشقت نہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ مسجد جدید نہ بنائیں اسی مسجد قدیم کو آباد رکھیں۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد بننے کے بعد نیچے والی دکان کو چائے خانہ کے لئے کرایہ پر دینا۔
مسجد کے قریب بنے ہوئے بیت الخلاء کو دور کرنے کا حکم

(سوال) یہاں احمد آباد میں ایک مسجد "نقف کی مسجد" کے نام سے مشہور ہے جو شاہی زمانہ میں تعمیر کی گئی تھی۔ چونکہ یہ مسجد وسط بازار میں تھی اس لئے اس کی کرسی کافی اونچی بنائی گئی تھی۔ جماعت خانہ کے سوا صحن اور حوض وغیرہ کے حصہ میں نیچے کی جانب طرف میں روشیں بنائی گئیں تاکہ مسافر و محتاج وہاں آرام لے سکیں۔

اسلامی سلطنت کے زوال کے بعد بہت کچھ عرصہ گذرنے پر اس مسجد کا انتظام گورنمنٹ کی طرف سے مقامی سنی مسلم وقف کمیٹی کو سپرد کیا گیا جو ایک سرکاری جماعت کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور اس میں مسلمان قوم کی آواز

---

(۱) مریض وقف دارا فی مرض موتہ فہو جائز اذا کان یخرج من ثلث المال، وان کان لایخرج فاجازہ الورثۃ فکذلک (عالمگیریۃ، کتاب الوقف، الباب العاشر فی وقف المریض ۲ / ۴۵۱ ط ماجدیہ)

(۲) سئل شمس الائمۃ الحلوانی عن مسجد او حوض استغنی الحوض عن العمارۃ وہناک مسجد محتاج الی العمارۃ او علی العکس هل یجوز للقاضی صرف وقف ما استغنی عن العمارۃ الی عمارۃ ما هو محتاج الی العمارۃ؟ قال: لا. کذا فی المحیط. (ہندیۃ، کتاب الوقف، الباب الثالث عشر فی الاوقاف یستغنی عنها الخ ۲ / ۴۷۸ ط ماجدیہ)

(۳) واذا اراد ان یحدث تحت المسجد حوانیت غلۃ لمرمۃ المسجد او فوقه لیس له ذلك. (عالمگیریہ، کتاب الوقف، ج ۲/ ۴۵۵، ماجدیہ)

(۴) قرآن مجید میں ہے والذین اتخذوا مسجدا ضرارا و کفرا و تفریقا بین المؤمنین و ارصادا لمن حارب اللہ و رسولہ من قبل
لا تقم فیہ ابدا لمسجد اسس علی التقوی.

کو کچھ دخل نہیں ہے۔ افراتفری کے زمانہ میں اطراف میں جو مسلمان جوتہ فروش آباد تھے۔ انہوں نے مسجد کے صحن وغیرہ کے نیچے جو روش تھی وہاں اپنی دکانیں لگالی تھیں وقف کمیٹی نے ان دکانوں کو مستقل صورت دے کر معقول آمدنی کا ذریعہ بنایا تو کیا واقف کی مرضی کے خلاف اس طریقہ پر مسجد کی تعمیر کے کئی سو سال بعد دکانیں بنا کر کرایہ پر دینا جائز ہو سکتا ہے؟

مذکورہ مسجد میں جگہ کی قلت ہونے کی بنا پر عام مسلمانوں نے شور مچایا تاکہ مسجد کو وسیع بنایا جائے اور مسجد کی مغربی سمت کی ملکیت کا جو مکان از سر نو تعمیر ہو رہا تھا وہ بھی مسجد کے طور پر شریک کر دیا جائے۔ عام مسلمانوں کے اس مطالبہ سے مجبور ہو کر وقف کمیٹی نے مکان کی تعمیر موقوف کر دی۔ اور مسلمانوں کی مرضی کے مطابق اس مکان کو بھی مسجد میں شریک کر کے مسجد کی از سر نو تعمیر کی۔ صحن اور حوض کا حصہ بدستور قائم رہا مگر اصلی جماعت خانہ کے نیچے جہاں پہلے نہ تہ خانہ تھا نہ روش تھی نہ کوئی دکان تھی۔ اس حصہ میں بھی دکان بنالی گئی۔ جب یہ دکان زیر تعمیر تھی اس وقت مسلمانوں کے مطالبہ پر وقف کمیٹی نے وہاں مدرسہ بنانا قبول کیا تھا۔ تاکہ مسجد کی حرمت بھی برقرار رہے اور مذہبی تعلیم کا بھی معقول انتظام ہو سکے۔ لیکن بعد میں وقف کمیٹی نے وعدہ کے خلاف اصلی پورے جماعت خانہ کے نیچے (جس میں پرانے جماعت خانہ کی جگہ بھی شامل ہے) چائے خانہ کے لئے کرایہ پر جگہ دے دی ہے۔ ہوٹلوں میں جس قسم کا شور وغیرہ ہوتا ہے وہ بھی سب پر ظاہر ہے۔ اس صورت میں وقف کمیٹی کا یہ فعل کس حد تک جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔ خصوصاً پرانے جماعت خانہ کی زمین پر بھی دکان بنانا شریعت کی نظروں میں کیا حکم رکھتا ہے؟

بدیں حالات اگر مذکورہ بالا فعل ناجائز ہے تو مذکورہ ہوٹل میں کھانے پینے کے لئے مسلمانوں کا جانا شرعاً جائز ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ایک عالم شخص کے لئے ایسی مسجد میں بحیثیت پیش امام کے ملازمت کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر بجائے ہوٹل کے اسی جگہ پر مدرسہ یا اسلامیہ دارالکتب یعنی لائبریری یا کلچرل ہال بنایا جائے تو اس کے متعلق کیا حکم ہوگا؟

موجودہ مسجد کی مغربی سمت کی دیوار سے لگا ہوا ایک انگریزی اسکول کا پاخانہ ہے اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے۔ یہ پاخانہ مسجد کی دیوار سے کم از کم کتنی دور ہونا چاہئے۔

المستفتی نمبر ۶۱۳ حکیم بدر نظامی (احمد آباد) ۱۰ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ م ۱۹ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۳) مسجد کی قدیم وضع کو تبدیل کر کے دکانیں بنانا جائز نہیں(۱) ہاں نماز کی جگہ کے علاوہ دوسری جگہ

---

(۱) وإذا جعل تحته سرداباً لمصالحه جاز ... ولو بنى فوقه بيتاً للإمام لا يضر لأنه من المصالح، أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع، ولو قال عنيت ذلك لم يصدق، فإذا كان هذا في الواقف فكيف بغيره فيجب هدمه ولو على جدار المسجد، ولا يجوز أخذ الأجرة منه، ولا أن يجعل شيئاً منه مستغلاً ولا سكنى، بزازية (الدر المختار، كتاب الوقف، مطلب في أحكام المسجد ٤/ ٣٥٧، ٣٥٨ ط سعيد) وفي الهندية: قيم المسجد لا يجوز له أن يبني حوانيت في حد المسجد أو في فنائه (الفتاوى الهندية، كتاب الوقف، الباب الحادي عشر في المسجد، الفصل الثاني في الوقف على المسجد ٢/ ٤٦٢، ط كوئٹہ)

کی وضع حسب صوابدید متولی بدل سکتی ہے۔(۱) قدیم جماعت خانہ کے نیچے دکانیں۔ مدرسہ، لائبریری کچھ بھی جائز نہیں وقف کمیٹی کا یہ فعل ناجائز ہوا۔

لیکن اب کہ اس نے عمارت تعمیر کرلی اور رقم خرچ ہوچکی تو اب اس کے سوا کوئی سبیل نہیں کہ اس جگہ کو ایسے مصرف میں لایا جائے جس سے مسجد کے احترام میں خلل نہ ہو۔(۲) ہوٹل میں بہت شور و شغب اور افعال غیر مشروعہ ہوتے ہیں اس لئے اس میں ہوٹل کا قیام احترام مسجد کے خلاف ہے۔ ہاں مدرسہ اور کتب خانہ اس سے بہتر ہے۔ اور یہ بس مجبوری سے کہ اب تعمیر بن چکی ہے۔(۳)

پاخانہ مسجد کی تعمیر سے پہلے کا ہو تو اس کو ہٹانے کا مطالبہ نہیں ہو سکتا۔(۴) اور بعد کا ہو تو اتنی دور کرا دینا چاہئے کہ اس کی بدبو مسجد میں نہ آئے اور نجاست مسجد کی دیوار سے مس نہ کرے۔(۵) محمد کفایت اللہ

حکومت مسجد کو اپنی تحویل میں نہیں لے سکتی

(سوال) (۱) کیا کسی حکومت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی مسجد کو ضبط کرے اور پھر اس کو زر نقد لے کر یا ایسی شرائط پر واگذار کرے جن کی رو سے مسجد پر حکومت کا تسلط رہے۔

(۲) کیا مسجد کی منتظمہ کمیٹی کو یہ حق ہے کہ وہ مسجد کی سیڑھیوں کو کبوتر بازوں اور اسی قسم کا کام کرنے والوں کو کرایہ پر دے جن کی وجہ سے مسجد کی حریم میں شور و شغب اور ہر قسم کی بیہودگی اور بد اخلاقی کے افعال ہوتے رہیں۔

المستفتی نمبر ۲۶۴۷ محمد یوسف صاحب (پشاور) ۴ رجب ۱۳۵۹ھ م ۱۹ اگست ۱۹۴۰ء

(جواب ١٤) (۱) مسجد خدا کا گھر ہے اور خدا ہی اس کا مالک ہے وہ کسی انسان کی ملک نہیں۔ قرآن پاک میں ہے وان المساجد للّٰہ(۶) یعنی یقیناً مسجدیں خاص خدا کی ہیں۔ اور جب کہ وہ خدا کی ملک ہیں اور اس کی عبادت کے لئے مخصوص ہیں تو کسی حکومت کو ان کے اوپر مخالفانہ تسلط اور قبضہ اور ضبط کرنے کا حق نہیں۔ حکومت انسانی املاک پر قبضہ کرے تو کرے خدا کی ملک پر قبضہ نہیں کر سکتی اور اگر جبر و استبداد سے قبضہ شرعاً ناجائز اور کالعدم

---

(۱) وفي الفتاوى ارض وقف على مسجد والارض بجنب ذلك المسجد وارادوا ان يزيدوا في المسجد شيئا من هذه الارض جاز لكن يرفع الامر الى القاضي ليأذن لهم، ومستغل الوقف كالدار والحانوت على هذا (خلاصة الفتاوى كتاب الوقف، الفصل الرابع في المسجد ٤/ ٤٢١ ط امجد اكيڈمی

(۲) فان كان الغاصب زاد في الارض من عنده ان كانت الزيادة مالا متقوما كالبناء والشجر يومر الغاصب برفع البناء، وقلع الاشجار ورد الارض، ان لم يضر ذالك بالوقف، وان كان اضر بان خرب الارض بقلع الاشجار، والدار برفع البناء لم يكن للغاصب ان يرفع البناء او يقلع الشجر الا ان القيم يضمن قيمة الغرس مقلوعا وقيمة البناء مرفوعا (الهندية، كتاب الوقف، الباب التاسع في غصب الوقف ٢/ ٤٤٧)

(۳) ويحرم فيه السوال، ويكره الاعطاء وكل عقد و انشاد ضالة او شعر الا ما فيه ذكر، ورفع صوت بذكر الا للمتفقهة والوضوء الا فيما اعد لذلك واكل و نوم (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة، مطلب في احكام المسجد ٦٥٩، ٦٦٢. سعيد)

(۴) گذشتہ صفحہ کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ کریں۔

(۵) ويحرم فيه السوال ويكره الاعطاء والوضوء (الدر المختار) قوله والوضوء، لان ماءه مستقذر طبعاً فيجب تنزيه المسجد عنه، كما يجب تنزيهه عن المخاط والبلغم بدائع (و) كره تحريما (الوطء فوقه والبول والتغوط) لانه مسجد الى عنان السماء (الدر المختار) (قوله الى عنان السماء) بفتح العين، وكذا الى تحت الثرى واكل نحو ثوم (الدر المختار، كتاب الصلوة، مطلب في احكام المسجد، ج ١ ٦٥٩ تا ٦٦١، سعيد) (٦) سورة الجن رقم الاية ١٨.

ہوگا اور اسے لازم ہوگا کہ اسے واگذار کردے(۱) اور واگذاری کے عوض میں کوئی رقم وصول کرنے یا کوئی شرط عائد کرنے کا حکومت کو کوئی حق نہیں۔

(۲) مسجد کی منتظمہ کمیٹی کو لازم ہے کہ مسجد کو پاک صاف رکھے اور اس کے احاطہ اور حریم یا فناء مسجد میں کوئی ایسی بات نہ ہونے دے جس سے نماز و عبادت میں خلل واقع ہو یا مسجد کے احترام کو صدمہ پہنچے۔ مسجد کی سیڑھیاں حریم مسجد اور فناء مسجد میں داخل ہیں ان پر کبوتربازوں کا شور و شغب یقیناً احترام مسجد کے منافی ہے۔(۲) فقہاء کرام نے حدود مسجد اور فناء مسجد میں مسجد کے متولی اور قیم کو دکانیں بنانے کی اجازت نہیں دی ہے۔ قیم المسجد لا یجوز له ان یبنی حوانیت فی حد المسجد او فی فنائه لان المسجد اذا جعل حانوتا و مسکنا تسقط حرمته وهذا لا یجوز والفناء تبع للمسجد فیکون حکمه حکم المسجد کذا فی محیط السرخسی (عالمگیری)(۳) یعنی مسجد کے متولی کے لئے جائز نہیں ہے کہ مسجد کی حد میں یا فناء مسجد میں دکانیں بنائے یعنی (جب کہ واقف نے نہ بنائی ہوں متولی ابتداءً بنانا چاہے) کیونکہ مسجد میں دکان یا سکونتی مکان بنایا جائے تو مسجد کا احترام جاتا رہے گا اور یہ جائز نہیں اور فناء مسجد بھی مسجد کے تابع ہے تو اس کا حکم مسجد کا حکم ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

مسجد یا ضروریات مسجد کے لئے وقف شدہ زمین پر مسجد بنانا

(سوال) ایک مسجد ہے۔ اس کی آمدنی ہے۔ وہاں مسجد کی ایک زمین عمدہ جگہ پر واقع ہے۔ اگر فروخت کی جائے تو زمین کی اچھی قیمت آسکتی ہے۔ جس جگہ پر وہ زمین ہے وہاں مسجد کی سخت حاجت ہے۔ فی الحال وہ زمین کرایہ پر دی ہوئی ہے۔ سوائے اس کرایہ کے مسجد کی اور آمدنی بھی ہے۔ اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اس زمین پر مسجد بنائی جائے۔ ایک شخص مسجد بنادینے کے لئے تیار ہے یا چندہ کرکے بنادیں۔ اوپر مسجد ہو اور نیچے دکانیں نکالی جائیں تو خوب کرایہ آئے گا جو اس مسجد پر اور اصل مسجد پر خرچ ہوگا۔ ایک صورت مسجد بنانے کی یہ بھی ہے کہ ایک شخص بنوا دے اور کرایہ سے اپنا روپیہ وصول کرتا رہے۔ جب روپیہ وصول ہو جائے تو دکانیں مسجد کے حوالے کردے۔ سوال یہ ہے کہ اس زمین پر مسجد بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور بنوا سکتے ہیں تو کس طرح؟ چندہ کرکے مسجد بنوائی جائے یا اس زمین کو ایک شخص اپنے روپے سے بنوائے اور پھر پانچ سات سال تک روپیہ وصول کرتا رہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مسجد کی زمین پر مسجد نہیں بنا سکتے۔ اس موقع پر جہاں زمین ہے مسجد کی سخت حاجت ہے۔ بینوا توجروا۔

(جواب ۱۵) مسجد کی زمین جو علیحدہ ہو اور مسجد کے لئے وقف ہو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ واقف نے

---

(۱) ولو غصبها من الواقف او من واليها غاصب ، فعليه ان يردها الى الواقف فان ابى وثبت غصبه عند القاضي حبسه حتى يرد، فان كان دخل الوقف نقص غرم النقصان ويصرف الى مرمة الوقف الخ (عالمگيرية ، كتاب الوقف ، الباب التاسع في غصب الوقف ۲/ ٤٤٧ ماجدية)

(۲) عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت امر رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يتخذ المساجد في الدور وان تطهر وتطيب (سنن ابن ماجه كتاب الصلوة ، ابواب المساجد ، صفحه ۵۵ قديمي)

(۳) فتاوى عالمگيرية، كتاب الوقف ، باب الحادي عشر في المسجد وما يتعلق به ، الفصل الثاني في الوقف على المسجد وتصرف القيم وغيره في مال الوقف عليه ۲/ ٤٦٢ ماجدية)

اس کی تصریح کردی ہو کہ اس کی آمدنی سے مسجد کے مصارف چلائے جائیں۔ اس صورت میں اس زمین کو خود مسجد بنالینا صرف اس صورت میں جائز ہو سکتا ہے کہ مسجد موقوف علیہ کی آمدنی کے اور ذرائع موجود ہوں اور اس کا اتنا مال جمع ہو کہ اس زمین کی آمدنی کی اسے حاجت نہ ہو۔ نہ فی الحال اور نہ آئندہ۔ اور اس زمین کی آمدنی کے ضائع ہونے یا غیر مصرف میں خرچ ہونے کا اندیشہ ہو تو ان حالات میں اس زمین پر مسجد بنانا جائز ہے۔ قلت یستانس له بما فی فتاوی النسفی سئل شیخ الاسلام عن اهل قریة افترقوا وتداعی المسجد الی الخراب وبعض المتغلبة یستولون علی خشب المسجد وینقلونه الی دیارهم هل لواحد من اهل القریة ان یبیع الخشب بامر القاضی ویمسك الثمن لیصرفه الی بعض المساجد او الی هذا المسجد قال نعم كذا فی المحیط۔ انتهی وما فی الواقعات الحسامیة متولی مسجد جعل منزلا موقوفا علی المسجد مسجدا وصلی الناس فیه سنین ثم ترك الناس الصلوٰة فیه فاعیده منزلا مستغلا جاز لانه لم یصح جعل المتولی ایاه مسجدا انتهی (هذا كله فی الهندیه)(۲) قلت یؤخذ مما فی الحسامیة ان المنزل الموقوف علی المسجد وان لم یلزم كونه مسجدا من جعل المتولی ایاه مسجدا لكن لا یحرم فی الصلوٰة بل تصح صلوٰة الناس فیه سنین وان جعل القاضی مستغل المسجد مسجدا جاز قال فی الهندیة (۳) ارض وقف علی مسجد والارض بجنب ذلك المسجد وارادوا ان یزیدوا فی المسجد شیئا من الارض جاز لكن یرفعون الامر الی القاضی لیاذن لهم ومستغل الوقف كالدار والحانوت علی هذا كذا فی الخلاصة انتهی۔ دوسری صورت یہ کہ وقف سے یہ تصریح ثابت نہ ہو بلکہ زمین مذکورہ وقف نہیں ہے بلکہ متولی نے مال سے خریدی ہو تو اس صورت میں اس پر مسجد بنانا بلا شبہ جائز ہے۔ مسجد اراد اهله ان یجعلوا الرحبة مسجدا او المسجد رحبة وارادوا ان یحدثوا له بابا وارادوا ان یحولوا الباب عن موضعه فلهم ذلك الخ (هندیه) (۵) وفیها ایضا۔ بنی اهل المحلة مسجدا فی الطریق الواسع وذلك لا یضر بالطریق فمنعهم رجل فلا باس ان یبنوا۔ كذا فی الحاوی۔ (۶) والله اعلم

کتبہ محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

الفتاوی العالمگیریة، كتاب الوقف، الباب الثالث عشر فی الاوقاف التی یستغنی عنها وما یتصل به من صرف غلته الوقف الی وجوه اخری ۲ / ۴۷۸، ۴۷۹ ط ماجدیه

(۲) الفتاوی العالمگیریة، كتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد وما یتعلق به، الفصل الاول فیما یصیر به مسجدا وفی احكامه ۲ / ۴۵۵، ۴۵۶ ط ماجدیه

(۳) خلاصة الفتاوی، كتاب الوقف، الفصل الرابع فی المسجد واوقافه ومسائله ۴ / ۴۲۱ ط امجد اکیڈمی لاہور پاکستان.

(۴) العالمگیریة، كتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد وما یتعلق به، الفصل الاول فیما یصیر به مسجدا وفی احكامه واحكام مافیه، ۲ / ۴۵۶

(۵) والهندیه كتاب الوقف الباب الحادی عشر، ج ۲ صفحه ۴۵۶ ط ماجدیه) كذا فی الشامیة. سئل ابو القاسم عن اهل مسجد اراد بعضهم ان یجعلوا المسجد رحبة والرحبة مسجدا او یتخذوا له بابا او یحولوا بابه عن موضعه وابی البعض ذلك قال اذا اجتمع اكثرهم وافضلهم لیس للاقل منعهم الخ كتاب الوقف، مطلب فی جعل شئ من المسجد طریقا ط سعید ۴ / ۳۷۸.

(۶) [illegible] ذكر فی المنتقی عن محمد رحمه الله تعالی فی الطریق الواسع بنی فیه اهل المحلة مسجدا وذلك لا یضر بالطریق الهندیة كتاب الوقف، باب الحادی عشر فی المسجد ۲ / ۴۵۶

قبروں کے اوپر مسجد تعمیر کرنا

(سوال) ایک قدیمی مسجد کو کرسی دے کر از سر نو بنانا چاہتے ہیں۔ لیکن صحن مسجد میں چند قبریں ہیں۔ اگرچہ وہ موجودہ صورت میں صحن مسجد سے علیحدہ ہیں۔ لیکن کرسی دے کر مسجد کو از سر نو تعمیر کرنے میں بغرض کشادہ کرنے مسجد و صحن کے وہ قبریں صحن مسجد کے نیچے آجاتی ہیں تو کیا ایسی صورت میں بالائے قبور کرسی ۴ فٹ تہ خانہ یا گودام بنا سکتے ہیں؟ نیز یہ کہ قبروں کے بالائی حصہ میں گودام برائے افادہ مسجد بنا سکتے ہیں؟ اگر صحن مسجد کے نیچے خلا نہ رکھیں اور قبروں پر بغرض صحن مسجد مٹی ڈال کر ٹھوس کرلیں تو کیا ایسی صورت میں کوئی ممانعت ہے؟

(جواب ۱۶) قبروں کی زمین اگر قبروں کے لئے وقف نہ ہو بلکہ کسی کی ملک ہو یا دوسرے کام کے لئے وقف کردی گئی ہو تو جب کہ میت کے اجزاء کے باقی نہ رہنے کا ظن غالب ہو جائے تو قبروں پر تعمیر یا زراعت کرنا یا وہ کام کرنا جس کے لئے وہ زمین وقف کی گئی ہے جائز ہے۔ اذا بلی المیت وصار تراباً جاز الزرع والبناء علیہ (درمختار)(۱) مسجد تعمیر شدہ یعنی مسجد قدیم کے نیچے تہ خانہ یا گودام اگر مسجد کا اسباب وغیرہ رکھنے کے لئے بنا لیا جائے تو مضائقہ نہیں۔(۲) لیکن کرایہ پر دینے کے لئے بنانا جائز نہیں خواہ وہ کرایہ مسجد ہی کے فائدے کے لئے ہو۔ (۳) اگر تمام خلاء کو مٹی ڈال کر ٹھوس کرلیں جس میں قبریں بھی دب جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں جب کہ قبروں کے اندر اجزائے میت کے باقی نہ ہونے کا ظن غالب ہو۔(۴) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد کے صحن میں حوض پاخانہ وغیرہ بنانے کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ ۱۶ نومبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) کیا صحن مسجد میں برائے وضو حوض اور برائے بول و براز طہارت خانہ بنا سکتے ہیں؟ مسجد کو منہدم کرکے صحن مسجد قرار دینا اور دوسری جدید مسجد پچیس گز کے فاصلہ پر بنانا کس حد تک صحیح ہے؟

(جواب ۱۷) صحن مسجد کا اطلاق دو معنوں پر کیا جاتا ہے۔ اول مسجد کے اس غیر مسقف حصہ کو صحن کہتے ہیں جو مہیا للصلوۃ تو ہوتا ہے یعنی نماز و جماعت ادا کرنے کے لئے بنایا جاتا ہے لیکن بغیر چھت کے کھلا چھوڑ دیا جاتا ہے۔ دوم اس حصہ کو بھی صحن کہہ دیتے ہیں جو موضع مہیا للصلوۃ کے مسقف اور غیر مسقف حصہ کے بعد خالی زمین یا فرش کی صورت میں چھوڑ دیا جاتا ہے مگر وہ نماز و جماعت ادا کرنے کے لئے نہیں بنایا جاتا۔

---

(۱) وهكذا ليس في الدر المختار بل في رد المحتار: ولو بلي الميت وصار تراباً جاز دفن غيره في قبره وزرعه والبناء عليه. كتاب الصلاة باب صلاة الجنائز، مطلب في دفن الميت ٢/ ٢٣٣ ط سعيد وفي ٢/ ٢٤٥ (قال: وتقدم انه اذا بلي الميت وصار تراباً يجوز زرعه والبناء عليه (تحت قوله: ويكره المشي في طريق ظن انه محدث حتى لا يصل الى قبره)

(۲) (واذا جعل تحته سرداباً لمصالحه جاز ... ولو بنى فوقه بيتاً للامام لا يضر لانه من المصالح، اما لو تمت المسجدية ثم اراد البناء منع (الدر المختار، كتاب الوقف، مطلب في احكام المسجد ٤/ ٣٥٧، ٣٥٨ ط سعيد)

(۳) ولا يجوز ان يبنى تحت المسجد حوانيت غلة لمرمة المسجد او فوقه ليس له ذلك عالمگيريه، كتاب الوقف ٢/ ٤٥٥

(۴) قال الزيلعي: ولو بلي الميت وصار تراباً جاز دفن غيره في قبره وزرعه والبناء عليه (شامية، كتاب الصلاة باب صلاة الجنائز، مطلب في دفن الميت ٢/ ٢٣٣ ط سعيد) وكذا في العالمگيرية، كتاب الصلاة باب الجنائز، فصل القبر والدفن ١/ ١٦٧)

پہلے معنی کے لحاظ سے صحن تو مسجد کا ہی ایک حصہ ہے اور اس کے احکام مسجد کے احکام ہیں۔ اس میں حوض اور وضو کی نالی وغیرہ بنانا جائز نہیں۔ کیونکہ جو جگہ ایک مرتبہ مسجد ہو جائے اور اس کو نماز کے لیے مخصوص کر دیا جائے پھر اس کو کسی دوسرے کام میں نہیں لا سکتے (۱) اور دوسرے معنی کے لحاظ سے صحن ایک علیحدہ چیز ہے یعنی اگرچہ وہ مسجد کے ساتھ وقف ہونے میں شامل ہے مگر مسجد کے احکام اس کے لئے ثابت نہیں۔ اس میں جوتیاں پہن کر جانا، جنابت کی حالت میں گزرنا جائز ہے مسجد کی توسیع کی ضرورت سے اس کو مسجد میں شامل کر لینا یا اس میں حوض اور وضو کی نالی بنا لینا جائز ہے (۲)۔ اگر وہ مسجد میں ایک مرتبہ شامل کر لیا جائے گا تو پھر وہ مسجد کے حکم میں ہو جائے گا۔ اسی صحن بالمعنی الثانی کے کسی ایسے گوشہ میں جو نفس مسجد سے دور ہو پاخانہ بنا لینا بھی جائز ہے بشرطیکہ اس کی بدبو مسجد تک نہ پہنچے (۳)۔ مسجد کو منہدم کر کے صحن بمعنی اول بنانا جائز ہے (۴) اور مسجد کو صحن بمعنی ثانی بنانا ناجائز ہے (۵)۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

فصل سوم

مسجد کو دوسری جگہ منتقل کرنا

مسجد کو دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم

(سوال) مسجد کہنہ را بجائے دیگر نقل کردن جائز است یا نہ؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۱۸) بقول مفتی بہ مسجد کہ یکبار حکم مسجد گرفت تا قیامت مسجد خواہد ماند۔ اگرچہ از بعض عبارات کتب فقہیہ معلوم می شود کہ ہر گاہ ماحول مسجد ویران گردد و مسجد مستغنی عنہ شود انتقالش جائز است اما ایں قول مرجوح است۔ (۶) کتبہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ

---

(۱) (ويزول ملكه عن المسجد والمصلى) بالفعل (وبقوله جعلته مسجدا) عند الثاني (وشرط محمد) والامام (الصلاة فيه) الدر المختار (قوله بالفعل) اي بالصلاة فيه، ففي شرح الملتقى انه يصير مسجدا بلا خلاف در مختار، كتاب وقف ٤/ ٣٥٦ اما لو تمت المسجدية ثم اراد البناء منع ولو قال عنيت ذلك لم يصدق تاترخانية، فاذا كان هذا في الواقف فكيف بغيره فيجب هدمه (الدر المختار، كتاب الوقف مطلب في احكام المسجد ٤: ٣٥٨) ط سعيد

(۲) ولو ان اذا فضل رصد على المسجد وما فيه مصلحة على ان للقيم ان يتصرف في ذلك على ما يرى (عالمگیرية، كتاب الوقف الباب الحادي عشر في المسجد فصل في الوقف على المسجد، وتصرف القيم ٢/ ٤٥٩، ٤٦٠) ارض وقف على مسجد والارض بجنب ذلك المسجد وارادوا ان يزيدوا في المسجد شيئا من الارض جاز الخ (خلاصة الفتاوى كتاب الوقف، الفصل الرابع في المسجد ٤/ ٤٢١)

(۳) (قوله واكل نحو ثوم) اي كبصل ونحوه مما له رائحة كريهة، للحديث الصحيح في النهي عن قربان آكل الثوم والبصل المسجد (رد المحتار كتاب الصلوة باب ما يفسد الصلاة، مطلب في الغرس في المسجد ١/ ٦٦١)

(۴) في الكبرى مسجد اراد اهله ان يجعلوا الرحبة مسجدا او المسجد رحبة فلهم ذلك (هنديه كتاب الوقف الباب الحادي عشر في المسجد وما يتعلق به ج ٢، ٤٥٦ ط ماجديه)

(۵) وان ارادوا ان يجعلوا شيئا من المسجد طريقا للمسلمين فقد قيل ليس لهم ذلك، وانه صحيح كذا في المحيط (عالمگیرية، كتاب الوقف ٢/ ٤٥٧) وما جعل من المسجد طريقا فالظاهر انه لا يجوز قولا واحدا (شاميه كتاب الوقف، مطلب في جعل شيء من المسجد طريقا ج: ٤/ ٤٧٨، سعيد)

(۶) (ولو خرب ما حوله واستغني عنه يبقى مسجدا عند الامام والثاني) ابدا الى قيام الساعة (وبه يفتي) وفي رد المحتار: فلا يعود ميراثا، ولا يجوز نقله ونقل ماله الى مسجد آخر سواء كانوا يصلون فيه اولا وهو الفتوى (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الوقف مطلب فيما لو خرب المسجد او غيره: ج ٤، ٣٥٨، سعيد)

مسجد کو منتقل کرنے، فروخت کرنے اور دوسری ضروریات میں صرف کرنے کا حکم

(سوال) آیا مسجد کے متولی اور عام مسلمانوں کو یہ حق ہے کہ وہ مسجد کو ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل اور منتقل کردیں اور کیا وہ مسجد کا معاوضہ لے کر اسے منہدم کرنے کی اجازت دے سکتے ہیں اور کیا جو مسجد کہ ایک مرتبہ مسجد ہو جائے وہ کسی دوسرے کام میں آسکتی ہے؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۱۹) جو زمین کہ ایک مرتبہ مسجد ہوگئی وہ خالص خدا تعالیٰ کی ہوگئی۔ کسی شخص کو اس پر حق تصرف باقی نہیں رہتا۔ قال اللہ تعالیٰ وان المساجد للہ (۱) الآیۃ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ وعندهما حبس العين على حكم ملك الله تعالى على وجه تعود منفعته الى العباد فيلزم ولا يباع ولا يوهب ولا يورث كذا في الهداية (ج ۲ صفحه ۳۶۳) (۲) وقف کی ملکیت اس پر سے زائل ہو جاتی ہے۔ واذا كان الملك يزول عندهما يزول بالقول عند ابي يوسف رحمة الله عليه وهو قول الائمة الثلاثة وهو قول اكثر اهل العلم وعلى هذا مشائخ بلخ وفي المنية وعليه الفتوى كذا في فتح القدير وعليه الفتوى كذا في السراج (هندية ج ۲ صفحه ۳۹۴) پس متولی یا عام مسلمانوں کو نہ اس کے تبدیل و منتقل کرنے کا اختیار ہے نہ اجازت۔ اور نہ معاوضہ لینے کا حق ہے نہ کسی دوسری مسجد کے کام میں آسکتی ہے۔ واما حكمه فعندهما زوال العين عن ملكه الى الله تعالى (هندية) (۳) والفتوى على قول ابي يوسف رحمه الله تعالى انه لا يعود الى ملك مالكه ابدا كذا في المضمرات (هندية) (۵) ولو كان مسجد في محلة ضاق على اهله ولا يسعهم ان يزيدوا فيه فسألهم بعض الجيران ان يجعلوا ذلك المسجد له ليدخله في داره ويعطيهم مكانه عوضا ما هو خير له فيسع فيه اهل المحلة قال محمد رحمة الله تعالى لا يسعهم ذلك كذا في الذخيرة (هندية) (۶)

مسجد کو با عوض یا بلا عوض سڑک میں دینا ناجائز ہے

(سوال) ہمارے ہاں ریاست میں ایک سڑک نکل رہی ہے جس میں ایک مسجد آگئی ہے۔ حکام کا خیال ہے کہ معاوضہ لے کر مسجد کو سڑک میں دے دیا جائے۔ آیا معاوضہ لے کر دوسری مسجد بنوا کر مسجد کو سڑک میں دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۲۰) جو جگہ ایک مرتبہ مسجد ہو جائے وہ ہمیشہ ابد تک کے لئے مسجد ہوگئی۔ اس زمین سے

---

(۱) سورة الجن، رقم الآية ۱۸

(۲) فتاوى عالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الاول في تعريفه وركنه وسببه ۲/ ۳۵۰،

(۳) فتاوى عالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الاول ۲/ ۳۵۱،

(۴) عالمگيرية، الباب الاول ۲/ ۳۵۲

(۵) فتاوى عالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الحادي عشر في المسجد وما يتعلق به، ط ماجدية ۲/ ۴۵۷،

(۶) عالمگيرية، كتاب الوقف، ج ۲، ۳۵۰، ماجدية،

- ويزول ملكه عن المسجد والمصلى بقوله جعلته مسجدا عند الثاني وشرط محمد والامام الصلاة فيه ولو خرب ما حوله واستغنى عنه يبقى مسجدا عند الامام والثاني ابدا الى قيام الساعة وبه يفتى، حاوي القدسي (الدر المختار، كتاب الوقف ۴/ ۳۵۵، ۳۵۸

سے اس مسجد کو سڑک میں نہ لے دے(۱) کیونکہ مسجد کسی قوم یا کسی شخص یا متولی کی ملک نہیں۔ مسجد خدا کی ملک ہے(۲) اور خدا کی ملک کے مبادلہ یا معاوضہ کا کسی کو اختیار نہیں۔ جو ایسا کرے گا وہ شرعی احکام کے موجب گنہگار ہوگا۔ حکام سے درخواست کریں کہ وہ مسجد کو بحالہ قائم رکھیں۔

ایک مسجد کے علاوہ باقی مساجد کو ختم کرنا ناجائز ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۱۴ جنوری ۱۹۲۶ء)

(سوال) ایک بستی ایسی ہے جس میں بالغ مرد و عورت تخمیناً زیادہ سو آدمی بود و باش کرتے ہیں اس بستی میں سات مسجدیں ہیں۔ کسی مسجد میں جماعت سے نماز نہیں ہوتی۔ ہر ایک مسجد میں ہفت گانہ جمعہ کے امام مقرر ہیں اور مسجد کے لئے موذن مقرر ہیں مگر لزوماً وقت پر اذان نہیں ہوتی۔ اب بعض نیک نیت لوگوں کا خیال ہے کہ ساتوں متولیوں کو اور ان مسجدوں کے نمازیوں کو راضی کر کے دوسری مسجدوں کو توڑ کر انہیں مسجدوں کے اسباب سے ایک مسجد کو آباد کر لیا جائے؟

(جواب ۲۱) ان سب مسجدوں کو آباد رکھنے کی سعی کرنی چاہئے۔ ان سب کو توڑ کر ایک مسجد بنانا جائز نہیں کیونکہ مسجد جب ایک مرتبہ جائز طور پر مسجد ہو جائے تو پھر قیامت تک وہ مسجد ہی رہتی ہے(۳)۔ ہاں جمعہ کو ایک مسجد میں مقرر کر دینا بہتر ہے۔ یعنی جمعہ کی نماز ایک ہی مسجد میں ہو تو بہتر ہے۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ،

آبادی ختم ہو جانے کی صورت میں مسجد کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۳۳ء)

(سوال) ڈیرہ اسمٰعیل خان چھاؤنی میں مسلمانوں کے پیسے سے جو وہاں ملازم تھے ساٹھ ستر برس قبل مسجدیں تعمیر کر لی گئی ہیں۔ باقاعدہ وہاں پنج وقتہ اور جمعہ و عیدین کی نمازیں پڑھائی جاچکی ہیں۔ اب چھاؤنی اٹھ جانے سے مسجدیں غیر آباد ہو گئی ہیں۔ چھاؤنی کا تمام اسباب مکانات وغیرہ نیلام ہو چکا ہے۔ اب گورنمنٹ نے مسلمانوں کو مطلع کیا ہے کہ وہ ان کا ملبہ یا جو بہتر تجویز ہو وغیرہ لے جاویں یا ان کو آباد کر دیں ان کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے؟

(جواب ۲۲) جو مسجد کہ ایک بار شرعی قاعدہ سے مسجد ہو جائے وہ قیامت تک مسجد ہی رہتی ہے(۴)۔ اس کا ملبہ وغیرہ مسجد کے کام میں نہیں لا سکتے۔ اگر ان کے قریب آبادی نہ رہے اور مسجد میں کوئی نماز پڑھنے والا نہ رہے تب بھی

---

(۱) ولو ارادوا ان یجعلوا شیئا من المسجد طریقا للمسلمین فقد قیل لیس لہم ذلک (عالمگیریہ کتاب الوقف ۲/ ۴۵۶)

(۲) وان المساجد للہ (سورۃ الجن رقم الآیۃ ۱۸) ان حکمہ عندہما زوال العین عن ملکہ الی اللہ تعالی علی وجہ تعود منفعتہ الی العباد فیلزم ولا یباع ولا یوہب ولا یورث ... حتی لا یملک ولا یورث (الہندیۃ، کتاب الوقف، الباب الاول فی تعریفہ و رکنہ ۲/ ۳۵۲ ط ماجدیہ)

(۳) ویزول ملکہ عن المسجد والمصلی بالفعل و بقولہ جعلتہ مسجدا عند الثانی وشرط محمد والامام الصلاۃ فیہ ... ولو خرب ما حولہ واستغنی عنہ یبقی مسجدا عند الامام والثانی ابدا الی قیام الساعۃ وبہ یفتی، حاوی القدسی (تنویر الابصار مع الدر المختار) کتاب الوقف ۴/ ۳۵۵، ۳۵۸

(۴) ولو خرب ما حولہ واستغنی عنہ یبقی مسجدا عند الامام والثانی ابدا الی قیام الساعۃ وبہ یفتی (رد المحتار، کتاب الوقف، مطلب فیما لو خرب المسجد او غیرہ ۴/ ۳۵۹ ط سعید)

اس کی حفاظت کا سامان کر کے اس کو محفوظ کر دینا ضروری ہے۔(۱) البتہ اگر کوئی مسجد پہلے ہی شرعی قاعدے سے مسجد نہ ہو مثلاً اس کی زمین موقوفہ نہ ہو کسی کی ملک ہو اور اس نے وقف نہ کی ہو تو وہ مسجد کا حکم نہیں رکھتی۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

فصل چہارم
مسجد ضرار

کیا آج کل بھی کسی مسجد کو مسجد ضرار کہہ سکتے ہیں؟

(سوال) مسجد ضرار صرف رسول اللہ ﷺ کے زمانہ ہی تک تھی یا اب بھی اگر کوئی مسلمان مسجد بنائے اور اس میں شرائط ضرر پائی جائیں تو اس کو مسجد ضرار کہہ سکتے ہیں؟

(المستفتی عبدالرحمن۔ گودھرہ ضلع پنچ محل۔ ۲۷ شوال ۵۴ھ)

(جواب ۲۳) مسجد ضرار کا وجود در حقیقت آنحضرت ﷺ کے زمانہ تک محدود نہ تھا قیامت تک بھی یہ حکم پایا جاسکتا ہے لیکن چونکہ اس میں مسجد بنانے والوں کی نیت کا زیادہ دخل ہے اور حضور انور ﷺ کے زمانہ میں وحی کے ذریعہ سے نیت کا حال معلوم ہو جاتا تھا اس لئے ضرار کا حکم لگانا ممکن تھا اور اب چونکہ کسی کی نیت پر یقینی اطلاع پانے کا کوئی ذریعہ نہیں اس لئے ضرار کا حکم لگانے میں اشکال ہے۔(۳) یہ کہنا کہ فلاں شخص نے مسجد بغرض فساد و تفریق جماعت بنائی ہے سخت مشکل ہے اب تو صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ اگر نیت فاسد سے بنائی ہو تو ضرار کے حکم میں ہے

واللہ اعلم محمد کفایت اللہ غفرلہ، سنہری مسجد دہلی

امام سے منازعت کی وجہ سے علیحدہ بنائی ہوئی مسجد ضرار کہلائے گی

(سوال) ایک جگہ چند لوگوں نے چندہ جمع کر کے ایک مسجد بنائی اور عرصہ تیس سال سے اس میں نماز پڑھتے چلے آتے ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد چند لوگ کسی دنیاوی معاملہ کی وجہ سے امام مسجد مذکور سے کچھ جھگڑا کر کے اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے رک گئے اور باہر جنگل میں نماز پڑھنے لگے اور اپنے ہندو زمیندار کے پاس مسجد بنانے کی اجازت لینے کے واسطے گئے۔ اس نے اجازت تو نہ دی بلکہ ایک عالم متشرع کے پاس ان کو بھیج دیا۔ مولوی صاحب نے انہیں کو مجرم ٹھہرا کر امام مذکور کے پیچھے ہی نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ خیر سب لوگ تو نماز کے لئے مسجد قدیم میں آتے رہے لیکن دو آدمی پھر بھی نہ آئے۔ تین چار سال کا عرصہ ہوا کہ جماعت ثانیہ نے ایک مسجد جدید تیار کی اس کی تیاری کے وقت علماء نے بہت کچھ سمجھایا مگر وہ کسی طرح اپنے ارادے سے باز نہ آئے۔ در

---

(۱) (قوله ولو خرب ما حوله) أي ولو مع بقائه عامرا وكذا لو خرب وليس له ما يعمر به وقد استغنى الناس عنه ... فلا يعود ميراثا ولا يجوز نقله ونقل ماله إلى مسجد آخر، سواء كانوا يصلون فيه أو لا (الشامية، كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد، ٤/ ٣٥٨ ط سعيد)

(۲) قلت وهو كذلك، فإن شرط الوقف التأبيد والأرض إذا كانت ملكا لغيره فللمالك استردادها، وأمره بنقض البناء. (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب مناظرة ابن الشحنة، ٤/ ٣٩٠ ط سعيد)

(۳) وإن الظن لا يغني من الحق شيئا سورة النجم رقم الآية ٢٧

ایک مکار مولوی کے اغوا سے مسجد بنا کر اس میں نماز پڑھنے لگے۔ ہماری بستی جس مقام پر آباد ہے وہ زمین اونچی ہے اور اس کے گرداگرد کی زمین نیچی ہے جہاں پانی کھڑا ہو جاتا ہے اور بارش کے موسم میں ہر شخص کشتی میں بیٹھ کر ہر جگہ آتا جاتا ہے۔ یہ لوگ اسی طرح تیس سال سے مسجد قدیم میں آتے تھے۔ لیکن اب یہ بہانہ کر کے کہ ہم کو بارش کے موسم میں مسجد قدیم میں آنے سے تکلیف ہوتی ہے اس لئے ہم تمہارے ساتھ نہیں رہیں گے۔ سماج علیحدہ کریں گے اور مسجد بھی علیحدہ کریں گے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ مسجد جو باہمی منازعت کی وجہ سے بنائی ہے اور نیز علماء کا کہنا نہ مان کر اپنی ہٹ دھرمی پر جمے رہے ہیں لہذا یہ مسجد صحیح ہے یا مسجد ضرار کا حکم رکھتی ہے۔ علماء کی ایک بڑی جماعت اسی طرف ہے کہ یہ مسجد جو کہ محض نفسانیت اور کینہ کی بنا پر بنائی گئی ہے مسجد ضرار کا حکم رکھتی ہے اور مسجد ضرار ہے اور ایک شرذمہ قلیل ان لوگوں کی جو فیصلہ سے پہلے اس میں نماز پڑھ چکے ہیں اس کو مسجد صحیح بتاتے ہیں۔ لہذا آپ کو ثالث بنایا جاتا ہے امید ہے کہ جناب والا مدلل جواب سے سرفراز فرمائیں گے۔

(جواب ۲۴) حسد اور کینہ اور بغض افعال قلبیہ میں سے ہیں اسی طرح نیت ایک باطنی امر ہے اس پر اطلاع کا ذریعہ ہمارے پاس کوئی نہیں۔ زمانہ نزول وحی میں تو خدا تعالیٰ بذریعہ وحی آنحضرت ﷺ کو مطلع فرما دیتا تھا اور اس طریقہ سے آنحضرت ﷺ کے لئے سہل تھا کہ کسی مسجد پر ضرار کا حکم لگا دیں اور مسجد قباء کے مقابلہ پر جو مسجد بنائی گئی تھی اس پر ضرار کا حکم لگایا بھی تھا مگر یہ سب کچھ بذریعہ وحی ہوا تھا۔(۱) فقہاء و مفسرین نے ہر ایک مسجد کو جو بقصد ریا یا سمعہ کی نیت سے یا مال حرام سے بنائی گئی ہو مسجد ضرار کے حکم میں رکھا ہے(۲) لیکن یہ حکم دیانت کا ہے نہ کہ قضا کا۔ کیونکہ قاضی کے لئے بواطن امور پر مطلع ہونے کی کوئی سبیل نہیں رہی۔ امارات و علامات جن سے بغض و حسد یا ریا و سمعہ پر استدلال کیا جائے وہ حکم لگانے کے لئے کافی نہیں کیونکہ ان سے یقین حاصل نہیں ہو سکتا۔ صورت سوال میں فریق مخالف کے یہ الفاظ کہ "ہم تمہارے ساتھ نہیں رہیں گے سماج علیحدہ کریں گے" نہایت سخت الفاظ ہیں بلکہ اگر بہ نیت توہین مسجد و تشبیہ مسجد بسماج کہے گئے ہوں تو خوف کفر ہے اور ان الفاظ سے ظاہر یہی ہے کہ مسجد جدید محض نفسانیت سے بنائی گئی ہے۔ تاہم مسجد ضرار کا حکم دینا مشکل ہے۔ لیکن مفتی کا حکم نہ دینا ان لوگوں کے لئے عنداللہ مفید نہیں۔ اگر ان کی نیت فی الواقع ضد اور نفسانیت کی تھی خلوص للہ مقصود نہ تھا تو بے شک ان کی یہ مسجد مسجد ضرار کا حکم رکھتی ہے۔ وقيل كل مسجد بني مباهاة او رياء او سمعة او لغرض سوى ابتغاء وجه الله او بمال غير طيب فهو لاحق بمسجد الضرار انتهى (مدارك) (۳)

( )وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحي يوحى النجم : ۳،٤

(۲)وقيل كل مسجد بني مباهاة ورياء او سمعة او لغرض سوى ابتغاء وجه الله او بمال غير طيب فهو لاحق بمسجد الضرار (تفسير المدارك ۱ / ۶۵۱ سورة التوبة، الجزء الحادي عشر، رقم الآية نمبر ۱۰۷ ط قديمي)

(۳) (ايضاً)

فصل پنجم

زمین غیر موقوفہ پر مسجد بنانا

(۱) پٹہ پر لی ہوئی زمین پر مسجد عارضی مسجد کہلائے گی

(۲) کیا عارضی مسجد کو بھی باقی ہمیشہ کے لئے رکھا جائے؟

عارضی مسجد کی تعمیر میں حصہ لینا اور چندہ دینا بھی ثواب کا باعث ہے۔

عارضی مسجد حکومت کے ختم کرنے تک مسجد رہے گی۔

(سوال) کراچی کی بندرگاہ (کیماڑی) جس میں تقریباً چند ہزار مسلمانوں کی آبادی ہے اس میں تقریباً عرصہ تیس چالیس سال سے ایک جامع مسجد منجانب مسلمانان کیماڑی قائم ہے جس میں پنجگانہ نماز باجماعت و نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے۔ چونکہ وہ مسجد متعلقات بندرگاہ میں سے شمار کی جاتی ہے اس لئے گورنمنٹ کا محکمہ پورٹ ٹرسٹ اس زمین کا حصہ کسی کو مستقل طور پر دینا یا قیمت کسی طرح بیچنے کو تیار نہیں ہے۔ اگر کسی کو زمین دی جاتی ہے تو ۹۹ برس یا دس سال یا کسی میعاد مقررہ کے پٹہ پر دی جاتی ہے۔ چنانچہ مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بندرگاہ پر جتنی بلڈنگیں بنی ہیں۔ اور دکانیں کھڑی ہیں وہ سب اسی شرط سے مشروط ہیں۔ شہر کے رؤسا و معززین نے جامع مسجد کی زمین لینے کی ہر ممکن سعی کی و کام میں لا کر مسجد کو آزاد کرنے کی فکر کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اب جب کہ جامع مسجد کی عمارت بوسیدہ ہو چکی تھی تمام اہل شہر نے کمیٹی کر کے فیصلہ کیا کہ اس مسجد کو جو پرانی خراب حالت میں ہے درست کر دیا جائے اور چندہ جمع کر کے اس کی تعمیر کو ہاتھ میں لیا جائے۔ مگر چند نفوس (اللہ ان کو ہدایت دے) جن کی نشست و برخاست عام طور پر بازاروں میں رہتی ہے وہ اس مقدس کام میں روڑا اٹکانے کی غرض سے گھر گھر یہ کہتے ہیں کہ چونکہ یہ مسجد ہی نہیں ہے اس لئے اس میں چندہ وغیرہ دینا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ انہوں نے عام طبقہ جہلاء کو ورغلا دیا ہے اور اس کار خیر میں رکاوٹ ڈالنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ہے۔ الحمد للہ شکر ہے کہ تمام معززین اہل شہر تاہنوز اپنے ارادہ پر قائم ہیں۔ اس لئے علمائے کرام سے چند سوال جو اس مسجد سے تعلق رکھتے ہیں ان کو صحیح طور پر بیان کرنے کی درخواست کرتا ہوں۔ اور ایسی مجبوریوں کی حالت میں جو شریعت حقہ صحیح صحیح فیصلہ فرمائے اس کی حقیقت کا انکشاف مطلوب ہے۔

(۱) کیا یہ مسجد مسجد شرعی ہو سکتی ہے یا نہیں اور جمعہ و جماعت کا کیا حکم ہے؟

(۲) اگر نہیں کی جا سکتی تو آخر باشندگان شہر مسجد کے لئے کون سی سبیل اختیار کریں۔ اس لئے کہ اپنی طرف سے تو وہ سب زور لگا چکے ہیں؟

(۳) کیا عدم مسجد ہونے کی صورت میں شہر کی موجودہ چار مساجد جو اسی شرط پر ہیں ان سب کو بند کر دیا جائے تاکہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں نمازیں پڑھ لیا کریں اس لئے کہ مسجد کا تو ثواب ملنا ہی نہ ہو۔

(۴) اگر اس کو بند نہ کیا جائے تو کیا کیا جائے۔ اس لئے کہ جب وہ مسجد ہی نہ رہی تو عوام جاہل طبقہ جمعہ یا تعلیم

یافتہ اس میں چندہ دینا ترک کر دیتے ہیں اس لئے کہ وہ اس کو مسجد ہی نہیں سمجھتے۔ حالانکہ وہاں کی تمام مساجد کے اخراجات چندوں پر موقوف ہوتے ہیں۔ (پانی کا انتظام، پیش امام، بتی، تیل، فرش وغیرہ)

(۵) خواہ وہ کسی حالت میں ہی مسجد کیوں نہ شمار کی جائے۔ کیا مسلمانوں کو اس میں چندہ دینا اور اس کی تعمیر میں حصہ لینا موجب ثواب ہوگا یا نہیں؟

(۶) ہم مسلمان جو اس کار خیر کے لئے کمربستہ ہوئے ہیں اپنی کسی خاص ذاتی غرض کے لئے نہیں۔ بلکہ خالصاً لوجہ اللہ اس کو اللہ کا گھر سمجھ کر اس کی خدمت کو بنا فرض منصبی خیال کر کے کھڑے ہوئے ہیں اور یہ سوچ کر کہ آخر ہم اپنے گھروں کی زیبائش اور اس کی اچھائی کے درپے رہتے ہیں اور یہ خدا کا گھر جس میں سجدگاہ۔ ہم اپنے سر نیاز کو جھکاتے ہیں وہ اس طرح ردی حالت میں پڑا ہے اور ہمارے دل پر اس کا کچھ صدمہ نہ ہو۔ علمائے کرام سے پوچھتے ہیں کہ کیا ہم لوگوں کو برائی کی طرف لے جا رہے ہیں یا اچھائی کی طرف اور ہمارا یہ فعل اچھا ہے یا خبیث؟

(۷) خدا کا شکر ہے کہ اتنی بڑی آبادی میں دو تین مساجد تو نظر آتی ہیں جن میں گاہے گاہے آٹھ دس مسلمانوں کے سر تو نظر آجاتے ہیں۔ اگر علمائے کرام ان کو بھی مساجد سے نکال دیں تو بسم اللہ ہمارا کیا جاتا ہے ہماری طرف سے تمام شہر کفرستان بن جائے۔

(۸) کیا جو کچھ گورنمنٹ نے ہمارے ساتھ معاہدہ کیا ہے اس میعاد تک وہ مسجد کہلائے جانے کی مستحق ہے یا نہیں؟

(نوٹ) چونکہ کراچی میں فریقین کو جنگ وجدل تک نوبت پہنچ جاتی ہے اس لئے امید ہے کہ اراکین جمعیۃ علماء بہت جلد اس کو سلجھانے کی کوشش کریں گے۔ ابھی حال میں مجھے کراچی سے ایک مکتوب آیا ہے جس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ وہاں کے لوگوں نے یہ تہیہ کر لیا ہے کہ اگر جمعیۃ علماء ہماری اتنی مجبوریوں کا لحاظ رکھتے ہوئے یہی فتوی دیتی ہے کہ یہ مسجد نہیں ہے تو ہم انشاء اللہ سب سے پہلی فرصت میں اس مسجد کو شہید کر دیں گے اس لئے کہ جب وہ مسجد ہی نہیں تو ہم کیوں اس کا نشان باقی رکھیں۔

آپ کا دلی خادم محمد عبدالحی عفی عنہ حال وارد مسلم بورڈنگ حضوری باغ۔ مورخہ ۰ ستمبر ۱۹۲۲ء

(جواب ۲۵) مسجد کے مختلف احکام ہیں اور اسی طرح حالات بھی مختلف ہیں۔ مثلاً ایک حکم تو یہ ہے کہ جو جگہ باقاعدہ شرعیہ ایک مرتبہ مسجد ہو جائے وہ قیامت تک کے لئے مسجد ہے۔(۱) اس حکم کے ثبوت کے لئے ضروری ہے کہ جس زمین پر بنائے مسجد تعمیر ہوئی ہے وہ مالک زمین نے مسجد کے لئے وقف کی ہو اور اپنے مالکانہ حقوق اس سے بالکل ہٹا لئے ہوں۔ پس کوئی ایسی مسجد جو غیر موقوفہ زمین پر تعمیر ہوئی ہو اس کے لئے حکم مذکور ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس کے دلائل یہ ہیں۔

---

(۱) اما لو تمت المسجدية ثم اراد البناء منع فيجب هدمه ولو على جدار المسجد ولا يجوز اخذ الاجرة منه (ولو خرب ما حوله، واستغنى عنه يبقى مسجدا عند الامام والثاني) ابدا الى قيام الساعة (وبه يفتى) (الدر المختار، كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد او غيره: ٤/ ٣٥٨ ط سعيد

اما ان وقت الامر باليوم او الشهر او السنة ففي هذا الوجه لا تصير الساحة مسجدا لو مات يورث عنه. كذا في الذخيرة۔ انتهى (عالمگیری)(۱) اور ظاہر ہے کہ جب تک زمین مملوک ہے اس کے مالک کو مالکانہ حقوق حاصل ہیں۔ اور اس صورت میں تابید جو شرط جواز ہے متحقق نہیں ہو سکتی۔ قلت وهو كذلك فان شرط الوقف التابيد والارض اذا كانت ملكا لغيره فللمالك استردادها وامره بنقض البناء وكذا لو كانت ملكا له فان لورثته بعده ذلك فلا يكون الوقف مؤبدا وعلى هذا فينبغي ان يستثنى من ارض الوقف ما اذا كانت معدة للاحتكار لان البناء يبقى فيها الخ (ردالمحتار)(۲) یا وہ ایسی زمین پر تعمیر ہوئی ہو جو موقوفہ ہے اور احتکار کے طور پر (یعنی عمارت بنانے یا باغ لگانے کے لئے دوام) کرایہ پر لی گئی ہو۔ قال في انفع الوسائل انه لو بنى في الارض الموقوفة المستاجرة مسجدا انه يجوز قال واذا جاز فعلى من يكون حكره والظاهر انه يكون على المستاجر مادامت المدة باقية فاذا انقضت ينبغي ان يكون من بيت مال الخراج واجرته ومصالح المسلمين (۳) انتهى۔ ان دو صورتوں کے سوا اور کوئی صورت بقول صحیح ایسی نہیں جس میں مسجد کے لئے حکم مسجدیت کی تابید ہو سکے۔

دوسرا حکم یہ ہے کہ اس میں نماز درست ہو اور جماعت کا ثواب ملے تو اس کے بصورت اختیار و امکان تو وہی شرائط ہیں جو اوپر مذکور ہوئے۔ لیکن بصورت مجبوری کہ کسی جگہ مسجد کے لئے زمین دستیاب ہی نہ ہو سکے اور جو زمین ملے وہ غیر کی ملک ہو اور اجارہ پٹہ کے ایک مدت معینہ کے لئے ملتی ہو تو اگرچہ ایسی زمین پر جو مسجد تعمیر ہوگی وہ مؤبد نہ ہوگی کیونکہ ملک غیر پر دائمی مسجد نہیں بنائی جا سکتی اور بغیر مالک جائز کے وقف کرنے سے زمین وقف نہیں ہو سکتی۔ مگر ہاں مجبوری کی وجہ سے ایسی زمین پر مسجد بنانا اور اس میں نماز پڑھنا اور جمعہ و جماعت قائم کرنا سب جائز اور موجب اجر و ثواب ہے۔ وعن ابي يوسف انه جوز في الوجهين حين قدم بغداد ورای ضيق المنازل فكانه اعتبر الضرورة. وعن محمد انه حين دخل الري اجاز ذلك كله لما قلنا (هدايه)(۴) وهذا تعليل صحيح لانه تعليل بالضرورة (فتح القدير)(۵) ويحرم بالاكبر دخول مسجد لا مصلى عيد وجنازة (در مختار)(۶) فليس لهما حكم المسجد في ذلك وان كان لهما حكمه في صحة الاقتداء وان لم تتصل الصفوف الخ (۷) پس اس تقریر کے بعد آپ کے سوالوں کا جواب نمبروار یہ ہے:۔

(۱) جو مسجد کہ ایسے پٹہ پر لی ہوئی زمین پر بنی ہے وہ حقیقۃً مسجد نہیں ہے کیونکہ نہ مؤبد ہے نہ حق عبد اس سے منقطع ہوا ہے۔

---

(۱) فتاوی عالمگیریہ، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، وما یتعلق به، الفصل الاول فیما یصیر به مسجدا وفی احکامه و احکام ما فیه، ج ۲، ۴۵۵، ماجدیه)

(۲) (رد المحتار، کتاب الوقف، مطلب مناظرة ابن الشحنة مع شيخه العلامة قاسم في وقف البناء ۴/ ۳۹۰، سعید)

(۳) (کتاب الوقف، مطلب مناظرة ابن الشحنة، ج ۴ ۳۹۰، سعید)

(۴) (الهداية، کتاب الوقف، ج ۲، ۶۴۴، امدادیه ملتان)

(۵) (فتح القدير، کتاب الوقف، ۶/ ۲۳۵ ط۔ مصر)

(۶) (الدر المختار کتاب الطهارة، بعد مطلب يوم عرفة افضل من يوم الجمعة، ج: ۱/ ۱۷۱ سعید)

(۷) (رد المحتار، ایضا)

(۲) اگر مسجد کے لئے زمین وقف نہیں مل سکتی تو اہل شہر پٹہ پر لی ہوئی زمین پر مسجدیں بنائیں۔ کیونکہ بوقت ضرورت وحاجت اس کی اجازت ہے۔

(۳) وہ ضرورۃً مسجدیں ہیں۔ ان میں جمعہ وجماعت جائز ہے۔ اس لئے بند کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

(۴) جب کہ وہ ضرورۃً مسجد کا حکم دربارہ اقامت جمعہ وجماعت واجر وثواب رکھتی ہیں تو ان کی آبادی اور تعمیر سے غفلت کرنا نادانی ہے۔

(۵) بے شک مجبوری کی حالت میں ان مساجد میں چندہ دینا اور ان کی تعمیر میں حصہ لینا اور آباد کرنا موجب اجر وثواب ہے۔

(۶) اس کا جواب بھی نمبر ۵ کے جواب کے موافق ہے۔

(۷) یہ کوئی سوال نہیں ہے۔

(۸) ہاں ضرورۃً اس میعاد تک بلکہ جب تک گورنمنٹ زمین کو واپس نہ لے (خواہ میعاد مقررہ سے کتنی ہی زیادہ مدت گزر جائے) وہ مسجدیں ہیں۔ واللہ اعلم محمد کفایت اللہ غفرلہ۔ مدرسہ امینیہ دہلی

سرکاری زمین پر بلا اجازت مسجد تعمیر کرنا

(سوال) بعض مقامات پر جہاں نہر کے افسران کی کوٹھیاں یا دفاتر ہیں وہاں کے مسلمان اہلکاروں نے بغرض ادائے نماز پنجگانہ کہیں افسر کی اجازت سے اور کہیں بغیر اجازت چبوترے قائم کر لئے ہیں اور کسی جگہ ان پر سائبان بھی ڈال لیا ہے۔ چنانچہ عرصہ سے اسی طرح سے یہ طریقہ جاری تھا مگر اب سرکار نے ان چبوتروں کے لئے یہ حکم دیا ہے کہ ان مقامات کا جہاں نماز پڑھی جاتی ہے بطور قبضہ کے ایک سرخط بحق وزیر ہند لکھنا پڑے گا اور سالانہ بطور کرایہ جو کہ سرکار مقرر کردے وہ رقم دینی پڑے گی۔ اور چبوتروں کی شکست وریخت کرایہ دار کے ذمہ ہوگی اور جس وقت سرکار چاہے گی ایک ماہ کا نوٹس دے کر اس چبوترے کو کرایہ دار سے واپس لے لے گی اور جس وقت چاہے کرایہ دار ایک ماہ کی اطلاع کے بعد نماز کے چبوترے کو شہید کر کے اس کا سائبان یا جو کچھ اس پر عمارت ہو اٹھا دینا ہوگا۔ اور اگر یہ کرایہ دار مذکور ایسا نہ کرے گا تو سرکاری طور پر وہ سامان اٹھا دیا جائے گا جس کا بار کرایہ دار کے ذمہ ہوگا اور کوئی آدمی بغرض سکونت اس میں نہ رہ سکے گا بلکہ یہ چبوترہ صرف بغرض ادائے نماز ہوگا۔ پس ایسی صورت میں شریعت کا ہمارے واسطے کیا حکم ہے؟

(جواب ۲۶) سرکاری زمین پر بدون اجازت مسجد یا نماز کا چبوترہ بنا لینا ناجائز ہے۔ اور اجازت کے بعد بنا لینے میں کوئی حرج نہیں۔(۱) اگر وہ زمین مسلمانوں کو مسجد یا چبوترہ بنانے کے لئے سرکار ہبہ کردے جب تو وہ شرعاً صحیح

( ) (قوله وارض مغصوبة او للغير) وتكره في ارض الغير الا اذا كانت بينهما صداقة او رأى صاحبها لا يكرهه فلا باس ، بنى مسجدا على سور المدينة لا ينبغي ان يصلي فيه كالمبني في ارض مغصوبة ومدرسة السليمانية حولف في بنائها شرط واقف الارض . فالصلاة فيها مكروهة تحريما في قول، وغير صحيحة له في قول آخر . (الشامية ، كتاب الوقف، مطلب في الصلاة في الارض المغصوبة، ج ۱ صفحه ۳۸۱ ط سعيد)

مسجد ہو جائے گی۔ (۱) اور اس میں مسجد کا پورا ثواب ملے گا۔ لیکن اگر زمین ہبہ نہ کرے اور اس کا سرخط لکھوا لے تو اگر مسلمانوں کو کوئی زمین قطعی طور پر نہ مل سکتی ہو تو ایسی صورت میں پٹہ لکھ کر بھی زمین حاصل کرنا جائز ہوگا مگر وہ مسجد شرعی مسجد نہ ہوگی۔ اس میں نماز پڑھنا تو جائز ہوگا مگر مسجد کا ثواب نہ ہوگا۔ تاہم ضرورت کے وقت کہ دوسری زمین دستیاب نہیں ہوئی اسی کو لینا اور جماعت سے نماز پڑھنا بہتر ہوگا۔ یہ حکم تو آئندہ کے لئے ہے۔ (۲) اور جو چبوترے کہ پہلے سے بنے ہوئے ہیں اور مسلمان ان پر نماز با جماعت ادا کرتے چلے آرہے ہیں اگر ان چبوتروں کے بنانے والے مسلمان اس امر کا اقرار کریں کہ انہوں نے بلا اجازت افسران مجاز کے چبوترہ بنالیا تھا یا بشرط واپسی اجازت ملی تھی یعنی جب سرکار چاہے چبوترہ کو ہٹا کر زمین واپس لے لے تو بیشک چبوترہ کے اس قرار کی صورت میں وہ چبوترہ سرکاری زمین پر قرار دیا جائے گا اور بصورت مجبوری اس کا سرخط لکھ دینا بھی جائز ہوگا۔ (۳) لیکن اگر چبوترہ قدیم ہو اور اس کے بانی موجود نہ ہوں اور عرصہ سے اس پر نماز با جماعت ہو رہی ہو تو اس صورت میں ظاہر یہی ہے کہ وہ چبوترہ اجازت سے بنایا گیا ہوگا اور اس پر نماز با جماعت ہو جانے کی صورت میں وہ مسجد کا حکم رکھتا ہے۔ اب نہ اس کو توڑنا جائز ہے اور نہ اس کے متعلق سرخط لکھنے کا کسی کو حق ہے۔ (۴)

راستہ کی کچھ زمین مسجد یا مدرسہ کی تحویل میں لینا

(سوال) قصبات کی آبادی کے درمیان جو شارع عام ہوتے ہیں اور جانبین شارع عام کے بعض حصص حقوق مکانات کے سمجھے جاتے ہیں جس کی اصل یہ سمجھی جاتی ہے کہ جس قدر شارع عام میں فرش وغیرہ سرکار کی طرف سے بنایا گیا وہ سرکاری ہے بقیہ جگہ جانبین سڑک کے حقوق مکانات کے ہیں جو برتاؤ سے صاف معلوم ہوتا ہے کیونکہ اکثر بوجہ انقلاب صورت وہ حدود عمارت کم و بیش سڑک ہوتے رہتے ہیں۔ نیز ہر طرح سے مکانات والوں کو استعمال کا حق ہوتا ہے۔ مثلاً ضرورت کے وقت اس جگہ پشتہ خام و پختہ بنا دیتے ہیں۔ یا دروازہ ماندی پر ہو تو اس جگہ پر چبوترہ وغیرہ بنا دیتے ہیں کبھی ممانعت نہیں ہوتی۔ ہاں اگر فرش کو عارضی طور سے بھی استعمال میں لائیں تو روک ٹوک ہوتی ہے۔ غرض جس سے پورے طور پر پتہ چلنا باعتبار وسعت سڑک کے تو مشکل ہوتا ہے کہ اصل میں اس کی وسعت کیا تھی صرف سرکاری بندوبست میں پیمائش آبادی کی ہوتی ہے۔ اس میں لفظ حقوق قصبہ یا متعلق قصبہ کر کے مع پیمائش کے لکھا ہوا رہتا ہے اور یہ پیمائش مع افتادہ جگہ جانبین کے ہوتی ہے اور اسی کاغذ کا یہ قاعدہ اور قانون ہے کہ نصف کا حصہ جو تخمیناً و تقریباً ڈیڑھ درع کا ہوتا ہے درج پیمائش ہوتا

---

(۱) اذا سلم المسجد الى متولي يقوم بمصالحه يجوز وكذا اذا سلمه الى القاضي او نائبه، (الهندية، كتاب الوقف، الباب الحادي عشر، الفصل الاول، ۲ / ٤٥٥ ط ماجدية)

(۲) واما ان وقت الامر باليوم او الشهر او السنة ففي هذا الوجه لا تصير الساحة مسجدا لو مات يورث عنه (الهندية، كتاب الوقف، الباب الحادي عشر، الفصل الاول، ۲ / ٤٥٥ ط ماجدية)

(۳) والارض اذا كانت ملكا لغيره فللمالك استرداده (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب مناظرة ابن الشحنة ٤ / ۳۹۰ ط سعيد)

(۴) وقف قديم مشهور لا يعرف واقفه استولى عليه ظالم وادعى المتولي انه وقف على كذا مشهور وشهد بذلك فالمختار انه يجوز، (شامية، ج ٤ / ٤١١، سعيد) (وفيها) ونقل فيه الشهادة على الشهادة وشهادة النساء مع الرجال والشهادة بالشهرة لاثبات اصله وان صرحوا به اي بالسماع) في المختار (الدر المختار، كتاب الوقف، مطلب في الشهادة على الوقف ٤ / ٤١١ ط سعيد)

ہے مثلاً اگر کسی جگہ پر سوا گنٹھہ ہوگا تو سرکاری کاغذ میں ڈیڑھ گنٹھہ لکھ جائے گا۔ ور اگر پونے دو گنٹھہ رستہ ہوگا تو دو گنٹھہ لکھ جائے گا جس کی تصدیق مشاہدہ سے ہوتی ہے۔ اب دو سوال ہیں۔ اول یہ کہ یہ کاغذ سرکاری اس باب میں حجت شرعیہ ہے یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص خلاف حدود پیمائش سرکاری کسی ایسی افتادہ زمین کو جس کی تفصیل اوپر گذری کہ جو جانبین سڑک کے ہوتی ہے جزءً یا کلاً اپنے مکان یا مسجد یا مدرسہ و مکانات وقفیہ میں داخل کرے اور تعمیر بنالے اس طور پر کہ سڑک میں کوئی تنگی نہ ہو تو آیا وہ حقوق العباد کی معصیت کا مرتکب ہوگا یا حقوق اللہ کا؟ اور کیا اس پر واجب ہوگا کہ اس عمارت کو منہدم کردے ور جب کہ ایسی سڑک پر مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہوں ور سب سے زیادہ اکثر نے ایسا تصرف کر رکھا ہو تو اہل مکان و مسجد و مدرسہ و اہل اسلام پر ایسی تعمیر کا انہدام واجب ہوگیا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۲۷) ایسی افتادہ زمینیں دو طرح کی ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ مالکان مکان کی مملوک ہوتی ہیں جو اپنے آرام و آسائش کے خیال سے اپنی زمین میں سے کچھ مقدار چھوڑ کر مکان بناتے ہیں۔ اس صورت میں تو انہیں حق حاصل ہے کہ وہ اس زمین کو اپنی جائیداد میں یا مسجد و مدرسہ میں داخل کردیں یا اس پر پشتہ وغیرہ بنائیں یا بیکار پڑا رہنے دیں۔ دوسری صورت یہ کہ وہ عامۃ الناس کے فائدے کے لئے سرکاری طور پر راستہ کے آس پاس چھوڑ دی گئی ہو۔ مالکان مکان کی ملک نہ ہو اور صورت سوال میں ظاہراً یہی صورت مراد ہے) اگرچہ ضرورت کے موقع پر اس زمین کو مالکان مکان عارضی طور پر استعمال کرلیتے ہیں مثلاً بوریہ بچھا کر جلسہ کرلیا یا مستقل طور پر اپنے کام میں لے آتے ہیں۔ مثلاً پشتہ یا دروازہ کی سیڑھی بنالی اور سرکاری عمال نے غفلت یا رشوت یا رعایت کی وجہ سے منع نہ کیا۔ لیکن ان باتوں سے مالکان مکان زمین کے مالک نہیں ہوجاتے اور اس میں عامۃ الناس کا حق برابر ثابت ہے۔ ایسی زمین پر مسجد یا مدرسہ یا کوئی ایسی عمارت جو کسی کی ملک نہ ہو بلکہ اس سے رفاہ عام مقصود ہو بنانا بشرطیکہ رستہ میں ور مستحقین کو کوئی ضرر نہ پہنچے جائز ہے۔(۱) البتہ کوئی خاص مملوک عمارت بنانے میں یہ شرط ہے کہ علاوہ مضر نہ ہونے اور تنگی پیدا نہ کرنے کے مستحقین میں سے کوئی ناراض نہ ہو۔ ورنہ ناراض ہونے والے کے مطالبہ سے بلانزاع بنائی ہوئی عمارت کو منہدم کرنا لازم ہوگا۔(۲) بشرطیکہ ناراض ہونے والے نے خود اسی قسم کا تصرف نہ کر رکھا ہو۔ واللہ اعلم۔

حرام مال سے، یا مغصوبہ زمین پر بنائی ہوئی مسجد میں نماز پڑھنا مکروہ ہے

(سوال) جو مسجد ناجائز کمائی سے غیر موقوفہ یا مغصوبہ زمین پر بنائی جائے اس میں نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟

(المستفتی نمبر ۵۳ شیخ بھائی جی (خاندیس) ۱۹ جمادی الاخری ۱۳۵۲ھ ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

---

(۱) ذکر فی المنتقی عن محمد رحمه الله تعالی فی الطریق الواسع بنی فیه اهل المحلة مسجداً وذلک لا یضر بالطریق فمنعهم رجل، فلا بأس ان یبنوا کذا فی الحاوی (عالمگیریة، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر ۲/۴۵٦ ط ماجدیه)

(۲) وفی شرح السیر الکبیر للسرخسی وکذا کل مایکون للمسلمون فیه سواء کالنزول فی الرباطات، والجلوس للمساجد للصلاة، والمرور بمنی، او عرفات للحج، حتی لو ضرب فسطاطه فی مکان کان ینزل فیه غیره فهو احق، ولیس للآخر ان یحوله فان اخذ موضعا فوق ما یحتاج فللغیر اخذ الزائد منه (الشامیه، کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة مطلب فی سبقت یده الی مباح ٦٦٢ ط سعید)

(جواب ۲۸) جو مسجد مال حرام سے بنی ہو یا غصب کی زمین پر اس میں نماز پڑھنی مکروہ ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ

مسجد کو دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم

(سوال) موضع بیڑا ڈاکوری فدو شیخ کے مکان میں ۶۰۔۷۰ سال آگے ایک مسجد کچی بنائی تھی۔ زمین مسجد کی وقف نہیں تھی۔ چند روز کے بعد فدو شیخ کو چلنے پھرنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ اس وجہ سے فدو شیخ نے چاہا کہ دوسری جگہ مسجد اٹھالیں تب مقتدی مل کر شہر اخوند کو بھی چلنے پھرنے میں تکلیف ہونے لگی تب اس نے چاہا کہ دوسری جگہ مسجد نقل کرے۔ شہر اخوند سب مقتدیوں کو کہا کہ آپ لوگ یہاں سے مسجد اٹھالے جائے۔ تب مقتدی مل کر شہر اخوند کا مکان کے باہر وقف زمین پر ٹین کا ایک مسجد اٹھایا پھر وہاں سے مسجد کا پنکھو ناو غیرہ چوری ہونے لگا تو ایک رئیس آدمی نے کہا کہ میری زمین وقف کرتا ہوں اور مسجد کو پختہ بنواتا ہوں۔ سب مقتدی اس بات پر راضی ہو۔ اس نے اپنے مکان کے سامنے ایک زمین وقف کر دیا اور اس پر ایک مسجد پختہ بنو دیا اور تادب کھدوادیا۔ تو یہ پختہ مسجد جائز ہے یا نہیں۔ مسجد قدیم کی جگہ دو تین قبریں اور ویران ہو گیا۔

(المستفتی نمبر ۳۰۱ حاجی محمد علی چودھری ضلع میمن سنگھ ۸ صفر ۱۳۵۳ھ ۲ جون ۱۹۳۴ء)

(جواب ۲۹) جب کہ مسجد قدیم کی زمین وقف نہیں تھی تو اس کو دوسری جگہ منتقل کرنا جائز تھا(۲) اور جب کہ رئیس نے ایک زمین وقف کی اور اس پر پختہ مسجد بنوائی تو یہ پختہ مسجد صحیح طور پر مسجد ہو گئی(۳) اور اس میں نماز پڑھنے کا ثواب مسجد کا ثواب ہوگا۔ اور پرانی مسجد کی زمین وقف نہیں تھی تو اس زمین کے مالک زمین کو اپنے جس کام میں چاہیں لاسکتے ہیں۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

مالک سے جبراً وصول کی ہوئی زمین پر مسجد بنانا

(سوال) ایک ہندو شخص کی زمین حاکم درنحالیکہ نہ ہندو ہے اور نہ مسلم ایک مسلم شخص کو بغیر رضامندی ہندو

---

(۱) (وكذا تكره في اماكن كفوق كعبة وفي طريق ومزبلة وارض مغصوبة (الدر المختار) وفي الواقعات: بنى مسجداً في سور المدينة لا ينبغي ان يصلي فيه لانه حق العامة فلم يخلص لله تعالى كالمبني في ارض مغصوبة اهـ ثم قال فالصلاة فيها مكروهة تحريماً في قول وغير صحيحة في قول آخر (الشامية كتاب الصلاة، مطلب في الصلاة في الارض المغصوبة قبيل باب الاذان ج ۱ صفحه ۳۸۱ ط. سعيد)

(۲) متولي مسجد جعل منزلاً موقوفاً على المسجد مسجداً، وصلى الناس فيه سنين ثم ترك الناس الصلاة فيه فاعيد منزلاً مستغلاً جاز، لانه لم يصح جعل المتولي اياه مسجداً (العالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الحادي عشر في المسجد ۲ ۴۵۵، ۴۵۶ ط ماجدية) قلت كذا هذا بل اولى لانه اذا جاز جعله مستغلاً بعد ما كان مسجداً وهو موقوف على المسجد فغير الموقوف اولى به) (وفيها) من جعل مسجداً تحته سرداب او فوقه، وجعل باب المسجد الى الطريق وعزله فله ان يبيعه وان مات يورث عنه (عالمگيرية ج ۲ صفحه ۴۵۵ كتاب الوقف، الباب السابق)

(۳) اما ان امرهم بالصلاة فيها ابداً نصاً بان قال صلوا فيها ابداً او امرهم بالصلاة مطلقاً ونوى الابد ففي هذين الوجهين صارت الساحة مسجداً لو مات لا يورث عنه، (عالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الحادي عشر ۲، ۴۵۵) من بنى مسجداً لم يزل ملكه عنه حتى يفرزه عن ملكه بطريقه وياذن بالصلاة فيه في وقف الخصاف اذا جعل ارضه مسجداً وبناه واشهد ان له ابطاله وبيعه فهو شرط باطل، ويكون مسجداً (عالمگيرية، كتاب الوقف الباب الحادي عشر، ج ۲ ۴۵۴ و ۴۵۷، ماجديه)

(۴) من جعل مسجداً تحته سرداب او فوقه بيت فله ان يبيعه وان مات يورث عنه (العالمگيريه، كتاب الوقف، الباب الحادي عشر ج ۲ صفحه ۴۵۵)

شخص کی دباؤ دے کر دلوادے آیا ایسی زمین میں مسجد ہو کر عبادت یعنی جمعہ اور پنجوقتہ نمازیں باجماعت ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(المستفتی نمبر ۱۱۸۲ محبوب علی صاحب۔ دہلی ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۱۰ ستمبر ۱۹۳۶ء)

(جواب ۳۰) اگر ہندو اس زمین کا جائز طور پر مالک ہو اور حاکم اس پر جبر کر کے اس کی رضامندی کے بغیر مسلمان کو وہ زمین دیدے تو ایسی زمین پر مسجد بنانی جائز نہیں۔(۱) لیکن اگر حاکم صاحب اقتدار تھا اور اس نے زمین ضبط کر کے سرکاری کر لی اور پھر مسلمان کو دے دی۔ ایسی زمین پر مسجد بنے تو وہ مسجد کے حکم میں ہو جائے گی (۲)۔ فقط
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

کرایہ پر لی ہوئی زمین میں مسجد بنانا

(سوال) بلاسپور واقع صوبجات متوسط میں بنگال ناگپور کا جنکشن اسٹیشن ہے۔ چند سال ہوئے یہاں پر مسلمانوں کی آبادی کم تھی اور ریلوے نے جو زمین خطہ لوکو کی مسجد کے لئے وقف کی تھی اس میں چھوٹی سی مسجد تعمیر کی گئی تھی۔ اب مسلمانوں کی آبادی بہت بڑھ گئی ہے اور موجودہ مسجد بڑھانے کی ضرورت محسوس کی گئی ہے۔ عرصہ تین سال سے ریلوے سے خط و کتابت جاری ہے کہ تھوڑی سی زمین اور مل جائے تاکہ مسجد اور کشادہ ہو جائے لیکن ریلوے کے ایجنٹ صاحب رضامند نہ ہوئے حال کی خط و کتابت میں ایجنٹ صاحب فرماتے ہیں کہ ۱۹۳۶ء سے ریلوے بورڈ نے قانون پاس کر دیا ہے کہ اگر مسجد، مندر، گرجا کو زمین دی جائے تو اس پر کرایہ لگانا چاہئے۔ اس لئے اب مسجد بلاسپور واقع لوکو خطہ کو بغیر کرایہ کے زمین نہیں مل سکتی اور معاملہ ایجنٹ صاحب کے ہاتھ میں نہیں۔ بلکہ ریلوے بورڈ کے قانون کی پیروی کرنا ان کا فرض ہے چونکہ مسجد کو بڑھانے کی اشد ضرورت ہے اس لئے حضور کی خدمت میں عرض ہے کہ اگر کرایہ پر زمین لے کر مسجد کو بڑھائیں تو کرایہ کی لی ہوئی زمین پر نماز جائز ہے کہ نہیں؟

(المستفتی نمبر ۱۸۷۶ محمد یوسف آنریری سکریٹری مسلم انشورنس ریلوے بلاسپور۔ (سی۔ پی)
۴ شعبان ۱۳۵۶ھ م ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۷ء)

(جواب ۳۱) جو زمین کرایہ پر لی جائے گی وہ وقف نہ ہو سکے گی اور مسجد کا حکم اس کو نہیں ہوگا۔(۳) لیکن نماز پڑھنا اس میں جائز ہوگا اور جماعت کا ثواب بھی ملے گا۔ صرف مسجد کی فضیلت حاصل نہ ہوگی۔(۴)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

( ) قوم بنوا مسجداً، واحتاجوا إلى مكان ليتسع المسجد وأخذوا من الطريق، وأدخلوه في المسجد إن كان يضر بأصحاب الطريق لا يجوز (الفتاوى العالمگیریة كتاب الوقف ج ۲ صفحه ۴۵۶)

(۲) سلطان أذن لقوم أن يجعلوا أرضاً من أرض البلدة حوانيت موقوفة على المسجد وأمرهم أن يزيدوا في مسجدهم قال إن كانت البلدة فتحت عنوة يجوز أمره إذا كان لا يضر بالمارة لأن البلدة إذا فتحت عنوة صارت ملكا للغزاة فجاز أمر السلطان فيها، وإن فتحت صلحا بقيت البلدة على ملكهم فلم يجز أمر السلطان فيها. كذا في محيط السرخسي (عالمگیریة، كتاب الوقف الباب الحادي عشر ج ۲ صفحه ۴۵۷)

(۳) لا يجوز وقف البناء في أرض هي عارية أو إجارة، كذا في فتاوى قاضيخان عالمگیریه، كتاب الوقف، ج ۲، ۳۶۲، ماجدیه

(۴) وتكره في أرض الغير لو مزروعة أو مكروبة إلا إذا كانت بينهما صداقة أو رأى صاحبها لا يكرهه فلا بأس به ردالمحتار، كتاب الصلاة مطلب في الصلاة على الأرض المغصوبة، ج: ۱ ۳۸۱، سعيد

غیر موقوف زمین پر مسجد کا حکم

(سوال) اکثر لوگ ملازم وغیرہ مادر محدود چھاؤنی میں جہاں گورنمنٹ کا تصرف ہے یا غیر مسلم حکمراں کا قبضہ ہے اپنی جائے رہائش کے قریب نماز پڑھنے کے لئے جگہ کو مخصوص و محدود کر لیتے ہیں۔ چبوترہ و چہار دیواری بنا لیتے ہیں۔ اس میں پہلے ایسے ہی اذان و جماعت سے نماز پڑھتے رہتے ہیں وہ لوگ چلے گئے اور آگئے۔ وہ جگہ عرصہ تک اسی طرح تصرف میں آتی رہتی ہے۔ موجودہ افسران کی بلا اجازت یا اجازت سے کوئی جگہ مقرر کر لیتا ہے اور یہ جائے نماز بعض جگہ ایک سے زیادہ مختلف جگہ بدل جاتی ہے۔ اکثر چھاؤنیوں میں مسجدیں پختہ بنی ہی ہوئی ہیں اور کسی جگہ نہیں۔ سوال یہ ہے کہ آیا وہ جائے نماز محدودہ مسجد کا حکم رکھتی ہیں؟ احکام مسجد ان پر وارد ہو سکتے ہیں؟ ان کی حرمت اور اس جگہ کو ہمیشہ کے لئے مسجد کہا جا سکتا ہے؟ اس کا تغیر تبدل اٹھانا بنانا جائز ہے یا مسجد کا حکم نہیں۔ کیونکہ افسران کے حکم سے یا کسی اور ضرورت کی وجہ سے کہ وہاں لوگ نماز پڑھنے والے کم ہیں اور دوسری ایسی جگہ پر جہاں سب مل کر پڑھ سکتے ہیں۔ امام مقرر اذان و جماعت کا انتظام ہو اور مسجد پختہ بنتی ہے۔ اس طرح کا چبوترہ و چہار دیواری قائم کر کے غیر مسلم کی اجازت سے اور اس سابقہ جگہ کو جس کو اگرچہ کافی عرصہ گزر چکا ہے ختم یا ہموار کرا سکتے ہیں تاکہ ایک جگہ نماز با جماعت پڑھ سکیں یا مسجد کے حکم میں ہو چکی ہے قیامت تک مسجد کہلائے گی۔ چھاؤنیوں میں اگر گورنمنٹ سے اجازت لے کر پختہ مسجد بنائی جائے تو مسجد کے احکام جاری ہو سکتے ہیں یا نہیں اور بعض جگہ اجازت مسجد بنانے کی اس معاہدہ پر دیتے ہیں یا بنانے والوں سے لکھوا لیتے ہیں کہ جب گورنمنٹ کو اس جگہ کی ضرورت پڑے گی مسجد کی عمارت اٹھوا دے گی اور جگہ اپنے تصرف میں لے لے گی ایسی صورت میں کیا حکم ہے۔ اجازت مشروطہ و غیر مشروطہ میں کیا فرق ہے یا دونوں مساوی ہیں۔ غیر مسلم کا وقف معابد کے لئے شرعاً جائز ہے۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عمارت یا محدود جگہ مسجد رہے گی یا کیا صورت ہے"

المستفتی نمبر ۱۹۸۰ شیخ احمد نئی چھاؤنی مہو۔ ۲۸ شعبان ۱۳۵۶ھ م ۳ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۲) جب تک کہ جگہ کی زمین مالک کی طرف سے مسجد کے لئے وقف نہ ہو وہ شرعی مسجد نہیں ہوتی (۱) نماز پڑھنے کی اجازت مالک کی طرف سے ہو تو نماز جائز ہے اور جماعت کا ثواب بھی ملے گا (۲) مسجد کے احکام اس وقت جاری ہوں گے جب گورنمنٹ نے زمین دوامی طور پر مسلمانوں کو دے دی ہو اور مسلمانوں نے مسجد کے لئے وقف کر دی ہو۔ (۳) مشروط اجازت کی صورت میں مسجد کے احکام جاری نہ ہوں گے۔

---

(۱) من جعل مسجداً تحته سرداب او فوقه بيت ... فله ان يبيعه وان مات يورث عنه (عالمگیریہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر ج ۲ صفحہ ۴۵۵)

(۲) وتكره في ارض الغير لو مزروعة او مكروبة الا اذا كانت بينهما صداقة او رأى صاحبها لا يكرهه فلا بأس به (شامیہ کتاب الصلاۃ مکروھات الصلاۃ مطلب فی الصلاۃ فی الارض المغصوبۃ ط سعید ج ۱ صفحہ ۳۸۱)

(۳) سلطان اذن لقوم ان يجعلوا ارضاً من اراضي البلدة حوانيت موقوفة على المسجد وامرهم ان يزيدوا في المسجد ان كانت البلدة فتحت عنوة يجوز امره اذا كان لا يضر بالمارة (عالمگیریہ کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد وما يتعلق به ۲ / ۴۵۷ ط ماجدیہ)

اب نماز اور جماعت سب درست ہوگی(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

مسجد کو شہید کرنے کی صورت میں مسلمانوں کی ذمہ داری

(سوال) ایک مسجد کچھ عرصہ قبل بنائی گئی تھی اس کی عمارت تعمیر کرنے میں غریب مسلمانوں کا چندہ صرف ہوا اور اس کی زمین ایک غیر مسلم حکومت کے قبضہ میں تھی اس سے اجازت طلب کی گئی تو اس نے مسجد بنانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ اس وقت سے آج تک پنجگانہ نماز مع جمعہ کے نہایت امن و سکون کے ساتھ ہوتی رہی۔ اب اگر اس مسجد کو یہی حکمران شہید کریں تو مسلمانوں پر کیا فرض عائد ہوتا ہے۔

(المستفتی نمبر ۲۶۵۰ صوفی محمد خاں صاحب (راجپوتانہ) ۱۷ رجب ۱۳۵۹ھ)

(جواب ۳۳) اگر حکمران نے زمین پر مسجد بنانے کی مستقل اور قطعی طور پر اجازت دے دی تھی یعنی زمین ہی مسلمانوں کو دے دی تھی کہ وہ مسجد بنالیں اور مسلمانوں نے مسجد بنالی تو وہ شرعی مسجد ہوگئی اب اس کو منہدم کرنے کا حکمران کو بھی حق نہیں تھا۔ اگر اس نے منہدم کردی تو مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ حکمران سے اس کی تجدید و تعمیر کرانے کی سعی کریں۔(۲)

لیکن اگر ابتدا میں مستقل اور قطعی طور پر اجازت نہیں دی گئی تھی بلکہ نماز پڑھنے کے لئے عارضی طور پر عمارت بنالینے کی اجازت دی گئی تھی تو اگرچہ اس میں نماز اور جمعہ اور جماعات سب جائز تھے مگر اس کو مسجد کے تمام احکام حاصل نہیں تھے۔(۴) اس صورت میں حاکم نے اسے منہدم کردیا ہو تو مسلمانوں کو اپنی عمارت کے نقصان کی تلافی کرانے کا حق ہے۔(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد کو گرانا اور اس میں نماز پڑھنے سے روکنے کا حکم

(سوال) اندرون سرحد ڈیوڑھی ریاست جے پور احاطہ رسالہ خاص میں باجازت والیٔ ریاست زمین ریاست پر، زمین رسالہ و عام مسلمانوں کے چندہ سے ایک مسجد آج سے تقریباً ۶۰ سال پہلے تعمیر ہوئی تھی۔

---

(۱) ويكره في أرض الغير لو مزروعة أو مكروبة إلا إذا كانت بينهما صداقة أو رأى صاحبها لا يكرهه، فلا بأس به (رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب في الصلاة في الأرض المغصوبة ۱/ ۳۸۱ ط سعيد)

(۲) قال في البحر: وحاصله أن شرط كونه مسجداً أن يكون سفله وعلوه مسجداً لينقطع حق العبد (الشامية، كتاب الوقف، مطلب في أحكام المسجد، ج ۴ صفحه ۳۵۸ ط سعيد) وفي الذخيرة: وبالصلاة بجماعة يقع التسليم بلا خلاف، حتى إنه إذا بنى مسجداً وأذن للناس بالصلاة فيه جماعة فإنه يصير مسجداً (الشامية، كتاب الوقف ج ۴/ ۳۵۶، سعيد) ما لو بنى للمسجد ثم أراد البناء، منع (الدر المختار) قال في الشامية: وأما لو تمت المسجدية ثم أراد هدم ذلك البناء فإنه لا يمكن من ذلك (الشامية، كتاب الوقف، مطلب في أحكام المسجد، ج ۴ صفحه ۳۵۸ سعيد)

(۳) هدم حائط مسجد يؤمر بتسويته وإصلاحه كذا في القنية (عالمگيرية، كتاب الغصب، الباب الثالث فيما لا يجب الضمان باستهلاكه ۵/ ۱۲۹ ط ماجدية) وفي الأشباه: من هدم حائط غيره فإنه يضمن نقصانها ولا يؤمر بعمارتها إلا في حائط المسجد كما في كراهة البحرية (الأشباه والنظائر مع شرحه غمز عيون البصائر، كتاب الغصب ۳/ ۲۸ ط إدارة القرآن كراچی)

(۴) وأما إن وقّت الأمر باليوم أو الشهر أو السنة ففي هذا الوجه لا تصير الساحة مسجداً، لو مات يورث عنه. كذا في الذخيرة. وهكذا في فتاوى قاضيخان (عالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الحادي عشر، الفصل الأول، ج ۲ صفحه ۴۵۶ ط ماجدية)

(۵) وإن كانت الزيادة ملا مغصوبا كانا، يؤمر الغاصب برفع البناء ورد الأرض إن لم يضر ذلك بالوقف، وإن كان يضرهم لم يكن للغاصب أن يرفع البناء، إلا أن القيم يضمن قيمة البناء مرفوعاً (الهندية، كتاب الوقف، الباب التاسع، ج ۲ صفحه ۴۴۷ ط ماجدية)

تعمیر مسجد کے بعد سے ملازمین رسالہ و دیگر عام مسلمانان اس مسجد میں نماز پنجگانہ و جمعہ ادا کرتے تھے۔ ۷ سال ہوئے جب رسالہ تخفیف میں گیا۔ لیکن رسالہ کی تخفیف کے بعد بھی بدستور اس زمانہ سے اب تک اہلکاران و عام مسلمانان مسجد مذکورہ میں نماز جمعہ و پنجگانہ ادا کرتے رہے۔ احاطہ رسالہ خاص کے دو دروازے ہیں جو رسالہ خاص تخفیف میں آجانے کے بعد بھی برابر کھلے ہوئے رہتے تھے اور عام طریقہ پر مسجد میں جانے اور آنے والوں کے علاوہ اسی طرف سے عام لوگوں کو گذرنے کے لئے بھی کوئی روک ٹوک نہ تھی اور یہ راستہ شارع عام کی حیثیت رکھتا تھا۔ رسالہ خاص کے زمانہ میں اور اس کے تخفیف میں آنے کے بعد مسلمانان ہی مسجد کی حفاظت و مرمت وغیرہ کرتے رہے اور اب تک ایک پیش امام عام مسلمانوں کی طرف سے مقرر تھا جس کی تنخواہ بھی عام مسلمانوں کے چندہ سے دی جاتی تھی۔ اب ایک نیا غیر مسلم راجپوتوں کا رسالہ اس رسالہ خاص کے احاطہ میں رکھا گیا ہے جہاں یہ مسجد واقع ہے۔ چنانچہ ۱۸ اگست ۱۹۴۰ء تک مغرب کی نماز تک نمازیوں سے کوئی مزاحمت نہ کی گئی۔ پیش امام موجودہ مسجد کو عشاء کی نماز سے قبل سنتری نے احاطہ سے باہر نکال دیا۔ چنانچہ پیش امام صاحب حسب الحکم باہر آگئے مورخہ ۱۹ اگست ۱۹۴۰ء میں پیش امام کو باوجود استدعا اندر جانے کی اجازت نہیں دی گئی۔ روزن دروازے سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ اس مسجد کے منارے، محراب اور منبر وغیرہ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ شہادت مسجد کے بعد سے اس وقت تک مخصوص ملازمین رسالہ کے علاوہ کسی کو آمد و رفت کی اجازت نہیں۔ لہذا علمائے کرام سے حسب ذیل استفتاء ہے کہ

(۱) کیا مسجد مذکور کی شہادت کسی طرح جائز قرار دی جا سکتی ہے۔

(۲) کیا رسالہ خاص کے مسلمانوں اور عام مسلمانوں کے چندے سے بنائی ہوئی مسجد جس میں رسالہ خاص کے مسلمان اور عام مسلمان برابر پنجگانہ نمازیں اور نماز جمعہ ادا کرتے رہے اور دیگر عام لوگوں کے ساتھ عام مسلمانوں کو بھی اس مسجد میں آنے جانے کا راستہ رسالہ خاص کے تخفیف میں آنے کے بعد جاری رہا تو کیا ایسی حالت میں اب عام مسلمانوں کو اس مسجد میں ادائے فریضہ نماز سے روکا جا سکتا ہے؟

(۳) کیا عام مسلمانوں اور ملازمین رسالہ خاص کے چندے سے بنائی ہوئی مسجد بجائے اللہ کی ملک ہونے کے والی ریاست کی ملک ہو سکتی ہے اور ریاست کے کسی حاکم یا موجودہ والی ریاست کو کیا اختیار ہے کہ اس مسجد میں نماز ادا کرنے سے مسلمانوں کو روک دے یا اس مسجد کو شہید کر دے؟

(۴) کیا اس مسجد کو علاوہ اسلامی عبادت گاہ کے کسی حالت میں بھی کسی اور کام میں لایا جا سکتا ہے؟

(۵) کیا ایسا مسجد کے شہید شدہ حصہ کا ملبہ (چونا پتھر وغیرہ) کسی اور مصرف میں بیچا جا سکتا ہے؟

(۶) شرعی حیثیت سے مسلمانان جے پور کا ریاست سے یہ مطالبہ حق بجانب ہے یا نہیں کہ مسجد کے شہید شدہ حصہ کی از سر نو تعمیر کی جائے اور مسجد حسب دستور قدیم عام مسلمانوں کے ادائے فریضہ پنجگانہ کے لئے کھلی رہے؟

(المستفتی نمبر ۲۶۵۰ سکریٹری انجمن خادم الاسلام (جے پور) ۷ شعبان ۱۳۵۹ھ م ۱۰ ستمبر ۱۹۴۰ء)

(جواب ۳۴) احاطہ رسالہ خاص کی جو زمین مسجد کے لئے ریاست کی طرف سے دی گئی تھی اگر وہ [illegible] طور پر

مسلمانوں کو دے دی گئی(۱) ہو تو اس پر تعمیر کی ہوئی مسجد قیامت تک کے لئے مسجد ہے(۲) اس کو شہید کرنا یا کسی اور کام میں لانا ناجائز ہے۔(۳)

لیکن اگر ابتداءً اس زمین کا دوامی طور پر دیا جانا ثابت نہ ہو جب بھی مسلمانوں کا اس پر مسجد تعمیر کرنا اور عرصہ دراز تک بے روک ٹوک نماز ادا کرنا عطائے دوامی کی دلیل ہوگی۔(۴) البتہ اگر کوئی ایسا ثبوت موجود ہو کہ اس سے یہ ثابت کیا جاسکے کہ ریاست نے مسجد کی اجازت دیتے وقت یہ شرط تسلیم کرا لی تھی کہ ریاست جب چاہے گی زمین واپس لے لے گی تو پھر یہ مسجد شرعی مسجد کی حیثیت میں نہیں آئے گی۔(۵) مگر اس صورت میں بھی ریاست کو یہ حق نہیں کہ وہ مسجد کی عمارت کو خود منہدم کردے یا اس کے ملبہ اور سامان کو خود ضبط کرلے کیونکہ وہ مسلمانوں کا ہے اور عمارت مسلمانوں کی بنائی ہوئی ہے۔ ان کی تعمیر کی ہوئی عمارت (جو ریاست کی اجازت سے بنائی گئی تھی) کوئی دوسری طاقت توڑ نہیں سکتی۔(۶)

مسلمانوں کو اپنی زمین کی شرط دکھلا کر ان سے کہا جاتا کہ تم اپنی عمارت ہٹالو اور زمین خالی کر کے واپس کردو۔ زبردستی منہدم کردینا سراسر جبر و تعدی ہے۔(۷) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مشترک زمین پر مسجد بنانے کا حکم

(سوال) چند حصہ داران کی مملوکہ زمین مسجد کے لئے مانگ لی گئی۔ سب نے دیا اور دستخط بھی کردیئے صرف ایک حصہ دار نے انکار کیا مگر یہ سمجھ کر کہ وہ راضی کرلیا جائے گا مسلمانوں نے مسجد بنالی مگر اب وہ راضی نہیں ہوتا اور مسجد کو غصب کا مال بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ نماز نہیں ہوتی۔ کیا واقعی غصب ہے اور نماز نہیں ہوتی۔ اگر ایسا ہے تو مسجد کی زمین اس کے حوالے کردی جائے۔ کیا عدم تقسیم بین الحصص پر بھی منکر حصہ دار مسجد ہی کی زمین کو اپنی زمین کہہ کر مال غصب کہہ سکتا ہے۔

(المستفتی نمبر ۲۶۸۸ جناب حاجی عبدالغنی صاحب (چاندہ) ۱۲ شوال ۱۳۶۰ھ م ۳ نومبر ۱۹۴۱ء)

(جواب ۳۵) یہ صحیح ہے کہ کسی مملوکہ زمین پر مالک کی اجازت کے بغیر مسجد بنانا درست نہیں اور جب تک

---

(۱) شرط الوقف التأبيد ، الشامية ، كتاب الوقف ، مطلب مناظرة ابن الشحنة ج ۴ صفحه ۳۹۰ ، ط سعيد)

(۲، ۳) اما لو تمت المسجدية ثم اراد البناء منع (ولو خرب ما حوله واستغنى عنه يبقى مسجدا عند الامام والثاني ابدا الى قيام الساعة وبه يفتى، حاوي القدسي) وفي الشامية فلو تمت المسجدية ثم اراد هدم ذلك البناء فانه لا يمكن من ذلك (الدر المختار مع رد المحتار ، كتاب الوقف ج ۴/ ۳۵۸، سعيد)

(۴) وقف قديم مشهور لا يعرف واقفه استولى عليه ظالم فادعى المتولي انه وقف على كذا مشهور وشهدوا بذلك فالمختار انه يجوز (الشامية كتاب الوقف ج ۴ ۴۱۱ ط سعيد) ويقبل فيه الشهادة على الشهادة وشهادة النساء مع الرجال والشهادة بالشهرة ... وان صرحوا به (اي بالسماع) في المختار (الدر المختار حواله بالا)

(۵) وما ان وقت الاجر بيوم او شهر او سنة ففي هذا الوجه لا تصير ساحة مسجدا لو مات يورث عنه عالمگيريه كتاب الوقف، الباب الحادي عشر في المسجد وما يتعلق به ۲ ۴۵۵ ص ماجدية)

(۶) ثم ان ضر رفع البناء لم يرفع وان لم يضر رفع او يتملكه القيم برضا المستاجر، فان لم يرض تبقى الى ان يخلص ملكه محيط (الدر المختار ، كتاب الوقف ۴ ۳۹۲ ص سعيد) هدم حائط مسجد يؤمر بتسويته واصلاحه كذا في القنية (عالمگيرية ، كتاب الغصب ، الباب الثالث ج ۵ صفحه ۱۲۹ ط ماجديه)

(۷) والاجازة لا تلحق الاتلاف فلو اتلف مال غيره تعديا فقال المالك اجزت او رضيت لم يبرأ المتلف (الاشباه والنظائر مع شرحه غمز عيون البصائر كتاب الغصب ۳ ۲۰۹ ط ادارة القرآن)

مالک اجازت نہ دے اور زمین کو حق مسجد وقف نہ کر دے اس وقت تک وہ مسجد صحیح اور جائز مسجد نہیں ہوتی۔ (۱)

مشترک زمین کے چند حصے داران نے اپنے اپنے حصے مسجد کے لئے دے دیئے تو آیا یہ حصے بھی وقف ہو گئے یا نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وقف مشاع جائز ہے۔ مگر مسجد میں ان کے نزدیک بھی جائز نہیں۔ یعنی مسجد کا اگر وقف مشاع ہو تو اتفاقاً جائز نہیں۔ وابو یوسف لما لم یشترط التسلیم اجاز وقف المشاع والخلاف فیما یقبل القسمة اما ما لا یقبلها کالحمام والبئر والرحی فیجوز اتفاقاً الا فی المسجد والمقبرة الخ (ردالمحتار، (۲) ج ۳ صفحہ ۳۹۷) پس صورت مسئولہ میں تمام مسجد حقیقۃً مسجد نہیں ہوئی۔ (امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے) اگرچہ مسجد کا پورا ثواب جب ہی ملے گا جب دوسرا شریک بھی اپنا حصہ وقف کر دے یا ضمان دے دے) قال ابو یوسف اذا غصب رجل ارضاً وبناها حوانیت وحماما ومسجدا فلا باس بالصلوٰۃ فی ذلک المسجد عالمگیری ج ۵ صفحہ ۱۵۸۔ (۳)

تاہم اہل مسجد کو لازم ہے کہ وہ اس شریک کے حصہ کی قیمت ادا کریں یا وہ خود اپنی مرضی سے اپنا حصہ بھی وقف کر دے تاکہ مسجد باقاعدہ صحیح مسجد ہو جائے۔ (۴) اب اس شریک کو زمین واپس لینے اور عمارت کو منہدم کرنے کا مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہے۔ (۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مملوکہ زمین پر مسجد بنانا

(سوال) متعلقہ تعمیر مسجد بر زمین مملوکہ؟

(جواب ۳۶) مالک زمین کی اجازت سے عارضی مسجد بنا کر نماز پڑھنا جائز ہے (۶)۔ جب وہ زمین کو کسی دوسرے کام میں لانا چاہے تو زمین خالی کر دی جائے۔ (۷) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

مشترکہ یا مدرسہ کے لئے وقف شدہ زمین پر مسجد بنانا

(اخبار الجمعیۃ مورخہ ۱۴ جنوری ۱۹۲۶ء)

(سوال) ایک مشترکہ زمین جس کے کئی وارث ہیں بغیر اجازت ورثاء کے اس پر مسجد بنانا جائز ہے یا

---

(۱) اذا صرح بوقف البناء والارض اذا كانت ملكا لغيره فللمالك استرداده وامره بنقض البناء (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب مناظرة ابن الشحنة، ج ۴ : ۳۹۰، سعيد

(۲) رد المحتار، كتاب الوقف، ج ۴ : ۳۴۸ سعيد

(۳) عالمگیریہ كتاب الوقف، الباب الثالث عشر في وقف الغاصب والمغصوب والانتفاع به، ج ۵ صفحہ ۴۴۱

(۴) ويكره ارض الغير مزروعة ومكروبة الا اذا كانت صديقة بينهما او يرى صاحبها فلا باس به (عالمگیریہ كتاب الوقف ج ۲ : ۴۵۵ ماجدیہ)

(۵) اما لو تمت المسجدية ثم اراد هدم ذلك البناء فانه لا يمكن من ذلك (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد، ج ۴ : ۳۵۸، سعيد)

(۶) واما ان وقف الامر باليد، او التعبير بالسنة في هذا الوجه لا تصير الساحة مسجداً لو مات يورث عنه كذا في الذخيرة وهكذا في فتاوى قاضيخان (العالمگيرية كتاب الوقف الباب الحادي عشر ۲ : ۴۵۵ ط ماجدية)

(۷) والارض اذا كانت ملكا لغيره فللمالك استرداده وامره بنقض البناء (الشامية كتاب الوقف مطلب مناظرة ابن الشحنة ج ۴ : ۳۹۰ ط سعيد)

نہیں؟ یا ایک قطعہ زمین جو مدرسہ کے لئے وقف کیا گیا ہے جس کی آمدنی کو مدرسہ میں صرف کیا جاتا ہے اس پر مسجد بنانا کیسا ہے؟ اور اس میں نماز پڑھنے سے مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

جواب ۳۷) مشترک زمین پر بغیر اجازت تمام شرکاء کے مسجد بنانا جائز نہیں۔ کیونکہ بنانے مسجد کے لئے ضروری ہے کہ زمین جائز طور پر مسجد کے لئے وقف ہو اور صورت مذکورہ میں یہ بات نہیں اور جو زمین کہ مسجد کے سوا اور کسی غرض مثلاً مدرسہ کے لئے وقف ہو اس پر مسجد بنانا جائز نہیں ہے **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔**

حکومت کی زمین پر بلا اجازت مسجد بنانا

(الجمعیۃ مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۳۴ء)

(سوال) (۱) شہر جمشید پور میں ایک قطعہ زمین بغرض تعمیر جامع مسجد ٹاٹا اسٹیل کمپنی نے ۱۹۲۶ء میں منظور کی مگر اس پر کسی قسم کا کوئی قبضہ یا دخل نہیں دیا۔ (۲) اس زمین کے چاروں طرف غیر مسلم آبادی ہے اور آئندہ کوئی امید نہیں کہ مسلم آبادی وہاں ہو سکے گی کیونکہ سب پلاٹ پر ہو چکے ہیں۔ (۳) جب ہنود کو یہ اطلاع ہوئی کہ کمپنی نے یہ جگہ مسلمانوں کے لئے برائے تعمیر مسجد منظور کی ہے تو انہوں نے نوٹیفائیڈ ایریا کمیٹی سے درخواست کی کہ یہاں مسجد بنانے کی اجازت نہ دی جائے۔ درخواست ڈپٹی کمشنر ضلع کے پاس پیش ہو کر ۱۹۲۸ء میں یہ فیصلہ ہوا کہ حالات حاضرہ کو دیکھتے ہوئے یہ جگہ مسلمانوں کو نہیں دی جا سکتی۔ اس کے علاوہ اور کوئی جگہ کمپنی تجویز کرے۔ کمپنی نے اب ایسی جگہ تجویز کی ہے جہاں مسلم یا غیر مسلم کوئی آبادی ڈیڑھ ڈیڑھ سو گز تک نہیں ہے۔ اب کیا کرنا چاہئے؟

(جواب ۳۸) مسلمان اس زمین پر عارضی طور سے مسجد بنا سکتے ہیں(۲)۔ اگر کمپنی وہ زمین مسلمانوں کو تملیک کے طور پر دے دے اور اپنا حق ملکیت اٹھالے تو مسلمان اس کو مستقل طور پر مسجد بنا کر بھی کام میں لا سکتے ہیں اور اگر ملکیت کمپنی اپنی رکھے تو عارضی طور پر اس میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔ **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ**

---

(۱) البقعۃ الموقوفۃ علی جہۃ اذا بنی رجل فیہا بناء ووقفہا علی تلک الجہۃ یجوز بلا خلاف تبعاً لہا، فان وقفہا علی جہۃ اخری اختلفوا فی جوازہ والاصح انہ لا یجوز (عالمگیریۃ کتاب الوقف، الباب الثانی ص ۲ ۳۶۲) فلا یجوز وقف مشاع یقسم وفی الفتح [illegible] ما استحق جزء من الارض شائع فیبطل فی الباقی (ردالمحتار کتاب الوقف، مطلب [illegible] الواقف [illegible] ج ۴ ص ۳۴۸

(۲) دیکھئے نمبر ۵۸ صفحہ ۶۱ ۔

فصل ششم

موضع مہیا للصلوٰۃ

کیا مسجد کا صحن مسجد کے حکم میں ہے؟

(سوال) صوبہ گجرات اور بالخصوص ضلع سورت میں عام دستور یہ ہے کہ جب مسجد بناتے ہیں تو اس کے مسقف حصہ کو نماز پڑھنے کے لئے مخصوص کر دیتے ہیں۔ اسی لئے اس کو جماعت خانہ کہتے ہیں۔ اسی کے ساتھ پچھلا حصہ بطور صحن کے بناتے ہیں۔ اس لئے اس میں اس قسم کی باتیں ہوتی ہیں جو مسجد کے احترام کے خلاف اور ممنوع ہیں۔ مثلاً ہر وقت اٹھنا بیٹھنا اور وہیں سونا اور دنیاوی باتیں کرنا۔ یہاں تک کہ حالت جنابت میں بھی اس صحن میں رہتے ہیں کیونکہ اس کو خارج مسجد سمجھا جاتا ہے۔ نیز اس میں جماعت خانہ کی طرح کبھی نماز با جماعت نہیں ہوتی۔ پس راندیر کی مسجد چندوڑہ بھی اسی طرح پہلے بہت مختصر بنی ہوئی تھی اور اس کی صحن کے ساتھ بالکل غیر مسجد کا برتاؤ کیا جاتا تھا۔ تقریباً ۱۲۹۰ھ میں یہاں کے بعض بزرگوں نے اس مسجد کو از سر نو بنایا اور ایک زمین خرید کر اس میں شامل کر کے وسیع کیا۔ جس طرح اس کے جماعت خانہ کو بڑھایا اسی طرح اس کے صحن کو بھی وسعت دی۔ چنانچہ جس جگہ قدیم مسجد کا حوض تھا اس جگہ کوٹا کا بنا کر اس کے بعض حصہ کو صحن میں شامل کر دیا اور حصہ جنوبی کا آئندہ کے طریق پر ضروریات وضو کے لئے مخصوص رکھا۔ جدید تعمیر کرنے والے اصحاب کے زمانے سے اب تک بھی اس صحن کے ساتھ خارج مسجد کا برتاؤ تھا اور وہ لوگ اہل علم اور سمجھدار تھے جو داخل مسجد اور خارج مسجد کو خوب سمجھتے تھے۔ پھر بھی انہوں نے اس صحن کو مسجد میں شامل نہ سمجھا۔ اس کے علاوہ ایک عام رواج یہ بھی ہے کہ اکثر مسجدوں کے صحن میں قبریں بناتے ہیں۔ چنانچہ اس نوع کی کوئی مسجد ایسی مشکل سے ملے گی جس کے صحن میں کسی پرانی قبر کا نشان نہ پایا جاتا ہو۔ پس یہ صورت بھی اس کا کھلا ہوا قرینہ ہے کہ صحن کو مسجد میں داخل نہیں سمجھتے۔ بعض حضرات تھوڑے عرصہ سے یہاں کی مسجدوں کو دہلی وغیرہ کی مسجدوں پر قیاس کرتے ہیں۔ یہ قیاس صحیح نہیں ہے اس لئے کہ وہاں کی مسجدیں اکثر ایسی بنائی جاتی ہیں کہ ہوادار نہیں ہوتیں۔ اسی وجہ سے وہاں گرمی کے موسم میں صحن میں نماز پڑھنا اور صحن کو مسجد میں داخل سمجھنا ضروری ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف یہاں کی مسجدیں نہایت ہوادار اور کشادہ ہوتی ہیں۔ ہوا کی آمد و رفت کے لئے چاروں طرف دریچیاں وغیرہ بنائی جاتی ہیں۔ اس وجہ سے کبھی صحن میں نماز پڑھنے کی ضرورت واقع نہیں ہوتی اور اس صحن کو داخل مسجد کرنے کا اب تک کوئی ثبوت بھی باقاعدہ نہیں ہے۔ پس ایسی صورت میں مسجد چندوڑہ کا صحن شرعاً مسجد سے خارج سمجھا جائے گا یا نہیں اور جنازہ کی نماز صحن میں پڑھنا جائز ہو گا یا نہیں؟

(المستفتی محمد اسماعیل عرف احمد ابراہیم سنگاپوری)

(جواب ۳۹) کسی جگہ کے مسجد ہونے کے لئے یہ باتیں ضروری ہیں۔

(۱) واقف نے (جو صحیح طور پر زمین کا مالک تھا اور وقف کرنے کا اختیار شرعی رکھتا تھا)(۱) اس کو مسجدیت کے لئے وقف کیا ہو۔ خواہ وہ زمین خالی عن العمارۃ ہو یا عمارت میں ہو(۲)۔

(۲) اس کو اپنی ملک میں سے اسی طرح علیحدہ کر دیا ہو کہ کسی دوسرے شخص کا یا خود واقف کا کوئی حق متعلق نہ رہے(۳)۔

(۳) وقف کر کے اس کو متولی کے سپرد کر دیا ہو یا واقف کی اجازت سے اس میں ایک مرتبہ بھی نماز باجماعت ہو گئی ہو(۴)۔

جس زمین یا عمارت میں یہ باتیں متحقق ہو جائیں وہ مسجد ہو جائے گی۔ ان میں سے پہلی بات یعنی مسجدیت کے لئے وقف کرنا وقف کی نیت سے متعلق ہے۔ اگر نیت کی تصریح موجود ہو جب تو کوئی اشکال ہی نہیں لیکن اگر تصریح نہ ہو تو پھر قرائن سے اس کی نوعیت متعین کی جا سکتی ہے۔ گجرات کی اکثر مساجد اور بالخصوص مسجد چناروا ڑ (راندیر ضلع سورت) کے وہ صحن جو مسقّف حصہ کے سامنے مشرقی جہت میں واقع ہیں میرے خیال میں ان کی مسجدیت راجح ہے۔ جماعت کا بالعموم مسقّف حصہ میں ہونا اس امر کا متقضی نہیں کہ غیر مسقّف حصہ خواہ مخواہ مسجد کے حکم سے خارج ہو۔ مسقّف حصہ کا نام جماعت خانہ رکھ دینا بھی غیر مسقّف کو مسجدیت سے نہیں نکالتا۔ ہاں اس نام رکھ دینے کا یہ اثر ضرور ہوا کہ گجرات کے لوگ اس کو جماعت کے لئے مخصوص سمجھنے لگے۔ ورنہ میں نے خود دیکھا ہے کہ اس صحن میں نوافل و سنن برابر پڑھتے ہیں اور فرضوں کی جماعت بھی اگر بڑی ہو جیسے کہ جمعہ کی نماز میں ہوتی ہے تو اس صحن میں برابر صفیں ہو جاتی ہیں۔ اگرچہ صحت اقتدا کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ اگر یہ حصہ مسجد ہو تو اقتدا صحیح ہے ورنہ نہیں۔(۵) تاہم اس میں کھڑے ہونے والے اور نماز پڑھنے والے مسجد کا ثواب اسی وقت پا سکتے ہیں یہ حصہ مسجد قرار دیا جائے۔(۶) میرا خیال ہے

---

(۱) واما شرائط (فمنها العقل والبلوغ) (ومنها) الملك وقت الوقف (عالمگيرية، كتاب الوقف الباب الاول ۲ ۳۰۲، ۳۰۳ ماجديه)

(۲) (وفي العالمگيرية) فلو جعل وسط داره مسجداً واذن للناس في الدخول والصلاة فيه ان شرط معه الطريق صار مسجدا في قولهم رجل له ساحة لابناء فيها امر قومه ان يصلوا فيها ابدا صار الساحة مسجداً لومات لايورث عنه (وفيها) واذا سلم المسجد الى متول يقوم بمصالحه يجوز وان لم يصل فيه والاضافة الى مابعد الموت، والوصية ليست بشرط، بصيرورة المكان مسجداً صحة ولزوماً (عالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر ۳/ ٤٠٤، ٤٠٥

(۳) مريض جعل داره مسجدا ومات ولم يخرج من الثلث ولم تجز الورثة صار كله ميراثاً وبطل جعله مسجداً لان للورثة فيه حقاً فلم يكن مفرزاعن حقوق العباد، فقد جعل المسجد جزأ شائعاً فبطل (عالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر ۲ ٤٠٦ ماجديه.

(٤) من بنى مسجدا لم يزل ملكه حتى يفرز عن ملكه بطريقه وياذن بالصلاة فيه واما الصلاة فلانه لابد من التسليم التسليم في المسجد ان تصلى في الجماعة باذنه . واذا سلم المسجد الى متول يقوم بمصالحه يجوز وان لم يصل فيه، وهو الصحيح كذا في الاختيار (عالمگيرية كتاب الوقف، الباب الحادى عشر ۲ ٤٥٤، ٤٥٥ ماجديه)

(٥) والخلاصة هذا اذا لم تكن الصفوف متصلة على الطريق، اما اذا اتصلت الصفوف لايمنع الاقتداء (عالمگيريه كتاب الوقف، ج ۲ ص ۸۷)

(٦) عن انس بن مالك رضى الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاة الرجل في بيته بصلاة، وصلاته في مسجد القبائل بخمس وعشرين صلاة، ابن ماجه ابواب المساجد والجماعات، باب ما جاء في الصلاة في المسجد الجامع . ص ۱۰۳

کہ اس حصہ کو مسجد قرار دینے میں نمازیوں کا بہت زیادہ فائدہ ہے اور اس لحاظ سے یہ امر اقرب الی القیاس ہے کہ واقف اس حصہ کی مسجدیت کی نیت کرتے ہوں گے۔ مسجد چناروالی کے شمالی سمت میں جو دالان ہے اور شمال مشرقی دالان اٹھنے بیٹھنے سونے کے لئے بنائے گئے ہوں تو یہ قرین قیاس ہے لیکن کھلا ہوا صحن بھی مسجد نہ ہو یہ بات میری سمجھ سے تو باہر۔

مسجد کے جماعت خانہ میں کتنی ہی کھڑکیاں ہوں لیکن جس وقت ہوا بند ہوتی ہے تو یہ کھڑکیاں کیا فائدہ پہنچا سکتی ہیں۔ اگر مسجد مذکور میں بجلی کے پنکھے نہ ہوں اور وقت ہوا بند ہونے کا ہو تو جماعت خانہ اور صحن کا فرق بدیہی طور پر معلوم ہو سکتا ہے۔ اگر ان تحریرات میں اس مسقف حصہ کا نام جماعت خانہ مشہور نہ ہو جاتا اور ان کے حیثیت میں جماعت کے لئے یہ حصہ مخصوص نہ ہو جاتا تو وہ بھی گرمیوں میں ہوا بند ہونے کے زمانے میں باہر کے صحن میں جماعت کرتے

بہر حال جماعت کا ہمیشہ اندر ہونا اس کی تو دلیل ہے کہ جماعت خانہ یقینی طور پر مسجد ہے مگر اس کی دلیل نہیں کہ صحن مسجد کے حکم سے خارج ہے۔ رہی اس صحن میں جنازہ کی نماز تو حنفیہ کے نزدیک مسجد میں بلا عذر جنازہ کی نماز مکروہ ہے۔ اگر کوئی عذر ہو مثلاً باہر کوئی پاک جگہ نماز کے لئے موجود نہ ہو تو اس صورت میں مکروہ بھی نہیں(۱)۔ دوسرے یہ کہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے اس میں زیادہ جھگڑنے کا موقع بھی نہیں ہے جو لوگ پڑھتے ہیں ان کو مطعون نہیں کرنا چاہئے۔ جو مسجد میں نہ پڑھیں ان کو برا کہنا نہیں چاہئے۔ اگر یہ منظور ہو کہ سب لوگ شریک ہوں تو ایسے طور پر نماز پڑھو کہ کسی کو اختلاف نہ ہو۔ یعنی صحن مسجد سے باہر پڑھو تاکہ سب بالاتفاق شریک ہوں۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ۔

مسجد کے صحن میں مدرسہ یا سکول قائم کرنا

(سوال) صحن مسجد، مسجد سے باہر کم از کم کتنی دور تک ہونا چاہئے۔ شرعاً کوئی حد ہے یا نہیں۔ جتنی جگہ چوہدری کرکے مسجد کے نام سے مالک نے دے دیا مالک اگرچہ ہندو ہو اتنی جگہ کے اندر بنگلہ یا اور کوئی مادری زبان تعلیم کے واسطے سکول بنانا جس میں انگریزی اور مادری زبان کی کتابیں و دیگر دنیوی تعلیم دی جاتی ہے اور لڑکوں سے فیس لیا جاتا ہے اور معلمین تنخواہ لے کر پڑھاتے ہیں۔ نیز سرکاری امداد ملتی ہے اور مدت سے اس جگہ نادانستہ اسکول گھر بنایا ہوا ہے۔ ایسی جگہ میں ویسا اسکول بنانا بعض علماء سے شرعاً ممنوع جان کر دوبارہ وہ گھر مضبوط کر کے بناتے وقت محلہ کے بعض لوگ اس علاقہ کے بعض علماء کو حاضر کر کے منع دلایا۔ نیز یہ اسکول دوسری جگہ تحویل ہو سکتا ہے۔ بناءً علیہ علماء نے اس جگہ کو صحن مسجد میں داخل کر کے فرمایا کہ ایسا سکول صحن مسجد میں بنانا شرعاً ممنوع ہے۔ لیکن

---

(۱) انما تكره في المسجد بلا عذر فان كان فلا، ومن الاعذار المطر كما في الخانية، والاعتكاف كما في المبسوط، كذا في الحلية، وغيرها. والظاهر ان المراد اعتكاف الولي قد توضع في بعض المواضع خارج المسجد في الشارع فيصلي عليها، ويلزم منه فسادها من كثير من المصلين لعموم النجاسة وعدم خلعهم نعالهم المتنجسة (الى قوله) واذا كان ما ذكرناه عذرا، فلا كراهة اصلاً والله اعلم (الشامية، كتاب الصلاة، باب صلوة الجنائز، مطلب في كراهة صلاة الجنازة في المسجد ص ٢٢٦ ٢٢٧/٢ ط سعيد

محلّہ کے بت باز لوگ مصر رہے ہوئے کہ ہم لوگ شریعت نہیں مانتے۔ جب مدت سے یہاں اسکول چل رہا ہے تب منع کوئی نہیں۔ اس بت پر اسکول تیار ہی کیا۔ نیز اس جگہ میں عیدین نماز بھی پڑھی جاتی ہے۔ اب جو جگہ مسجد کے نام بنام مسجد چودھری کروہ پڑی ہوئی ہے اس جگہ بناء اسکول کے متعلق اور ان منکرین شریعت کے متعلق قرآن وحدیث و دیگر کتب معتبرہ میں کیا کیا فیصلہ کیا گیا ہے۔ المستفتی نمبر ۱۶۰۷ مولوی محمد اسمٰعیل (ضلع پٹنہ) ۱۱ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ ۲۰ جولائی ۱۹۳ء

(جواب ۴۰) (از نائب مفتی دار العلوم دیوبند) صحن مسجد اور چبوترہ مسجد میں اسکول یا مدرسہ اسلامیہ قائم کرنا جائز نہیں ہے بلکہ نماز پڑھنے کے سوا کوئی کام وہاں کرنا جائز نہیں ہے۔ جو لوگ اسکول وہاں رکھنے پر مصر ہیں وہ گنہ گار ہیں۔ ان کو لازم ہے کہ اسکول دوسرے مکان میں منتقل کردیں۔ کبیری شرح منیہ میں ہے وھھنا ابحاث الاول فيما تصان عنه المساجد الى ان قال والمرور فيها لغير ضرورة ورفع الصوت لخصومة وادخال المجانين والصبيان لغير الصلوة ونحوها لما روى عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الشراء والبيع في المسجد وان تنشد فيه الاشعار وان تنشد فيه الضالة الحديث وفي صحيح مسلم قال عليه الصلوة والسلام من سمع رجلا ينشد في المسجد ضالة فليقل لاردها الله عليك فان المساجد لم تبن لهذا (۱) الخ وروى عبدالرزاق (۲) نا محمد بن مسلم عن عبدربه ابن عبدالله عن مكحول عن معاذ بن جبل ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال جنبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم وشراءكم وبيعكم وخصوماتكم ورفع اصواتكم الخ والمراد بالبيع والشراء ما كان للتجارة والكسب كما هو الظاهر من الاحاديث الخ والتفصيل (۳) في الكبيرى فصل في احكام المسجد فقط والله تعالى اعلم۔

مسعود احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح۔ محمد سہول عثمانی مفتی دار العلوم دیوبند۔ الجواب صواب بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ ۷ ربیع الثانی ۱۳۵۶ء

---

(۱) صحیح مسلم، باب عن نشد الضالة في المسجد وما يقوله اذا سمع الناشد ج ۱ ص ۲۱۰، قدیمی)
(۲) مصنف عبدالرزاق، ج ۱ ۴۷۲۰، بیروت
(۳) (غنية المستملي في شرح منية المصلي المشهور بشرح الكبير للشيخ ابراهيم الحلبي الحنفي فصل في احكام المسجد، بعد فصل في الجنائز) ط سہیل اکیڈمی، لاہور ص ۶۱۱)

فصل ہفتم

تعدد مساجد

جامع مسجد کے علاوہ دوسری مسجد بنانا

(سوال) کسولی ایک پہاڑی مقام ہے جو فوجی چھاونی ہے مجموعی آبادی تقریباً تین ہزار ہے۔ مسلمانوں کی آبادی تقریباً ایک ہزار ہے۔ یہاں ایک ہی مسجد ہے۔ کیا اس کو جامع مسجد کے نام سے موسوم کیا جاسکتا ہے؟ موجودہ مسجد آبادی کے ایک بڑے حصہ سے دور واقع ہے۔ بنگلوں اور مارکیٹ بازار کچہری اور ڈاکخانہ وغیرہ سے کافی فاصلہ ہے۔ اکثر مسلمان بالخصوص تجارت و ملازمت پیشہ اصحاب پنج وقتہ نماز، نماز جمعہ و نماز تراویح میں بوجہ دوری و قلت وقت شامل ہونے سے قاصر رہتے ہیں اور ایک دوسری مسجد کی جو قریب تر واقع ہو ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ بدریں صورت دوسری مسجد کی بناڈالنے والے کس حد تک اجر و ثواب کے مستحق ہو سکتے ہیں۔

(جواب ۴۱) اس مسجد کو جب کہ وہ جمعہ کی جماعت کے لئے کافی ہو جامع مسجد کے نام سے موسوم کیا جاسکتا ہے دوسری مسجد بنانا موجب اجر و ثواب ہے کیونکہ تمام نمازیوں کو ہر وقت اتنی دور مسجد میں جانا یقیناً موجب حرج و مشقت ہے۔ والحرج مدفوع۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ۔

فصل ہشتم

مسجد کی زمین یا دیوار دبالینا

مسجد کی زمین یا دیوار پر قبضہ کر لینے کا حکم

(سوال) وقف شدہ مسجد یا امام بارہ پنچایتی کا ایک جزو متصل ہو بصورت چبوترہ واقع ہے۔ اس پر کسی فرد کو مکان سکونتی تعمیر کر کے بود و باش کا مالکانہ حق شرعاً ہے یا نہیں۔ اگر چند اشخاص برادری کے خلاف بطور سازش کسی کو زمین موقوفہ پر مکان بنانے کی اجازت دے دیں تو یہ شرعی اجازت ہوگی یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۶۲ منشو خلیفہ ندف۔ جھانسی، ۷ محرم ۱۳۵۳ھ ۲۲ اپریل ۱۹۳۴ء

(جواب ۴۲) اگر یہ چبوترہ مسجد یا مکان موقوفہ کا جز ہے در وقف میں شامل ہے تو اس پر مکان بنانا اور مالکانہ قبضہ کرنا جائز نہیں ہے ورنہ کسی کو یہ حق ہے کہ وہ اس پر مالکانہ قبضہ کرنے کی کسی کو اجازت دے۔(۱) **محمد کفایت اللہ**

(۱) مسجد کی دیوار پر اپنی دیوار رکھنا ناجائز ہے

(۲) مسجد کے حوض پر ذاتی مکان بنانا

(۳) مسجد میں سے راستہ بنانے کا حکم

(۴) مسجد کی زمین پر ذاتی مکان بنوانا

(سوال) (۱) ایک شخص نے مسجد کی دیوار پر اپنی دیوار قائم کرلی۔ اس سے مسجد کی مسجدیت میں کوئی فرق تو نہیں آیا اور اس کا یہ فعل کیسا ہے ؟ (۲) حوض کی جگہ کوئی شخص اپنا ذاتی مکان تعمیر کر سکتا ہے یا نہیں ؟ (۳) حجرہ اور غسل خانہ کا راستہ صحن مسجد سے رکھا جاسکتا ہے یا نہیں ؟ (۴) زمین مسجد کی ہے اس پر کوئی شخص مکان بنوا دے۔ یہ جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۱۹۲ مصطفیٰ خاں صاحب (جھانسی) ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۱۶ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۴۳) (۱) مسجد کی دیوار پر جس نے اپنی دیوار قائم کی اس کا یہ فعل ناجائز ہے۔ اس سے مسجد کی مسجدیت میں کوئی فرق نہیں آیا(۲) (۲) حوض کی جگہ اگر مسجد کی تھی اور ظاہر یہی ہے تو اس پر کوئی شخص ذاتی مکان تعمیر نہیں کر سکتا(۳) (۳) صحن مسجد سے مراد اگر وہ صحن ہے جس میں نماز پڑھی جاتی ہے تو اس میں سے حجرہ اور غسل خانہ کا راستہ رکھنا مکروہ ہے۔ (۴) جائز ہے مگر مکان مسجد کی ملک ہوگا جب کہ زمین مسجد کی ہے تو اس پر ذاتی مکان تعمیر نہیں ہو سکتا۔ **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دھلی.**

---

(۱) وليس للقيم ان يأخذ ما فضل عن عمارة المدرسة ديناً ليصرفها الى الفقراء وان احتاجوا اليه (عالمگيريه، كتاب الوقف، الباب الخامس في ولاية الوقف، ج : ۲ / ٤١٥، جديد)

(۲) قلت وبه علم حكم ما يصنعه بعض جيران المسجد من وضع جذوع على جداره فانه لا يحل. ولو دفع الاجرة (الشامية كتاب الوقف مطلب في احكام المسجد ج ٤، ٣٥٨ وليس للقيم ان يأخذ ما فضل عن وجه عمارة المدرسة دينا ليصرفها الى الفقراء، وان احتاجوا اليه (عالمگيريه كتاب الوقف، الباب الخامس في ولاية الوقف ۲ ٤١٥، ماجديد)

(۳) اما لو تمت المسجدية، ثم اراد البناء منع (الدر المختار كتاب الوقف، مطلب في احكام المسجد ص ٤ ٣٠٨)

فصل نہم

مال مسجد کے مصارف

صحن مسجد میں موجود قبر پر کتبہ بنانا

(سوال) ایک مسجد کے صحن میں مسجد کی زمین میں ایک قبر تھی۔ اس صحن کو مسجد اونچی کرنے کے وقت اونچا کیا گیا اور اس کے ساتھ قبر بھی اونچی کر دی گئی۔ پھر دوبارہ مسجد کو اونچا کرنے کی ضرورت پڑی۔ اس مرتبہ اس قبر کے چاروں طرف سیمنٹ کی دیوار قبر سے چھ اونچی چن دی گئی اور اوپر سے بند کر دی گئی اور قبر اندر محفوظ ہو گئی ویسے تمام صحن برابر کر دیا گیا۔ اب عرض یہ ہے کہ (۱) صحن کی اس جگہ پر جس کے نیچے قبر ہے پتھر کا تعویذ رکھنا اور اس کے آس پاس کٹہرا بنانا جائز ہے یا نہیں؟ (۲) صحن کی اس جگہ میں جس کے نیچے قبر ہے چلنا پھرنا اور نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۳۵۹ محمد ابراہیم۔ کالوپور احمد آباد ۷ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ م ۲۰ جون ۱۹۳۴ء

(جواب) (از مولانا محمد ابراہیم احمد آبادی) (۱) جو چیز جس کام کے لئے وقف ہوئی ہے اس کو اسی کام میں صرف کرنا چاہئے اس کے غیر میں صرف کرنا جائز نہیں۔ مسجد کی زمین مسجد کے کام کے لئے وقف ہوتی ہے اور پتھر کا تعویذ و کٹہرا مسجد کے کام میں داخل نہیں ہے۔ نیز فقہ میں یہ مسئلہ ہے کہ جنازہ جس پر مردے کو لے جاتے ہیں مصالح مسجد سے نہیں ہے تو پتھر کا تعویذ اور کٹہرا بطریق اولیٰ مصالح مسجد سے نہیں ہے۔ لہذا پتھر کا تعویذ و کٹہرا مسجد کی زمین میں بنانا جائز نہیں ہے۔ (اتحد الواقف والجهة وقل مرسوم بعض الموقوف عليه بسبب خراب وقف احدهما (جاز للحاكم ان يصرف من فاضل الوقف الآخر عليه) لانهما حينئذ كشيء واحد (وان اختلف احدهما) بان بنى رجلان مسجدين او رجل مسجدا ومدرسة ووقف عليهما اوقافا (لا) يجوز له ذلك (۱) (شامي استنبولي ج ۱ صفحه ۵۱۵) هل يشترى المتولي الجنازة قال لا وان كان الواقف ذكر في الوقف ان القيم يشترى جنازة وان اشترى ضمن لان الجنازة ليست من مصالح المسجد (خلاصة الفتاوى كتاب الوقف ج ٤ صفحه ٤٢٢)(۲)

(۲) جب مذکورہ طریقہ سے قبر بند کر دی گئی تو اب اس پر چلنا پھرنا نماز پڑھنا جائز ہے۔ اس لئے کہ قبر نیچے کے مکان میں ہے اور صحن اوپر کے مکان میں۔ صحن پر چلنا پھرنا قبر پر چلنا پھرنا نہیں ہے واللہ اعلم حررہ محمد ابراہیم احمد آبادی غفرلہ احمد آباد۔ جواب صحیح ہے۔ محمد سعود عثمانی حنفی چشتی پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ۔

۵ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ

(جواب ٤٤) (از حضرت مفتی اعظمؒ) قبر مسجد کی زمین میں تھی تو جواب یہی ہے جو مذکور ہوا کہ اس پر نماز پڑھنا چلنا پھرنا جائز ہے اور تعویذ بنا کر اسے ممتاز کر دینا جائز نہیں خواہ تعویذ مال مسجد سے بنایا جائے خواہ اس کی لاگت کوئی اپنے پاس سے ادا کرے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

---

(۱) قوله شامي من سبق قلم، والصحيح الدر المختار، كتاب الوقف ٤ / ٣٦٠ ط سعيد

(۲) الفصل الرابع في المسجد واوقافه ومسائله، ٤ / ٤٢٢، ط امجد اكيدمي لاهور

مسجد کا پرانا سامان اور ملبہ فروخت کرنا

(سوال) مسجد کا پرانا سامان اور ملبہ جو کہ مسجد کی تعمیر جدید میں کام نہ آسکتا ہو فروخت کر دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی نمبر ٧٦٧ بادشاہ خان صوبیدار (ضلع غازیپور) ۱٤ ذی قعدہ ۱۳۵٤ھ م ۸ فروری سن ۱۹۳٦ء

(جواب ٤٥) مسجد کا پرانا سامان اور ملبہ جو کہ مسجد کی تعمیر جدید میں کام نہ آسکتا ہو، فروخت کر دینا جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھ فروخت کیا جائے اور اس کی قیمت کو اسی مسجد کی ضروریات تعمیر میں یا اس قسم کا سامان خریدنے کی شکل میں صرف کر دیا جائے۔ (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

ایک مسجد کی رقم دوسری میں خرچ کرنا

(سوال) ایک مسجد کا روپیہ دوسری مسجد میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں۔ وہاں پر ایک نمازی بھی نہیں غیر آباد مسجد ہے۔

المستفتی نمبر ٤۲۰ مولوی صاحب (ضلع بھروچ) ۷ صفر ۱۳۵٦ھ م ۱۹ اپریل ۱۹۳۷ء

(جواب ٤٦) جب مسجد کی جگہ ویران ہو جائے اور مسجد میں نمازی نہ رہیں اور اس کو آباد رکھنے کی کوئی صورت متصور نہ ہو تو اس کو مقفل کر کے محفوظ کر دیا جائے اور اس کا روپیہ کسی دوسری حاجت مند مسجد میں صرف کر دیا جائے۔ (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد کی آمدنی سے امام اور مؤذن کو تنخواہ دینا جائز ہے

(اخبار الجمعیۃ مورخہ ٦ مئی ۱۹۲۷ء)

(سوال) ایک مسجد کے تحت و متعلق دو دکانیں اور ایک مکان اور ایک کوٹھا ہے جن کی مجموعی آمدنی تخمینہ سو روپے ماہوار ہے۔ اس میں سے امام و مؤذن کی تنخواہ بحساب دس روپے ماہوار اور چار روپے ماہوار دینا شرعاً کیسا ہے؟

(جواب ٤٧) مسجد کی آمدنی میں سے امام اور مؤذن کی تنخواہ دینی جائز ہے۔ کمی و بیشی کا فیصلہ وقف کی آمدنی اور مقدار لیاقت امام و مؤذن کے لحاظ سے کیا جا سکتا ہے۔ (۳) محمد کفایت اللہ غفرلہ،

---

(۱) سئل شیخ الاسلام عن اهل قریة افترقوا وتداعی مسجد القریة الی الخراب وبعض المتغلبة یستولون علی خشب المسجد وینقلونه الی دیارهم، هل لواحد من اهل القریة ان یبیع الخشب بامر القاضی، ویمسك الثمن لیصرف الی بعض المساجد، او الی هذا المسجد؟ قال نعم كذا فی المحیط (العالمگیریه، كتاب الوقف، الباب الثالث عشر ۲ / ٤٧٨ ، ٤٧٩ ط ماجدیه)

(۲) فی فتاوی النسفی: سئل شیخ الاسلام عن اهل قریة افترقوا وتداعی مسجد القریة الی الخراب، وبعض المتغلبة یستولون علی خشب المسجد، وینقلونه الی دیارهم هل لواحد من اهل القریة ان یبیع الخشب بامر القاضی ویمسك الثمن لیصرفه الی بعض المساجد او الی هذا المسجد قال نعم، كذا فی المحیط (العالمگیریه كتاب الوقف الباب الثالث عشر فی الاوقاف التی یستغنی عنها وما یتصل به من صرف غلة الاوقاف الی وجوه اخر ۲ / ٤٧٨ ، ٤٧٩ ط ماجدیه)

(۳) ویبدأ من غلته بعمارته ثم ما هو اقرب لعمارته كامام مسجد، ومدرس مدرسة یعطون بقدر كفایتهم (الدر المختار، كتاب الوقف ٤ / ٣٦٦ ، ٣٦٧ ط سعید)

ظہر اور عصر کی نماز میں اکثر ناغہ کرنے والے امام کی تنخواہ کا حکم

(اخبار الجمعیۃ مورخہ ۶ مئی ۱۹۲۷ء)

(سوال) زید مدرسہ اسلامیہ میں صدر مدرس ہے۔ مدرسہ کی آمدنی چندہ وغیرہ سے مبلغ چالیس روپے ماہوار تنخواہ پاتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک مسلمان وکیل کو عربی پڑھا کر اس سے مبلغ دس روپے ماہوار تنخواہ لیتا ہے اور ایک مسجد میں جو مدرسہ مذکورہ سے کچھ فاصلہ پر ہے وہاں امامت کرتا ہے اور مبلغ دس روپے مزید حاصل کرتا ہے۔ آغاز تقرر امامت میں زید مدرسہ کی ملازمت کی وجہ سے ظہر و عصر کی نمازیں اپنے لڑکے سے پڑھوایا کرتا تھا۔ اب کچھ دنوں سے لڑکا چلا گیا ہے اور زید نے صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ آئندہ میں ان دو نمازوں کی پابندی نہیں کر سکتا ہوں۔ اب مغرب، عشاء، فجر تین وقت کی نماز تو وہ پابندی سے پڑھا رہا ہے عصر کی گاہے گاہے۔ اور ظہر میں شاذ و نادر ہی کبھی آتا ہے۔ نماز جمعہ بھی زید پڑھاتا ہے اور کبھی کبھی وعظ بھی بیان کرتا ہے۔ پس موجودگی حالت مذکورہ متولی مسجد کو آمدنی کرایہ جائداد متعلقہ مسجد سے زید کو مبلغ دس روپے ماہوار دینا اور امام کو بنانا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ٤٨) امامت کی تنخواہ لینا جائز ہے اور امام جس قدر کام کر سکتا ہے اور اس کا اقرار کرتا ہے اگر متولی اس قدر کام کے عوض میں راضی ہو کر اسے کوئی مقدار تنخواہ کی دینا منظور کر لے تو اس میں کوئی وجہ عدم جواز کی نہیں۔(۱) ہاں اگر متولی کو امام موصوف کی طرح لیاقت رکھنے والا شخص ایسا مل جائے جو پانچوں وقت کی نماز اتنے معاوضہ میں پڑھا دیا کرے تو متولی کو جائز ہوگا کہ وہ سابق امام کے بجائے اس کو مقرر کرے۔(۲)

محمد کفایت اللہ غفر لہ، دہلی

فصل دہم

مسجد میں ناجائز رقم لگانا

خالص حرام یا حلال و حرام مخلوط آمدنی سے بنی ہوئی مسجد میں نماز پڑھنا

(سوال) ہمارے ملک میں جو مسجدیں بنائی جاتی ہیں ان میں مندرجہ ذیل اشخاص عموماً حصہ دار ہوتے ہیں۔ دھوکے سے پیسہ کمانے والے۔ زکوٰۃ نہ دینے والے، حج فرض ادا نہ کرنے والے، عرائض نویس جو جھوٹ لکھ کر پیسہ کماتے ہیں، سپاہی جو دشمنان اسلام کی طرف سے اہل اسلام کے ساتھ جنگ کرتے ہیں، زمین گروی لینے والے، لڑکیوں کا حصہ نہ دینے والے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں پاک چیز قبول کرتا ہوں۔ جب خدا قبول نہیں کرتا تو علمائے دین کیوں قبول کرتے ہیں اور ان مسجدوں میں نمازیں ادا کرتے ہیں۔ جواب دیں کہ آیا ان مسجدوں میں نماز ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یہ شہری علماء کا طریقہ ہے۔ اور دیہاتی علماء کا طریقہ یہ ہے کہ وہ روٹیاں

---

(۱) کیونکہ یہ اجارہ ہے اور اجارہ میں موجر و مستاجر جتنی اجرت پر راضی ہوں، اتنی مقرر کرنا جائز ہے چاہے کم ہو یا زیادہ۔

(۲) (قوله ولم أر حكم عزله لمدرس والإمام ولاهما) قول: وقع التصريح بذلك في حق الإمام، والمؤذن إذا عرض للإمام والمؤذن عذر منعه من المباشرة أشهر للمتولي أن يعزله ويولي غيره. وتقدم ما يدل على جواز عزله إذا مضى أشهر، قول: إن هذا العزل بسبب مقتض (الشامية، كتاب الوقف، مطلب في عزل الواقف المدرس ٤ / ٤٢٧ ط سعيد)

ے کر امامت کرتے ہیں اور مندرجہ بالا شخص کے گھروں سے درودو فاتحہ کا کھانا بھی کھاتے ہیں۔ کیا ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں حرام کھانے والوں کی دعا قبول نہیں کرتا۔ تو نماز بھی دعا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ شبہ سے یعنی شرک سے بچو۔ ہمارے ملک میں جس عالم سے مسئلہ پوچھو تو وہ یہی جواب دیتا ہے کہ ساری دنیا کا رواج جو ہے ہم بھی وہی کرتے ہیں۔

المستفتی نمبر ۵۶۹ مستری محمد عالم (ضلع جہلم) ۱۰ جمادی الاول ۱۳۵۴ھ ۱۱ اگست ۱۹۳۵ء

(جواب ۴۹) جس شخص کی تمام کمائی حرام کی ہو اور وہ اس حرام مال سے مسجد بنائے تو وہ مسجد صحیح مسجد نہیں ہوتی۔ نماز اس میں بھی ہو جاتی ہے مگر مسجد کا ثواب نہیں ملتا۔ اور جس شخص کی کمائی حلال بھی ہو اور حرام بھی اور وہ مخلوط کمائی سے مسجد بنائے تو اگرچہ حرام مال خرچ کرنے کا اسے کچھ ثواب نہیں ملے گا لیکن احکام اور فتویٰ کی رو سے یہ مسجد مسجد ہو جائے گی۔ اور وقف صحیح ہونے کا حکم دیا جائے گا اور مسلمانوں کو حق ہو گا کہ وہ اس کو بحیثیت مسجد کے استعمال کریں اور اس کی حفاظت کریں۔(۱)

یہی حکم دعوت قبول کرنے کا ہے کہ جس کی کمائی خالص حرام ہو اس کے یہاں دعوت قبول کرنا جائز نہیں اور جس کی کمائی مخلوط ہو اس کے یہاں دعوت قبول کرنا مباح ہے۔(۲) مگر مقتدا کے لئے بہتر اور تقویٰ کی بات یہ ہے کہ قبول نہ کرے۔(۳) امامت کی تنخواہ لینا جائز ہے یعنی اگر تنخواہ مقرر کر کے کسی کو نماز پڑھانے کے لئے مقرر کیا جائے تو یہ بات جائز ہے اور تنخواہ اور امام کی امامت مکروہ نہیں ہے۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

ناجائز آمدنی والوں سے چندہ لینا

(سوال) ایک انجمن اسلامی ہے جو لوگ انجمن کا کام کرتے ہیں ان کے ہاتھ میں مسجد کا کام بھی ہے اور مدرسہ کا بھی۔ قوم کا چندہ جمع ہو کر کام کرنے والے کو دیا جاتا ہے۔ چندہ دینے والوں میں مختلف قوموں کے آدمی ہیں۔ مثلاً سود کھانے والے، شیعہ، کچھی لوگ، بوہرے لوگ اور غیر مقلد لوگ، ان لوگوں کا چندہ مسجد اور مدرسہ کے مصرف میں آسکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۶۳۲ حافظ محمد اسحٰق (کوئٹہ) ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ ۲۸ ستمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۵۰) انجمن میں ان لوگوں سے چندہ نہ لینا چاہئے جن کی کمائی اکثر حرام ہو۔ اگر حرام مغلوب اور

---

(۱) قال في الشامية: (قوله لو بما له الحلال) قال تاج الشريعة اما لو انفق في ذالك مالا خبيثا وما لا سببه الخبيث و الطيب فيكره، لان الله تعالى لا يقبل الا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله (كتاب الصلاة، مطلب في احكام المسجد ۱/ ۶۵۸ ط. سعيد) بنى مسجدا في ارض غصب لا باس بالصلاة فيه الخ (شامية كتاب الصلاة مطلب في الصلاة في ارض المغصوبة ۱/ ۳۸۱ ط. سعيد)

(۲) لا يجيب دعوة من كان غالب ماله حرام مالم يخبر انه حلال، وبالعكس يجيب مالم يتبين انه حرام (عالمگیریہ كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر الهدايا و الضيافات. ۲ ۳۴۳ ط ماجديه)

(۳) وفي الروضة يجيب دعوة الفاسق ومن دعي الى وليمة فوجد ثم لعبا وغناء فلا باس ان يقعد وياكل فان قدر على المنع يمنعهم وان لم يقدر يصبر وهذا اذا لم يكن مقتدى به اما اذا كان (مقتدى) ولم يقدر على منعهم فانه يخرج ولا يقعد (عالمگیرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات ۵/ ۳۴۳ ماجديه)

(۴) (وبعض اصحابنا المتاخرين قال: يجوز (اى اخذ الاجرة) على التعليم والامامة في زماننا وعليه الفتوى) لحاجة الناس اليه الخ (الاختيار لتعليل المختار، كتاب الاجارة ۲ ۵۹ ط استنبول)

حلال غالب ہو تو ایسے لوگوں سے چندہ لینا اور مدرسہ یا مسجد میں خرچ کرنا جائز ہے۔(۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

سودی اور غیر سودی رقم سے بنی ہوئی مسجد میں نماز

(سوال) ایک مسجد کو از سر نو تعمیر کرنے کے لئے مسلمانوں نے عام چندہ کیا۔ تقریباً دو سو روپیہ فراہم ہوا۔ ایک مکان والے نے بھی اپنے مکان کا سامان اس مسجد میں وقف کر دیا۔ ایک سود خور صاحب نے لوگوں سے کہا کہ تم لوگوں سے یہ مسجد تعمیر نہ ہو گی لہذا ہم اپنی ذاتی رقوم سے اس کی تعمیر کرائیں گے۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ سودی روپے سے مسجد نہیں بن سکتی اس پر اس نے کہا کہ ہم سودی روپیہ نہیں لگائیں گے۔ لوگوں نے اس کے عذر پر چھوڑ دیا۔ اس نے چندہ کی رقم اور اپنی رقم ملا کر بنوانا شروع کیا۔ جب تعمیر مکمل ہونے کے قریب تھی اس وقت ایک شخص نے کہا کہ یہ روپیہ سودی تو نہیں ہے" تو اس پر سود خور نے کہا کہ ہمارا سب روپیہ ایک ہی تھیلی میں ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ سودی ہے یا نہیں۔ اب لوگ کہتے ہیں کہ اس مسجد میں نماز جائز نہیں ہو سکتی۔

المستفتی نمبر ۸۲۸ رین بخش (غازی پور) ۱۰ محرم ۱۳۵۵ھ م ۲ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۵۱) اس مسجد میں نماز جائز ہے کیونکہ وہ مسجد قدیم ہے۔ تعمیر میں چندہ کا روپیہ بھی لگا ہے اور سود خوار کا بھی۔ تو سود خوار کا جس قدر روپیہ لگا ہے اگر وہ اطمینان دلا دے کہ وہ روپیہ حلال کا تھا تو خیر ورنہ اتنا روپیہ اس کو واپس دے دیا جائے۔ اور نماز ہر حال مسجد میں جائز ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

حرام و حلال رقم سے بنائی ہوئی مسجد میں نماز پڑھنے کا حکم۔

سود لینے والوں کی رقم مسجد پر لگانا۔

(سوال) ایک شخص کی آمدنی کے بڑے ذریعے ہیں جن میں ایک سود کا کاروبار بھی ہے۔ [illegible] روپیہ [illegible] بہت اور اس کی [illegible] تمام ایک جا ہے۔ اس نے ایک کچی مسجد شہید کر کے اس طور پر پختہ بنوایا کہ پچھلی مسجد کو صحن کر دیا اور اس سے ملحق جو زمین موقوفہ تھی اس میں مسجد ہوئی۔ اس تعمیر میں کچھ سامان مسجد سابقہ کا اور کچھ روپیہ چندہ کا [illegible] صرف ہوا ہے۔ بقیہ روپیہ جو اس سے بہت زیادہ ہے اس شخص نے اپنے پاس سے لگایا ہے۔ شخص مذکور سے زمانہ تعمیر میں دو ایک مرتبہ کہا گیا کہ پاک روپیہ لگانا۔ اس نے کہا کہ ضرور پاک روپیہ لگاؤں گا۔ ایک مرتبہ اس سے پھر بھی کہا گیا تو اس نے کہا کہ ہمارا روپیہ [illegible] نہیں ہے سب یکجائی ہے۔ تو اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر کوئی نقص ہے تو اس کے دفعیہ کی کیا صورت ہے؟ مسجد مذکور کو شہید کر کے دوبارہ بنانا باشندگان مفلوک کے لئے ناممکن ہے۔

---

(۱) ولا یجوز قبول هدیة امراء الجور لان الغالب في مالهم الحرمة الا اذا علم ان اکثر ماله حلال بان کان صاحب تجارة او زرع (الهندیة، کتاب الکراهية، الباب الثاني عشر ۵/ ۳۴۲)

(۲) قال تاج الشریعة: اما لو انفق في ذلك مالاً خبيثاً ومالاً سببه الخبيث والطيب فيكره لان الله لا يقبل الا الطيب (رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب كلمة لا بأس دليل على ان المستحب غيره لان البأس الشدة ۱/ ۶۵۸ ط سعيد)

(۲) جو لوگ بوجہ مجبوری کسی مہاجن کو سود دیتے ہیں حالانکہ وہ لوگ اس کو حرام جانتے ہیں تو ان کا فعل شرعاً کیسا ہے؟ اور ایسے لوگوں کا روپیہ مسجد میں یا کسی کار خیر میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی نمبر ۸۵۸ محمد حبیب اللہ (غازی پور) ۲۲ محرم ۱۳۵۵ھ م ۱۵ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۵۲) اس مسجد میں نماز بلاشبہ درست ہے کیونکہ مسجد اور زمین تو پہلے سے وقف ہے اور تعمیر میں جو روپیہ اس شخص نے لگایا وہ بھی خالص حرام کا نہیں بلکہ مخلوط ہے۔ اس لئے مسجد حرام مال سے بنی ہوئی قرار نہیں دی جاسکتی۔ ہاں اگر ممکن ہو تو مسلمان تھوڑا تھوڑا کرکے اس کا روپیہ واپس کردیں۔(۱)

(۲) سود دینا اگرچہ حرام ہے۔ لیکن دینے والے کا اپنا مال مسجد میں لگانا درست ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ

جائز و ناجائز مخلوط آمدنی سے کنواں اور مسجد بنوانا

(سوال) زید عرصہ دراز سے اپنا گھر بار چھوڑ کر افریقہ میں مقیم ہے اور وہاں سے اس نے دکان کھولی جس میں اس نے خلاف شرع ناجائز چیزیں مثلاً شراب خنزیر وغیرہ رکھی ہے اور وہ ایک مرتبہ حج بیت اللہ سے بھی سرفراز ہوچکا ہے۔ اس نے وہاں کچھ عرصہ کے کاروبار سے ایک معتدبہ رقم جمع کرکے ایک کنواں اپنے وطن میں قبرستان میں تعمیر کروادیا۔ اور جہاں وہ اب مقیم ہے۔ (افریقہ میں) ایک مسجد بھی تعمیر کروائی۔ لیکن اہل افریقہ اور جہاں کا وہ پیدائشی ہے زید کی ان مذکورہ تعمیرات سے جو اس نے اس رقم سے تعمیر کروائی نہایت ہی محترز ہیں۔ نہ وطن والے اس کنوئیں کو نہ اہل افریقہ اس مسجد کو استعمال کرتے ہیں۔ نیز ایک دوکان اپنی قوم کی پنچایت کے نام مخصوص کردی ہے وہ بھی اسی مد میں ہے۔

المستفتی نمبر ۸۶۹ حاجی کریم بخش (شملہ) ۲۳ محرم ۱۳۵۵ھ م ۱۶ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۵۳) زید کی تجارت میں جائز اور ناجائز تجارت مخلوط ہوگی۔ اور اس کی جائز اور ناجائز آمدنی بھی مخلوط ہوگی۔ مسجد اور کنوئیں وغیرہ میں خالص حلال پیسہ لگانا چاہئے تھا۔ اگر اس(۳) نے ایسا انتظام کیا ہو کہ ان چیزوں میں حلال آمدنی خرچ کی ہو تو ان چیزوں کو کام میں لانا جائز ہے اور اگر مخلوط پیسہ ہی لگایا ہو تو ان کا ثواب اسے نہ ملے گا۔ مگر ان چیزوں کو برتنا جائز ہے۔ البتہ اگر خالص حرام کے پیسے سے بنی ہوں تو پھر استعمال کرنا بھی جائز نہیں۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) وفي رد المحتار تحت قوله: بماله الحلال، قال تاج الشريعة: أما لو أنفق مالا خبيثا ومالا سببه الخبيث والطيب فيكره لأن الله لا يقبل إلا الطيب (كتاب الصلاة، مطلب: كلمة لا بأس دليل على أن المستحب غيره، لأن البأس الشدة، ۱/ ۶۵۸، ط سعيد)

(۲) وفي البزازية: يجيب دعوة الفاسق والورع أن لا يجيبه. وفيها: ولا ينبغي للناس أن يأكلوا من أطعمة الظلمة لتقبيح الأمر عليهم وزجرهم عما يرتكبون وإن كان يحل، كذا في الغرائب (كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات ۵/ ۳۴۲، ۳۴۳ ط ماجدية)

(۳) أما لو أنفق في ذلك مالا خبيثا ومالا سببه الخبيث والطيب فيكره (الشامية، كتاب الصلاة، مطلب في أحكام المسجد ۱/ ۶۵۸ ط سعيد)

(۴) في العالمگيرية: ولا يجوز قبول هدية أمراء الجور لأن الغالب في مالهم الحرمة، إلا إذا علم أن أكثر ماله حلال بأن كان صاحب تجارة أو زرع فلا بأس به، لأن أموال الناس لا تخلو عن قليل حرام فالمعتبر الغالب، وكذا أكل طعامهم، كذا في الاختيار شرح المختار (كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، ط ماجدية كوئٹہ ۵/ ۳۴۲)

سٹہ کا نمبر بتا کر کمائی ہوئی آمدنی مسجد پر خرچ کرنا

(سوال) زید جو ایک فاسق آدمی ہے شریعت کا پابند نہیں اور جس کی کمائی یہ ہے کہ وہ سٹہ کا نمبر بتا کر پیسہ وصول کرتا ہے کہ فلاں نمبر کھلے گا اور فلاں نہیں وہ خود نہیں کھیلتا۔ اس نے ایک مسجد میں فرش لگوایا دروازہ بنوایا اور کنویں میں پمپ لگوایا۔ اس مسجد میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

المستفتی نمبر ۱۹۴۲ احمد نور خاں (اندور) ۲۸ صفر ۱۳۵۵ھ م ۲۰ مئی ۱۹۳ء

(جواب ۵۴) سٹہ کا نمبر بتا کر پیسہ وصول کرنا کمائی کا ناجائز ذریعہ ہے۔ اس ذریعہ سے حاصل کیا ہوا مال شرعاً مال طیب نہیں۔(۱) لہذا ایسے مال کو مسجد میں لگانا ناجائز ہے اور اسے روکا جا سکتا ہے۔ اگر کسی مسجد میں جو پہلے سے شرعی مسجد ہے اس قسم کے غیر طیب مال سے کوئی تعمیر کرائی گئی ہو تو اس مسجد میں نماز تو جائز ہے کیونکہ وہ پہلے سے باقاعدہ مسجد ہے۔ البتہ ان اشیاء سے نفع اٹھانا مکروہ ہے اور اس سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ فرش پر جو خراب مال سے لگوایا گیا ہے اپنا کپڑا بچھا لیا جائے۔ نل سے وضو نہ کیا جائے وغیرہ۔ اور ان چیزوں کی لاگت اگر پاک مال سے ادا کر دی جائے تو یہ چیزیں قابل انتفاع ہو جائیں گی۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

مخنث کی کمائی سے بنائی گئی مسجد کا حکم

(سوال) اگر کوئی مخنث شخص اپنے کسب کردہ مال سے مسجد بنوائے تو اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور وہ مسجد مسجدوں کے حکم میں ہوگی یا نہیں۔ اور مخنث کا ذریعہ کسب گانا بجانا اور بلا ضرورت سوال کرنا اور ننھا در بچوں کی پیدائش کے وقت مسلم و غیر مسلم سے مبارکبادی کے ذریعہ رقم وصول کرنا ہوتا ہے۔ اگر جائز نہ ہو تو اس صورت میں کوئی مسلمان اپنے حلال مال سے اس مخنث کو رقم صرف کردہ دے کر اس مسجد کو احکام مسجد میں کر سکتا ہے؟

المستفتی نمبر ۱۱۵ مولوی عبدالعزیز صاحب (ڈیرہ اسمٰعیل خاں) ۱۷ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ م ۶ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۵۵) اگر یہ مسجد مسجد قدیم ہے اس کی تعمیر جدید ہیجڑے نے اپنے مال حرام سے کی ہے تو وہ مسجد تو حقیقۃً مسجد ہے۔ تعمیر جدید میں حرام مال لگائے جانے سے اصل مسجد حکم مسجدیت سے نہیں نکل سکتی اس میں نماز جائز اور مسجد ثواب بھی ملے گا۔ ہاں حرام مال کی تعمیر سے نفع اٹھانا موجب کراہت ہے۔(۳) تو اگر کوئی مسلمان اس کو اس کی خرچ کی ہوئی رقم واپس کر دے تو پھر مسجد میں بلا کراہت نماز درست ہے۔ اور اگر مسجد کی زمین بھی اس ہیجڑے کی وقف کردہ ہے تو وہ مسجد مسجد شرعی نہیں ہوئی اور اس میں مسجد کا ثواب نہیں اگرچہ

---

(۱) انما الخمر والميسر رجس من عمل الشيطان، الآية

(۲) (قوله لو بماله الحلال) قال تاج الشريعة: اما لو انفق في ذالك مالا خبيثاً ومالا سببه الخبيث والطيب، فيكره لان الله تعالىٰ لا يقبل الا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله ا ه شرنبلالية. (الشامية، كتاب الصلاة، مطلب كلمة لا بأس دليل على ان المستحب غيره، لان البأس الشدة، قبيل مطلب في افضل المساجد، ۱/ ۶۵۸ ط سعيد) (قلت استفيد منه الكراهة اذا كان ماله مختلطا بالطيب والخبيث، واما الحرام الخالص فهو اشد، فينبغي ان لا يجوز)

(۳) حوالہ بالا نمبر ۲

اس میں نماز بکراہت ادا ہو جائے گی۔ لیکن مسجد کا ثواب نہ ہو گا۔(۱) اور اس صورت میں بھی اگر اس کی خرچ کی ہوئی رقم اس کو دے دی جائے اور رقم ادا کرنے والا اس کو اپنی طرف سے مسجد قرار دے دے تو پھر وہ صحیح طور پر مسجد ہو جائے گی۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

رنڈیوں اور ہیجڑوں کی تعمیر کردہ مساجد میں نماز پڑھنا

(سوال) رنڈیوں اور ہیجڑوں کی تعمیر کردہ مساجد میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ (۱) جو علماء کہ نماز پڑھنے کا حکم فرماتے ہیں وہ اپنی دلیل میں بیت اللہ یعنی کعبہ شریف و بیت المقدس کی تعمیر کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔ (۲) جو علماء کہ نماز ناجائز ہونے کی دلیل پیش کرتے ہیں وہ مسجد ضرار تعمیر کردہ منافقین کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔

المستفتی نمبر ۱۳۷۵ محمد شفیع خان (فیروز آباد آگرہ) ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ ۱۰ مارچ ۱۹۳۷ء

(جواب ۵۶) ایسی مسجدوں میں جو رنڈیوں اور ہیجڑوں کی تعمیر کردہ ہوں نماز جائز تو ہے مگر مسجد کا ثواب نہیں ملتا۔(۳) اگر مسجدوں کے بانی موجود ہوں اور ان کو ان مسجد کی لاگت کی رقم مال حلال سے ادا کر دی جائے تو وہ جائز مسجدیں ہو جائیں گی۔ فقط(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

پیشہ ور زانیہ عورت کی کمائی کی مسجد میں نماز پڑھنا

(سوال) عرصہ ۳۵ سال کا گذرا ایک زانیہ عورت (رنڈی) جو کہ زنا کا پیشہ کرتی تھی ایک عورت رئیس کے پاس رہتی تھی۔ اس کے پاس اس کی کمائی ناجائز سے دس پندرہ ہزار روپیہ تھا۔ اس نے خیال کیا کہ اگر اس روپے سے ایک جامع مسجد قصبہ کے اندر تعمیر کرا دی جائے تو بہت ثواب ہو۔ اس خیال سے اس قصبہ کے اندر ایک جامع مسجد بڑی عالی شان بنوا دی۔ مسجد تیار ہونے پر مسلمانوں سے نماز پڑھنے کے لئے کہا گیا تو مسلمانوں اور مولویوں نے یہ اعتراض پیدا کیا کہ یہ مسجد رنڈی کے سرمایہ سے بنی ہے لہذا ہماری نماز اس میں نہیں ہوگی۔ اور سب مسلمانوں نے اس مسجد میں نماز پڑھنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد اس رنڈی نے مسلمانوں کو یہ دھمکی دی کہ تم لوگ اگر اس مسجد میں نماز نہیں پڑھتے ہو تو میں اس مسجد میں ٹھاکر جی کا بت رکھوا کر مندر بنوا دوں گی۔ اس کلمہ کے سنتے ہی چند پیر صاحبان اور مولوی صاحبان نے یہ فتویٰ دیا کہ بت خانہ سے تو مسجد ہزار درجہ بہتر ہے اور سب مسلمان اس مسجد میں نماز پڑھنے لگے۔ جب سے اب تک ۳۰۔ ۳۵ سال کا عرصہ گذر ہوگا برابر اس

---

(۱) بنی مسجداً علی سور المدینة لا ینبغی ان یصلی فیه ... فالصلاة فیها مکروهة تحریما فی قول و غیر صحیحة فی قول (الشامیة، کتاب الصلاة، مطلب فی الصلاة فی الارض المغصوبة ج: ۱ ۳۸۱، سعید)

(۲) بنی مسجداً فی ارض غصب، لا باس بالصلاة فیه (شامیة، کتاب الصلاة، مطلب فی الصلاة فی الارض المغصوبة ۱ / ۳۸۱)

(۳) تکره الصلاة فی ارض مغصوبة، ولعمر ردالمحتار، کتاب الصلاة ۱ / ۳۸۱ ط سعید)

(۴) ما یاخذ من المال ظلما، ویخلطه بماله وبمال مغصوب آخر یصیر ملکا له ... نعم لا یباح الانتفاع به قبل اداء البدل فی الصحیح من المذهب (ردالمحتار کتاب الزکاة، مطلب فی التصرف من مال الحرام ۲ / ۲۹۲ ط سعید)

مسجد میں عیدین و جمعہ و پنج وقتہ نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔ لیکن اتنا عرصہ نکل جانے کے بعد اب کچھ مولوی صاحبان اس مسجد میں نماز پڑھنے کو ناجائز بتلاتے ہیں تو اب ہم مسلمانان قصبہ آپ سے فتویٰ طلب کرتے ہیں کہ اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور جب ہم لوگ اس مسجد میں نماز نہ پڑھیں گے تو وہ مسجد بغیر اذان بتی کے ویران ہو جائے گی تو اس میں ہم لوگ گنہگار ہوں گے یا نہیں۔ اب اس عالی شان مسجد کو قفل لگا کر بند کر دینا چاہئے یا آباد کرنا چاہئے؟

المستفتی نمبر ۲۰۹ محبوب خاں صاحب (ریاست [illegible]) ۲ ذی قعدہ ۱۳۵۶ھ م ۱۷ جنوری ۱۹۳۸ء

(جواب ۵۷) اس مسجد میں نماز ہو جاتی ہے اس کو چھوڑ دینا اور ویران کر دینا مناسب نہیں۔ جب کہ اس کا کوئی مالک نہیں تو مسلمان اس پر قابض ہیں اور وہ اس کو مسجد قرار دے سکتے ہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

ذاتی چیز بیچ کر اس کی قیمت سے بنائی ہوئی مسجد کا حکم

(سوال) ایک شخص نے مسجد کے واسطے ایک گائے کا بچہ [illegible] مسجد کے مصارف [illegible] یہ بچہ آپ لوگوں کے سامنے مسجد کے واسطے چھوڑ دیتا ہوں۔ یہ بیل بالخصوص ہندو اور مسلمانوں کی زراعت خراب کرتا ہو [illegible] جو قیمت حاصل ہوئی اس سے یہ مسجد کی چھاونی وغیرہ دیا جائے گا۔ اب اس قسم سے پیسہ [illegible] کی قیمت سے مسجد بنانا و مرمت کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اور اگر وقف میں کوئی شخص اس قسم کی مسجد بنائے تو اس میں نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۳۳۳ مولوی عبدالستار صاحب [illegible] ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ م ۲۲ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۵۸) وہ بیل چھوڑ دینے کے بعد بھی اس کی ملکیت میں رہا اس شخص کی ملک سے خارج نہیں ہوا [illegible] اس کا بیچنا [illegible] بیل جو دوسرے لوگوں کی کھیتی کھانے سے [illegible] چھوڑ دیا [illegible] بیل کا وہ مالک [illegible] فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد میں لگا دی تو وہ مسجد ہے اس میں کوئی شخص [illegible] اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہوگا(۳) اور بیل نے جن لوگوں کی کھیتی کھائی ہے ان کے نقصانات کا ضمان اس شخص کے ذمہ ہوگا۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) [illegible] في أرض غصب لا بأس بالصلاة فيه [illegible] كتاب الصلاة [illegible] الصلاة في الأرض المغصوبة ۱/ ۱۱۱ [illegible] وشرطه شرط سائر التبرعات [illegible] لأنه لا يكون ملك وقف [illegible] ملك [illegible] وصح [illegible] المفتي [illegible] ۴: ۳۴۰ ط سعيد

(۲) في الكبرى مسجد [illegible] حكمه [illegible] لم يكن الباقي من أهل تلك المسجد. (عالمگيرية كتاب الوقف الباب الحادي عشر ۲/ ۴۵۷ ط ماجدية)

(۳) قوله وشرطه شرط سائر التبرعات، أفاد أن الواقف لا بد أن يكون مالكه وقت الوقف ملكا باتا (الدر مع الرد، كتاب الوقف ۴: ۳۴۰ ط سعيد

(۴) [illegible] قوله [illegible] في شرح [illegible] صفحة ۱۸۱ سعيد)

سود کا روپیہ مسجد پر لگانا ناجائز ہے

(سوال) سود کا روپیہ مسجد یا مدرسہ میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

(جواب ۵۹) سود کا روپیہ نہ مسجد میں لگایا جا سکتا ہے نہ مدرسہ میں۔(۱) وہ تو جس سے لیا ہے اس کو واپس کیا جائے یہ ممکن نہ ہو تو خیرات کر دیا جائے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

حرام مال سے یا قرض لے کر مسجد تعمیر کرنا

(الجمعیۃ مورخہ ۳ [illegible] ۱۹۲۵ء)

(سوال) اگر کوئی زن بازاری مذہب مسلمان بہ نیت ثواب مدرسہ یا مسجد [illegible] ایک [illegible] اپنی [illegible] سے جو حاصل کی ہے، تعمیر مسجد میں صرف کرنا چاہے تو مسلمانوں کو وہ لینا چاہئے یا نہیں؟ اگر وہ عورت بقدر تعمیر کچھ روپیہ قرض لے کر تعمیر مسجد میں صرف کرے اور قرضہ اپنے مال سے ادا کرے تو اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ مال حرام سے تعمیر کی ہوئی مسجد میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب ۶۰) فاحشہ عورت کا وہ مال جو اس نے حرام ذریعہ سے حاصل کیا ہے مسجد میں لگانا [illegible] مسجد کی تعمیر ناجائز ہے۔(۳) اگر وہ قرض لے کر اس سے مسجد تعمیر کرائے تو جائز ہے۔(۴) اور مسلمانوں کو بھی لے لینے میں تو اس پر بھی کوئی الزام نہیں۔ کیونکہ قرض سے جو مال اس نے حاصل کیا ہے وہ حلال ہے(۵) [illegible] نہیں کہ مسجد میں مال حرام لگایا گیا۔ کیونکہ اس نے قرض کا معاملہ کیا ہے اور وہ ادا (قرض کی ادائی) [illegible] سے کرے اس کا قرض خود ادا کرنا اس کی ذمہ داری ہے تو اس [illegible] نہیں۔ اگر مسلمان [illegible] وہ قرضے میں مال حرام دینا جائز نہ ہوگا۔(۶) محمد کفایت اللہ غفرلہ

سودی اور ووٹ کے عوض لی ہوئی رقم مسجد پر لگانا

(الجمعیۃ مورخہ ۹ [illegible] ۱۹۳۰ء)

(سوال) (۱) اگر کسی شخص نے بنک کا سود لے کر مسجد بنوانے میں خرچ کر دیا تو کیا ہے؟

(۲) ووٹ دینے کے عوض [illegible] روپیہ [illegible] ان سے مسجد عیدگاہ اور قبرستان وغیرہ بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

(جواب ۶۱) (۱) بنک سے سود کا روپیہ لے کر اس کو صدقہ کر دینا چاہئے مسجد میں خرچ کرنا جائز

---

(۱) لا يجوز صرف هذه [illegible] المحراب [illegible] في [illegible] لحرمة [illegible] عالمگیریة کتاب الکراهیة [illegible] ۵ صفحه ۳۴۲

(۲) ويبنى هذا قول [illegible] في رجل اكتسب مالا من بيع الخمر [illegible] وجدانه [illegible] ويردونها على أربابها إن عرفوهم وإلا تصدقوا بها لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع ج ۶ ص ۳۸۹ سعيد)

(۳) دیکھئے حوالہ سابق نمبر ۱ صفحہ ۷۲

(۴) لأن [illegible] يتصرف فيه [illegible] رد المحتار، كتاب الوقف، ج ۴ ص ۴۰۲ سعيد

(۵) ويملك المستقرض القرض بنفس القبض [illegible] الدر المختار، فصل في القرض ج ۵ ص ۱۶۱ سعيد

(۶) لو كان الخبيث نصابا لا يلزمه الزكاة لأن الكل واجب التصدق عليه فلا يفيد إيجاب التصدق ببعضه [illegible] رد المحتار، كتاب الزكاة باب زكاة الغنم ج ۲ ص ۲۹۱ سعيد

(۲) ووٹ کی قیمت لینا جائز نہیں (۱) اور اس پیسے کو مسجد میں لگانا بھی جائز نہیں   محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

فصل یازدہم

سمت قبلہ

صحیح سمت قبلہ سے منحرف مسجد کو گرا کر دوبارہ تعمیر کرنا

(سوال) ایک مسجد زیادہ ٹیڑھی بن گئی اور بعد مدت کے معلوم ہوا کہ ٹیڑھی ہے تو اس کو منہدم کر دینا چاہئے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۴۰۵ منشی عبد الوحید صاحب (ضلع بلند شہر) ۷ صفر ۱۳۵۶ھ م ۱۸ اپریل ۱۹۳۷ء

(جواب ۶۲) اگر اس کو منہدم کر کے از سر نو تعمیر کرنے کا سامان ہو تو منہدم کر کے جدید تعمیر کر لینا جائز ہے اور جب تک اس کی وسعت نہ ہو تو اس میں صحیح خطوط صفوں کے قائم کر کے نماز ادا کرنی چاہئے۔ (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

فصل دوازدہم

غیر مسلم کا مال مسجد میں لگانا

غیر مسلم کی زمین اور مال مسجد کے استعمال میں لانا

(سوال) (۱) اگر کوئی کافر یا مشرک ہندو بغیر عوض زمین دے تو اس زمین پر مسجد بنانا از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟ (۲) مسجد میں کافر یا مشرک (ہندو) روپیہ وغیرہ کی امداد کرے تو وہ لینا جائز ہے یا نہیں۔ (۳) اگر بجائے روپیہ، اینٹ، چونا، پتھر، لکڑی وغیرہ کی رعایتاً امداد کرے تو وہ بھی قبول ہو سکتی ہے یا نہیں۔ (۴) مندرجہ بالا امداد کی بناء پر جو مسجد تعمیر ہوئی ہو آیا اس مسجد میں نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۷۳ فقیر سید منور علی صاحب (ہمت نگر) ۶ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ م ۱۴ اگست ۱۹۳۷ء

(جواب ۶۳) (۱) اگر ہندو اپنی خوشی سے زمین کسی مسلمان کو دے دے اور وہ مسلمان اس زمین کو اپنی طرف سے مسجد کے لئے وقف کر دے اور اس پر مسجد بنائی جائے تو جائز ہے اور مسجد صحیح طور پر مسجد ہو جائے گی۔ (۳)

---

(۱) ولا یجوز أخذ المال لیفعل الواجب (رد المحتار، کتاب القضاء مطلب فی الکلام علی الرشوة والهدیة ج ۵ ص ۳۶۲ سعید)

(۲) مسجد مبنی أراد رجل أن ینقضه ویبنیه ثانیاً أحکم من البناء الأول، لیس له ذلک لأنه لا ولایة له، کذا فی المضمرات. وفی النوازل إلا أن یخاف أن ینهدم، کذا فی التاتارخانیة. وتأویله إذا لم یکن الباني من أهل تلک المحلة، وأما أهل تلک المحلة فلهم أن یهدموه ویجددوا بناءه ویفرشوا الحصیر ویعلقوا القنادیل، لکن من مال أنفسهم، أما من مال المسجد فلیس لهم ذلک إلا بأمر القاضی (عالمگیریه، الباب الحادی عشر، ج ۲ ص ۴۵۷، ماجدیه)

(۳) قال صاحب الدر المختار فی کتاب الوقف (وسببه إرادة محبوب النفس) فی الدنیا ببر الأحباب وفی الآخرة بالثواب یعنی بالنیة من أهلها، لأنه مباح بدلیل صحته من الکافر. وقال العلامة الشامی: یعنی فیکون مباحاً کما عزی فی البحر، والمراد أنه لیس موضوعاً للتعبد به کالصلاة والحج بحیث لا یصح من الکافر أصلاً، بل التقرب به موقوف علی نیة القربة، فهو بدونها مباح حتی یصح من الکافر کالعتق والنکاح (رد المحتار، کتاب الوقف ج ۴ ص ۳۳۹ ط سعید) قال فی مصارف الجزیة والخراج ومال العشی وهدیتهم الخ) ومصالحنا کسد الثغور وبناء قنطرة وجسر وکفایة العلماء، قال العلامة الشامی: لقوله وبناء قنطرة وجسر ومثله بناء مسجد وحوض ورباط، وکذا النفقة علی المساجد کما فی البحر الحاویة، فیدخل فیه الصرف علی إقامة شعائرها من وظائف الإمامة والأذان ونحوهما (رد المحتار، کتاب الجهاد، مطلب فی مصارف بیت المال، ۴ / ۲۱۷، ط سعید)

(۲) اسی طرح کافر کی دی ہوئی چیز مسجد میں لگانی بھی جائز ہے۔ یعنی کافر اپنی خوشی سے کسی مسلمانوں کو کوئی چیز دے دے اور وہ مسلمان اپنی طرف سے مسجد میں لگا دے۔(۱) (۳) اس کا حکم بھی وہی ہے جو نمبر ۲ میں لکھا گیا۔(۲) (۴) نمبر ایک کا جواب دیکھو۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ دہلی۔

غیر مسلم کی رقم سے تعمیر شدہ مسجد میں نماز پڑھنا

(سوال) ایک قدیم زمانہ کی بہت پرانی مسجد ہے جو یسی جگہ واقع ہے کہ جس کے پس و پیش آج سے چند سال پیشتر مسلم آبادی کی ایک زبردست گنجی تھی۔ تقریباً دس گیارہ سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ یوروپین کمپنی نے یک غیر مسلم زمیندار سے جٹ میل کی تعمیر کے لئے ایک وسیع سے وسیع ترخطہ زمین خرید کر لی۔ چنانچہ جامع مسجد بھی وسط زمین پر گئی۔ اب کمپنی نے آبادی کو ہٹانے کے لئے ایڑی چوٹی کی کوشش اور زور لگایا ور باشندوں پر جگہ چھوڑ دینے کے لئے نہایت جبر و تشدد کرنا شروع کیا۔ آخر کار یہ لوگ مجبور ہو کر اس جگہ کو خیر باد کہتے ہوئے مختلف سمت میں منتشر ہو کر بود و باش اختیار کر چکے ہیں۔ اب ان حضرات کو اس مسجد کے ساتھ دور کا تعلق بھی باقی نہیں رہا کیونکہ کمپنی نے شہر پناہ کی طرف چار دیواری کھینچ دی اور مسجد ایک گوشہ بیابان پر گئی۔ جہاں بازاری اور آبادی کے لوگوں کا گذر شاذ و نادر ہوتا ہے۔ اب کمپنی کی یہ سعی و کوشش ہونے لگی کہ مسجد کو شہید کر دیا جائے اور عیدگاہ کی زمین پر جو عین مسجد سے متصل ہے مشرقی و جنوبی حصہ پر پڑتی ہے قبضہ کر لیا جائے یا معاوضہ میں مسلمان جہاں کہیں بھی دوسری جگہ منتخب اور پسند کریں مسجد بنوا دی جائے اور عیدگاہ کے لئے بھی زمین دی جائے۔ لیکن اس جٹ میل کی مسلم مزدور پارٹی نے اس بات سے انکار کر دیا کہ اسلامی مذہب ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ دوسری جگہ مسجد بنوائی جائے۔ غرض یہ کہ کمپنی کو اس حرکت ناشائستہ سے باز رکھنے کے لئے ان ہی مزدور غریب نے انتہائے جوش و خروش کے ساتھ جانی و مالی ایثار و قربانی کا نمایاں طریقہ پر ثبوت پیش کیا۔ اس سلسلہ میں چھ سات سال تک کمپنی سے مقدمہ بازیاں بھی ہوتی رہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کمپنی نے مسلمانوں کے مطالبات منظور کر کے باہمی مقدمہ بازی کا تصفیہ کر لیا کیونکہ مسجد کی صیانت و حفاظت اور آبادی کا دارومدار اب ان ہی غریب مزدوروں پر ہے جن کا رہنا سہنا جٹ میل کی چار دیواری کے اندر اندر ہے۔ لہذا تصفیہ مقدمہ کے موقع پر کمپنی نے برضا و رغبت اپنے مزدوروں کی مزید سہولت کے لئے باضابطہ برقی روشنی اور وضو کے لئے مسجد میں حوض اور پانی کا انتظام کر دیا ہے۔ اب اس کے متعلق مندرجہ ذیل مسائل دریافت طلب ہیں۔

(۱) حوض اور پانی کا نظم نیز برقی روشنی کا انتظام مسجد میں جو یوروپین کمپنی کی طرف سے ملا ہوا ہے کیا اس پانی سے

---

(۱) (۲) (۳) قال صاحب الدر المحتار فی کتاب الوقف (وسببه ارادة محبوب النفس) فی الدنیا ببر الاحباب فی الآخرة بالثواب یعنی بالنیة من اهلها، لانه مباح بدلیل صحته من الکافر، وقال العلامة الشامی: یعنی قد یکون مباحاً کما عرفی البحر، والمراد انه لیس موضوعا للتعبد به کالصلاة والحج بحیث لا یصح من الکافر اصلا بل التقریب به موقوف علی نیة القربة، فهو بدونها مباح حتی یصح من الکافر کالعتق والنکاح (ردالمحتار کتاب الوقف ۳۳۹/۴ ط سعید) قال (ومصرف الجزیة والخراج ومال التغلبی وهدیتهم الخ) (مصالحنا وکذا تعمیر وبناء قنطرة وجسر وکفایة العلماء) قال العلامة الشامی، لقوله وبناء قنطرة وجسر) ومثله بناء مسجد وحوض، ورباط وکذا النفقة علی المساجد کما فی رکاة الحاسیة، فیدخل فیه الصرف علی اقامة شعائرها من وظائف الامامة والاذان ونحوهما بحر (ردالمحتار، کتاب الجهاد، مطلب فی مصارف بیت المال، ۲۱۷/۴، ط سعید)

وضو کرنا و حاجت نماز میں اس روشنی سے فائدہ اٹھانا شرعاً جائز ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) اور آیا مسجد کی زیب و زینت بجلی نے عام مسلمانوں کو نماز پڑھنے کے واسطے ذوقی قرابت سے ہٹا دیا ہے کیونکہ مسجد مثل بازار کی [illegible] بنا دی ہے۔

(۳) [illegible] میں [illegible] جو تنبیہیں اور [illegible] بات قرآن اور حدیث میں آئی ہیں وہ بجلی [illegible] مسجدوں میں حاصل ہو سکتی ہیں یا نہیں

(۴) بجلی پر کوئی نفع کمانا جائز ہے۔ یا اس کا نفع حلال ہو سکتی ہے یا نہیں۔

(۵) بجلی نے نئی سمت اور صورت مقدمہ کے سلسلہ میں جو بجلی کہ نماز عیدین [illegible] سے [illegible] عیدگاہ میں نماز عیدین پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۳۰۷ [illegible] عبد [illegible] ضلع [illegible] ۳ رجب ۱۳۵۷ھ م ۹ [illegible] ۱۹۳۸ء

(جواب ۶۴) (۱) جائز ہے (۲) روشنی مسجد کی زینت کے معنی میں نہیں بلکہ [illegible] طور پر بجلی نے زیادہ روشنی دی ہے اور مسلمانوں کو اس کی روشنی میں نماز پڑھنا آسان ہو گیا ہے۔ (۳) اگر بجلی نے اپنے [illegible] تعلق سے دست برداری کر دی ہو اور مسلمان اس کے متعلق پورے با خبر ہوں تو [illegible] کا ثواب بھی [illegible] (۴) بجلی کو چاہئے کہ مسلمانوں کو [illegible] دے اور مسلمان اپنے انتظام سے تعمیر کریں تو [illegible] (۵) پڑھ سکتے ہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

مسجد پر کافر کا روپیہ خرچ کر کے اس میں نماز پڑھنا

(سوال) اگر کافر نماز پڑھنے کے لئے مسجد بنا دے تو اس میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) مسجد بنانے میں کافر کا روپیہ خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۶۳۳ مولوی عبد الحق امام مسجد دوحد ضلع پنچ محل ۳ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ ۲۰ جولائی ۱۹۴۰ء

(جواب ۶۵) (۱) اگر کافر مسجد تعمیر کر کے مسلمانوں کو بخش دے اور مسلمان اس کو مسجد قرار دے کر نماز پڑھیں تو جائز ہے۔ (۲) مسجد میں کافر کا روپیہ جب کہ اس نے اپنی خوشی سے دیا ہو لے کر خرچ کرنا مباح ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

ہندو کا مال مسجد میں لگانا

(سوال) ہندو کا مال مسجد میں لگانا درست ہے یا نہیں؟ المستفتی محمد سلیمان پٹیالوی

(جواب ۶۶) ہندو اگر اپنی خوشی سے کوئی مال دے دے تو اسے مسجد میں لگانا درست ہے البتہ اس سے مسجد کے لئے طلب کرنا نہیں چاہئے۔ محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

---

(۱) قال في الدر المختار: ومصرف الجزية والخراج ومال التغلبي وهديتهم الخ، مصالحنا الخ وفي الشامية: قوله وسد [illegible] قنطرة وجسر [illegible] ومنه بناء المسجد (ج ٤ ص ٢١٧)

٢،٥،٧،٨) ولو قال سراج بيت المقدس ويجعل في سراج بيت المقدس جاز (عالمگیریہ کتاب الوقف، الباب الاول، ج ٢، ص ٣٥٣، ماجدیہ)

٣،٤،٦ وطيبه (أي بدل سمت كبدل معين) المشتري شراء فاسداً إذا أباح لغيره لا يطيب له ذلك، وهو ملكه بقبضه (هدايه باب موت المكاتب، ج ٣ ص ٣٣٩ شركة علمية ملتان)

الجواب صحیح بندہ ضیاء الحق عفی عنہ مدرسہ امینیہ دہلی۔

مسجد میں ہندو کا مال لگانا بلا حیلہ درست نہیں۔ مولوی عبدالحی صاحب مرحوم لکھتے ہیں

"حسب تصریح معتبرات مال ہنود کا تعمیر معابد خاصہ اہل اسلام میں صرف کرنا درست نہیں ہے۔ لہذا علیہ صورت مسئلہ میں روپیہ ہنود کا خود تحریک غیر خواہ بلا تحریک دیں نہیں لینا چاہئے۔" (فتاوی عبدالحی ص ۳۴۳)[1] نیز ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد الله کے تحت میں صاحب مدارک لکھتے ہیں۔ عمارتہا ما استرم منہا وقمہا وتنظیفہا وتنویرہا بالمصابیح الخ۔(۲) سراج منیر میں ہے۔ ما ینبغی للمشرکین ان یعمروا مساجد الله بدخوله والقعود فیه وخدمته وذهب جماعة الی ان المراد منه العمارة المعروفة من بناء المسجد وترمیمه عند خرابه الخ۔ (۳) احمدی۔ ما صح للمشرکین وما استقام لهم الجمع بین المتنافیین عمارة بیت الله وعبادة غیره نعلم منه ان البناء الجدید ممنوع لهم بالطریق الاولی فان اراد کافر ان یبنی مساجد او یعمر یمنع منه الخ۔ (۴)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو کا مال مسجد میں نہ لگانا چاہئے بلکہ کسی مسلمان سے قرض لے کر مسجد میں لگا دیا جائے پھر اس قرض کو ہندو ادا کردے۔ جیسا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زر رشوت کے بارے میں لکھا ہے کہ قرض لے کر مسجد میں لگا دیا جائے اور وہ قرض زر رشوت سے ادا کیا جائے اسی قیاس پر ہندو کے مال سے روزہ افطار کرنا بھی ہونا چاہئے کیونکہ قربت محضہ ہے۔ محمد عبداللطیف [illegible] عفا عنہ مدرسہ فتح پوری دہلی

اقول وباللہ التوفیق۔ اصل سوال یہ تھا کہ مسجد میں ہندو کا مال لگانا درست ہے یا نہیں۔ تو میں نے اس کے جواب میں لکھا کہ ہندو اگر اپنی خوشی سے کوئی مال دے دے تو اسے مسجد میں لگانا درست ہے۔ البتہ اس سے مسجد کے لئے طلب کرنا نہیں چاہئے۔ خاکسار کے اس مختصر جواب کی صحت بعض فضلا پر واضح نہ ہوئی اور مولانا عبدالحی لکھنوی اور بعض کتب تفسیر کی عبارتوں سے ان کو شبہ ہو گیا اس لئے تھوڑی سی تفصیل کرنی مناسب ہے۔ ہندو کا مال مسجد میں لگانے کی کئی صورتیں ہیں۔

اول یہ کہ ہندو کوئی مال کسی مسلمان کو ہبہ کردے اور مسلمان اس مال کا مالک ہو کر اپنی جانب سے مسجد میں لگا دے۔ مثلاً ہندو نے پختہ اینٹیں مسلمانوں کو ہبہ کر دیں اور انہیں مالک بنا دیا اور مسلمانوں نے یہ اینٹیں مسجد میں لگا دیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ہندو نے کچھ روپیہ مسلمانوں کو دیا اور انہیں مالک بنا دیا اور مسلمانوں نے اس روپے کو مسجد کی تعمیر میں خرچ کر دیا۔ تیسری صورت یہ کہ ہندو نے کچھ سامان مثلاً سیمنٹ چونہ مسلمانوں کو اس طرح دیا کہ یہ سامان تم اپنی مسجد میں لگاؤ یعنی مسلمانوں کو تملیک نہیں کی بلکہ انہیں لگانے کا وکیل بنا دیا۔

---

(۱) (مجموعہ فتاوی عبدالحی، کتاب المساجد ص ۱۷۶ ط سعید ۸۱ اس کی عبارت یہ ہے سوال مسجد کی تعمیر میں ہندو کا روپیہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟ جواب نہیں۔)

(۲) (تفسیر المدارک، ۱/ ۶۱۳ سورۃ التوبۃ الجزء العاشر، رقم الآیۃ نمبر ۱۷)

(۳،۴) (التفسیرات الاحمدیۃ فی بیان الآیات الشرعیۃ، سورۃ التوبۃ، الجزء العاشر رقم الآیۃ نمبر ۱۷ ۱/ ۴۵۴ المطبع الکریمی الواقع فی بمبئی)

چوتھی صورت یہ کہ کسی نے اسی طرح روپیہ مسلمانوں کو دیا کہ یہ روپیہ مسجد کی تعمیر میں خرچ کرو۔ پانچویں صورت یہ کہ کسی شکستہ مسجد کی کسی ہندو نے خود مرمت کرائی اور اپنا سامان یا روپیہ اس کی مرمت میں یا تعمیر میں خرچ کیا اور منتظم تعمیر بھی خود رہا۔

یہ پانچ صورتیں ہیں جن کا حکم خاکسار کے خیال میں یہ ہے :۔

پہلی اور دوسری صورت میں تو غالباً کسی کو اختلاف نہ ہوگا کہ جائز ہے۔ کیونکہ جب ہندو نے سامان یا روپے کا مالک مسلمانوں کو بنا دیا تو اب وہ ہندو کا مال ہی نہ رہا بلکہ تبدل ملک سے حکماً تبدل عین ہو کر وہ مال مسلمانوں کا مال ہو کر مسجد میں لگا اور اس کے جواز میں کوئی اشتباہ نہیں اور یہی میرے جواب مذکور بالا کا مصداق ہے کہ "ہندو اگر اپنی خوشی سے کوئی مال مسلمانوں کو دے دے تو اسے مسجد میں لگانا درست ہے۔ البتہ اس سے مسجد کے لئے مانگنا نہیں چاہئے۔"(۱)

تیسری اور چوتھی صورت کا حکم یہ ہے کہ خاکسار کے خیال میں یہ صورتیں بھی جائز ہیں۔ کیونکہ کافروں کا مال جب کہ وہ اپنی خوشی سے مسجد میں لگانے کے لئے دیں محض اس وجہ سے کہ وہ کافروں کا مال ہے لینے اور مسجد میں لگانے سے کوئی وجہ شرعی مانع نہیں ہے۔ خانہ کعبہ میں زمانہ جاہلیت کے دفائن حضور رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں موجود تھے اور حضور ﷺ نے ان کو نہیں نکالا اور نہ خلفائے راشدین نے نکالا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے نکالنے کا ارادہ بھی کیا لیکن شیبہؓ کے اس کہنے پر کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت صدیقؓ نے ان دفائن کو نہیں نکالا، فاروق اعظم نے بھی ارادہ ملتوی کر دیا۔(۲) اور ظاہر ہے کہ یہ مدفون خزانے خانہ کعبہ کے ملک ہیں اور اگر احیاناً خانہ کعبہ کی تعمیر کی ضرورت پڑے تو اس میں خرچ ہو سکتے ہیں اور خرچ کرنا جائز بھی ہے۔

پس اگر کافروں کا مال محض اس وجہ سے وہ کافروں کا مال ہے مسجد میں لگانے کے قابل نہ ہوتا تو مسجد حرام میں اس کا مدفون رہنا بھی جائز نہ ہوتا اور حضور انور ﷺ اس مال کو جب کہ وہ مال خبیث ہوتا اسی طرح خانہ کعبہ سے نکال پھینکتے جس طرح کہ بتوں اور تصویروں کو اس میں سے نکال پھینکا۔ اگر کہا جائے کہ شہر مکہ عنوۃً فتح ہوا ہے اس لئے یہ دفائن مسلمان فاتحین کی ملک ہو گئے تھے اس لئے مسجد میں بحالہا مدفون رکھے گئے تو جواب یہ کہ خانہ کعبہ کے دفائن کفار کی ملک نہیں تھے بلکہ مسجد حرام کی ملک تھے اور اوقاف صحیحہ کی املاک پر عنوۃً فتح ہونے کی صورت میں بھی مسلمان فاتحین کی ملک ثابت نہیں ہو سکتی۔ ان دفائن کا خانہ کعبہ کی ملک ہونا اس مسئلہ فقہیہ پر مبنی ہے کہ مسجد کے لئے اگر کوئی شخص کوئی مال ہبہ کرے اور متولی کو تسلیم کر دے تو مسجد اس مال کی مالک ہو جاتی ہے۔ یہ مسئلہ فتاویٰ عالمگیری میں مصرح موجود ہے۔(۳) اس سے زیادہ صاف اور واضح دلیل کافروں کے

---

(۱) ایضاً بحوالہ سابقہ ص ۳،۴،۶، ص ۷۸

(۲) "عن ابی وائل قال جلست مع شیبة علی الكرسی فی الكعبة، فقال لقد جلس هذا المجلس عمر. فقال: لقد هممت ان لا ادع فیها ولا بیضاء الا قسمته، قلت: ان صاحبیك لم یفعلا، قال: هما المرآن اقتدی بهما." (صحیح البخاری، كتاب المناسك، باب كسوة الكعبة، ج ۱/۲۱۷، قدیمی)

(۳) رجل اعطى درهما فی عمارة المسجد، او مصالح المسجد صح، لانه وان كان لا یمكن تصحیحه تملیكا بالهبة للمسجد فاثبات الملك للمسجد علی هذا الوجه صحیح، فیتم بالقبض (الی ان قال) ولو قال: وهبت داری للمسجد او اعطیتها له صح ویكون تملیكا. فیشترط التسلیم، كما لو قال: وقفت هذه المائة للمسجد یصح بطریق التملیك، اذا سلمه للقیم، كذا فی الفتاوی العتابیة، ولو قال: هذه الشجرة للمسجد لا تصیر للمسجد حتی تسلم الی قیم المسجد كذا فی المحیط (الفتاوی العالمگیریة، كتاب الوقف، الباب الحادی عشر الفصل الثانی، ص ۲/۴٦۰)

مال سے مسجد کی تعمیر و مرمت کے جواز کی یہ ہے۔ ومصرف الجزية والخراج ومال التغلبي وهديتهم للامام وانما يقبلها اذا وقع عندهم ان قتالنا للدين لا للدنيا وما اخذ منهم بلا حرب ومنه تركة ذمي وما اخذه عاشر منهم ظهيرية مصالحنا كسد ثغور وبناء قنطرة وجسر كفاية العلماء والمتعلمين تجنيس وبه يدخل طلبة العلم فتح والقضاة والعمال الخ۔ (۱) یعنی جزیہ اور خراج اور بنی تغلب سے جو صدقہ مضاعفہ کے حساب سے مال لیا جاتا ہے اور جو مال کہ کفار سلطان اسلام کو بطور ہدیہ دیں (یہ واضح رہے کہ یہ ہدیہ سلطان کی ذاتی ملکیت میں داخل نہیں ہوتا) اور جو مال کہ کفار سے ترک جنگ کے شکریہ کے طور پر لیا جائے اور وہ مال جو ہمارے عاشر ان سے وصول کرے ان تمام اموال کا مصرف ہماری مصلحتوں کے کام ہیں۔ جیسے سرحدوں کی حفاظت، دریاؤں کے پل بنانا، علماء، طلباء، قاضیوں کے وظائف، سرحدی فوج اور ان کی اولاد کی تنخواہیں وغیرہ۔ ان پر علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: ومنه بناء مسجد وحوض ورباط وكرى انهار عظام غير مملوكة كالنيل والجيحون قهستاني وكذا النفقة على المساجد كمافي زكوة الحاوية فيدخل فيه الصرف على اقامة شعائرها من وظائف الامامة والاذان ونحوهما. بحر انتهى۔ (۲) یعنی "جیسے مذکورہ بالا چیزوں میں یہ تمام اموال کفار خرچ کرنا جائز ہے اسی طرح ان مالوں سے مسجدیں بنانا، حوض اور رباط بنانا، بڑی بڑی غیر مملوک نہریں کھدوانا جیسے نیل اور جیحون ہیں اور مساجد کے دیگر اخراجات میں خرچ کرنا اور اماموں اور مؤذنوں کو وظائف دینا جائز ہے۔" اس صاف و صریح فقہی حکم کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ کافروں نے اپنی خوشی سے جو مال دیا ہو اس کا مسجد میں لگانا جائز ہے۔

اگر شبہ کیا جائے کہ جزیہ اور خراج بوجہ وظیفہ شرعیہ ہونے کے ان کے ذمہ واجب الادا ہے اس لئے ان سے وصول کئے جانے کے بعد وہ مال کفار نہ رہا تو جواب یہ ہے کہ یہ حکم اموال واجبۃ الاخذ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ ہدیہ کفار اور ترک جنگ کے صلہ میں وصول کیا ہوا مال اور ترکہ ذمی کا بھی یہی حکم ہے۔ جیسا کہ درمختار کی عبارت منقولہ بالا میں صراحۃ موجود ہے۔ اگر شبہ ہو کہ ان اموال سے بنائے مساجد اس لئے جائز ہے کہ دینے والے کافروں نے یہ مال خاص مسجد کے لئے مسجد کے نام سے نہیں دیئے ہیں بلکہ انہوں نے مسلمانوں کو دیئے اور مسلمان ان سے وصول کرنے کے بعد مالک ہو گئے اور پھر انہوں نے مسجدوں کی تعمیر میں ان کو خرچ کیا تو گویا اپنا مال خرچ کیا۔ تو جواب یہ ہے کہ ان تمام اموال کا جن کے مصرف درمختار کی عبارت منقولہ بالا میں مذکور ہیں سلطان اسلام یا فقرائے مسلمین یا عام مسلمین کی ملک میں داخل ہو جانا ممنوع ہے۔ سلطان کی ملک خاص میں داخل نہ ہونا تو ظاہر ہے اور فقرائے مسلمین کی ملک میں داخل نہ ہونا اس لئے کہ اگر فقراء اس مال کے مستحق بھی ہوتے تو مثل صدقات کے یہ اموال بھی فقراء کو تقسیم کئے جاتے اور جب کہ فقراء کا استحقاق بھی ثابت نہیں تو پھر ملک کے ثبوت کے تو کوئی معنی ہی نہیں۔ اور عام مسلمین کی ملک میں داخل نہ ہونا اس لئے کہ عام مسلمانوں

---

(۱) (الدرالمختار، کتاب الجهاد، مطلب فی مصارف بیت المال، ص ۴/۲۱۷، مکتبۃ ایچ، ایم، سعید)

(۲) (کتاب الجهاد، باب العشر والخراج والجزیة مطلب فی مصارف بیت المال، ۴/۲۱۷، ط سعید)

کو اس سے دینا اور تقسیم کرنا جائز نہیں۔ ہاں ان کاموں میں جو رفاہ عام سے تعلق رکھتے ہیں خرچ کئے جاتے ہیں۔ لیکن اس سے عام مسلمانوں کی ملک ثابت نہیں ہو سکتی۔ پس یہ کہنا کہ ان صورتوں میں یہ مال مسلمانوں کے مال بن کر مسجد میں لگے صحیح نہیں ہے۔

اور ترکہ ذمی یا ہدیہ کفار اور وہ مال جو کوئی ہندو مسجد میں لگانے کے لئے دیتا ہے اس حیثیت سے کہ کافر کے مال ہیں دونوں برابر ہیں۔ ہاں اتنا فرق ہے کہ ترکہ ذمی اور ہدیہ کفار مسجد میں لگانے کے نام سے نہیں دیئے گئے ہیں۔ لیکن اس کی کوئی وجہ نہیں کہ مال کافر ہونے کی وجہ سے تو مسجد میں لگانا جائز ہو لیکن مسجد کا نام لینے سے مسجد میں لگانا ناجائز ہو جائے۔

پھر یہاں پر ایک سوال غور طلب ہے کہ جس کافر کے ذمہ جزیہ کے مثلاً دو روپے ہیں وہ اپنی خوشی سے دو روپے کی جگہ چار روپے اور جس کے ذمہ خراج کے چار روپے ہیں وہ چار کی جگہ آٹھ اور علی ہذا کوئی دوگنی مقدار کی بجائے چوگنی اپنی خوشی سے دے دے تو یہ زیادتی لینا ان سے جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اس زیادتی کے مصارف کیا ہیں۔ آیا وہی مصارف جو اصل کے مصارف ہیں اس زیادتی کے مصارف ہوں گے یا ان کے علاوہ؟ اگر وہی مصارف ہیں تو پھر مسجد بھی ان مصارف میں داخل ہے۔ پھر مال کفار کا مسجد میں لگانا کس طرح ناجائز ہو سکتا ہے؟

رہی پانچویں صورت اس کا حکم یہ ہے کہ کفار کو یہ موقع دینا کہ وہ کسی مسجد کی تعمیر کریں بے شک ناجائز ہے لیکن عدم جواز کی وجہ یہ نہیں کہ مال کفار مسجد میں لگانا ناجائز ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ معابد خاصہ اہل اسلام پر کفار کا تصرف اور تسلط ممنوع ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ ان کے تصرف و تسلط سے مسلمانوں کی کوتاہی اور قصور ظاہر ہوتا ہے دوسرے یہ کہ کافر بحیثیت کافر ہونے کے معابد اسلام اور خانہ خدا پر تصرف اور تسلط رکھنے کا مستحق نہیں جیسا کہ آیہ شریفہ ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ(۱) سے اس تقدیر پر کہ تعمیر سے تعمیر معروف مراد ہو ثابت ہوتا ہے کہ اس میں حق تعالیٰ نے کفار سے حق تعمیر کی نفی فرمائی ہے اور تعمیر سے بھی تعمیر کا ایک شرعی درجہ مراد ہے اور وہ تصرف و تسلط ہے۔ پس آیت شریفہ میں اس تعمیر کے استحقاق کی نفی ہے جو تصرف اور تسلط کو مستلزم ہو۔ اور یہی مطلب ہے کتب تفسیر کی ان عبارتوں کا جن میں کفار کے لئے مساجد کی تعمیر معروف کو ممنوع لکھا ہے۔

اور جب کہ تعمیر ظاہری بھی موجب استحقاق تصرف و تسلط نہ ہو تو وہ بھی کفار کے لئے ممنوع نہیں ہوگی۔ جیسے ہندو معماروں سے اجرت پر مسجد کی تعمیر کرانا۔ کیونکہ مزدوری پر کام کرنے سے کوئی استحقاق تصرف و تسلط ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے باوجودیکہ ہندو معمار حقیقی طور پر تعمیر کا مباشر ہے لیکن یہ مباشرت بھی ممنوع نہیں۔

پس آیت شریفہ اور عبارات کتب تفسیر سے کفار کا مال مسجد میں لگانے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔

البتہ ایسی تعمیر جس سے ان کو تصرف اور تسلط کا استحقاق حاصل ہو جائے بحکم آیت و کتب تفاسیر

---

(۱) (سورۃ توبہ رقم الآیۃ نمبر ۱۷ از مرتب)

ممنوع ہے اور اس میں یہ بھی ضروری نہیں کہ یہ تعمیر کفار کے مال سے ہو بلکہ اگر کوئی کافر مسلمانوں سے چندہ جمع کرے اور مسجد کی تعمیر کرائے لیکن انتظام و اہتمام میں خود مستقل ہو کسی مسلمان کو اس میں دخل نہ دینے دے تو یہ تعمیر بھی تعمیر ممنوع ہے باوجودیکہ مسلمانوں کے مال سے ہوئی ہو۔

اس تمام بیان سے واضح ہو گیا کہ مولانا عبدالحئی صاحب لکھنوی مرحوم کا یہ فرمانا کہ "حسب تصریح معتبرات مال ہنود کا تعمیر معبد خاص اہل اسلام میں صرف کرنا درست نہیں ہے۔ محتاج دلیل ہے۔ معتبرات کی عبارتیں اور حوالے مولانا نے نہیں دیئے کہ ان میں دیکھا جاتا اور جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کفار کا مساجد میں لگانے کا جواز مصرح ہے۔ ممکن ہے کہ مولانا نے تفسیر کی ان عبارتوں سے جن میں کفار کے لئے تعمیر مساجد کی ممانعت مذکور ہے یہ سمجھا ہو کہ کفار کا مال مسجد میں لگانا درست نہیں ہے لیکن ظاہر ہے کہ یہ خیال صحیح نہیں ہے اور کتب تفسیر کا مطلب خاکسار کے خیال میں وہی ہے جو اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ محمد کفایت اللہ

ہندو کی بنوائی ہوئی مسجد میں نماز پڑھنا

(الجمعیۃ مورخہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) مسجد میں جو مسلمانوں سے چندہ وصول کرتے ہیں اگر ہندوؤں سے چندہ لیں یا ہندو اس میں چندہ دے کر شامل ہونا چاہیں تو چندہ لینا یا شامل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر کوئی ہندو پوری مسجد بنوا دے تو اس میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب ۶۷) مسجد کی تعمیر کے لئے غیر مسلموں سے چندہ طلب کرنا جائز نہیں۔ اور اگر غیر مسلم خود چندہ دیں یعنی بغیر مانگے ہوئے اپنی خوشی سے دے دیں تو اس صورت سے قبول کرنے میں مضائقہ نہیں کہ وہ مسلمانوں کی تملیک کر دیں اور مسلمان اپنی طرف سے مسجد میں خرچ کر دیں۔ اسی طرح اگر غیر مسلم (ہندو یا عیسائی) مسجد تعمیر کر کے مسلمانوں کو دے دیں تو اس کے شرعاً مسجد ہونے کی صورت یہی ہے کہ وہ مسلمانوں کو ملک کر دیں اور مسلمان اپنی طرف سے اس کو مسجد کے نام سے نامزد کر کے وقف کر دیں۔ غیر مسلم کا وقف اس صورت میں صحیح ہوتا ہے کہ جس کام کے لئے وہ وقف کرتا ہے وہ کام اس کے مذہب اور اسلام کے نزدیک قربت ہو ورنہ وقف صحیح نہیں ہوتا۔ یعنی قاضی اسلام ایسے وقف کی صحت کا حکم نہیں کرے گا جو واقف کے مذہب کے لحاظ سے قربت نہیں۔ (۲) (جیسے ہندو کی بنائی ہوئی مسجد، یا اسلام کے نزدیک قربت نہیں (جیسے مسلمان کا بنایا ہوا بت خانہ) واللہ اعلم۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ۔

---

(۱) ایضاً بحوالہ سابق نمبر ۳، ۴، ۶ ص ۷۴

(۲) اما شرائطہ فمنها ان یکون قربۃ فی ذاتہ وعند التصرف فلا یصح وقف المسلم او الذمی علی البیعۃ والکنیسۃ او علی فقراء اہل الحرب کذا فی النہر الفائق لو جعل ذمی دارہ مسجدا للمسلمین، وبناہ کما بنی المسلمون واذن لہم بالصلاۃ فیہ فصلوا فیہ ثم مات یصیر میراثا لورثتہ، وہذا قول الکل کذا فی جواہر الاخلاطی (الفتاوی العالمگیریۃ، کتاب الوقف الباب الاول، ص ۲ ۳۵۳، ط ماجدیہ)

بت خانہ میں استعمال شدہ اشیاء کو مسجد میں لگانا

(الجمعیۃ مورخہ ۱۶ اکتوبر ۳۴ء)

(سوال) ضلع کاور تعلقہ سرسی سے چودہ میل کے فاصلہ پر بنام ہنوای ایک قصبہ میں مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان جزئی در فروعی اختلاف کی وجہ سے ایک جماعت جن کی اکثریت احناف کی ہے مسجد کی تعمیر کے لئے بت خانہ سے لکڑی یا پتھر خرید کر دوسرے ایک اہل حدیث جماعت کے رکن کے خلاف کے باوجود لکڑی یا پتھر سے امداد دیتے ہوئے نہ لے کر بت خانہ کی استعمال کی ہوئی لکڑی لینے پر تلے ہوئے ہیں۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۶۸) اگر کوئی مسلمان اہل حدیث مسجد کے لئے سامان تعمیر دیتا ہے تو اسے لینا چاہئے اور بہتر یہی ہے کہ مسلمان سے لیا جائے لیکن اگر بت خانہ کی استعمال شدہ اشیاء خرید کر مسجد میں لگادی جائیں تو مسجد میں نقصان نہیں آئے گا کیونکہ کعبہ کی عمارت کو بھی حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے مشرکین نے بت خانہ کے طور پر استعمال کیا۔ لیکن حضور ﷺ نے اس بناء پر اس عمارت کو نہیں بدلا کہ یہ پہلے بت خانہ کے طور پر استعمال کی گئی ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

ہندو کی رقم مسجد میں لگانا

(الجمعیۃ مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۳۵ء)

(سوال) علاقہ گنتور محلہ سنگری گنڈ میں ایک مسجد نئی تعمیر کی جارہی ہے اور مبلغ پانچ سو روپے ایک ہندو کی امداد بھی ملی ہے جو اس نے اپنی ممبری کونسل کی کامیابی کی خوشی میں دی ہے۔ کیا اس رقم کو مسجد کی تعمیر میں لگایا جاسکتا ہے؟

(جواب ۶۹) اگر مسلمانوں نے اس ہندو سے مسجد کے لئے روپیہ طلب نہیں کیا تھا اور نہ اس کو ووٹ دینے کا یہ معاوضہ ٹھہرایا تھا کہ وہ مسجد کے لئے روپیہ دے تو مسلمان اس کو ووٹ دیں گے اور نہ اس ہندو کی کوئی غرض ایسی ہو جس سے مسجد پر اس کا کوئی اثر واقتدار قائم ہوتا ہو بلکہ اس کی نیت محض یہ ہو کہ تعمیر مسجد ایک اچھا کام ہے اس میں کچھ امداد کردوں تو یہ روپیہ مسجد میں لگانا جائز ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

فصل سیزدہم

متفرقات

جامع مسجد دہلی کا نقشہ مسجد اقصیٰ بیت المقدس کے مشابہ نہیں ہے

(سوال) مسجد اقصیٰ کہاں ہے اور بیت المقدس میں جو مسجد ہے اس کا کیا نام ہے؟ اور جامع مسجد دہلی کا نقشہ مسجد

---

(۱) عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ یوم الفتح وحول البیت ستون وثلث مائۃ نصب فجعل یطعنها بعود فی یدہ ویقول جاء الحق وزهق الباطل، وکذا عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنهما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما قدم مکۃ ابی ان یدخل وفیہ الآلهۃ فامر بها فاخرجت (صحیح بخاری، کتاب المغازی، ج ۲/ ۲۱۲، قدیمی)

(۲) لو وقف الذمی دارہ علی بیعۃ او کنیسۃ او بیت نار فهو باطل، کذا فی المحیط، وکذا علی اصلاحها ودهن سراجها ولو قال یسرج به بیت المقدس او یجعل فی مرمۃ بیت المقدس جاز (عالمگیریۃ، کتاب الوقف، الباب الاول، ص ۲ ۳۰۳)

اقصیٰ کے مشابہ ہے یا نہیں اور اس کے نقشہ کے ساتھ کوئی تاریخی واقعہ ثابت ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۴۴۶ منشی محمد صدیق عاصی (بمبئی) یکم محرم ۱۳۵۳ھ ۱۶ اپریل ۱۹۳۴ء

(جواب ۷۰) مسجد اقصیٰ زمین پر ہے۔ بیت المقدس کی مسجد کا نام مسجد اقصیٰ (۱) ہے۔ جامع مسجد دہلی کا نقشہ مسجد اقصیٰ سے مشابہ نہیں ہے اور نہ اس کے نقشہ کے ساتھ کوئی تاریخی واقعہ صحیح طور پر ثابت ہوتا ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

مسجد کے پیسوں پر بولی کے ذریعے روپے کمانا

(سوال) پھگواڑہ میں جامع مسجد تعمیر ہو رہی ہے جس کے واسطے عیدالفطر کے موقع پر ارکان مسجد کمیٹی نے چندہ فراہم کرنا شروع کر دیا۔ شمار کر کے روپیہ کے علاوہ اڑھائی پیسے زائد بچے۔ چنانچہ چند اصحاب نے اڑھائی پیسے کی بولی دینی شروع کی اور ساتھ ہی شرط لگادی گئی کہ جو بولی دہندہ ہووے، جس قدر بولی وہ دیوے اس کو وہ پیسے دینے ہوں گے۔ مثلاً ان ڈھائی پیسے کی بولی یک آدمی ایک روپیہ دیتا ہے۔ دوسرا ایک روپیہ کہتا ہے، تیسرا دو روپے تو ان تینوں کو اپنی اپنی بولی کے پیسے دینے ہوں گے۔ جس نے ایک روپیہ بولی دی ہے اس کو ایک روپیہ دینا ہو گا اور اس سے زیادہ جس طرح پر زائد کے لئے بولی دی ہے ان تمام کو پیسے داخل کرنے ہوں گے لیکن اس معاملہ میں ارکان مسجد کمیٹی نے کوئی دخل نہیں دیا۔ انہوں نے بولی میں کوئی بولی زائد یا کم نہیں دی بلکہ خاموش رہے۔ اس طرح بولی دے کر مسجد کے واسطے روپیہ پیسہ اکٹھا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ارکان مسجد کمیٹی نے اگر کسی قسم کا دخل نہیں دیا یا بولی نہیں دی اور خاموشی اختیار کی تو از روئے شریعت گناہ گار تو نہیں ہوئے۔ بولی دہندگان میں یہ بات پھیلی کہ ہم نے بولی اس واسطے دینی شروع کی تھی کہ معلوم ہووے کہ ارکان مسجد کمیٹی آیا بولی میں مقابلہ کرتے ہیں یا نہیں؟ وہ بولی دینے والے صرف تین چار شخص تمام مجمع عیدالفطر میں تھے باقی نمازی نماز عید سے فارغ ہو کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

المستفتی نمبر ۶۹۵ شیخ چراغ الدین۔ پھگواڑہ ۵ شوال ۱۳۵۴ھ یکم جنوری ۱۹۳۶ء

(جواب ۷۱) یہ نیلام اور بولی بیع ہے۔ پیسوں کی بیع پیسوں کے ساتھ کمی بیشی کے ساتھ ناجائز ہے۔ (۲) ہاں موجودہ زمانے کے سکے یا چاندی کے سکے کے ساتھ جائز ہے یعنی ڈھائی پیسے جو تانبے کے ہیں ان کے عوض کوئی کنی دونی یا روپیہ چاندی کا دے تو جائز ہے۔ غرضیکہ جنس بدل جانے کی صورت میں کمی بیشی جائز ہے۔ (۳) بولی خواہ

---

(۱) قال فی تفسیر ابن کثیر بسم اللہ الرحمن الرحیم سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الخ (من المسجد الحرام) وهو مسجد الاقصی) وهو بیت المقدس، الذی بایلیاء معدن الانبیاء من لدن ابراهیم الخلیل (تفسیر ابن کثیر، للامام الجلیل، الحافظ عمادالدین، ابوالفداء اسماعیل بن کثیر القرشی الدمشقی سورة بنی اسرائیل، رقم الایة نمبر ۱، ط. لاهور ص ۲ ۳)

(۲) (قوله وفلس بفلسین) هذا عندهما وقال محمد لایجوز وهی بخلاف علی ان الفلوس الرائجة اثمان والاثمان لاتتعین بالتعیین، فصار عدده کبیع درهم بدرهمین ولهما لما کانت غیر اثمان خلقة بطلت ثمنیتها باصطلاح العاقدین واذا بطلت تتعین بالتعیین کالعروض وتمامه فی الفتح (الدرالمختار، کتاب البیوع، باب الربا، ط. سعید ص ۵/۱۷۵)

(۳) (وعلته) ای علة تحریم الزیادة (القدر) المعهود بکیل اووزن (مع الجنس، فان وجدا حرم الفضل) ای الزیادة (والنساء) بالمد التاخیر (وان وجد احدهما) ای القدر وحده او الجنس (حل الفضل وحرم النساء) (الدرالمختار، کتاب البیوع، باب الربا، ص ۱۷۱ ۱۷۲ ۵)

نمازی دیں یا مسجد کمیٹی کے ارکان دیں اس میں کوئی فرق نہیں اور اس طرح چندہ کرنے میں بھی مضائقہ نہیں کیونکہ اس میں کوئی جبر نہیں ہے۔ جو چاہے بولی دے جو نہ چاہے نہ دے۔ ہر بولی دینے والا مسجد کے لئے چندہ دیتا ہے۔ یعنی ڈھائی پیسوں کو ایک روپے میں اپنے قصد و اختیار سے اس لئے خریدتا ہے کہ مسجد کو فائدہ ہو۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

عمارت قدیم پر جب مسجد ہونے کی نشانیاں ہوں اور گواہ موجود ہوں تو وہ مسجد ہو گی

(سوال) ایک عمارت ایک متبرک مقام میں ایسی واقع ہوئی ہے جس کی غربی دیوار میں مغرب کے رخ محرابیں قائم ہیں اور اس کے متعلق عرصہ دراز سے شہرت بھی یہی ہے کہ وہ مسجد ہے بکثرت ایسے مسلمان موجود ہیں جنہوں نے اس مسجد میں نماز و تراویح پڑھی ہے اور ایسے مسلمانوں کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے جنہوں نے کثرت سے لوگوں کو اس جگہ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس متبرک مقام کے محکمہ نظامت نے اپنے کاغذات میں بھی اس کو مسجد ہی لکھا ہے۔ البتہ یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ مسجد کب تعمیر ہوئی اور کس نے تعمیر کی۔ ایسی حالت میں اس کو شرعاً مسجد قرار دیا جائے گا یا نہیں۔ نیز یہ کہ ایسی مسجد کو اگر کوئی شخص ذاتی رہائش بنا لے تو اس کا یہ فعل جائز ہو گا یا ناجائز؟

المستفتی نمبر ۲۰۰۸ مرزا عبدالحق بیگ دہلی دروازہ اجمیر۔ ۶ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ م ۲۶ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۷۲) جب کہ اس عمارت کی وضع اور ہیئت مسجد کی طرح ہے اور اس میں نماز و تراویح پڑھنے والے موجود ہیں اور اس میں نماز ہوتے ہوئے دیکھنے والے بھی بکثرت موجود ہیں تو اس عمارت کے مسجد ہونے میں شبہ نہیں۔ وقف قدیم میں اگر واقف اور تاریخ تعمیر کے علم نہ ہو تو یہ بات اس کے وقف ہونے میں مانع نہیں ہوتی۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

مسجد کے قریب ہندو سبھا منڈپ تعمیر کریں تو مسلمانوں کی ذمہ داری کیا ہے؟

(سوال) بمبئی بائیکلہ میں ایک مسجد ہے اور اس کے بالکل قریب ایک مندر ہے۔ اس کے متصل کارپوریشن بمبئی ہندوؤں کے لئے ایک سبھا منڈپ بنا رہی ہے جس میں بھجن اور کیرتن ہوگا۔ مسلمانوں نے اس کی مخالفت کی اور یہ کہا کہ مسجد کے سامنے بھجن اور کیرتن نہیں ہو سکتا۔ ہندو زور دے رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس طرح مسلمانوں کو اپنی عبادت اپنے طریقہ پر ادا کرنے کا حق ہے اسی طرح ہندوؤں کو بھی اپنے طریقہ پر عبادت کرنے کا حق ہے اور اس کے لئے وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ بھجن اور کیرتن کیا جائے گا۔ [illegible]

---

(۱) وفي العالمگيرية: الوقف التي تقدم أمرها ومات وارثها ومات الشهود الذين يشهدون عليها فإن كانت لها رسوم في دواوين القضاة يعمل عليها، فإذا تنازع أهلها فيها أجريت على الرسوم الموجودة في دواوينهم، وإن لم تكن لها رسوم في دواوين القضاة يعمل عليها، تجعل موقوفة فمن أثبت في ذلك حقا قضي له به هذا كله إذا لم يعلم ورثة الواقف (العالمگيرية، كتاب الوقف، ج ۲ ص ۴۳۹، ماجدية) وتقبل الشهادة على الشهادة في الوقف وكذا شهادة النساء مع الرجال كذا في الظهيرية وكذا الشهادة بالتسامع، وقالا نشهد بالتسامع تقبل شهادتهما وإن صرحا به لأن الشاهد ربما يكون سنه عشرين سنة وتاريخ الوقف مائة سنة فيتيقن القاضي أن الشاهد يشهد بالتسامع لا بالعيان (العالمگيرية كتاب الوقف الباب السادس في الدعوى والشهادة، الفصل الثاني ط ماجدية ۲ : ۴۳۸)

اعلان میں ہے کہ وہ اس سبھا منڈپ کی تعمیر کے بعد اس میں بھجن نہیں ہونے دے گی۔ جس کا مفہوم یہ بیان کیا جاتا ہے کہ بھجن اور کیرتن اس طرح نہیں ہونے دیا جائے گا کہ مسلمانوں کی عبادت میں خلل واقع ہو۔

اب قابل استفتاء چیزیں یہ ہیں (۱) یہ کہ آیا مسجد کے سامنے ہندو بھجن اور کیرتن کر سکتے ہیں یا نہیں۔ خواہ وہ اوقات نماز میں ہو یا غیر اوقات نماز میں۔ (۲) اگر گورنمنٹ نے اس اعلان کے مطابق ہندوؤں کو اجازت دے دی کہ ہندو اوقات نماز کے علاوہ بھجن اور کیرتن کر سکتے ہیں اور اس اپنے اعلان کی تنفیذ میں اپنی حاکمانہ قوت کا بھی اعلان کرے تو ایسی صورت میں کیا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ گورنمنٹ کے حکم کی خلاف ورزی کریں اور اس کی ہر ممکن پاداش کے لئے تیار ہو جائیں۔ یعنی اگر گورنمنٹ گولیاں چلائے تو مسلمان اس کی مخالفت کے لئے اس صورت میں بھی آمادہ ہیں جس میں مسلمانوں کی موت یقینی ہے۔ یہ تصریح کر دینا ضروری ہے کہ ہندو اور گورنمنٹ دونوں اس پر متفق ہیں کہ نماز کے اوقات اور ایام متبرکہ میں بھجن اور کیرتن بند کر دیا جائے گا۔

المستفتی نمبر ۲۲۲ منجانب چیف ریلیف کمیٹی۔ بمبئی۔ ۷ شعبان ۱۳۵۵ھ م ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۷۳) استفتاء پر نظر کرنے نیز مستفتیوں سے زبانی دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ مسجد اور مندر قریب قریب واقع ہیں اور مندر بھی سالہا سال سے موجود ہے بلکہ مستفتی حضرت نے بتایا کہ مسجد تخمیناً پچاس ساٹھ سال سے موجود ہے اور مندر اس سے بھی پہلے کا ہے اور اب اس مندر کے ساتھ مندر کی افتادہ زمین میں ایک عمارت سبھا منڈپ کے نام سے بنائی جا رہی ہے۔ اس کی تعمیر پر یہ تمام ہنگامہ ہوا۔ میں اس امر کے سمجھنے سے قاصر تھا کہ جب کہ پچاس ساٹھ سال سے یہ مندر اور مسجد اس قدر قریب قریب واقع ہے کہ ایک طرف سے دونوں میں تخمیناً بارہ فٹ اور دوسری طرف سے تخمیناً پانچ چھ فٹ فاصلہ تھا اور کبھی کوئی جھگڑا نہیں ہوا تو اب سبھا منڈپ کی تعمیر اس خونریزی کی بنیاد کیسے بن گئی۔ اس میں اتنا ہی تو فرق ہوا تھا کہ پانچ چھ فٹ والے حصہ کی طرف اب دونوں کے درمیان دو فٹ فاصلہ باقی رہے گا۔ مجھے بتایا گیا کہ سبھا منڈپ کی تعمیر وجہ نزاع نہیں۔ آخر مندر مدت دراز سے موجود ہی تھا بلکہ وجہ نزاع یہ تھی کہ مندر میں تو آج تک بھجن اور کیرتن نہیں ہوا اور اب سبھا منڈپ میں ہندو بھجن اور کیرتن کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور اس سے عبادت میں خلل پڑنا یقینی ہے۔ میں ان تمام حالات کے پیش نظر یہ عرض کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ ہندوستان ایسا ملک ہے جس میں مختلف مذاہب اور مختلف جذبات رکھنے والی قومیں آباد ہیں۔ حکومت غیر ملکی اور غیر مسلم ہے۔ اس کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ تمام مذاہب کو آزادی دیتی ہے اور کسی کے مذہب میں مداخلت نہیں کرتی۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جب پچاس سال سے مسجد اور مندر قائم ہیں تو کوئی ایک فریق دوسرے فریق کے معبد کو ہٹا نہیں سکتا۔ یعنی نہ تو ہندو مسجد کو ہٹا سکتے ہیں اور نہ مسلمان مندر کو۔ پس دونوں جیسے کہ اب ایک دوسرے کی دیوار کے نیچے موجود ہیں اسی طرح موجود رہیں گے اور اس بناء پر ہندو مسلمانوں کا مذہبی، قومی، وطنی، انسانی فریضہ یہی ہے کہ وہ خود باہمی سمجھوتہ کر لیں۔ لیکن اگر ملک کی بدقسمتی ابھی اس کی اجازت نہ دے تو پھر حکومت کا فرض ہے کہ وہ تصادم کی صورت پیدا نہ ہونے دے۔ مسلمان مسجد میں آزادی سے عبادت کریں اور ہندو مندر میں۔ بہتر طریقہ یہی ایک

فریق کی عبادت میں خلل اندازی نہ ہو۔ کیونکہ یہی خلل اندازی ناقابل برداشت اور موجب نقض امن ہو سکتی ہے اور ہوتی ہے۔ اگر یہ واقعہ ہے کہ مسجد اور مندر اس قدر قریب واقع ہوئے ہیں کہ اس ساٹھ سال میں کبھی تصادم نہیں ہوا تو یہی صورت حال کو قائم رکھنا فریقین کا بھی مذہبی اور انسانی اور وطنی فریضہ تھا اور ہے۔ اور حکومت کا بھی فرض ہے کہ وہ تعامل قدیم کو جس کے سایہ میں پچاس ساٹھ سال امن سے گذرے قائم رکھے اور کوئی جدید صورت فساد کی نہ ہونے دے۔ لیکن اگر انسانیت اور وطن کے دشمن کوئی نئی صورت فساد کر کے ہی چھوڑیں اور حکومت بھی نئی صورت فساد کی روک تھام نہ کرے اور کوئی ایسا فارمولا بنائے جس سے مسلمانوں کی عبادت میں خلل نہ پڑتا ہو تو اس کو قبول کر لینے میں مسلمان معذور سمجھے جائیں گے اور امید ہے کہ وہ خدا کے نزدیک ماخوذ نہ ہوں گے۔ فقط۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

طواف کرنے کی جگہ پر چھت بنانا

(سوال) ایک شخص چاہتا ہے کہ کعبۃ اللہ میں طواف کی جگہ پر وہاں کے بادشاہ کی اجازت سے جتنی کہ طواف کی جگہ ہے اوپر چھت بناؤں تو سوال یہ ہے کہ طواف کی جگہ پر چھت بنانے میں کوئی شرعی ممانعت ہے یا کہ نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۵۸۷ موسیٰ یعقوب مایت (جوہانسبرگ ٹرانسوال) ۳ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ م ۱۲ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۷۴) مطاف (طواف کی جگہ) پر چھت بنانے کی ممانعت کی کوئی دلیل تو ہماری نظر میں نہیں۔ مگر میری طبیعت اور وجدانی کیفیت اس کی اجازت کی طرف مائل نہیں ہوتی کہ ساڑھے تیرہ سو برس سے جو ہیئت مطاف کی قائم ہے اس کو بدل دیا جائے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

مملوکہ مکان جب مسجد کے لئے وقف کر دیا تو اسے خالی کرنا ضروری ہے

(سوال) ریاست دوجانہ میں محلہ فروز خنیوں میں سے مسمی غوث محمد خاں ولد امام خاں نے اپنا مکان جو کہ خرید کردہ ہے مسجد بازار محلہ دولت خنیوں میں وقف کر دیا ہے۔ اس کے لڑکے مکان خالی کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

المستفتی نمبر ۱۶۲۱ سلیمان خاں ولد اسماعیل خاں۔ ریاست دوجانہ ۱۲ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ م ۲۱ جولائی سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۷۵) غوث محمد خاں نے اپنا مملوکہ مکان مسجد کے نام وقف کر دیا تو بقول مستفتی یہ وقف صحیح ہو گیا اور متولیان مسجد کو حق ہے کہ وہ مکان موقوف کو مسجد کے لئے غوث محمد خاں کے لڑکوں سے خالی کرا لیں۔(۱) صحت وقف کے بعد لڑکے مکان موقوف پر مالکانہ قبضہ نہیں رکھ سکتے۔ فقط(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) قال في العالمگيرية: ذكر الصدر الشهيد رحمة الله عليه في باب الواو: إذا تصدق بداره على مسجد أو على طريق المسلمين تكلموا فيه والمختار أنه يجوز (وفيها) رجل وقف داره على مسجد ولم يجعل آخره للمساكين تكلم المشايخ فيه والمختار أنه يجوز في قولهم جميعاً، كذا في الواقعات الحسامية (كتاب الوقف، الباب الحادي عشر الفصل الثاني ص ماجدية، ۲، ۳٦۰)

(۲) في العالمگيرية: ولو غصبها من الواقف أو من واليها غاصب، فعليه أن يردها إلى الواقف، فإن أبى وثبت غصبه عند القاضي حبسه حتى رد (كتاب الوقف، الباب التاسع في غصب الوقف ۲، ٤٤۷)

کیا مشترکہ زمین پر قبرستان یا مسجد بنانے کے لئے تمام شرکاء کی رضامندی ضروری ہے

(سوال)(۱) ایک اراضی موسومہ قبرستان جس پر سرکاری مالگذاری نہیں ہے یعنی معافی دوام ہے بہت سے مسلمانوں کی مشترکہ ہے۔ جو ان کی مملوکہ اور مقبوضہ ہے (یہ امر بھی قابل اظہار ہے کہ بندوبست دہم کے کاغذات سرکاری میں مالکان اراضی ہذا میں صرف تین چار نام تھے پھر بندوبست یازدہم میں بہت سے لوگوں کے نام داخل ہوگئے جو شرعاً اور قانوناً وارث نہیں تھے اور اس کا ثبوت بھی نہیں ملتا کہ ان کے نام بذریعہ بیع نامہ داخل ہوئے ہوں بلکہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اصل مالکان نے ان بقیہ لوگوں کے نام کاغذات سرکاری میں اس لئے درج کرائے ہوں گے کہ ان کو بھی قبرستان مذکور میں دفن کرنے کا حق حاصل ہو جائے) اس اراضی کے درمیانی حصہ میں خام و پختہ قبریں ہیں اور ایک جانب میں چند مکانات اس حیثیت سے بن گئے ہیں کہ بعض شرکاء نے اپنے حصہ کی اراضی دوسرے اشخاص کو فروخت کردی اور انہوں نے مکانات بنائے یا شرکاء نے دوسرے شرکاء سے ان کا کل یا جزو حصہ خرید لیا اور اپنے اس کل یا جزو میں مکانات بنائے۔ اس مشترکہ اراضی کی دوسری جانب کچھ حصہ غیر قبرستان کے پڑا ہوا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کوئی قبر اس حصہ میں نہیں بنائی گئی۔ اس حصہ میں بعض شرکاء نے اپنی جانب سے ایک فقیر تکیہ دار آباد کردیا ہے اور کچھ اراضی لب سڑک پڑی ہوئی ہے جس میں بعض شرکاء اپنی جانب سے مسجد بنانی چاہتے ہیں۔ مصارف تعمیر دوسرے لوگ اور بعض شرکاء بھی برداشت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ جگہ ایسی ہے کہ جہاں مسجد کی سخت ضرورت ہے۔ اب ایسی صورت میں جب کہ کل اراضی مشترکہ ہے اور بہت شرکاء نابالغ اور مستورات بھی ہیں۔ تعمیر مسجد میں ہر حصہ دار کی فرداً فرداً اجازت ضروری ہے یا نہیں؟ (۲) اور نابالغ کی اجازت کی شرعاً کیا صورت ہو سکتی ہے۔ شرکاء کی تعداد چونکہ بہت زیادہ ہے اور چونکہ کچھ نامعلوم بھی ہیں اور بہت سے دور دور بھی ہیں۔ ایسی صورت میں سب کی رضامندی حاصل کرنا مشکل ہے۔ (۳) کیا بندوبست دہم کے ان مالکان وارثان کی ہی رضامندی کافی ہے یا بعد کو بندوبست یازدہم میں جن کے نام غیر وارث ہونے کے باوجود کاغذات میں ہوں گے ان کی بھی ضروری ہے۔ ایسی صورت میں ایک دو بڑے حصہ دار یہ بھی چاہتے ہیں کہ اپنے حصہ میں سے بقدر مسجد جگہ دیدیں مفت یا قیمتاً لیکن ظاہر ہے کہ ان کا حصہ تقسیم شدہ نہیں ہے۔ تو کیا وہ جگہ متعین کرکے مسجد کے واسطے دے سکتے ہیں وہ اس بات پر رضامند ہیں کہ مسجد میں اراضی دے دینے کے بعد جو ان کا حصہ باقی رہتا ہے وہ اس سے کم لے لیں گے اور اس آخری صورت میں اگر کوئی دوسرا معترض ہو تو مسجد بنانا کیسا ہے۔ یہ امر بھی دریافت طلب ہے کہ ایسے مشترکہ قبرستان میں چند شرکاء کی اجازت سے کسی مردے کو دفن کرنا جائز ہے یا نہیں جب کہ جملہ شرکاء کی اجازت حاصل ہونا بہت زیادہ مشکل ہے۔

المستفتی نمبر ۲۰۸ سید رشی حیدر (بجنور۔ یوپی) ۱۰ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۱۵ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۷۶) جب کہ مسجد کی اس جگہ ضرورت ہے اور بعض شرکاء اپنے حصہ کی زمین مسجد کے لئے دے

ہیں تو اس زمین پر تعمیر مسجد جائز نہیں [illegible] یہ حصہ غیر منقسم ہو مگر ممکنہ تو ہے۔ اور اگر سرکاری طریقہ پر تقسیم کی کارروائی ممکن ہو تو وہ بھی کر لینا چاہئے۔ اگر یہ قطعہ قبرستان کے نام سے بغرض دفن اموات چھوڑا ہے تو اس میں دفن کرنے کے لئے کسی مزید اجازت کی ضرورت نہیں۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ دہلی

ہندوؤں کے ساتھ مل کر مسجد کی تعمیر میں رکاوٹ بننا

(سوال) ہمارے گاؤں میں ایک مسجد جدید خام ہے۔ اس میں تین چار سال سے نماز ہوتی رہی ہے اب تین چار [illegible] ہندوؤں نے [illegible] رکھے ہیں اور قبضہ میں ہمارے ہے پانچ وقت نماز باجماعت کے ساتھ ہوتی ہے اس گاؤں میں دو مذہب کے آدمی ہیں جو لوگ شیعہ ہیں وہ ہندوؤں کے شریک حال ہیں اور جو حنفی مذہب والے ہیں وہ [illegible] ساتھ نہیں دیتے ہیں۔ شرعاً ان کے لئے کیا حکم ہے؟

المستفتی نمبر ۲۰۷۹ ۲۰ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۲۴ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب) جب کہ وہ زمین عرصہ سے مسجد کے لئے مالک نے دی ہوئی ہے اور مسلمانوں نے اس میں مدت سے نماز پڑھی ہے اور پڑھتے رہے ہیں تو وہ مسجد ہو گئی اور اس کی تعمیر کرنا اور آباد کرنا مسلمانوں کا حق ہے۔ جو مسلمان کہ ہندوؤں کی حمایت کر کے مخالفت کرتے ہیں وہ [illegible] اور مسجد کی تعمیر کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب گنہگار ہوتے ہیں اور خدا اور رسول کے یہاں ان کی پکڑ ہو گی۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ

(۱) مسجد کے چندہ کے لئے جوری اسکیم کو رواج دینا
(۲) مسرفانہ اخراجات اور فضول رسومات کو چھوڑنا مستحسن ہے

(سوال)(۱) ایک قوم مسلمانان نے آپس میں مل کر اپنے محلہ کے اندر ایک مسجد تعمیر کی اور اس کو آباد رکھنے کے لئے اس کی آمدنی کا ذریعہ اس طرح [illegible] فی الحال اس طرح پر طے کیا کہ ہر شخص کے یہاں شادی ہو تو

---

(۱) [illegible]

[illegible] وقف المشاع المحتمل للقسمة لا يجوز عند محمد رحمه الله تعالى وبه أخذ مشايخ بخارى وعلى قول أبي يوسف رحمه الله تعالى يجوز وهو المختار كذا في خزانة المفتين [illegible] واتفق أبو يوسف ومحمد رحمهما الله تعالى على عدم جواز وقف المشاع مسجداً ومقبرة مطلقاً سواء كان مما لا يحتمل القسمة أو يحتمل هكذا في فتح القدير (عالمگیریة، كتاب الوقف، الباب الثاني، فصل في وقف المشاع ج ۲ ص ۳۶۵ [illegible]) [illegible] مسجداً [illegible] كذا في فتاوى قاضي خان (كتاب الوقف، الباب الحادي عشر، الفصل الأول فيما يصير به مسجداً ج ۲ ص ۴۵۶ ماجدية) وفي الأجناس [illegible] محمد بن الحسن [illegible] قرية كبيرة لأهلها لا يحصى عددهم [illegible] وأراد قوم أن يعمروا بعض هذا المسجد [illegible] لا يتعرض لهم [illegible] قال محمد [illegible] المسجد للعامة [illegible] كذا في المحيط (عالمگیریة، كتاب الوقف، الباب الحادي عشر، الفصل الأول ۲/ ۴۵۶ ط ماجدية)

(۲) [illegible] موقوفة على الجهاد أو الغزو [illegible] كتاب الوقف [illegible] (عالمگیریة، كتاب الوقف، الباب الثالث في المصارف ج ۲ ص ۳۷۰ ماجدية)

(۳) [illegible] في المسجد [illegible] (عالمگیریة، كتاب الوقف، الباب الحادي عشر ج ۲ ص ۴۵۵ ماجدية)

ومن أظلم ممن منع مساجد الله أن يذكر فيها اسمه وسعى في خرابها أولئك ما كان لهم أن يدخلوها إلا خائفين لهم في الدنيا خزي ولهم في الآخرة عذاب عظيم (سورة البقرة رقم الآية ۱۱۴)

ترکی ہو یا ترک نہ کی ہو وہ دو وقت کھانا اپنی برادری اور دوست احباب وغیرہ کو مدعو کرتا ہے جس کا صرفہ تقریباً ایک وقت کا چالیس پچاس روپے سے کم نہیں سمجھا جاتا ہے اس لئے وہ ایک وقت کھانا برادری یا بلانے والوں کو کھلائے اور دوسرے وقت کے کھانے کا صرفہ جو اوسط درجہ کا ہے وہ بھی کم سمجھا جاتا ہے وہ مبلغ تیس ۳۰ روپے مقرر کرکے مسجد میں اللہ کے واسطے دے دیا کرے تاکہ اس آمدنی سے مسجد کا کام بخوبی چلتا رہے سب معاملہ پنچایت میں رضامندی منظور ہو کر دور تقریباً ۱۳ یا ۱۴ سال سے اسی طرح چلا چلتا تھا اور مسجد کو ترقی ہوتی رہتی تھی لیکن اب حال میں قوم کے ایک شخص نے جو نہایت مالدار اور سب سے خوشحال ہے جو پیشتر سب معاملہ میں شریک حال رہا اب وہ یہ چاہتا ہے کہ یہ کام بند کر دیا جاوے تو اب اس میں دریافت طلب یہ ہے کہ قوم کے اس شخص کا ایسا کرنا جو باتفاق کی رضامندی کے ساتھ تھا شرعاً جائز تھا کہ نہیں۔ اگر جائز تھا تو اس کار خیر کو روکنے والا عنداللہ کیسا ہے۔ اگر جائز ہے تو مفصل تحریر فرمائیں۔

(۲) شادیوں میں جو رسومات خلاف شریعت چلی آتی ہیں اور ان کے اندر فضول خرچی کرتے ہیں اب قوم کے لوگوں نے آپس میں طے کر لیا ہے کہ ان تمام رسومات خلاف شریعت کو چھوڑ دینا چاہئے اور ان کے بدلے جہاں تمہاری ان رسومات میں دس روپے خرچ ہوں وہاں تم عنداللہ پانچ روپے مسجد میں دے دیا کرو تو قوم کا ایسا کرنا جائز ہے کہ نہیں اور جو شخص غریب ہے اس کی غربت پر نظر کرتے ہوئے ہدایت کی جاتی ہے کہ جتنی اس کی ہمت قوت ہے اور کوئی تکلیف معلوم نہ ہوتی ہو تو اللہ کے واسطے مسجد میں چھوڑ دے یا دے دے تو قوم کا ایسا کرنا کیسا ہے

المستفتی نمبر ۲۲۶۶ مستری محمد عمر صاحب۔ سروٹ دروازہ (مظفر نگر) ۲۵ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ
۲۶ مئی ۱۹۳۸ء

(جواب ۷۸) (۱) جو لوگ کہ اپنی خوشی سے یہ رقم مسجد میں دیں تو ان کو کوئی روک نہیں سکتا ہے۔ لیکن کسی برادری اور پنچایت کے دباؤ سے مجبور کر کے لینا جائز نہیں (۱) اور جن لوگوں نے تعداد مقرر کی تھی ان کی پابندی دوسرے لوگوں کو جو ان کے معاہدہ میں شریک نہیں تھے لازم نہیں۔

(۲) ایسا کرنا اس صورت میں جائز ہے کہ کسی پر جبر کر کے رقم نہ لی جائے (۲) جو رسوم ممنوع اور فضول ہیں ترک کرنا اور ترک کرانے کی کوشش کرنا بہر صورت مشروع اور مستحسن ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

مسجد کے قریب مندر یا گوردوارہ بنانا

(سوال) (۱) مسجد کے قریب مندر یا گوردوارہ بنانا جائز ہے یا نہیں۔ گھنٹہ بجانا یا میلہ کرنا جس کی وجہ سے نمازیوں کی نماز میں خلل آتا ہے جب کہ ایسا کریں تو مسلمانوں کو کیا عمل کرنا چاہئے

(۲) مسجد کی حد سے اونچی عمارت بنانا، مندر یا گوردوارہ جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) والوقف [illegible] فی یصرح [illegible] المقدس لا یجعل فی [illegible] المقدس (عالمگیریہ، کتاب الوقف، الباب الاول، ج ۲ ص ۳۵۳ ماجدیہ)
(۲) لا یحل مال امرئ الا بطیب نفسه (مشکوٰۃ شریف، باب الغصب والعاریة، ج ۱ ص ۲۵۵ سعید)
(۳) من حسن اسلام المرء ترکه ما لا یعنیه

المستفتی نمبر ۲۳۳۷ شیخ محمد حسن دہلی۔ ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ م ۲۴ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۷۹) (۱) دارالاسلام میں اسلامی حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ شعائر کفر کے اظہار و اعلان کا موقع نہ دے۔ لیکن دارالحرب میں جہاں مسلمانوں کو کوئی شوکت اور تنفیذ کی قوت حاصل نہیں وہاں ان کا فرض ہے کہ وہ حکمت عملی اور باہمی رواداری کے ذریعہ سے اظہار شعائر کفر کو روکیں اور حکومت متسلطہ کے واسطے سے ایسی باتوں کو روکیں جو فتنہ اور نقض امن پیدا کریں۔ مسجد کے قریب مندر بنانے کی اجازت دینے سے سنکھ اور گھنٹہ کی آواز سے مسلمانوں کی نماز میں خلل واقع ہونا یقینی ہے۔ اس لئے اس فتنہ کا سدباب حکومت کے فرائض میں سے ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی زمین پر مسجد سے اونچی عمارت بناتا ہے تو (بشرطیکہ اس عمارت میں کوئی فتنہ کا کام نہ کیا جائے) اسے روکا نہیں جا سکتا۔ ہزاروں مسجدیں اس پوزیشن میں آج بھی موجود ہیں۔ مندر اور گوردوارہ کا اتصال موجب فتنہ ہو تو فتنہ و نقض امن کی جہت سے روکا جائے گا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

مسجد کے دروازہ پر کتبہ میں لا الہ الا اللہ لکھ کندہ کرنا

لا الہ الا اللہ (قال محمدؐ) محمد الرسول اللہ الصلوٰۃ قربان لکل تقی

(سوال) ایک مسجد کے دروازہ پر مندرجہ ذیل طریقہ پر کتبہ کندہ ہے۔
اس کے متعلق سوال یہ ہے کہ اس کتبہ کا طرز تحریر صحیح ہے یا غلط ہے۔ کسی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ طریقہ غلط ہے کیونکہ اسے جو شخص پڑھے گا اس طرح پڑھے گا کہ لا الہ الا اللہ کے بعد قال محمدؐ پڑھے گا۔ پھر محمد رسول اللہ پڑھے گا۔ بعد نیچے کی حدیث شریف پڑھے گا۔ اوپر کی سطر کا مطلب اس طرح سے یوں ہوگا کہ لا الہ الا اللہ کہا محمد نے کہ محمد رسول اللہ۔ اب خاکسار جناب سے سوال کرتا ہے کہ کیا مذکورہ بالا اعتراض بجا ہے؟

المستفتی نمبر ۲۶۳۲ شیخ یوسف علی (برما) ۲۱ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ م ۲۸ جولائی ۱۹۴۰ء

(جواب ۸۰) اس کتبہ میں ایک تو صریح غلطی ہے کہ محمد الرسول اللہ لکھا ہے حالانکہ صحیح "محمد رسول اللہ" ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حدیث کے لفظ "الصلوٰۃ قربان لکل تقی" لکھے ہیں۔ یہ حدیث جامع صغیر (۱) سیوطی اور کنوز الحقائق مناوی (۲) اور کنز العمال (۳) تینوں کتابوں میں اس طرح پائی گئی۔ "الصلوٰۃ قربان کل تقی" یعنی کل پر لام نہیں ہے۔ تیسری کوتاہی اس میں طرز تحریر کی بھی ہے۔ لفظ "قال محمد" کو پہلی سطر میں کلمہ کے درمیان لکھ دینا نامناسب ہوا۔ اس لئے کتبہ کی صحیح اور بہتر صورت یہ ہونی چاہئے۔ (۲)

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ قربان کل تقی

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

……

---

(۱) جامع صغیر، حرف الصاد ج ۲/ ۵۰، المکتبۃ الاسلامیۃ
(۲) کنوز الحقائق علی ہامش الجامع الصغیر، ج ۲/ ۴، المکتبۃ الاسلامیۃ
(۳) کنز العمال الفصل الثانی فی فضائل الصلاۃ، ج ۷/ ۲۸۸، رقم الحدیث ۱۸۹۱۷

مسجد کی تعمیر کے متعلق چند سوالات

(سوال) ایک قدیم مسجد کی از سر نو تعمیر کے دوران میں زید کی طرف سے محراب مسجد پر کلمہ طیبہ کی تختی نصب کرنے کے متعلق خالد نے سائز وغیرہ دریافت کی۔ اس وقت بکر صدر تعمیر مسجد کمیٹی نے کہا کہ دوست یا دشمن مسجد کی زیبائش کے لئے کوئی چیز دے تو ہمیں انکار و اعتراض نہیں۔ عہدیداران تعمیر کمیٹی مذکور کی موجودگی میں مستری نے خالد سے کہا کہ زید کو سنگ مرمر کا منبر بنوانے کی ترغیب دلائیں تاکہ مسجد کی زیبائش بڑھ جائے۔ خود عمرو سکریٹری کمیٹی مذکور نے تیسرے روز خالد کو بلا کر منبر کے لئے مستری کا مجوزہ تخمینہ بھی بتایا تو زید نے چار روز کی کوشش کے بعد ایک کمپنی سے معاملہ بالکل طے کر کے منبر کا پلان بھی حاصل کیا۔ لیکن یکایک عہدیداران کمیٹی مذکور نے ایک عذر بے جا پیش کر کے اس وقت منبر مذکور لینے سے انکار کر دیا۔ عمرو نے یہ بھی کہا "کس کتاب میں سنگ مرمر ہونے کے لئے لکھا ہے؟"

قریباً تین ماہ گذرنے پر اب خالد نے بذریعہ تحریر عہدیداران تعمیر مسجد کمیٹی سے تختی و منبر مذکور قبول کرنے کے متعلق دریافت کیا تو جواب سے بلطائف الحیل گریز کر رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ زید اب بجائے منبر مذکور ہونے کے تعمیر مسجد میں نقداً حصہ لے لے تاکہ محض زید کی ضد میں بکر کو اپنی طرف سے ایسا ہی منبر بنوانے کا موقع مل سکے۔ اندریں صورت۔

(۱) عہدیداران تعمیر مسجد کمیٹی کا زید کی طرف سے منبر لینے سے انکار کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) زید کو منبر مذکور بنانے کے عزم اور طے کردہ معاملہ سے بدلنے پر مجبور کر کے تعمیر مسجد میں نقداً حصہ لینے کی ترغیب دلانا جائز ہے یا ناجائز؟

(۳) بکر محض زید کی ضد میں عہدیداران تعمیر مسجد کمیٹی کے ذریعہ زید کو منبر مذکور بنوانے سے روک کر خود دوسرا منبر بنوانا چاہتا ہے تو بکر کا یہ فعل شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۴) جو لوگ بکر کی تائید و حمایت میں زید کو اس کار خیر کے انجام دینے سے باز رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں ان کے لئے کیا حکم ہے؟

(۵) عمرو کے قول "کس کتاب میں سنگ مرمر کا منبر بنوانے کیلئے لکھا ہے" پر تحقیقی روشنی ڈالی جائے۔ کیونکہ حرمین شریفین اور اکثر بڑی مساجد میں اسی قسم کے منبر موجود ہیں۔

المستفتی نمبر ۲۶۳۸ محمد حبیب اللہ صاحب (بمبئی) ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ م ۲۹ جولائی ۱۹۴۰ء

(جواب ۸۱) (۱) عہدیداران تعمیر مسجد کمیٹی کا منبر لینے سے انکار ناجائز ہے کیونکہ مسجد کے لئے کوئی عطیہ قبول نہ کرنا مسجد کو نقصان پہنچانا ہے اور مسجد کو نقصان پہنچانے کا متولی یا منتظم کو حق نہیں ہے۔ ( )

(۲) اگر اس میں حقیقۃً مسجد کا فائدہ مد نظر ہو ذاتی غرض کی آمیزش نہ ہو تو ایسا مشورہ دینا گناہ نہیں۔ مشورہ قبول

---

(۱) خیر الفتاویٰ میں ہے: مساجد، مدارس، یتیم خانے اور دیگر اداروں کے لئے مسلمانوں کا چندہ قبول کیا جا سکتا ہے۔ صالح ہو یا فاسق، جیسا کہ ہر مسلمان کی وفات پر جنازہ پڑھا جاتا ہے، چاہے نیک ہو یا بد البتہ ایک احتیاط ضروری ہے کہ مسجد میں حرام مال نہ لگایا جائے۔ (ماخوذ از احکام المساجد، ج ۲۰/ ۲۷۶)

کرانا اگر زید کے اختیار میں ہے۔

(۳) اگر بکر کا یہ فعل محض نمود و اپنی شہرت و ناموری کی نیت سے ہو تو ناجائز ہے۔ من سمّع سمّع اللہ به (۲) مگر نیت امر قلبی ہے۔ کسی پر بدنیتی کا الزام لگانا بغیر پختہ دلیل کے خطرناک ہے۔

(۴) زید نیک کام کو رواج دے رہا ہے۔ اس سے بدظن رکھنے کی کوشش کرنا درست نہیں۔ اگر دونوں نیک کام کرنا چاہتے ہیں تو باہمی رضامندی سے فیصلہ کر لیں یا پھر قرعہ ڈال لیں۔ جس کا نام نکل آئے وہ مسجد بنائے اور دوسرا آدمی رقم مسجد کے دوسرے کام میں صرف کر دے۔

(۵) یہ قول تو محض غلط ہے کیونکہ منارہ مسجد کا مسجد ہونے کا جواز اس پر موقوف نہیں ہے اور وہ کس کتاب میں لکھا ہے۔ مسجد میں قمقموں کا روشن کرنا کس کتاب میں لکھا ہے، کلاک لگانا کس کتاب میں لکھا ہے؟ لیکن یہ سب کام مسلمان لوگ کرتے ہیں اور اباحت اصلیہ کی بنا پر برداشت کئے جاتے ہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

مسجد یا اس کے سامان میں شرکت نہیں ہو سکتی

(سوال) خانہ خدا یعنی مسجد کی عمارات، رقبہ، چہار دیواری، تہ زمین، صحن، سامان وغیرہ میں کوئی صورت شرکت کی کسی شخص کی قائم رہ سکتی ہے یا نہیں؟ اور مسجد کی دیوار مسجد کے اور کسی ہمسایہ کے درمیان مشترک ہو سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۷۳۳ خدا بخش صاحب (مگھیانہ ضلع جھنگ) ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ م ۵ جولائی ۱۹۴۲ء

(جواب ۱۸۴) مسجد شرعی حسب قواعد کے ماتحت اس وقت مسجد ہوتی ہے جب حقوق العباد کا اس سے کوئی تعلق نہ رہے تو مسجد شرعی کے کسی جزو کے ساتھ حق عبد متعلق نہیں رہ سکتا۔ اذا جعل ارضه مسجدا وشرط من ذلك شيئا لنفسه لا يصح بالاجماع كذا في المحيط (فتاوی عالمگیری) (۳) حاصله ان شرط كونه مسجدا ان يكون سفله وعلوه مسجدا لينقطع حق العبد عنه (شامی ص ۳۰۸ ج ۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد کی کوئی چیز اپنی ملکیت میں نہیں

(سوال) مسجد فتح پوری کے پشتہ متنازعہ فیہ کے متعلق حاجی محمد اسحٰق صاحب کا جو ایک معزز رکن کمیٹی مسجد فتح پوری کے ہیں بیان ہے کہ یہ پشتہ شاہی وقت کا ہے اور تعمیر کنندہ مسجد نے مسجد کے ساتھ ہی پشتہ کو بنوایا ہے۔ جس کی بنا پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ پشتہ مسجد کا ہے کسی دنیوی مصلحت کی وجہ سے وہ پشتہ کسی شخص کو دے

---

(۱) خیر خواہی کا تقاضا ہے کہ [illegible] مسلمانوں کا [illegible] اس لئے ایک احتیاط ضروری ہے کہ مسجد میں [illegible] گا [illegible] (۲۰۲ ج ۲ [illegible])

(۲) لان النبي عليه السلام كان اذا اراد سفرا اقرع بين نسائه (هدايه كتاب النكاح، باب القسم ص ۳۴۹ ج ۲ ط مكتبه شركه علميه [illegible])

(۳) كتاب الوقف، باب الحادي عشر في المسجد وما يتعلق به، الفصل الاول فيما يصير به مسجدا وفي احكامه واحكام ما فيه ص ۴۵۷ ج ۲ ط ماجديه

(۴) رد المحتار، كتاب الوقف ص ۳۰۸ ج ۴ سعيد

دیا جائے کہ وہ اپنی عمارت میں داخل کرے یا یہ شرعاً جائز ہے؟

المستفتی خلیل الرحمن۔ گلی پنڈوں پہاڑ گنج۔ دہلی۔

(جواب ۸۳) مجھے یہ معلوم نہیں کہ حاجی محمد اسحٰق صاحب نے یہ بیان دیا ہے یا نہیں؟ اور یہ بھی معلوم نہیں کہ اگر یہ بیان ہے تو کس امر پر مبنی ہے۔ بہر حال مسئلہ تو صاف ہے کہ مسجد کے تمام اجزاء جو مسجد کے نام وقف ہوں اور ان کی جزئیت اور وقف ہونے کا ثبوت شرعی ہو وہ کسی مصلحت کے باعث منتقل نہیں کئے جا سکتے۔(۱) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد کے لئے وقف شدہ زمین پر مسجد کے لئے مکان بنانا

(الجمعیۃ سلطان العلوم نمبر مورخہ ۳ نومبر ۱۹۲۸ء)

(سوال) میرے والد مرحوم اپنی اراضیات میں سے دو بیگہ اراضی نوع کاشت زراعتی مسجد میں وقف کر گئے۔ اب اس زمین کی کاشت بوجہ تقسیم [illegible] پیداوار ناقص ہو گئی ہے اور پیداوار بھی کم ہوتی ہے۔ کیا میں اس زمین پر مکانات کے لئے بندوبست کر سکتا ہوں۔ جس کی آمدنی اس طرح نسبتاً زیادہ ہو سکتی ہے۔

(جواب ۸۴) اس زمین پر مسجد کے لئے مکان بنانا جائز ہے جب کہ مکان مسجد کے لئے وقف ہو اور اس کی آمدنی مسجد پر صرف کی جائے۔(۲) محمد کفایت اللہ غفرلہ،

مسجد کی صفائی کے متعلق احکام

مسجد کے احکام متعلقہ صفائی و نظامت

(۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اکل من ہذہ الشجرۃ المنتنۃ فلا یقربن مسجدنا الحدیث۔ (بخاری۔ مسلم۔ مشکوٰۃ)(۳)

(۲) البزاق فی المسجد خطیئۃ (بخاری۔ مسلم۔ مشکوٰۃ)(۴)

(۳) وجدت فی مساوی اعمالہا النخاعۃ تکون فی المسجد لا تدفن (مسلم۔ مشکوٰۃ)(۵)

---

(۱) وکذلک اذا جعل دارہ مسکنا للمساکین ودفعہا الی ولی یقوم بذلک فلیس لہ ان یرجع فیہا (العالمگیریۃ، کتاب الوقف، الباب الثانی عشر ص ۴۶۵ ج ۲ ط ماجدیہ) رجل لہ ساحۃ لا بناء فیہا امر قوما ان یصلوا فیہا بجماعۃ فی صارت الساحۃ مسجدا لو مات لا یورث عنہ (عالمگیریہ، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر ص ۴۵۵ ج ۲ ماجدیہ) [illegible] لا یجوز اخذہ (عالمگیریۃ، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر، الفصل الثانی ص ۴۵۹ ج ۲ ماجدیہ)

(۲) ارض وقف علی مسجد والارض بجنب ذلک المسجد وارادوا ان یزیدوا فی المسجد شیئا من الارض جاز لکن یرفع الامر الی القاضی لیاذن لہم ومستغل الوقف کالدار والحانوت علی ہذا، کذا فی الخلاصۃ (فتاوی عالمگیریہ، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر، الفصل الثانی فیما یتعلق بالمسجد، ج ۲ ص ۴۵۶)

(۳) بخاری شریف، باب ما یکرہ من الثوم والبقول، ج ۲ ص ۸۲۱، ۸۲۲، قدیمی کتب خانہ، مسلم شریف، باب من اکل ثوما او بصلا ونحوہا، ج ۱ ص ۲۰۹، قدیمی کتب خانہ، مشکوٰۃ شریف، کتاب الصلاۃ، باب المساجد ج ص ۶۸

(۴) بخاری شریف، باب کفارۃ البزاق فی المسجد، ج ۱ ص ۵۹، قدیمی، مسلم شریف، باب النہی عن البزاق فی المسجد ج ۱ ص ۲۰۷، ذکرہ بہذہ الالفاظ البزاق فی المسجد خطیئۃ مشکوٰۃ ص ۶۹ بحوالہ بالا

(۵) مسلم شریف، باب النہی عن البصاق، ج ۱ ص ۲۰۷، قدیمی، مشکوٰۃ شریف ص ۶۹ بحوالہ بالا

(۴) امر رسول الله صلى الله عليه وسلم ببناء المسجد في الدور وان ينظف ويطيب (ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ)(۱)

(۵) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا رأيتم الرجل يتعاهد المسجد فاشهدوا له بالايمان (ترمذی، ابن ماجہ ص ۵۸ باب لزوم المساجد وانتظار الصلوٰۃ، قدیمی، دارمی، مشکوٰۃ)(۲)

(۶) رأى النبي صلى الله عليه وسلم نخامة في القبلة فشق ذالك عليه حتى رئى في وجهه فقام فحكه بيده (بخاری، مشکوٰۃ)(۳)

(۷) جنبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم وبيعكم وشراءكم ورفع اصواتكم (منذری، ردالمحتار ص ۶۶۱ ج ۱)(۴)

(۸) وكره تحريما الوطء فوقه والبول والتغوط واتخاذه طريقا بغير عذر وادخال نجاسة فيه وعليه فلا يجوز الاستصباح بدهن نجس فيه ولا تطيينه بنجس ولا البول والفصد فيه ولو في اناء (در مختار)(۵)

(۹) لا يدخل المسجد من على بدنه نجاسة (ردالمحتار عن الهنديه)(۶) ص ۶۶۱ ج ۱)

(۱۰) كره تحريما البول والتغوط فوقه لانه مسجد الى عنان السماء (درمختار)(۷) وكذا الى تحت الثرى (ردالمحتار)(۸)

ہر وقف عام کے لئے تابید ضروری ہے

(۱) ويجعل آخره لجهة لا تنقطع (تنوير الابصار)(۹) يعني لا بد ان ينص على التابيد عند محمد خلافا لابي يوسف وهذا في غير المسجد اذ لا مخالفة لمحمد في لزومه (۱۰) (ردالمحتار ص ۳۷۶ ج ۳) فظهر بهذا ان الخلاف بينهما في اشتراط ذكر التابيد وعدمه انما هو في التنصيص عليه او ما يقوم مقامه كالفقراء ونحوهم واما التابيد معنى فشرط اتفاقا على الصحيح وقد نص عليه محققو المشائخ اه (ردالمحتار ص ۳۷۶ ج ۳)

مسجد کے لئے تابید بالاتفاق ضروری ہے

ويزول ملكه عن المسجد والمصلى بالفعل وبقوله جعلته مسجدا (درمختار)(۱۱) قوله بالفعل اي بالصلوٰة فيه ففي شرح الملتقى انه يصير مسجدا بلا خلاف ثم قال عند قول الملتقى وعند ابي يوسف يزول بمجرد القول ولم يرد انه لا يزول بدونه لما عرفت انه يزول بالفعل ايضا

---

(۱) ابو داؤد، باب اتخاذ المساجد في الدور، ج ۱، ص ٦٦ سعيد، ترمذی شريف، باب ما ذكر في تطييب المساجد، ج ۱، ۱۳۰ سعيد، ابن ماجه، باب تطهير المساجد وتطييبها، ص ٥٥، قديمی، مشكوة شريف ص ٦٩ بحواله بالا

(۲) بخاری شريف، باب حك البزاق باليد من المسجد، ج ۱ ٥٨ قديمی، مشكوة شريف ص ٦٩ بحواله بالا

(۳) ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، ج ۱ ص ٦٥٦ سعيد

(٤) ايضاً (٥) ايضاً (٦) ايضاً (٧) ايضاً

(٨) تنوير الابصار، كتاب الوقف، مطلب في الكلام على اشتراط التابيد، ج ٤ ص ٣٤٨، سعيد

(٩) رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب في الكلام على اشتراط التابيد، ص ٣٤٨ ٤ ط سعيد)

(۱۰) ايضاً ص ٣٤٩ ٤

(۱۱) والدر المختار، كتاب الوقف، مطلب في احكام المسجد، ص ٣٥٦،٣٥٥ ٤ ط سعيد)(۱۲) ايضاً

بلاخلاف اھ قلت وفی الذخیرة وبالصلوة بجماعة یقع التسلیم بلاخلاف حتی انه اذا بنی مسجدا واذن للناس بالصلوٰة فیه جماعة فانه یصیر مسجدا(ردالمحتار(۱) ص۳۸۱ ج۳)

اعلم ان المسجد یخالف سائرالاوقاف فی عدم اشتراط التسلیم الی المتولی عند محمدؒ وفی منع الشیوع عند ابی یوسف وفی خروجه عن ملك الواقف عندالامام وان لم یحکم به حاکم کما فی الدرر وغیره (ردالمحتار(۲) ص۳۸۱ ج۳)

ولوخرب ماحوله واستغنی عنه یبقی مسجدا عندالامام والثانی ابداالی قیام الساعة وبه یفتی (درمختار) (۳) فلا یعود میراثاولا یجوز نقله ونقل ماله الی مسجد اخرسواء کانوا یصلون فیه اولا وھوالفتوی (حاوی القدسی) واکثرالمشائخ علیه (مجتبی) وھوالاوجه (فتح) اھ بحر (ردالمحتار (۴) ص ۳/۳۸۲) ان المسجد اذا خرب یبقی مسجدا ابدا المفتی به قول ابی یوسف انه لایجوز نقله ونقل ماله الی مسجد اٰخر کما مر عن الحاوی (۸) رد المحتار ص۳۸۳ ج۳)

اذا جعل ارضه مسجدا وبناه واشهد ان له ابطاله وبیعه فهو شرط باطل ویکون مسجدا کذا فی الذخیرة (عالمگیری (۵) ص ٤٤٥) والفتوی علی قول ابی یوسف رحمه الله تعالی انه لایعود الی ملك مالك ابدا (عالمگیری (۷) ص ٤٤٥) وقیل ھو مسجد ابداً وھوالاصح کذافی خزانة المفتین (عالمگیری ص ٤٤٥)(۔)

باوجود عدم استعمال کے مسجد کی مسجدیت زائل نہیں ہوتی

ان المسجد اذا خرب یبقی مسجدا ابداً (ردالمحتار)(۸) سئل القاضی الامام شمس الائمة محمود الاوزجندی مسجد لم یبق له قوم وخرب ماحوله واستغنی الناس عنه ھل یجوز جعله مقبرة قال لاوسئل ھوایضا عن المقبرة فی القریٰ اذا اندرست ولم یبق فیها اثر الموتی لاالعظم ولا غیره ھل یجوززرعها واستغلالها قال لاولها حکم المقبرة کذافی المحیط (فتاویٰ عالمگیری (۹) ص۴۵۲ ج۲)

فان حرمة المسجد واحکامه الثابتة له باقیة الی یوم القیامة ولوانسع واریت جدره واعیدت عادت علی ذالك الحکم من غیر تغیر فان الحکم المذکور منوط بالمسجد من حیث هو لا بذلك الجدار بعینه (الحاوی)(۱۱) ص۱۷ ج۲

---

(۱) (ردالمحتار، ایضاً ص ٤/٣٥٦)(۲) ایضاً ص ٣٥٥،٣٥٦/٤
(۳) (الدرالمختار، کتاب الوقف، مطلب فیما لوخرب المسجداوغیره ص ٤/٣٥٨ ط سعید)
(٤) (ایضا ص ٤/٣٥٨)(٥) (ایضاً ص ٤/٣٥٩)
(٦) (الفتاوی العالمگیریه، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر، الفصل الاول، ص ٤٥٧،٤٥٨/٢ ط ماجدیه)
(٧) ایضاً ص ٤٥٨/ ٢)(٨) (العالمگیریه، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر، الفصل الاول، ص ٤٥٨/٢ ط ماجدیة)
(۹) ردالمحتار، کتاب الوقف مطلب فیما لوخرب المسجد اوغیره، ص ٤/٣٥٩ ط سعید)
(۱۰) الفتاوی عالمگیریة، کتاب الوقف، الباب الثانی عشر، ص ٤٧٠/٢ ط ماجدیة)
(۱۱) (الحاوی للفتوی فصل فی بیان ان جماعة من مفتی عصر المولف افتو بجواز فتح الباب الکوة و شباك من دار بیت ملاصقة للمسجد ص ٢ ١٧ ط بیروت

مسجد اپنی جائیداد موقوفہ کی مالک ہے اور قانونی شخص کی حیثیت رکھتی ہے

ولو قال وهبت داری للمسجد او اعطیتها له صح ویکون تملیکا فیشترط التسلیم کما لو قال وقفت هذه المائة للمسجد یصح بطریق التملیک اذا سلمه للقیم کذا فی الفتاوی(۱) العتابیه لو قال هذه الشجرة للمسجد لاتصیر للمسجد حتی تسلم الی القیم کذا فی المحیط (فتاوی عالمگیری ص ۲/۴۴۷) رجل اعطی درهما فی عمارة المسجد او نفقة المسجد او مصالح المسجد صح لانه وان کان لایمکن تصحیحه تملیکا بالهبة للمسجد فاثبات الملک للمسجد علی هذا الوجه صحیح فیتم بالقبض کذا فی الواقعات الحسامیه (فتاویٰ عالمگیری(۲) ص ۴۴۷ ۲)

رجل وقف ارضاله علی مسجد ولم یجعل آخره للمساکین تکلم المشائخ فیه والمختار انه یجوز فی قولهم جمیعا کذا فی الواقعات الحسامیه (فتاوی (۳) عالمگیری ص ۲/۴۴۷) اذا غرس شجرا فی المسجد فالشجر للمسجد (فتاوی(۴) عالمگیری ص ۴۵۵ ۲) رجل غرس نخلة فی مسجد فکبرت بعد سنین فاراد متولی المسجد ان یصرف هذه الشجرة الی عمارة بئر فی هذه السکة والغارس یقول هی لی فانی ماوقفتها علی المسجد قال الظاهر ان الغارس جعلها للمسجد فلا یجوز صرفها الی البئر ولا یجوز للغارس صرفها الی حاجة نفسه کذا فی المحیط (عالمگیری(۵) ص ۴۵۲) مسجد فیه شجرة تفاح یباح للقوم ان یفطروا بهذا التفاح قال الصدر الشهید رحمه الله المختار انه لایباح کذا فی الذخیرة (فتاوی عالمگیری (۶) ص ۴۵۶) مسجد له اوقاف مختلفة لاباس للقیم ان یخلط غلتها کلها وان خرب حانوت منها فلا باس بعمارته من غلة حانوت آخر لان الکل للمسجد ولو کان مختلفا لان المعنی یجمعها(۷)

(۱) ہر وہ چیز جو موقوف علیہ بن سکے اور متعین ہو وہ قانونی شخص ہے اور مسجد موقوف علیہ بن سکتی ہے۔

(۲) ہر وہ چیز جو مالک بن سکے وہ قانونی شخص ہے اور اس کی ملک کی حفاظت گورنمنٹ کا فرض ہے اور اس کو اپنی ملک کی حفاظت کے لئے دعویٰ دائر کرنے کا حق ہے۔

(۳) شخصی ملک قابل زوال و انتقال ہے۔ مالکانہ حیثیت جو قابل زوال و انتقال ہے جب یہ اپنے مالک کو قانونی شخص کی حیثیت دے دیتی ہے تو مسجد کی ملک جو ناقابل زوال و نقل ہے اپنے مالک (مسجد) کو قانونی شخص کا مرتبہ بدرجہ اولیٰ دے گی۔

---

(۱) (العالمگیریه، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر، الفصل الثانی، ۲/ ۴۶۰ ط ماجدیة)
(۲) (ایضاً) (۳) ایضاً (۴) (العالمگیریة کتاب الوقف، الباب الثانی عشر، ۲/ ۴۷۴ ط ماجدیه)
(۵) (العالمگیریه، کتاب الوقف، الباب الثانی عشر، ص ۲/۴۷۷ ط ماجدیه)
(۶) (ایضاً)
(۷) (الهندیه، کتاب الوقف مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوه، ۴/ ۳۶۱ ط سعید) ومثله فی البزازیة، کتاب الوقف الفصل الرابع، ص ۳/ ۲۶۹، ۲۷۰ ط ماجدیة)

دوسرا باب

فصل اول

مدرسے کا اور اس کے مال کا صحیح مصرف

مدرسہ کی رقم کفار کی تعلیم میں خرچ کرنے کا حکم

(سوال) قصبہ مئوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ میں ایک مدرسہ دارالعلوم نامی صرف قرآن پاک اور دینی تعلیم کی غرض سے محض صدقات و قربات چرم ضحیہ و مفلس و بے کس غریب نادار مسلمانوں کی پاک کمائی سے جاری ہے۔ اگرچہ چند روز سے بطور امداد منجانب سرکار انگلشیہ بھی مبلغ ۵۰ روپے ماہوار اور وہ بھی خاص عربی تعلیم کے لئے ملتے ہیں۔ اب اس کے اندر تھوڑے روز سے چند ناعاقبت اندیش مسلمانوں کے ناجائز مشورے سے ایک ہندو آریہ ملازم رکھا گیا ہے اور کفار اشرار کے بیسیوں لڑکے ہندی حساب کتاب کی تعلیم پاتے ہیں اور غریب مسلمانوں کی پاک اور گاڑھی کمائی کا پیسہ ان ملاعنہ اشرار کی تعلیم میں برابر صرف ہو رہا ہے۔ ہذا ایسا طیب و حلال مال جو یتیموں و بیواؤں کے منہ سے چھین کر صرف اسلامی تعلیم کیلئے دیا جاتا ہے کفار کی تعلیم میں خرچ کرنا کیسا ہے؟

(جواب ۸۶) چندہ کا روپیہ اسی کام میں صرف ہو سکتا ہے جس کے لئے دینے والوں نے دیا ہے۔ اس کے علاوہ خرچ کرنا جائز نہیں(۱) جو خرچ کرے گا وہ خود ضامن ہوگا۔ حساب کتاب وغیرہ کی تعلیم مسلمانوں اور کافروں کے بچوں کو دینا ناجائز نہیں مگر اس کام کے لئے وہ روپیہ خرچ نہیں کیا جاسکتا جو خاص دینی تعلیم یا خاص مسلمانوں کے بچوں کی تعلیم کے لئے دیا گیا ہو۔ مدرسہ کے کارکن چندہ دینے والوں کے وکیل ہیں اور وکیل اگر اپنے موکل کے حکم و اجازت کے خلاف خرچ کرے تو خود ضامن ہوتا ہے۔ الوكيل اذا خالف ان خلافا الى خير فى الجنس كبيع بالف درهم فباعه بالف ومائة نفذ ولو بمائة دينار لا ولو خيرا (خلاصہ و درر۔ درمختار)(۲)

وقف کا مال واقف کی نیت کے مطابق خرچ کرنا

(سوال) دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت نے صرف دینی و مذہبی تعلیم واشاعت کی نیت سے ایک عمارت مع زمین وقف کردی وہ عمارت مدرسہ اسلامیہ عربیہ کے نام سے مشہور ہو کر تقریباً عرصہ بیس سال سے اب تک دینی و مذہبی و اسلامی تعلیمات کا گہوارہ بنی رہی۔ مقامی طلباء کے علاوہ بیرونی تشنگان علوم عربیہ بھی اس مدرسے سے سیراب ہوتے رہے۔ مخیر حضرات کی امداد کے ذریعہ ان کی خورد و نوش کا انتظام ہوتا رہا۔ لیکن چند ماہ سے ایک شخص مدرسہ کے انتظام کو بعض حکام کی مدد سے اپنے ہاتھ میں لے کر بانیان مدرسہ کے اغراض و مقاصد کے

---

(۱) سئل القاضى الامام شمس الائمة محمود الاوزجندى عن مسجد لم يبق له قوم وخرب ما حوله، واستغنى الناس عنه هل يجوز جعله مقبرة؟ قال: لا (عالمگیریہ، کتاب الوقف، الباب الثانی عشر، ج ۲، ٤٧٠)

(۲) (ردالمحتار، کتاب الوکالۃ، ج ۵/ ۵۲۱، سعید)

خلاف مدرسے کو انگریزی اسکول بنانے اور انگریزی تعلیم و مغربی تنظیم کے ماتحت لانا چاہتا ہے۔ علوم اسلامیہ عربی فارسی کی تعلیمات کو محض اپنی شخصی و ذاتی رائے سے وقف کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس دینی درسگاہ میں جب سے مولوی کے انگریزی داں کو ہیڈ ماسٹر بنانا جو کہ علوم دینیہ و مذہبی معلومات سے قطعاً نابلد ہے عربی فارسی کے طلباء کو خارج کر دینا چاہتا ہے۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۹۶۶ حاجی عبدالغفور (ضلع لاہور) ۱۰ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ م یکم جون ۱۹۳۶ء

(جواب ۸۷) شرط واقف کی رعایت لازم اور واجب ہے جو عمارات کہ دینی تعلیم کے لئے وقف کی گئی ہے اس کو دنیوی تعلیم کے لئے استعمال کرنا درست نہیں۔(۱) ایسے مدرسے میں جو دینی تعلیم کے لئے وقف ہے۔ دینی تعلیم کے ماہرین ہی مدرس بنائے جا سکتے ہیں۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد میں دینی اور عصری تعلیم جاری کرنا

(سوال) (۱) مسجد کے اندر مدرسہ بنانا بایں خیال کہ مدرسہ مسجد کے اندر مستقل طور پر قائم کیا جاوے اور اس میں دین و دنیا دونوں کی تعلیم دی جائے حتیٰ کہ ہندو کے لڑکے بھی تعلیم پاویں اور ڈسٹرکٹ بورڈ سے مدد بھی لی جائے۔ بورڈ کا ممتحن بھی برائے امتحان و معائنہ خواہ کسی مذہب کا ہو آوے۔ کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟

(۲) اور اگر بحیثیت مذکورہ بالا مدرسہ نہ ہو بلکہ خاص دینی تعلیم ہو قرآن و حدیث کی کوئی مدرس تنخواہ لے کر پڑھانے والا ہو اور اس مدرسہ کو خاص طور پر مسجد ہی کے اندر رکھا جائے شرعاً کیسا ہے؟

المستفتی نمبر ۱۴۳۰ محمد امین صاحب (ضلع اعظم گڑھ) ۲۸ صفر ۱۳۵۶ھ م ۱۰ مئی ۱۹۳۷ء

(جواب ۸۸) مسجد کے اندر مدرسہ بنانے سے اگر مراد یہ ہے کہ مسجد کا حصہ (مہیا للصلوٰۃ) کو مدرسہ بنا دیں تو یہ نہیں ہو سکتا۔(۳) ہاں مسجد میں بیٹھ کر دینیات کی تعلیم دینے میں مضائقہ نہیں مگر مسجد کی حیثیت مسجد ہی کی رہے گی۔ مدرسہ کی حیثیت پیدا نہ ہوگی۔(۴) اور آداب مسجد کی رعایت لازم ہوگی اور اگر مراد یہ ہے کہ احاطہ مسجد کے اندر فاضل جگہ موجود ہے۔ موضع مہیا للصلوٰۃ اس سے علیحدہ ہے تو اس فارغ اور فاضل جگہ میں مدرسہ بنانا جائز ہے۔ لیکن مدرسہ عارضی ہوگا اور اگر کبھی مسجد کو اس جگہ کی ضرورت ہوگی تو مدرسہ اٹھانا پڑے گا اور جگہ مسجد

---

(۱) علی انهم صرحوا بمراعاة غرض الواقفین واجبة وقدمر وجوب العمل بشرط الواقف (ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفین واجبة، ج ٤ ٤٤٥، سعید)

(۲) اذا ولی السلطان مدرسا لیس باهل لم تصح تولیته، لان فعله مقید بالمصلحة خصوصا ان کان المقرر عن مدرس اهل فان الاهل لم یعزل وصرح البزازی فی الصلح، بان السلطان اذا اعطی غیر المستحق فقد ظلم مرتین بمنع المستحق واعطاء غیر المستحق اه (الشامیة، کتاب الوقف مطلب لایصح عزل صاحب وظیفة بلا جنحة او عدم اهلیة، ص ٣٨٢ ٤

(۳) مسجد لم یبق به قوم وخرب ما حوله واستغنی الناس عنه هل یجوز جعله مقبرة قال لا (العالمگیریة، کتاب الوقف الباب الثانی عشر ص ٤٧٠ ٢ ط ماجدیة)

(٤) قوله لا للدرس والذکر، لانه ما بنی لذلک وان جاز فیه ذلک (ردالمحتار کتاب الصلاة، ج ١ ٦٦٣، سعید)

کے حوالے کرنی پڑے گی۔ (۱) ایسے مدرسہ میں جو فارغ جگہ میں بنایا گیا ہو دینی و دنیوی جائز تعلیم جاری کرنا بھی جائز ہے اور اس میں مسلم و غیر مسلم لڑکے تعلیم کے لئے اور انسپکٹر تعلیم معائنہ کے لئے آسکتے ہیں۔ ڈسٹرکٹ بورڈ سے مدد لینا بھی جائز ہے (۲) فقط۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) ارض لاهل قرية جعلوها مقبرة واقبروا فيها ثم ان واحدا من اهل القرية بنى فيها بناء لوضع اللبن وآلات القبر واجلس فيها من يحفظ المتاع بغير رضا اهل القرية او رضا بعضهم بذلك، قالوا ان كان في المقبرة سعة بحيث لا يحتاج الى ذلك المكان فلا بأس به وبعد ما بنى لو احتاج الى ذلك المكان رفع البناء حتى يقبر كذا في فتاوى قاضيخان (عالمگیریہ، كتاب الوقف، الباب الثاني عشر ص ٤٦٧، ٤٦٨ ج ٢) وفيها ان مدرس الكتاب يدرس بسراج المسجد، ان كان سراج المسجد موضوعا في المسجد للصلاة قيل لا بأس به وان كان سراج المسجد موضوعا في المسجد لا للصلاة بان فرغ القوم من صلاتهم ذهبوا الى بيوتهم وبقي السراج في المسجد قالوا لا بأس بان يدرس به الى ثلث الليل وفيما زاد على الثلث لا يكون له حق التدريس كذا في فتاوى قاضيخان (عالمگیریہ، كتاب الوقف، الباب الحادي عشر ص ٤٥٩ ج ٢) هذا يدل على جواز التدريس في المسجد ولو بسراج المسجد، فالتدريس خارج المسجد في ارض وقف له يجوز بلاريب وكذا ينبغي ان يجوز فيه كل ما يجوز في المدرسة ايضا وان لم يجز ذالك في داخل المسجد لحرمته كما قال في الدر المختار كره تحريما الوطء فوقه والبول والتغوط لانه مسجد الى عنان السماء ورفع صوت بذكر الا للمتفقهة كتاب الصلاة، ص سعيد ٦٥٦، ٦٦٠ ج ١ وكذا يدل على جواز التدريس ما في الشامية كتاب الصلاة ص ٦٥٦ (قوله الا للمتفقهة) حيث يعتق مدرسي [illegible] من شغلهم من يدرس في المسجد)

(۲) قال في العالمگیریہ اذا جعل في المسجد ممرا فانه يجوز لتعارف اهل الامصار في الجوامع وجاز لكل واحد ان يمر فيه حتى الكافر الا الجنب والحائض والنفساء وليس لهم ان يدخلوا فيه الدواب كذا في التبيين (كتاب الوقف ص ٤٥٧ ج ٢

فصل دوم
مدرسے کے لئے غیر مسلم سے امداد لینا

ڈسٹرکٹ بورڈ سے نسوانی مدرسہ کے لئے امداد لینے کا حکم

(سوال) ایک خاتون جو کہ ایک بہت بڑی زمیندارن ہے انہوں نے اپنے ذاتی صرفہ سے ایک نسوانی مدرسہ قائم کیا ہے جس میں صرف مسلمانوں کی بچیاں مذہبی تعلیم پاتی ہیں۔ بانی مدرسہ کی آمدنی کا ایک کثیر حصہ گورنمنٹ کے صرفہ میں آتا ہے۔ اگر بانی مدرسہ اپنے مدرسہ میں ڈسٹرکٹ بورڈ سے امداد لے لیں تو شرعی نقطہ نظر سے کچھ حرج تو نہیں ہے اور آیا یہ فعل از روئے شرع شریف جائز ہوگا۔ جو جو صورتیں جواز کی ہوں وہ سب لکھ دی جائیں۔ یعنی اس قسم کا روپیہ تنخواہوں و تعمیرات و خرید کتب وغیرہ وغیرہ پر صرف ہو سکتا ہے یا کسی خاص جگہ؟

المستفتی نمبر ۲۰۱۳ بی بی سیدہ صغیرہ بانو (بلند شہر) ۹ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۱۶ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۸۹) ڈسٹرکٹ بورڈ سے نسوانی مدرسہ کی امداد کے سلسلہ میں کوئی رقم لینا جائز ہے اور اس رقم کو تنخواہوں اور دیگر ضروریات مدرسہ میں خرچ کرنا جائز ہے۔ (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

فصل سوم
مدرسے کی رقوم کو بینک میں رکھنا

سخت ضرورت کی بناء پر مدرسہ کی رقم بینک میں رکھنے کا حکم

(سوال) ہمارے قصبہ میں ایک مدرسہ اسلامیہ ہے اس کی رقوم خزانچی مدرسہ کے پاس جمع ہیں مگر آج کل مدرسہ میں چوری وغیرہ کی ایسی وارداتیں ہو رہی ہیں جن کے سبب خطرہ لاحق ہو گیا ہے کہ کہیں یہ رقومات مدرسہ ضائع نہ ہو جائیں اس لئے اگر بطور حفاظت اس روپے کو کسی بینک یا خزانہ سرکاری میں جمع کر دیا جائے تو کوئی شرعی نقصان تو نہیں جب کہ اس سے مقصد صرف حفاظت ہو اور نفع وغیرہ کچھ نہ ہو۔

المستفتی نمبر ۲۱۸۰ شیخ علی محمد صاحب ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ م ۱۵ جنوری ۱۹۳۸ء

(جواب ۹۰) حفاظت کی معتمد صورت نہ ہو تو بینک میں جمع کرا دینا مباح ہے۔ (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) قال في الدر المختار: (ومصرف الجزية والخراج ومال التغلبي وهديتهم) مصالحنا كسد ثغور وبناء قنطرة وجسر وكفاية العلماء وفي رد المحتار: وكذا النفقة على المساجد كما في الخانية فيدخل فيه الصرف على إقامة شعائرها من وظائف الإمامة والأذان ونحوهما (الدر المختار، كتاب الجهاد، مطلب في مصارف بيت المال، ط سعيد ۴/۲۱۷)

(۲) فمن اضطر غير باغ ولا عاد فلا اثم عليه (سورة البقرة، رقم الآية ۱۷۳)

فصل چہارم
مدارس اسلامیہ کے سفراء اور متفرق مسائل

مبلغین اور سفراء کے لئے ہدایا و تحائف وصول کرنے کا حکم

(سوال) مدرسہ عربیہ جس میں علوم دینیہ کی تعلیم کے لئے مدرس اور عوام کی ہدایت کے لئے مبلغ اور فراہمی سرمایہ کے لئے سفیر مقررہ تنخواہوں پر کام کرتے ہیں۔ اس مدرسے کے مدرسوں، مبلغوں اور سفراء سے اطراف کے عوام کو کچھ ایسی دلچسپی ہے کہ اپنی انجمنوں اور اپنے مدرسوں کے سالانہ جلسوں پر بلاتے ہیں اور علاوہ اخراجات سفر کے کوئی کپڑا، کچھ مٹھائی، کوئی بکس یا کوئی ایسی استعمال کی چیز یا نقد روپیہ بطور ہدیہ پیش کرتے ہیں تو یہ ہدایا کی چیزیں ان مدرسوں، مبلغوں اور سفراء کی ملکیت ہوں گی یا مدرسے کی ملکیت سمجھی جائیں گی اور بالخصوص نقد روپیہ کے متعلق جب کہ یہ تصریح بھی ہو گئی ہو کہ مدرسے کی خدمت ہم لوگ کسی اور موقع پر اور معقول طریقہ پر کریں گے۔ یہ تو حقیر ہدیہ محض آپ کی تکلیف فرمائی پر آپ کے اہل و عیال کے لئے ہے۔ قرآن و حدیث و فقہ حنفی سے بالخصوص اپنے اکابر کے دستور عمل کے حوالے سے فتویٰ عنایت ہو۔

المستفتی نمبر ۱۱۷۲ مظفر الدین، وچ مرچنٹ۔ مراد آباد ۲۱ شعبان ۱۳۵۵ھ م ۶ نومبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۹۱) مدرسے کے مدرسین اور مبلغ جو صرف تدریس اور تبلیغ کے کام پر مامور ہوں یعنی فراہمی چندہ ان کا فرض منصبی نہ ہو، مدرسے سے رخصت حاصل کر کے کسی جگہ جا کر وعظ کریں اور ان کو شخصی طور پر کوئی چیز یا نقد ہدیہ ملے تو وہ ان کی اپنی ہے۔ ہاں سفراء جو فراہمی چندہ کے کام پر مامور ہوں اور مدرسے نے ان کو شخصی طور پر ہدیہ لینے سے روک دیا ہو ان پر لازم ہے کہ یا تو وہ شخصی ہدیہ قبول نہ کریں یا قبول کریں تو مدرسے کے فنڈ میں ڈال دیں۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

(۱) کیا چندہ وصول کرنے والوں کو اسی رقم سے اجرت دی جا سکتی ہے؟
(۲) مبلغ اور مدرس کو زکوٰۃ دینے کا حکم

(سوال)( ) مدرسہ عربیہ میں بمد زکوٰۃ جو روپیہ پہنچتا ہے کیا اس میں سے مدرسہ کے سفیر کو جو چندہ کی فراہمی کے لئے مقرر ہوتا ہے۔ والعاملین علیہا کی مد میں داخل سمجھ کر اس کی تنخواہ میں وہ روپیہ دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) مدرسہ کا کوئی ایسا مبلغ یا مدرس ہو جس کے پاس کسی رقم کا نصاب نہیں۔ صرف ماہواری تنخواہ پر جو مدرسہ سے حاصل کرتا ہے نہایت تنگی اور دشواری سے گزران پر گزار کر سکتا ہے۔ کیا ایسے مبلغ اور مدرس کو بھی بمد

---

(۱) (قوله ويرد هديته) والاصل في ذلك ما في البخاري عن ابي حميد الساعدي قال استعمل النبي عليه السلام رجلا من الازد يقال له ابن اللتبية على الصدقة فلما قدم قال: هذا لكم، وهذا اهدي لي. قال عليه السلام: هلا جلس في بيت ابيه او بيت امه فينظر ايهدى له ام لا؟" الى قوله، واستعمل عمر ابا هريرة فقال له من اين لك هذا؟" فقال تلاحقت الهدايا فقال له عمر اي عدو الله هلا قعدت في بيتك فتنظر يهدى لك ام لا؟" فاخذ ذلك منه، وجعله في بيت المال الخ وتعليل النبي صلى الله عليه وسلم دليل على تحريم الهدية التي سببها الولاية وكذا كل من عمل للمسلمين عملا حكمه في الهدية حكم القاضي"

زکوٰۃ آمدہ رقم سے تنخواہ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۴۱۵ مولانا محمد چراغ صاحب صدر مدرس مدرسہ عربیہ گوجرانوالہ۔ ۲۱ رجب ۱۳۵۹ھ

(جواب ۹۲) (۱) زکوٰۃ کی رقم وصول کرنے والوں کو اسی رقم میں سے اجرت عمل دینے کی گنجائش ہے خواہ وہ غنی ہوں مگر اس حالت میں ان کی وصول کی ہوئی رقم کے نصف سے زیادہ نہیں دی جائے گی۔(۱)

(۲) مستحق زکوٰۃ کو زکوٰۃ کی رقم کسی عمل کے معاوضہ میں (سوائے تحصیل و جمع زکوٰۃ کے) نہیں دی جاسکتی۔ کیونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں تملیک بلا عوض شرط ہے۔ مدرسین مد تبلیغ و تعلیم کو تنخواہ بطور عقد اجارہ دی جاتی ہے جو تملیک بلا عوض(۲) نہیں ہے۔ البتہ اگر ان کو بطور وظیفہ ماہواری رقم دی جائے اور مستاجر کی حیثیت سے ان سے عمل کی جانچ نہ کی جائے اور جبری طور پر ان سے مواخذات نہ ہوں تو پھر ان کو زکوٰۃ میں سے ماہواری وظیفہ دینا جائز ہوگا۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

الجواب صحیح۔ فقیر محمد یوسف دہلوی۔ مدرسہ امینیہ دہلی

مدرسہ کے لئے اصل قیمت سے کم پر بذریعہ سرکار زمین خریدنا

(سوال) ایک جگہ مدرسہ اسلامیہ جاری کیا گیا۔ مکان مدرسہ مختصر تھا۔ وہاں زیادہ عمارت کی سخت ضرورت تھی۔ مدرسہ کے مکان کے قریب مسلمانوں کی زمین تھی۔ اہل مدرسہ نے ان لوگوں کو ہر طرح سے سمجھایا اور دوگنی قیمت بھی دینے کے لئے تیار ہوئے لیکن ان لوگوں نے اہل مدرسہ کو وہ زمین نہیں دی۔ اس واقعہ سے پہلے سرکار بڑودہ کو سڑک کے لئے اس زمین میں سے تھوڑے سے قطعہ کی ضرورت پڑی تھی تو سرکار نے سرکار کے معمول کے مطابق عرف سے بہت ہی قلیل عشر عشیر قیمت دے کر ان لوگوں سے زمین لی تھی۔ اہل مدرسہ کو جب ان لوگوں سے زمین ملنے کی امید نہ رہی تو سرکار سے عرض کی گئی کہ اس زمین کی مدرسہ کو سخت ضرورت ہے۔ مدرسہ میں جو تعلیم گجراتی و اردو بھی عربی کے ساتھ پڑھائی جاتی تھی جس کا قوم کے لئے خود سرکار بندوبست اپنے خرچ سے کرتی ہے۔ اس لئے سرکار نے اس عرضی پر خوب غور کیا اور مدرسے والوں سے سرکار کے معمول کے مطابق اس زمین کی قیمت لی اور وہ قیمت عشر عشیر مالکان زمین کو دے کر اس زمین کا قبضہ اہل مدرسہ کو دے دیا۔ مالکان زمین اتنی کم قیمت پر بھی یہ زمین مدرسہ والوں کو نہ دیتے لیکن سرکار سے مجبور ہو کر تسلیم خم کرنا پڑا اور قبضہ سے دست بردار ہو گئے اور اس پر سخت ناخوش ہوئے اور ہیں۔ ایسی زمین مدرسہ والوں نے مدرسہ میں لینا اور اس پر مدرسہ کی عمارت بنانا جائز ہے یا نہیں؟ مدرسہ والوں نے سرکار سے

---

(۱) مصرف الزکوٰۃ والعشر هو فقیر وهو من له أدنی شیء، ومسکین من لا شیء له، والعامل فیعطی بقدر عمله ولو غنیا لا هاشمیا لأنه فرغ نفسه لهذا العمل فیحتاج إلی الکفایة، والغنی لا یمنع من تناولها عند الحاجة کابن السبیل، بحر عن البدائع. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الزکوٰة، باب المصرف ط سعید ص ۳۳۹، ۳۴۰، ۲)

(۲) هی تملیک جزء مال عینه الشارع من مسلم فقیر غیر هاشمی ولا مولاه مع قطع المنفعة عن المملک من کل وجه لله تعالی) (تنویر الأبصار، کتاب الزکاة، ص ۲۵۶، ۲۵۸، ۲) القاموس الفقهی ص ۱۵۹ ادارۃ القرآن کراتشی

(۳) قال فی الشامیة: واستدل علی ذلک بمسئلة عبد المعلم من أنه لا یأخذ حجرته ووظیفته علی حاله إذا غاب عنه ثلاثة أشهر (کتاب الوقف مطلب لا یصح عزل صاحب وظیفة ص ۳۸۲) وقد مر فی کتاب الجهاد أن العلماء والطلبة یعطون بوصفهم من الجزیة والخراج والزکاة

بڑی بڑی شرطوں کے ساتھ یہ زمین دی ہے۔ کیا اس طرح سے زمین کا لینا مدرسہ والوں کے لئے جائز ہے؟ اور اس زمین پر حسب معاہدہ و شرائط سرکار مدرسہ کا مکان بنایا جا رہا ہے۔ آخرت میں اہل مدرسہ سے مواخذہ ہوگا یا نہیں اور درصورت عدم جواز اس وقت ان لوگوں کو اہل مدرسہ مدرسے کے روپے سے پوری قیمت ادا کردیں تو یہ معاملہ کیسا ہے؟ غرض اہل مدرسہ پر اب کیا لازم ہے؟

(جواب ۹۳) صورت مسئولہ میں چونکہ منتظمین مدرسہ نے خود درخواست کرکے حکام سے جبراً زمین خریدوائی ہے تو گویا حکام کے جبر و تشدد کا سبب یہ لوگ ہیں۔ اس لئے حاکمانہ جبر و تشدد کے گناہ میں یہ بھی شریک ہیں اور اخروی مواخذہ ان کے ذمہ بھی ہے۔(۱) اب اس مواخذہ سے نجات کی سوائے اس کے کوئی صورت نہیں کہ یا تو یہ زمین مالکوں کو واپس دیں یا بقیہ قیمت ادا کر کے مالکوں کو راضی کرلیں یا ان سے معافی حاصل کریں۔(۲) باقی مدرسہ والوں کا سرکار سے اس زمین کو شروط کے ساتھ خریدنا وہ معاملہ جدا ہے۔ اگر شروط فاسدہ عقد بیع میں داخل ہیں تو وہ بیع بھی فاسد اور حرام ہے۔ فقط(۳)

مسجد کی رقم پر بینک سے سود لینا اور اسے مسجد کے دوسرے رفاہی کاموں پر خرچ کرنا

(سوال) مسجد کا جو روپیہ بینک میں جمع رہتا ہے اس کا سود لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر یہ روپیہ نہ لیا جائے تو وہ لوگ اس کو مشن اسکولوں وغیرہ میں صرف کرتے ہیں۔ اگر جائز ہے تو اس روپے سے امور خیر مثلاً تبلیغ، مدرسے کی امداد، غرباء کی اعانت، مسافر خانہ، کنواں اور سڑک وغیرہ کی تعمیر، سڑکوں پر روشنی، مساکین طلباء کے لئے انگریزی کتابوں کی خرید اور ان کی انگریزی تعلیم پر صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟ ان صورتوں میں سے جن میں صرف کرنا زیادہ افضل ہو اس سے بھی مطلع فرمایا جائے۔ بینوا توجروا۔

(جواب ۹٤) جو روپیہ بینک میں جمع کیا جائے اس کا سود بینک سے وصول کرلیا جائے تاکہ اس کے ذریعہ سے مسیحی مذہب کی تبلیغ اور مسلمانوں کو مرتد بنانے کی اعانت کا گناہ نہ ہو۔ وصول کرنے کے بعد اس روپے کو امور خیر میں جو رفاہ عام سے تعلق رکھتے ہوں۔ یا فقراء و مساکین کی رفع حاجت کے لئے مفید ہوں مثلاً یتامیٰ و مساکین اور طلبائے مدارس اسلامیہ کے وظائف اور امداد کتب وغیرہ پر خرچ کرنا یا مسافر خانہ، کنواں، سڑک وغیرہ تعمیر کرنا۔ سڑکوں پر روشنی کرنا یہ سب صورتیں جائز ہیں۔ البتہ مسجد پر خرچ نہ کی جائے کہ یہ تقدس

---

(۱) (الغصب هو إزالة يد محقة) (وحكمه الإثم لمن علم أنه مال الغير ورد العين قائمة والغرم هالكة ولغير من علم الأخيرين) الدر المختار، كتاب الغصب ص ۱۷۷، ۱۸۰ ط سعيد.

(۲) (وحكمه الإثم ورد العين قائمة والغرم هالكة) (أيضاً ص ۱۷۹ ج ۶) (ويجب رد عين المغصوب ... أو بدله ... لو هلك وهو مثلي، وإن انقطع المثل فقيمته يوم الخصومة) (أيضاً ص ۱۸۲، ۱۸۳ ج ۶) بقوله عليه الصلاة والسلام: لا يحل لأحدكم أن يأخذ مال أخيه لاعباً ولا جاداً، وإن أخذه فليرده عليه، وظاهره أن رد العين هو الواجب الأصلي وهو الصحيح (رد المحتار، ص ۱۸۲ ج ۶) (فإن غصب وغير فزال اسمه وأعظم منافعه واختلط ... ضمنه وملكه بلا حل انتفاع قبل أداء ضمانه، أو تضمين قاض، أو ... أو رضا أو عرس ... يضمن صاحب لأكثر قيمة لأنه ... في اصطلاحه ... (الدر المختار مع حاشية رد المحتار، كتاب الغصب ص ۱۹۰، ۱۹۳)

(۳) ثم الشرط على وجوه: ... وكل لا يقتضيه العقد فعلى التفسير الذي ذكرنا ... إن كان شرطاً لا يلائم العقد ... ورد الشرع بجوازه ... ولا هو متعارف وليس فيه منفعة للبائع أو للمشتري أو للمعقود عليه لا يجوز البيع (خلاصة الفتاوى، كتاب البيوع، الفصل الخامس، ص ۴۹، ۵۰ ج ۳ ط مجد اكيدمي، لاهور)

مسجد کے منافی ہے۔(۱) واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(جواب) از مولانا اشرف علی تھانوی۔ اول تو مسجد کا روپیہ بینک میں جمع کرنا جب دوسرا طریق حفاظت کا ہو خلاف احتیاط ہے۔ اور اگر غلطی سے یا غفلت سے یا مجبوری سے ایسا اتفاق ہو گیا تو اس وقت وصول کرنے میں تو وہی عمل کرے جو مجیب اول نے تحریر فرمایا ہے۔ البتہ جزو اخیر یعنی مصارف مذکورہ میں صرف کرنا اس میں ترمیم کی ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ خاص اس کا مسجد میں صرف کرنا تو تقدس مسجد کے خلاف ہے(۲) اور دوسری جگہ صرف کرنا ملک مسجد کا غیر مسجد میں صرف کرنا ہے(۳) اس لئے دونوں محذوروں سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ اس قدر روپیہ کسی سے قرض لے کر مسجد میں صرف کر دے اور اس سود کی رقم سے وہ قرضہ ادا کر دے اور یہ ثابت ہے کہ مسجد کی نیت سے جو قرضہ لیا جاوے اس کا مسجد کی آمدنی سے ادا کرنا جائز ہے۔(۴) واللہ اعلم۔

کتبہ اشرف علی عفی عنہ۔ ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ

جواب ثانی صحیح بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔ مسعود احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔ ۱۳ ذیقعدہ ۵۴ھ

(جواب مکرر) از حضرت مفتی اعظمؒ۔ الجواب واللہ الملہم للحق والصواب۔ بینک کے سود کو وصول کرنے کا حکم یا تو اس بناء پر ہو کہ ہندوستان دارالحرب ہے۔ اور دارالحرب میں عقود ربویہ جائز ہیں۔ اس صورت میں بینک سے روپیہ جمع کرنا اور سود حاصل کرنا بھی جائز ہوگا۔ اور شخصی رقم یا وقفی رقم دونوں جمع کی جا سکیں گی اور رقم کا مالک خواہ کوئی شخص ہو یا مسجد، سود کی رقم کا بھی مالک ہو جائے گا اور یہ کہا جا سکے گا کہ سود کی وہ رقم جو مسجد کے جمع شدہ روپے پر ملی ہے مسجد کی رقم ہے۔ لیکن اپنی جماعت کے علماء نے ہندوستان میں عقود ربویہ کے جواز کا ابھی تک حکم نہیں دیا ہے اور اسی نظر سے بینکوں میں روپیہ جمع کرنے سے منع کرتے ہیں۔ میں کسی بینک میں تاحد امکان روپیہ جمع کرنے سے اب تک منع کرتا رہا ہوں۔ اول اس لئے کہ سود میں ابتلاء اور بینک کے تمام سودی کاروبار کی معاونت ہے۔ دوم اس لئے کہ ڈاکخانہ کا سیونگ بینک اور امپیریل بینک کلیۃً اور براہ راست دوسرے بینک آخری طور پر اور بالواسطہ حکومت کے زیر حکم اور اس کے مؤید و معاون ہیں اور حکومت کافرہ متسلطہ کو مالی تقویت پہنچانا اور اس کی قوت کو مستحکم کرنا مفاد اسلامی کے منافی ہے۔ اس صورت میں سود حاصل کرنے کے جواز کا حکم محض اس بنا پر ہے کہ اگرچہ بینک کا سود سود ہی ہے اور اخذ ربا اور عقود ربویہ کی مباشرت کی اجازت نہیں مگر بینک سے سود اس لئے وصول کر لیا جائے کہ نہ لینے کی صورت میں وہ مسیحی مشنریوں کو دے دیا جاتا ہے اور وہ اس کے ذریعہ سے مسیحیت کی تبلیغ اور مسلمانوں وغیرہم کو مرتد بنانے کا کام لیتی ہیں۔ اس لئے بینکوں میں اول تو روپیہ جمع نہ کرنا چاہئے اور کسی مجبوری یا غفلت سے جمع کر دیا جائے تو اس کا سود بینک سے وصول کر لیا جائے۔ نہ

---

(۱) (۲) قال تاج الشريعة: أما لو أنفق في ذلك مالا خبيثا ومالا سببه الخبيث والطيب فيكره، لأن الله لا يقبل إلا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله اهـ. الشامية، كتاب الصلاة، مطلب كلمة لا بأس دليل على أن المستحب غيره، ص ۱/۶۵۸ سعيد)

(۳) في فتاوى أبي الليث: رجل جمع مالا من الناس لينفقه في بناء المسجد فأنفق من تلك الدراهم في حاجته ثم رد بدلها في نفقة المسجد لا يسعه أن يفعل ذلك، فإن فعل لكن هذا وإن استمر الحاكم يجب أن يكون في رفع الوبال، أما الضمان فواجب. عالمگيرية، كتاب الوقف، ط ماجدية، الباب الثالث عشر، ص ۲/۴۸۰)

(۴) عن الفقيه أبي جعفر: القياس هكذا، لكن يترك القياس فيما فيه ضرورة نحو أن يكون في أرض الوقف زرع يأكله الجراد يحتاج القيم إلى النفقة جاز له الاستدانة (الهندية، كتاب الوقف، الباب الخامس، ص ۲/۴۲۴، ط ماجدية)

اس بنا پر کہ وہ مالک رقم کا حق اور اس کی ملک ہے بلکہ اس لئے کہ اس کے ذریعہ سے تبلیغ مسیحیت اور ارتداد مسلمین کا سلسلہ ممتد نہ ہو۔ اور روپیہ جمع کرنے والا کم از کم تبلیغ مسیحیت و ارتداد مسلمین کا ذریعہ بننے کے گناہ عظیم سے محفوظ رہے۔(۱) اور ظاہر ہے کہ اس تقدیر پر سود کی حاصل شدہ رقم جمع شدہ روپے کے مالک کی خواہ وہ کوئی شخص ہو یا مسجد یا اور کوئی وقف ہو مملوک نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ رقم ایک ایسی رقم ہے جو کسی مسلمان کے قبضہ میں شخصی حیثیت سے یا متولی کی حیثیت سے آگئی ہے اور جس کو اپنے قبضہ سے نکال دینا لازم ہے۔(۲) تو اس کی صورت یہ بتائی گئی تھی کہ رفاہ عام کے کاموں میں یا فقراء و مساکین پر خرچ کر دی جائے۔

مگر اس رقم کا مسجد کو مستحق اور مالک قرار دیا جائے تو لازم ہوگا کہ تمام چھوڑی ہوئی رقم کا متولیوں کو ضامن بنایا جائے جس کی مقدار لاکھوں کروڑوں روپے تک پہنچتی ہے۔ کیونکہ متولی کو کسی طرح یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مسجد کی مملوکہ مستحقہ رقم قصداً وصول نہ کرے اور چھوڑ دے۔(۳) محمد کفایت اللہ

تیسرا باب

عیدگاہ

عیدگاہ کے لئے مقرر کی ہوئی زمین پر مکان درویشوں کے حجرے وغیرہ بنانا

(سوال) ایک جگہ جو مدت سے عیدگاہ مقرر تھی اور اب اس جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ عیدگاہ مقرر ہوئی اور وہ پہلی جگہ عرصہ دس بارہ سال سے ویران پڑی ہوئی ہے تو اب اس جگہ مکان بن سکتا ہے یا درویشوں کے واسطے حجرے بن سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۹۵) پہلی عیدگاہ کی زمین اگر وقف ہو تو وہاں کوئی ایسا کام کرنا جو جہت وقف کے خلاف ہو جائز نہیں۔(۴) عیدگاہ کی زمین پر مسجد بن سکتی ہے اگر وہاں مسجد کی ضرورت ہو اور آباد ہو سکے تو مسجد بنا لیں۔(۵) لیکن اگر کسی کی ملکیت ہو تو مالک کو اختیار ہے خواہ مکان بنائے خواہ درویشوں کے لئے حجرے بنائے۔(۶) واللہ اعلم

---

(۱) قال تعالى: تعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان (سورة المائدة)

(۲) (قوله كما لو كان الكل خبيثا) في القنية لو كان الخبيث نصابا لا يلزمه الزكاة، لأن الكل واجب التصدق عليه لأن المغصوب وجب التصدق به (الشامية، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم، قبيل مطلب في التصدق من المال الحرام، ۲۹۱/۲ ط سعيد)

(۳) رجل جمع مالا من الناس لينفقه في بناء المسجد فأنفق من تلك الدراهم في حاجته، لا يسعه أن يفعل ذلك، فإن فعل الضمان وجب (الهندية، كتاب الوقف، الباب الثالث عشر، ۴۸۰/۲ ط ماجدية)

(۴) أرض وقف على مسجد صارت بحال لا تزرع فجعلها رجل حوضا للعامة، لا يجوز للمسلمين الانتفاع بماء ذلك الحوض. كذا في القنية (الفتاوى العالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الحادي عشر، ۴۶۴/۲ ط ماجدية)

(۵) أرض وقف على مسجد والأرض بجنب ذلك المسجد وأرادوا أن يزيدوا في المسجد شيئا من الأرض جاز الخ (العالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الحادي عشر، في المسجد وما يتعلق به ۴۵۶/۲)

كذا في الدر المختار: أما (المتخذ لصلاة جنازة أو عيد) فهو (مسجد في حق جواز الاقتداء) وإن انفصل الصفوف رفقا بالناس (الدر المختار، كتاب الصلاة، مطلب في أحكام المسجد، ط سعيد، ۶۵۷/۱)

(۶) لأن الملك ما من شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص (رد المحتار، كتاب البيوع، ۴: ۵۰۲ ط سعيد) أيضا قال في جامع الفصولين: إن من تصرف في خالص ملكه يمنع ولو أضر بغيره؛ لكن ترك القياس في محل يضر بغيره ضررا بينا (رد المحتار، فصل في المتفرقات، مطلب [illegible] ۲۳۷/۵ ط سعيد)

عیدگاہ کو ذاتی منافع کے لئے استعمال کرنا

(سوال) عیدگاہ آیا وقف چیز ہے؟ اور اس کا بیع وشرا جائز ہے یا نہیں اور آیا ہر مسلمان کو اس کی نسبت بطور عبادت گاہ استعمال کرنے کا حق ہے یا نہیں۔ اور کس طریقہ سے عیدگاہ کا استعمال کرنا مثلاً بطور سرائے وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر قبضہ عرصہ سے ایسوں کا ہو جو اس کو بطور سرائے یا ذاتی کرایہ خوری کے جائداد سمجھ کر استعمال کر رہے ہوں ان سے مسلمانوں کا قبضہ حاصل کر کے وقف کی نیت کو پورا کرنا شرعی فرض ہے یا نہیں؟

(جواب ۹۶) عیدگاہ اوقاف عامہ میں سے ہے اور وقف ہونے میں اس پر مسجد کے احکام جاری ہیں۔ پس اس کو عبادت عامہ کے لئے استعمال تو کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ذاتی منافع کے لئے کوئی اس پر قبضہ نہیں رکھ سکتا۔(۱) اگر کسی غاصب نے اس پر جبراً قبضہ کر لیا ہو تو مسلمانوں کو حق ہے کہ اس کے قبضہ سے نکال لیں اور غرض صحیح میں استعمال کریں۔ غاصب سے اوقاف کو واپس لینے کا حکم کتب فقہ میں مذکور ہے۔(۲) اور گزشتہ زمانے میں غاصب نے جس قدر روپیہ وقف کے ذریعہ سے حاصل کیا ہے وہ اس سے واپس لیا جائے گا اور وقف کے کام میں خرچ کیا جائے گا۔ فقط(۳) محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

(۱) کیا عیدگاہ کا مسجد کی طرح احترام ضروری ہے

(۲، ۴) عیدگاہ کو عذر کی وجہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا کیسا ہے؟ (۳) پہلی عیدگاہ کا سامان دوسری کیلئے منتقل کرنا۔

(سوال) (۱) عیدگاہ کیا مسجد کی تعریف میں ہے؟

(۲) عیدگاہ جو عرصہ سے ایک مقام پر تعمیر ہے وہ ہٹا کر کسی دوسرے مقام پر تعمیر ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۳) اگر موجودہ عیدگاہ ہٹا کر دوسرے مقام پر تعمیر کی جائے تو پھر موجودہ عیدگاہ کا سامان اینٹ، پتھر، چونہ وغیرہ کسی دوسرے کام میں آ سکتا ہے یا نہیں؟

(۴) موجودہ عیدگاہ آبادی شہر سے کچھ تھوڑے فاصلے پر ہے مگر اب بوجہ ترقی وزیادتی آبادی درمیان آبادی ہو گئی ہے۔ دوسرے اس طرف سے بغرض آسائش ورفاہ عام حکومت کو پختہ سڑک بھی بنانی ہے۔

المستفتی نمبر ۷۶۲ عبدالوہاب۔ نرسنگ گڑھ ۲ جمادی الاول ۱۳۵۴ھ م ۵ اگست ۱۹۳۵ء

(جواب ۹۷) (۱) عیدگاہ وقف ہونے اور صحت اقتدا میں مسجد کا حکم رکھتی ہے۔ باقی اور احکام میں مسجد سے علیحدہ ہے۔(۴)

(۲) وقف ہونے میں چونکہ وہ مسجد کا حکم رکھتی ہے اس لئے اس کی پہلی تعمیر ہمیشہ کیلئے وقف ہے۔ اسے منتقل کرنا جائز نہیں۔(۵)

---

(۱) رجل له ساحة لا بناء فيها امر قومه ان يصلوا فيها بجماعة ... صارت الساحة مسجدا لو مات لا يورث عنه (رد المحتار كتاب الوقف ۴/۳۵۵)

(۲) ولو غصبها من الواقف او من واليها غاصب فعليه ان يردها الى الواقف فان ابى وثبت غصبه عند القاضي حبسه حتى يرد (عالمگیریہ كتاب الوقف الباب التاسع في غصب الوقف ص ماجدية ۲/۴۴۷)

(۳) الوقف (ان غصب عقاره) وسكنه انسان بغير امر الوقف او اليتيم (يختار) للفتوى (وجوب الضمان) ثم وفي اتلاف منافعه ولو غير معد للاستغلال به يفتى وقدمنا انه لو اجره الغاصب لزم المسمى لا اجر المثل فليحفظ (الدر المنتقى في شرح الملتقى كتاب الوقف، ط بيروت ص ۷۵۲، ۷۵۳)

(۴) اما المتخذ لصلاة جنازة او عيد فهو مسجد في حق جواز الاقتداء وان انفصل الصفوف رفقا بالناس لا في حق غيره به يفتى نهاية (الدر المختار، كتاب الصلاة، مطلب في احكام المسجد، ص ۱/۶۵۷ سعيد)

(۵) رجل له ساحة ... امرهم بالصلوة فيها ... صارت الساحة مسجدا لو مات لا يورث عنه (الهندية، كتاب الوقف ص ۲/۳۵۵)

(۳) اگر کسی وجہ سے عیدگاہ ناقابل انتفاع ہو جائے تو اس کا سامان دوسری عیدگاہ میں لگایا جاسکتا ہے۔ (۱)
(۴) اس وجہ سے اس کو منتقل کرنا جائز نہیں ہے۔ (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

پہلی عیدگاہ سے لوگوں کو ہٹانے کے لئے دوسری عیدگاہ بنانا

(سوال) زید اور بکر دو شخص ایک ہی محلہ کے آدمی ہیں۔ زید عالم ہے اور عیدگاہ قدیم جو ساٹھ ستر برس سے قائم ہے اس کا متولی اور امام ہے۔ اور بکر اس محلہ کا جاہ پرست اور خدا ناترس۔ اسی بناء پر بکر نے عیدگاہ قدیم سے ۲۵۰ گز کے فاصلہ پر جدید عیدگاہ بنائی اور عیدگاہ قدیم کی تقلیل جماعت کے لیے اور اس کو ویران کرنے کے لئے انتہائی کوشش کی جاتی ہے اور لوگوں کو ورغلایا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

المستفتی نمبر ۲۲۷ مولوی مستفیض الرحمن (ضلع نواکھالی) ۵ شعبان ۱۳۵۴ھ م ۳ نومبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۹۸) یہ بات تو صحیح ہے کہ جو مسجد یا عیدگاہ خدا کے لئے خالصاً مخلصاً بنائی جائے بخلاف اس کے جو دوسری مسجد یا عیدگاہ کو ویران کرنے کی نیت سے بنائی جائے وہ موجب وبال و گناہ ہے۔ اس میں کوئی ثواب نہیں۔ (۳) اور نہ حقیقۃً وقف کا حکم رکھتی ہے مگر جب بانی اس نیت کا اقرار نہ کرے اور صحیح نیت کا مدعی ہو تو ہمارے پاس نیت کے علم کا کوئی ذریعہ نہیں۔ زمانہ وحی میں تو بذریعہ وحی ایسے لوگوں کی نیت کی قلعی کھل جانی ممکن تھی اور مسجد ضرار جیسا معاملہ کیا جاسکتا تھا۔ لیکن اب کوئی ذریعہ نہیں ہے اس لئے اس دوسری عیدگاہ میں نماز ناجائز ہونے کا حکم نہیں دیا جاسکتا۔

البتہ بکر پر یہ واضح رہے کہ اگر اس کی نیت تقلیل جماعت و تفریق بین المسلمین اور توہین زید کی تھی تو وہ اخروی مواخذہ سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

قبرستان یا عیدگاہ سے گزرنے کے لئے راستہ بنانا

(سوال) ( ) کیا جانب غرب مسجد عیدگاہ میں دروازہ جائز درست ہے؟ (۲) ایسی مسجد میں جس میں جانب غرب دروازہ ہو نماز درست ہے یا نہیں؟ (۳) کیا راستہ چماران جو اب چاہتے ہیں؟ عیدگاہ کی زمین سے دیوار شہید کر کے دینا درست ہے جب کہ ان کی آمد و رفت کے لئے دو قدیم راستے موجود ہیں۔ (۴) کیا چاہ عیدگاہ سے پانی نکال کر دھوبیوں کا بدیں احاطہ عیدگاہ میں کپڑے دھونا درست ہے۔ (۵) کیا گورستان اہل اسلام کے درمیان سے

---

(۱) سئل شمس الائمة الحلوانی عن مسجد وحوض خرب ولا يحتاج إليه لتفرق الناس هل للقاضي أن يصرف أوقافه إلى مسجد آخر أو حوض آخر؟ قال نعم، ولو لم يتفرق الناس هل يجوز قال لا كذا في المحيط (العالمگیریة، کتاب الوقف، الباب الثالث عشر، ص ۴۷۸، ۲، ط ماجدية)

(۲) لو كان مسجد في محلة ضاق على أهله ولا يسعهم أن يزيدوا فيه فسألهم بعض الجيران أن يجعلوا ذلك المسجد له ليدخله في داره ويعطيهم مكانه عوضا ما هو خير له فيسع فيه أهل المحلة قال محمد لا يسعهم ذلك كذا في الذخيرة (العالمگیریة، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر، ص ۴۵۷، ۲)

(۳) إنما الأعمال بالنيات وإنما لامرئ ما نوى فمن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها أو إلى امرأة ينكحها فهجرته إلى ما هاجر إليه (البخاری، اول باب کیف کان بدء الوحی، فی کتاب الایمان، الجزء الاول، ۲ ۱ ط قدیمی)

کوئی راستہ بنانا درست ہو سکتا ہے؟

المستفتی نمبر ۷۰۵ شیخ محمد عبدالغنی ریاست جنید۔ ۶ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ م ۱۰ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۹۹) (۱) و (۲) جائز ہے۔(۱) (۳) کوئی تصرف جدید مسجد کی حدود میں جائز نہیں جو دوسروں کو مسجد میں مداخلت کا موقع بہم پہنچاتا ہو۔(۲) (۴) عیدگاہ کے احاطہ میں کپڑے دھونا یہ بھی ایک قسم کی مداخلت ہے اور جائز نہیں۔(۳) (۵) کوئی جدید راستہ قبرستان کی زمین میں سے بنانا درست نہیں۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ

عیدگاہ کو ہندوؤں کے استعمال میں نہ دیا جائے

(سوال) ایک مقام پر چند سال سے مسلمان عیدین کی نماز و قربانی ادا کرتے ہیں اور مسلمان زمیندار نے اس قطعہ زمین کو تین سال سے وقف بھی کر دیا ہے عیدگاہ و قربان گاہ کیلئے۔ یہ زمین سروے سٹلمنٹ میں پرتی قدیم سورا جنگل کے نام سے مشہور ہے۔ اس پیمائش کی مدت تقریباً تیس سال ہوئی۔ اب ہندو اس جگہ کو دیومت ستھان یعنی معبد کی جگہ کہتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں۔ کوئی علامت پوجا پاٹ وغیرہ کی اس جگہ نہیں ہے۔ لہذا ایسی جگہ مسلمان شرعاً عیدین و قربانی ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۹۷ محمد لیاقت حسین (بھاگلپور) ۴ صفر ۱۳۵۵ھ م ۲ مئی ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۰۰) ہاں کر سکتے ہیں اور ان کو اپنے حق پر قائم رہنا چاہئے۔ نماز و قربانی سب ادا کریں۔(۵) فقط۔

محمد کفایت اللہ

ایک سے زیادہ جگہ میں عیدگاہ قائم کرنا

(سوال) ایک شہر میں اس وقت تک ایک ہی عیدگاہ ہے۔ دوسری عیدگاہ بنانی جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۲۲۵ ملک محمد امین صاحب (جالندھر) ۱۳ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ م ۲۲ جولائی ۱۹۳۷ء

---

(۱) في الكبرى مسجد اراد اهله ان يجعلوا الرحبة مسجدا والمسجد رحبة وارادوا ان يحدثوا له بابا، وارادوا ان يجعلوا الباب عن موضعه فلهم ذلك (العالمگيرية كتاب الوقف الباب الحادي عشر ص ٤٥٦ / ٢ ط ماجدية)

(۲) اذا اراد انسان ان يتخذ تحت المسجد حوانيت غلة لمرمة المسجد، او فوقه ليس له ذلك كذا في الذخيرة، (العالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الحادي عشر ص ٤٥٥ / ٢)

(۳) قيل له (نجم الدين) فان تداعت حيطان المقبرة الى الخراب، تصرف اليها، او الى المسجد؟ قال الى ماهي وقف عليه ان عرف، وان لم يكن للمسجد متول ولا للمقبرة فليس للعامة التصرف فيها (عالمگيرية كتاب الوقف، الباب الثاني عشر، ص ٤٧٦، ٤٧٧ / ٢)

(٤) سئل هو (القاضي) ايضا عن المقبرة في القرى اذا اندرست، ولم يبق فيها اثر الموتى، لا العظم ولا غيره، هل يجوز زرعها واستغلالها؟ قال: لا، ولها حكم المقبرة، كذا في المحيط (الفتاوى العالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الثاني عشر، ص ٤٧٠، ٤٧١ / ٢)

(٥) اذا قال ارضي هذه صدقة موقوفة على الجهاد او الغزاة او في اكفان الموتى او في حفر القبور او غير ذلك مما يشبهها فذلك جائز (عالمگيرية كتاب الوقف، الباب الثالث في المصارف ج ٢ ص ٣٧٠)، ولو غصب من الواقف او من واليها غاصب فعليه ان يردها الى الواقف فان ابى وثبت غصبه عند القاضي حبسه حتى يرد (العالمگيرية، كتاب الوقف، الباب التاسع في غصب الوقف ط ماجدية، ص ٤٤٧ / ٢) وفيها ايضا في فتاوى الحجة لو صار احد المسجدين قديما وتداعى الى الخراب، فاراد اهل السكة بيع القديم وصرفه في المسجد الجديد فانه لا يجوز (الفتاوى العالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الحادي عشر الفصل الاول، ص ٤٥٨ / ٢ ط ماجدية)

(جواب ۱۰۱) اگر شہر بڑا ہو کہ اس کی تمام مسلم آبادی کے لئے ایک سمت میں ایک عیدگاہ میں جمع ہونا مشکل ہو تو دوسری سمت میں دوسری عیدگاہ بنانے میں مضائقہ نہیں۔ (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

(۱) عیدگاہ آبادی سے کس قدر دور ہونی چاہئے؟
(۲) عیدگاہ پر قبضہ نہیں کیا جاسکتا
(۳) عیدگاہ پر غاصبانہ قبضہ کیا جائے تو مسلمانوں کی ذمہ داری
(۴) عیدگاہ سے سڑک نکالنے کا حکم

(سوال) (۱) عیدگاہ آبادی سے کس قدر فاصلہ پر ہونی چاہئے اور آبادی عیدگاہ سے کس قدر دور رہنی چاہئے۔ (۲) عیدگاہ سے کس قدر فاصلہ تک سکنی مکانات اور عمارت بنانا ممنوع و ناجائز ہے۔ (۳) اراضی متعلقہ عیدگاہ پر کوئی قبضہ کرسکتا ہے یا نہیں۔ (۴) اگر اراضی متعلقہ عیدگاہ پر کوئی غاصبانہ قبضہ کرے تو مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے۔ (۵) عیدگاہ تباہی اور چاہ تباہی کے بیچ میں اراضی متعلقہ عیدگاہ پر سڑک نکالنے کا کس کو حق ہو سکتا ہے؟

المستفتی نمبر ۱۷۷۹ شیخ عبدالرحمن قریشی ۱۴ رجب ۱۳۵۶ھ م ۲۰ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۰۲) (۱) عیدگاہ کو آبادی سے باہر ہونا چاہئے۔ فاصلہ کی کوئی مقدار میری نظر سے نہیں گذری۔ صرف یہ بات کتابوں میں موجود ہے کہ عیدگاہ کو آبادی سے باہر ہونا چاہئے۔ (۲)

(۲) یہ بات بھی میری نظر میں کہیں نہیں آئی کہ عیدگاہ کے قریب مملوکہ زمینیں ہوں تو ان کی عمارت سے روکا جائے۔

(۳) اراضی متعلقہ عیدگاہ سے اگر مراد عیدگاہ کی موقوفہ زمین ہے تو اس پر کوئی قبضہ نہیں کرسکتا اور کرے تو وہ قبضہ ناجائز و حرام ہوگا۔ (۳)

(۴) اگر کوئی غاصبانہ قبضہ کرے تو مسلمانوں پر واجب ہوگا کہ زمین وقف کو غاصب کے قبضہ سے نکالیں۔ (۴)

---

(۱) في الدر المختار (وتؤدى في مصر واحد بمواضع كثيرة) مطلقا على المذهب، وعليه الفتوى، شرح المجمع للعيني وامامة فتح القدير دفعا للحرج (وفي رد المحتار) (قوله مطلقا) اى سواء كان المصر كبيرا أولا، وسواء فصل بين جانبيه نهر كبير كبغداد اولا وسواء قطع الجسر او بقي متصلا وسواء كان التعدد في مسجدين او اكثر، هكذا افاده في الفتح، ومقتضاه انه لا يلزم ان يكون التعدد بقدر الحاجة كما يدل عليه كلام السرخسي الآتي (قوله على المذهب) فقد ذكر الامام السرخسي ان الصحيح من مذهب ابي حنيفة جواز اقامتها في مصر واحد في مسجدين واكثر وبه نأخذ لاطلاق لا جمعة الا في مصر، شرط المصر فقط، وبما ذكرنا اندفع ما في البدائع من ان ظاهر الرواية جوازها في موضعين لا في اكثر وعليه الاعتماد اه فان المذهب الجواز مطلقا بحر (الشامية، كتاب الصلاة، باب الجمعة ص ٢: ١٤٤، ١٤٥ ط سعيد، وفي جامع الفقه ومنية المفتي والذخيرة تجوز اقامتها في المصر وفنائه في موضعين فاكثر، وبه قال الشافعي واحمد (حلبي كبير، كتاب الصلاة، فصل في صلوة العيد، ص ٥٧٢ ط لاهور)

(٢) الخروج الى المصلى وهي الجبانة سنة وان كان يسعهم الجامع وعليه عامة المشائخ، لما ثبت انه عليه السلام كان يخرج يوم الفطر ويوم الاضحى الى المصلى روى ذالك عن علي (حلبي كبير، كتاب الصلاة، فصل في صلوة العيد، ص ٥٧ ٥٧٢ سهيل اكيدمي)

(٣) متى صح الوقف لا يملك ولا يورث عنه (الهندية كتاب الوقف، الباب الاول ص ٣٥٢ ٢ ط ماجدية)

(٤) ولو غصبها من الواقف او من واليها غاصب فعليه ان يردها الى الواقف (العالمگيرية، كتاب الوقف، الباب التاسع في غصب الوقف، ص ٤٤٧ ٢)

(۵) جس زمین کو عیدگاہ کے وقف میں اس کا شمول ثابت ہو اس میں سے سڑک کاٹنے کا کوئی حق نہیں ہے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

عیدگاہ کو فروخت کرنے کے بارے میں چند سوالات

(سوال) مسلمانوں کی عیدگاہ کی زمین جو کہ جنگل میں، پہاڑوں کے درمیان ہو اور اس زمین کو خرید نے کی قیمت اور ہموار کرنے کا خرچ وغیرہ عام مسلمانوں کے چندہ کی رقم سے ادا کیا گیا ہو اور جہاں پر مسلمان تقریباً عرصہ تیس سال سے اپنی نماز عیدین ادا کرتے رہے ہوں اور جس نے مسلمانوں کو یا کسی غیر قوم، غیر مذہب یا سرکار کو کسی قسم کی تکلیف بھی نہیں دی ہو۔ ایسی زمین جو مسلمانوں کی مملوکہ و مقبوضہ ہو اس کو مسلمانوں سے چھین کر ہندوؤں کو ان کے مردے جلانے کی جگہ یعنی شمشان بھومی بنانے کے لئے محکمہ تعمیرات دینے کی تجویز کرتا ہو اور اس کام کو ایک مسلمان زید جو اس محکمہ کا افسر ہو اپنے افسران کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے یا اپنی ذاتی ملکیت کی زمین جو عیدگاہ مذکور کے قرب وجوار میں واقع ہو اور جس کو ہندوؤں کے شمشان بھومی بنانے کے لئے تجویز کیا گیا ہو اس کو بچانے کے لئے عیدگاہ کو فروخت کر دینا منظور کرتا ہو اور اس مقصد کے لئے بکر، قمر، عمر، نصر وغیرہم اپنے چند دوستوں کو لالچ دے کر اپنا ہم خیال بنا کر کہ اس عیدگاہ کے عوض دوسری عیدگاہ پختہ موقع کی زمین پر یعنی بستی کے قریب عمارت پختہ ہوا کر دلوادی جائے گی۔ ان سے بیان دلواتے ہیں کہ وہ قومی نمائندے ہیں۔ (حالانکہ وہ نہیں ہیں) اور عیدگاہ کو فروخت کرنا منظور کرتے ہیں۔ اس کارروائی مذکورہ پر محکمہ سرکاری گزٹ میں ایک نوٹس بایں مضمون (کہ عوام کی آگاہی کے لئے لکھا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی عیدگاہ کا اس کو شمشان بھومی بنانے کے لئے لیا جانا تجویز کیا گیا ہے۔ اگر کسی شخص کو عذر ہو تو تاریخ فلاں تک اپنی عذرداری زید کے دفتر میں پیش کریں) شائع کرتا ہے اور اس پر مسلمانوں کو عموماً اور زید کی قوم کو خصوصاً ایک دلی صدمہ پہنچتا ہے اور وہ اپنی عذرداری پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کو زید، بکر، قمر، نصر، ہر ممکن طریق سے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ جو بات انہوں نے در پردہ بغیر مشورہ قوم یہاں تک کہ بغیر مشورہ ممبران انجمن عیدگاہ کے انجام دینے کی کوشش کر چکے ہیں اس پر حرف نہ آئے۔ یہ بات بھی خاص طور پر توجہ کی مستحق ہے کہ دربار صاحب بہادر ہر ایک قوم کے مذہبی جذبات کا احترام کرتے ہیں اور اسی وجہ سے ایک دفعہ مسلمانوں کے قبرستان کو مفاد عامہ کے استعمال کے لئے لینے سے انکار کر دیا تھا۔ اس لئے عیدگاہ کو شمشان بھومی بنانے کے لئے دینے کی کوئی مجبوری بھی نہیں ہے تو ایسی صورت میں امور مذکور بالا کے بغور مطالعہ کر لینے کے بعد حسب ذیل سوالات کے جوابات مع دلائل ارسال فرمائیں۔

( ) عیدگاہ کو شمشان بھومی بنانے کے لئے فروخت کیا جا سکتا ہے یا نہیں، جبکہ کسی قسم کی مجبوری نہ ہو اور جگہ شمشان بھومی بنانے کے لئے دوسری جگہ بھی میسر آسکتی ہو۔

---

(۱) ان ارادوا ان يجعلوا شيئاً من المسجد طريقاً للمسلمين فقد قيل ليس لهم ذالك، وانه صحيح (الهندية، كتاب الوقف، الباب الحادي عشر، الفصل الاول ص ٤٥٧ ٢ ط ماجدية)

(۲) عیدگاہ بستی کے قریب ہو سکتی ہے یا نہیں اور اس پر پختہ عمارت بنائی جا سکتی ہے یا نہیں؟

(۳) عیدگاہ کو شمشان بھومی بنانے کے لئے زید، بکر، قمر، عمر، نصر با مشورہ یا بغیر مشورہ قوم کے یا ممبران انجمن عیدگاہ کے فروخت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) اگر نہیں کر سکتے تو فروخت کرنا منظور کر لینے اور فروخت کر دینے کے بعد ان پر شرعی حد کیا عائد ہوتی ہے۔

(۵) مسلمان عموماً اور زید کی قوم کو خصوصاً اس امر کو ناپسند کرتی ہے اور یہ سمجھتی ہے کہ عیدگاہ کو جو ایک وقف زمین ہے شمشان بھومی بنانے کے لئے دے دینا ایسا ہے کہ گویا آئندہ تمام اوقاف کے لئے ایک ناجائز نظیر قائم کرنا۔ اس لئے اگر وہ عیدگاہ کو قائم رکھنے کی کوشش کریں تو جائز ہے یا نہیں؟

(۶) اور اگر وہ ایسی کوشش نہ کریں تو ان پر کوئی شرعی حد عائد ہوتی ہے یا نہیں؟

(۷) اگر ان کی ایسی کوشش کرنے سے زید، بکر، قمر، عمر، نصر باز رکھنے کی سعی کرتے ہیں تو زید، بکر، قمر، عمر، نصر پر شرعی حد عائد ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر عائد ہوتی ہے تو وہ شرعی حد کیا ہے؟

المستفتی نمبر ۲۱۷۷ جناب عبدالستار صاحب (جودھپور مارواڑ) ۷ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ م ۱۰ جنوری ۳۸ء

(جواب ۱۰۳) (۱) عیدگاہ وقف ہے اس کو فروخت نہیں کیا جا سکتا۔ فروخت کرنے والے یا اس کی اجازت دینے والے اسلام کے دشمن ہیں۔(۱) (۲) عیدگاہ کو آبادی سے باہر ہونا چاہئے (۲) اور اس پر عمارت بھی نہ بنائی جائے۔(۳) (۳) نہیں کر سکتے۔(۴) (۴) تمام مسلمان ایسے لوگوں کا بائیکاٹ کر دیں۔(۵) (۵) عیدگاہ کو قائم رکھنے کی سعی کرنا فرض ہے۔(۶) (۶) وہ سخت گناہ گار اور شرعی مجرم ہوں گے۔(۷) (۷) نمبر ۶ دیکھو۔(۸) (۸) موجودہ حالات میں ان کا بائیکاٹ ہی ہو سکتا ہے۔(۹) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

عیدگاہ کو مسجد بنا کر اسے مسجد کہنا اور اس میں نماز پڑھنا صحیح ہے

(سوال) عیدگاہ قصبہ کا کابیل قدیم سے موجود ہے۔ جس کے لئے وقف کا فیصلہ ہے کہ بطور عیدگاہ کی گئی، ضروریات محلہ کے پیش نظر ایک محلہ کے چند افراد نے بغیر مشورہ مسلمانان شہر ایک مسجد کا ارادہ کیا۔ سوالات ذیل ہیں

(۱، ۴، ۸) في فتاوى الحجة لو صار احد المسجدين قديما وتداعى الى الخراب فاراد اهل السكة بيع القديم وصرفه في المسجد الجديد فانه لا يجوز (عالمگیریة، كتاب الوقف، الباب الحادي عشر، ص ۲/۴۵۸)

(۲) والخروج الى المصلى وهي الجبانة سنة وان كان يسعهم الجامع، وعليه عامة المشايخ. (حلبی کبیر، كتاب الصلاة، فصل في صلاة العيد، ص ۵۷۱ ۵۷۲ ط سہیل اکیڈمی لاہور)

(۳) اذا اراد انسان ان يتخذ تحت المسجد حوانيت غلة لمرمة المسجد او فوقه ليس له ذلك (عالمگیریة، كتاب الوقف، الباب الحادي عشر ص ۴۵۵ ۲)

(۶) (۷) رجل وقف ارضا فجحد المدفوع اليه فهو غاصب يخرج الارض من يده والخصم فيه الواقف، فان كان الواقف ميتا وجاء اهل الوقف يطلبون له نصب القاضي خصما يخاصم فيه (عالمگیریة، كتاب الوقف، الباب التاسع في غصب الوقف ص ۲/۴۴۷) (قلت قوله اهل الوقف يطالبون به الخ هذا دال على ان القوم عليهم ذمة المطالبة ومن ترك ذمته الواجبة فهو آثم)

(۵) (۹) لا ينبغي للناس ان ياكلوا من اطعمة الظلمة لتقبيح الامر عليهم وزجرهم عما يرتكبون وان كان يحل (الهندية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر، ص ۵/۳۴۲ ط ماجدية)

(۱) کیا عیدگاہ میں واقف کی ہدایت کے خلاف مسجد بنانا جائز ہے؟
(۲) کیا عیدگاہ میں تعمیر مسجد کے بعد وہ عیدگاہ ہی کہی جائے گی یا اس کو مسجد کہنا ہی صحیح ہوگا؟
(۳) کیا ایسے اقدامات کو اگر وہ کسی حد تک عملی صورت بھی اختیار کر چکے ہوں روکنا جائز ہے؟
(۴) کیا اگر بغیر تعمیر مسجد عیدگاہ میں پنجگانہ نماز ادا کی جائے تو اس کی شکل بطور مسجد کے تو نہیں ہو جاتی؟

المستفتی نمبر ۲۴۱۷ اعجاز محمد صاحب (شملہ) ۲۵ رجب ۱۳۵۷ھ م ۲۱ ستمبر ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۰۳) عیدگاہ میں نماز پنجوقتہ باجماعت ادا کرنی جائز ہے۔ عیدگاہ کو وقف کی منشاء سے عیدگاہ کی صورت میں ہی رکھنا چاہئے اور بغیر کسی خاص مجبوری اور اشد ضرورت کے اس کو تبدیل نہ کرنا چاہئے۔(۱) محمد کفایت اللہ

عیدگاہ آبادی سے دور ہونی چاہئے

(سوال) (۱) عید کی نماز عیدگاہ میں جنگل میں جائز ہے؟
(۲) عیدگاہ سے مکانات و کوارٹروں کی کتنے دور پر آبادی رہنی چاہئے؟

المستفتی نمبر ۲۶۷۴ عبدالرحمن قریشی قصاب پورہ۔ ۲۱ جمادی الاول ۱۳۶۰ھ ۱۸ جون ۱۹۴۱ء

(جواب ۱۰۴) (۱) عیدگاہ کو آبادی سے باہر ہونا چاہئے۔(۲) (۲) اگر عیدگاہ باہر میدان میں ہو تو اس کے قریب آبادی بنانا نہیں چاہئے ورنہ عیدگاہ کی شرعی پوزیشن بگڑ جائے گی۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) عیدگاہ یا مسجد میں کارخانہ کھولنا
(۲) مساجد اور عیدگاہ کی زمین کو کرایہ پر دینے کا حکم

(سوال) (۱) کوئی شخص عیدگاہ یا مساجد کے اندر کارخانہ کھول سکتا ہے جس کے اندر عورت و مرد کام کرتے ہوں۔ (۲) مساجد یا عیدگاہ کا متولی اراضی مذکورہ کو کرایہ پر دے سکتا ہے یا عیدگاہ وغیرہ کی ملکیت کی کوئی چیز فروخت کر سکتا ہے؟

المستفتی نمبر ۲۶۷۴ عبدالرحمن صاحب قصاب پورہ۔ دہلی۔

(جواب ۱۰۶) (۱) عیدگاہ کے احاطہ کے اندر کارخانہ کھولنا جس میں ہر قسم کے آدمی کام کرتے ہوں جائز نہیں ہے۔(۴) (۲) عیدگاہ کو کرایہ پر نہیں دیا جاسکتا۔(۵) ورنہ عیدگاہ کی ملکیت جو وقف ہوتی ہے فروخت کی جاسکتی ہے۔(۶) اگر کوئی متولی عیدگاہ کی ملکیت فروخت کردے یا انتظام صحیح نہ کرے تو اس کو تولیت سے علیحدہ کیا جاسکتا ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

---

(۱) مسجد في محلة ضاق على اهله ولا يسعهم ان يزيدوا فيه فسالهم بعض الجيران ان يجعلوا ذالك المسجد له ليدخله في داره، ويعطيهم مكانه عوضا ما هو خير له، قال محمد لا يسعهم ذالك، كذا في الذخيرة (عالمگيريه، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر، ص ۴۵۷ ۲)
(۲) (۳) (ايضاً بحواله سابق ۳ ۱۱۳)
(۴) (۵) اذا اراد انسان ان يتخذ تحت المسجد حوانيت غلة لمرمة المسجد، او فوقه ليس له ذالك (عالمگيرية، كتاب الوقف الباب الحادى عشر، ص ۲/۴۵۵)
(۶) لو صار احد المسجدين قديما وتداعى الى الخراب فاراد اهل السكة بيع القديم وصرفه في المسجد الجديد، فانه لا يجوز (عالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر ۴۵۸ ۲)
(۷) اذا كان ناظرا على اوقاف متعددة وظهرت خيانته في بعضها افتى المفتي ابو السعود بانه يعزل من الكل الشاميه كتاب الوقف، مطلب فيما يعزل به الناظر، ص ۳۸۰ ۴)

چوتھا باب
مقبرہ اور قبرستان

قبرستان کے درختوں کو گھر یا مسجد کے لئے استعمال کرنا

(سوال) قبر میں اگر خود بخود کوئی درخت یا یانس پیدا ہو تو اس کی بودوباش کے گھر میں یا مسجد میں استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اور مخفی نہ رہے کہ اس کو نہ کاٹنے سے باغ باغیچہ کا نقصان بھی ہوتا ہے اب دریافت طلب یہ بات ہے کہ اس حالت میں اس درخت کو بودوباش کے گھر میں یا مسجد میں استعمال کرنا جائز ہو گا یا نہیں؟

(جواب ۱۰۷) قبرستان کی زمین اگر مملوکہ ہو تو اس کے درخت خواہ لگائے ہوئے ہوں یا خود اگے ہوں مالک کے ہیں۔ اس کو ایسے درخت جن سے مقبرہ کو نقصان پہنچے، کاٹ ڈالنا جائز ہے اور اگر مملوکہ نہیں ہے وقف ہے اور درخت زمین کے وقف ہونے کی حالت میں خود اگے ہوں تو اہل مقبرہ اس میں تصرف کرنے کے مجاز ہیں کیونکہ وہ درخت بھی وقف کے حکم میں ہیں اور ان کا اختیار قاضی یا متولی کو ہے اور جس جگہ قاضی نہ ہو وہاں اہل مقبرہ اس میں تصرف کرنے کے مختار ہیں۔ مقبرة عليها اشجار عظيمة فهذا على وجهين اما ان كانت الاشجار نابتة قبل اتخاذ الارض مقبرة او نبتت بعد اتخاذ الارض مقبرة ففي الوجه الاول المسألة على قسمين اما ان كانت الارض مملوكة لها مالك او كانت مواتاً لا مالك لها واتخذها اهل القرية مقبرة ففي القسم الاول الاشجار باصلها على ملك رب الارض يصنع بالاشجار واصلها ما شاء وفي القسم الثاني الاشجار باصلها على حالها القديم وفي الوجه الثاني المسألة على قسمين اما ان علم لها غارس او لم يعلم ففي القسم الاول كانت للغارس وفي القسم الثاني الحكم في ذلك الى القاضي ان رأى بيعها وصرف ثمنها الى عمارة المقبرة فله ذلك كذا في الواقعات الحسامية (ہندیہ) ج ۲ ص ۴۵۵(۱)

قبرستان سے سرسبز درخت کاٹنے کا حکم

(سوال) قبرستان میں سے سبز درخت کاٹنا خصوص کر وہ درخت کہ قبروں پر ہوں جائز ہے یا نہیں۔ اگر کسی نے کاٹ لئے ہوں تو اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب ۱۰۸) قبرستان کے درخت اگر زمین کو قبرستان بنانے سے پہلے کے ہیں تو اگر وہ زمین پہلے کسی شخص کی مملوکہ تھی اور اس نے اسے قبرستان کے لئے وقف کیا ہے تو درخت اس کی ملک ہے جو چاہے کرے۔ مقبرة فيها اشجار عظيمة وكانت الاشجار فيها قبل اتخاذ الارض مقبرة فان كانت الارض يعرف مالكها فالاشجار باصلها للمالك يصنع بالاشجار واصلها ما شاء (قاضی خان علی ہامش الہندیہ مصری) ج ۳ ص ۳۴۳(۲) اور اگر زمین کسی کی ملک نہ تھی تو درخت اب بھی اسی حالت میں رہیں گے۔ جیسے قبرستان بننے سے پہلے تھے۔ یعنی مباح الاصل وان كانت الارض مواتا ليس لها مالك فاتخذها اهل القرية مقبرة

---

(۱) (الهندية، كتاب الوقف، الباب الثاني عشر، مطلب الكلام على الاشجار التي في المقبرة واراضي الوقف وغيرذلك، ص ۴۷۳، ۴۷۴ / ۲ ط ماجدية)

(۲) قاضي خان، كتاب الوقف، فصل في الاشجار، ص ۳۱۱ / ۳ ط ماجدية)

فالاشجار باصلها تکون علی ما کانت قبل جعل الارض مقبرة(۱) (قاضی خان ص ۳۴۳ ج ۳)

اور اگر درخت زمین کے قبرستان بننے کے بعد اگے ہیں تو اگر کسی شخص نے لگائے ہیں تو اس کی ملک ہیں اور خود اگے ہیں تو وقف سمجھے جائیں گے اور قاضی کی رائے اور اس کے اختیار میں رہیں گے وہ چاہے تو انہیں بیچ کر مقبرہ کے خرچ میں لا سکتا ہے۔ وان نبت الاشجار فیها بعد اتخاذ الارض مقبرة فان علم غارسها کانت للغارس وان لم یعلم الغارس فالرأی فیها یکون للقاضی ان رأی ان یبیع الاشجار ویصرف ثمنها الی عمارة المقبرة فله ذلک ویکون فی الحکم کانها وقف انتهی(۲) (قاضی خان ص ۳۴۳ ج ۳) یہ تو بڑے درختوں کا حکم ہے۔ ہاں خودرو گھاس اگر سبز ہو تو اس کا کاٹنا مکروہ تنزیہی ہے۔ یکرہ ایضاً قطع النبات الرطب والحشیش من المقبرة دون الیابس (شامی)(۳)

متولی عداوت کی وجہ سے قبرستان میں مردے دفن کرنے سے نہیں روک سکتا

(سوال) ایک قدیم وقف قبرستان ہے جس کے متولی یکے بعد دیگرے ایک ہی خاندان کے ہوتے چلے آتے ہیں۔ اس قبرستان میں عام اموات دفن نہیں ہوتیں مگر چند قبیلوں کے لئے مخصوص ہے منجملہ ان قبیلوں کے جو وہاں مدفون ہیں عمرو کے قبیلہ کے اموات بھی قریب دو سو سال ہوئے اس میں دفن ہوتے چلے آتے ہیں۔ مذکورہ قبرستان وقف ہے اور زید اس کا متولی ہے۔ زید اور عمرو دونوں شافعی المذہب ہیں فی الحال اس کے قبل عمرو کے اموات کو دفن کرنے میں فی الحال کے متولی کے آباد اجداد جو مذکورہ قبرستان کے متولی گزرے انہوں نے کبھی ممانعت نہ کی۔ نہ کوئی ایسے انکار کرنے کا حق مشتہر کیا۔ لہذا متولی زید کا صورت مسئولۃ الصدر میں عمرو کے اموات کو مذکورہ قبرستان میں دفن کرنے میں مانع ہونا شرعاً جائز ہے اور اس طرح انکار کرنے کا حق اس کو حاصل ہے یا نہیں؟

(جواب ۱۰۹) اگر قبرستان وقف ہے تو جن قبیلوں کے لئے وقف ہے وہ اپنے اموات کو اس میں دفن کر سکتے ہیں اور متولی کو انہیں منع کرنے کا حق حاصل نہیں۔ متولی اہل استحقاق کے حق کو باطل نہیں کر سکتا۔(۴)

مملوکہ قبرستان میں مالک کی اجازت کے بغیر دفن کرنا

(سوال) شاہان اسلامیہ سلف نے ایک بزرگ کو حسن عقیدت سے ایک جگہ عنایت کر کے مالک بنایا۔ بعد ازاں بزرگ موصوف نے اس جگہ میں سے ایک قطعہ کو اپنے مرقد کے لئے اور اپنی اولاد کے دفن کے لئے مقرر کیا اور اس قطعہ معینہ کا نام بھی اب تک اسی بزرگ کے خاندان سے نسبت رکھتا ہے اور بزرگ موصوف کی اولاد میں سے آج تک سلسلہ بہ سلسلہ سجادہ نشین اور مالک ہوتے چلے آئے ہیں اور اسی طرح تاحال جاری ہے اور وہ

---

(۱) (قاضی خان، کتاب الوقف، فصل فی الاشجار، قبیل فصل فی وقف المنقول، ص ۳/۳۱۱ ط ماجدیہ)

(۲) ایضاً

(۳) (رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنائز، مطلب فی وضع الجرید ونحو الآس علی القبور، ۲/۲۴۵ ط سعید)

(۴) ثم لا فرق بین [illegible] فی مثل هذه الاشیاء وبین الغنی والفقیر، حتی جاز للکل النزول فی الخان والرباط والشرب من السقایة والدفن فی المقبرة. (عالمگیریہ، کتاب الوقف، باب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر ۲/۴۶۶ ط ماجدیہ)

بزرگ اپنی اولاد میں سے ایک شخص کو مستقل سجادہ نشین اور مالک مقرر کرتے آئے ہیں اور اسی طرح بادشاہان اسلام وغیرہ اسلام بھی ان کو قبول کرتے آئے ہیں۔ بزرگ موصوف کی اولاد میں سے بعد کے سجادہ نشینوں نے چند اشخاص کو جو بزرگ موصوف یا سجادہ نشینوں سے نیک عقیدت رکھتے تھے یا سجادہ نشین کے ملازم تھے ان کی درخواست کرنے سے قطعہ مذکورۃ الصدر معینہ میں دفن کرنے کی اجازت دے دی اور اسی طرح ان اشخاص کی اولاد کو جو بزرگ موصوف سے یا ان کے سجادہ نشینوں سے حسن عقیدت رکھتے تھے یا ملازم تھے درخواست کرنے سے ایک مدت تک سجادہ نشین اور مالک وقتاً فوقتاً جس کو چاہتے اپنی خوشی سے قطعہ مذکورہ میں دفن کرنے دیتے اور جس کو نہ چاہتے نہ دفن کرنے دیتے کیونکہ قطعہ مذکورہ کوئی عام قبرستان نہیں ہے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اگر موجودہ سجادہ نشین جگہ کے بھر جانے کے خوف سے یا قواعد جاریہ کے خوف سے ان اشخاص کی اولاد کو دفن کرنے سے روکے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور ان لوگوں کو سجادہ نشین کی بغیر اجازت اس میں اپنی اموات کو دفن کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۱۱۰) جو زمین کہ بادشاہ نے کسی کو بطور تملیک دے دی ہو وہ اس کی ملک ہوگی پھر اگر اس نے اس قطعہ زمین کو صرف اپنی اولاد کے دفن کے لئے وقف کردیا ہو تو یہ وقف بھی خاص ہوا۔ جب تک موقوف علیہم میں سے کوئی باقی ہوگا دوسروں کو دفن کا اختیار نہ ہوگا (۱) اور اگر وقف نہیں کیا بلکہ اپنی مملوکہ زمین میں دفن کرتے رہے تو کسی حالت میں دوسروں کو دفن کا اختیار نہیں۔ (۲) لیکن ان تمام حالات میں ملک کا ثبوت دینا مدعی کے ذمہ ہے۔ (۳)

قبروں کے اوپر مسجد کے صحن کے نیچے گودام بنانا

(سوال) ایک قدیم مسجد کو از سر نو کرسی دے کر بنانا چاہتے ہیں۔ یہیں صحن مسجد میں چند قبریں ہیں اور اگرچہ وہ موجودہ صورت میں صحن مسجد سے علیحدہ ہیں لیکن کرسی دے کر مسجد کو از سر نو تعمیر کرنے میں بغرض کشادہ کرنے مسجد و صحن مسجد قبور صحن مسجد کے نیچے آجاتی ہیں تو کیا ایسی صورت میں بالائے قبور بکر سے قریباً ۲ فٹ یا ۴ فٹ تہ خانہ یا گودام بنا سکتے ہیں؟ نیز یہ کہ قبروں کے باقی حصہ میں گودام برائے افادہ مسجد بنا سکتے ہیں؟ اگر صحن مسجد کے نیچے خلا نہ رکھیں اور قبروں پر بغرض صحن مسجد مٹی ڈال کر ٹھوس کریں تو کیا ایسی صورت میں کوئی ممانعت ہے؟

(جواب ۱۱۱) قبروں کی زمین اگر قبروں کے لئے وقف نہ ہو بلکہ کسی کی ملک ہو یا دوسرے کام کے لئے وقف کر دی گئی ہو تو جب کہ میت کے اجزاء باقی نہ رہنے کا ظن غالب ہو جائے تو قبروں پر تعمیر یا زراعت یا وہ کام کرنا

---

(۱) قال الخصاف في وقفه إذا جعل الرجل داره سكنى للغزاة فسكن بعض الغزاة بعض الدار، وأراد بعض فرغ لا يسكنها أحد (عالمگیریه، كتاب الوقف، الباب الحادي عشر في الرباطات والمقابر، ج: ۲ ٤٦٦ ط ماجدیه)

(۲) رجل دفن في أرض إنسان بغير إذن مالكها كان المالك بالخيار إن شاء رضي بذلك وإن شاء أمر بإخراج الميت، وإن شاء سوى الأرض وزرع فوقها (عالمگیریه، كتاب الوقف، الباب الثاني عشر في الرباطات والمقابر الخ، ۲ / ٤٧٦ ط ماجدية)

(۳) وفي السماعة أن الأوقاف التي تقادم أمرها ومات شهودها فما كان لها رسوم في دواوين القضاة وفي أيديهم أجريت على رسومها الموجودة في دواوينهم استحسانا إذا تنازع أهلها فيها وما لم يكن لها رسوم في دواوين القضاة القياس فيها عند التنازع أن من أثبت حقا حكم له به اهـ (شامية، كتاب الوقف، مطلب في الوقف إذا انقطع ثبوته ٤ / ٤٠٧ ط سعيد)

جس کے لئے وہ زمین وقف کی گئی ہے جائز ہے۔ اذا بلی المیت وصار ترابا جاز الزرع و البناء علیه (در مختار)(۱) مسجد تعمیر شدہ یعنی مسجد قدیم کے نیچے تہ خانہ یا گودام اگر مسجد کا اسباب وغیرہ رکھنے کے لئے بنالیا جائے تو مضائقہ نہیں۔(۲) لیکن کرایہ پر دینے کے لئے بنانا جائز نہیں۔ خواہ وہ کرایہ مسجد ہی کے فائدے کے لئے ہو۔(۳) اگر تمام خلا کو مٹی ڈال کر ٹھوس کرلیں جس میں قبریں بھی دب جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ جب کہ قبروں کے اندر اجزائے میت باقی نہ ہونے کا ظن غالب ہو۔(۴) فقط

مملوکہ قبرستان میں قبریں بوسیدہ ہوجائیں تو استعمال میں لانا جائز ہے

(سوال) بموجب قاعدہ و رواج قدیم ہمارے بزرگوں نے اپنے بعض بزرگوں کو بعد انتقال اپنی مملوکہ اراضی میں جو آبادی میں ہے دفن کیا۔ مرور زمانہ سے ان قبروں پر گزرگاہیں قائم ہوگئیں ورثا مالکان زمین اپنی اراضی مثل دیگر اراضی کے استعمال میں لانے لگے یعنی مویشی وغیرہ باندھنا اور مکانات کا بنانا وغیرہ ذریعہ استعمال تقریباً عرصہ ساٹھ سال سے ہو رہا ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ ان زمینوں کا استعمال میں لانا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۱۱۲) قبر کی زمین اگر مملوک ہو اور مردے کو دفن کئے ہوئے اتنا عرصہ گزر گیا ہو کہ اس کے اجزائے بدن مٹی ہوگئے ہوں تو اس زمین کو اپنے استعمال میں لانا درست ہے۔ اذا بلی المیت فصار ترابا جاز الزرع والبناء علیه (کذا فی الدر المختار)(۵)

قبرستان کی جگہ شفاخانہ تعمیر کرنا

(سوال) کیا شریعت پاک اجازت دیتی ہے کہ احاطہ قبرستان اہل اسلام کو حکومت کا مقصد ذیل خیر پورا کرنے کی غرض سے دے دیا جائے جب کہ اس میں میت کا دفن کرنا قریباً تیس اکتیس سال سے بند ہو۔ احاطہ مذکورہ رفتہ رفتہ آبادی کے بڑھتے بڑھتے آبادی میں آگیا ہو یا آبادی کے متصل ہو یا آبادی کے باہر ہو نیز قبور کے نشانات بھی ہنوز باقی ہوں۔

(۱) جیسا کہ آپ کے وفد پر پہلے ہی سے صاف ظاہر کردیا گیا ہے۔ اس چٹھی کے ذریعہ سے اطلاع دی جاتی ہے کہ سری دربار صاحب ہندو مسلم رعایا کے مفاد کے لئے ایک معقول اور مکمل عمدہ شفاخانہ تعمیر کرانا چاہتے ہیں (۲) شفاخانہ کی تعمیر کے لئے جو نہایت ہی عمدہ اور موزوں جگہ سری مہارانی صاحبہ کے شہرے اور اندرون سوجتی دروازہ کے ملحق قطعہ زمین اور بیرون شہر مسلمانوں کا قبرستان نامی زمین پر مشتمل ہے۔ (۳) لہذا سری دربار صاحب مسلمانوں کا قبرستان حاصل کرنا چاہتے ہیں مگر صرف اس شرط پر کہ تمام مسلم رعایا نے بخوشی تیور اس

(۱، ۴، ۵) واذا بلی المیت وصار ترابا جاز زرعه والبناء علیه (رد المحتار، کتاب الصلاة باب صلاة الجنائز، ج ۲ صفحه ۲۳۳، سعید)

(۲) ومن جعل مسجداً تحته سرداب ولو کان السرداب لمصالح المسجد جاز، کما فی مسجد بیت المقدس، کذا فی الهدایه، عالمگیریه، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر، ج ۲ صفحه ٤۵۵، ماجدیه)

(۳) واذا اراد انسان ان یتخذ تحت المسجد حوانیت غلة لمرمة المسجد او فوقه لیس له ذلك (بحواله بالا) وکذا فی الدر المختار ولا یجوز اخذ الاجرة منه، ولا ان یجعل مستغلا ولا سکنی کتاب الوقف، مطلب فی حکم المسجد، ج ٤ ۳۵۸، سعید)

کے دینے پر رضامند ہو۔ (۴) یہ تجویز کیا گیا ہے کہ وہ قطعہ زمین جو قبرستان میں شامل ہے وہ صرف شفاخانہ کا انگواں (صحن) کے طور پر کام میں لائی جائے گی اور شفاخانہ کی عمارت موجودہ شہر پناہ کے اندر ہوگی۔ قبروں کی بے حرمتی نہیں کی جائے گی۔ علاوہ بریں قبرستان کی زمین مٹی سے ڈھانپ دی جائے گی تاکہ ایک عمدہ باغ اگانے کے قابل ہو جائے۔ چھوٹی سی مسجد جو قبرستان میں واقع ہے وہ ویسی ہی قائم رہنے دی جائے گی۔ بلکہ اگر استدعا کی گئی تو خوبصورت بنادی جائے گی جو کہ شفاخانہ کے مسلمان انڈور پیشنٹس کے لئے نہایت سہولت بخش عبادت گاہ کا کام دے گی۔ (۵) سری دربار صاحب مجھ سے خواہش کرتے ہیں کہ مسلمان رعایا کو یقین دلایا جائے کہ اگر قبرستان کا حصول مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو صدمہ رساں ہو یا اور طرح سے اثر پذیر ہونا خیال کیا جائے تو سری دربار صاحب ہرگز اس کا حاصل کرنا منظور نہ فرمائیں گے۔ لیکن ساتھ ہی اگر رفاہ عام کے لئے کہ جس میں دوسروں کے ساتھ مسلمانوں کا فائدہ بھی شامل ہے زمین کو خوشی سے دربار صاحب کو پیش کردیں گے تو سری دربار صاحب ان کے رویہ کو بہت ہی قدر کی نگاہ سے ملاحظہ فرمائیں گے۔ (۶) سری دربار صاحب اس نظر تحسین کو عملی جامہ بھی پہنانا پسند فرمائیں گے اور جب تک کہ مسلمانوں کے پاس اس سے بہتر تجویز پیش کرنے کو نہ ہوگی سری دربار صاحب مہربانی فرماکر مسلمانوں کے لئے ایک عمدہ عمارت مڈل اسکول کے لئے شہر کے اندر بنوادیں گے۔ اور اس کے اخراجات کو فیاضانہ امداد فرماتے رہیں گے۔ (۷) پھر چاند شاہ کا معاوضہ دیئے جانے کا جو سوال ہوگا وہ بالکل علیحدہ ہوگا۔ (۸) یہ امر ضروری ہے کہ مسلمانوں کی رائے ماہ رواں کے اختتام تک حاصل ہو جائے۔

(جواب ۱۱۳) قبرستان جو مسلمانوں کے اموات دفن کرنے کے لئے وقف ہو ہمیشہ قبرستان کے کام میں ہی لانا لازم ہے کسی دوسرے کام میں اس کی خالی زمین کو بھی لانا جائز نہیں ہے۔ (۱) اور جو زمین کہ دفن اموات کے کام میں آچکی ہے اور اس میں قبریں موجود ہیں۔ ان قبروں کا احترام باقی رکھنا لازم ہے۔ (۲) اس قبرستان میں دفن کی اجازت بیس پچیس سال سے نہیں ہے تو وقف سے جو فائدہ مقصود اور متصور تھا وہ تو اب حاصل نہیں ہوتا یا نہیں ہوسکتا مگر مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ موجودہ قبور کو بے حرمتی سے بچائیں اور کسی ایسے کام کی اجازت نہ دیں جس سے قبروں کی بے حرمتی ہو۔ (۳) سری دربار صاحب کی تحریر میں اس امر کا وعدہ موجود ہے کہ اگر قبرستان کا حصول مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو صدمہ رساں ہوگا تو سری دربار صاحب اس کا حاصل کرنا ہرگز منظور نہ فرمائیں گے۔ اس فقرے سے سری دربار صاحب کی مسلمان رعیت پر پدرانہ شفقت ظاہر ہوتی ہے۔ شفاخانہ کا صحن بنانے اور مٹی ڈال کر باغیچہ لگانے کی صورت میں قبروں کے اوپر لوگوں کا چلنا پھرنا تو لامحالہ ہوگا اور یہ بھی قبروں کی توہین کی صورت ہے اس لئے یہ صورت تو نہ صرف مسلمانوں کے مذہبی جذبات بلکہ مذہبی احکام کے خلاف ہے۔ (۴) محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

---

(۱) سئل هو (شمس الائمة) ايضا عن المقبرة في القرى اذا اندرست ولم يبق فيها اثر الموتى لا العظم ولا غيره هل يجوز زرعها واستغلالها؟ قال: لا ولها حكم المقبرة كذا في المحيط (الفتاوى الهندية، كتاب الوقف، الباب الثاني عشر في الرباطات ٢ / ٤٧٠، ٤٧١ ط ماجدية)

(۲، ۳، ۴) عن ابي مرثد الغنوي قال قال النبي عليه السلام لا تجلسوا على القبور ولا تصلوا اليها، وفي الباب عن ابي هريرة وعمرو بن حزم وبشير بن الخصاصية رواه الترمذي، ابواب الجنائز، باب كراهية الوطي والجلوس عليها، ١ / ٢٠٣ ط. ايچ ايم سعيد)

مسلمانوں کا قبرستان مسلمانوں ہی کے لئے مخصوص ہوگا

(سوال) ایک گاؤں میں ایک قبرستان ہے جس میں متعدد قبور شاہی زمانہ کی ہیں نیز ایک شاہی مسجد منہدم ہے اور ایک مقبرہ بھی منہدم حالت میں ہے۔ ان مسجد اور مقبرے کے اطراف میں قبرستان ہے جس میں کئی برسوں سے مسلمان لوگ مردے دفن کرتے ہیں۔ پہلے اس کا احاطہ نہ تھا۔ لیکن چند روز سے اس کے اطراف احاطہ کر دیا گیا ہے۔ اب گاؤں کے ہندوؤں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس قبرستان کا چند حصہ ہمارا ہے اور ہم لوگ اس میں مردے دفن کریں گے۔ یہ دعویٰ جناب کلکٹر صاحب کے روبرو پیش کیا گیا۔ صاحب مذکور نے یہ حکم نافذ کیا کہ ہندو اور مسلم دونوں اس میں مردے دفن کریں۔ قبرستان کا احاطہ گرا دینے کا حکم بھی کلکٹر صاحب نے دیا ہے۔

المستفتی نمبر ٢٧٧ ابراہیم یوسف (مغربی خاندیس) ٢٣ محرم ١٣٥٣ھ م ٨ مئی ١٩٣٤ء

(جواب ١١٤) اگر مسلمانوں کا قبرستان ہمیشہ سے انہیں کی اموات کے دفن کے لئے مخصوص تھا اور ہندو اس میں اپنے مردے دفن نہ کرتے تھے تو ان کو اس امر کا ثبوت پیش کر کے اپنا حق ثابت کرنا چاہئے۔ اور اس حکم کو منسوخ کرانا چاہئے کہ ہندو بھی اپنے مردے اس میں دفن کریں۔ اور اگر ہندوؤں کی اجازت جو کلکٹر صاحب نے دی ہے بہر حال برقرار رکھی جائے تو مسلمانوں کو ان کی جگہ احاطہ سے باہر کر دینا چاہئے اور اپنی جگہ کو احاطہ سے محدود کر لیں تاکہ علیحدہ علیحدہ مردے دفن ہوں اور احاطہ گرا دینے کا حکم جو دیا گیا ہے اس کو صاف کر کے اپنا حق ثابت کر کے انصاف حاصل کریں۔(١) محمد کفایت اللہ

قبرستان میں درخت لگانا اور ان کے پھلوں کا حکم

(سوال) مسلمانوں کے قبرستان کی آمدنی میں اضافہ کرنے کے لئے قبرستان میں اگر ثمر آور درخت لگائے جائیں تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہوگی۔ ان ثمروں کی فروخت جائز ہے یا نہیں؟ اسے قیمت خرید کر استعمال کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ ثمر آور درختوں کے لگانے میں اول اول صرف کثیر بھی ہوگا اور ایک مدت بعد اس سے آمدنی کی صورت پیدا ہو سکے گی۔

المستفتی نمبر ٣٧٦ سکریٹری محفل اسلام (ضلع سورت) ١٠ ربیع الثانی ١٣٥٣ھ م ٢٣ جولائی ١٩٣٤ء

(جواب ١١٥) قبرستان کی افتادہ زمین میں اس طور پر درخت لگانا کہ اصل غرض یعنی دفن اموات میں نقصان نہ آئے جائز ہے۔ (٢) ان درختوں کے پھلوں کی بیع جائز ہوگی اور پھلوں کی قیمت قبرستان کے کام میں لی جائے گی۔ (٣) جواز کے لئے یہ شرط ہے کہ درخت لگانے والے ان کی حفاظت کریں پھلوں کے توڑنے والوں سے

---

(١) لا يشترط في صحة الدعوى بيان السبب ولا في دعوى العين كما في البزازية ولا تثبت اليد في العقار إلا بالبينة لا بتصادق الخصمين (كتاب القضاء والشهادة ٢ / ٣٧٧، ٣٧٨ ط درر الحكام، كراتشي) وفي الشامية: إن الأوقاف [illegible] مرّ عليها زمن ومات شهودها [illegible] وما لم يكن لهم رسوم في دواوين القضاة ، المقدس فيه [illegible] من أثبت حقه حكم له به [illegible] (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب في الوقف إذا انقطع ثبوته ٤ / ٤٤٧ ، ط سعيد)
(٢) يجوز للمتولي غرس الأشجار والكروم في الأراضي الموقوفة إذا لم يضر بالأرض (رد المحتار، كتاب الوقف ٤ / ٤٥٤ ، سعيد)

(٣) مقبرة عليها أشجار عظيمة ، فهذا على وجهين [illegible] ففي القسم الثاني الحكم في ذلك إلى القاضي إن رأى بيعها وصرف ثمنها إلى عمارة المقبرة فله ذلك كذا في الواقعات الحسامية (العالمگيرية، كتاب الوقف، [illegible] مطلب الكلام على الأشجار في المقبرة ٢ / ٤٧٣ ، ٤٧٤ ط ماجدية)

متعلقہ کاموں میں قبروں کا روندا جانا پامال ہونا نہ پایا جائے۔(۱) درختوں کے لگانے میں قبرستان کا روپیہ خرچ کرنا جب کہ اس سے تجربہ کی بنا پر نفع کی امید ہے جائز ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ

قبرستان میں اپنا مکان تعمیر کرنا

(سوال) اگر کوئی مسلمان قبرستان کی زمین سے جہاں پر قبروں کے نشانات موجود ہوں ان کو مٹا کر اس زمین پر اپنی رہائش کا مکان غسل خانہ اور بیت الخلاء تعمیر کرے کیا ایسا شخص گنہگار گردانا جا سکتا ہے اور کیا ایسے مولوی کو جو بجائے ان حرکات کے سدباب کرنے کے ان کی حمایت کرتا ہو حق بجانب تصور کیا جا سکتا ہے اور ایسے مولوی کی نسبت شریعت کا کیا فیصلہ ہے؟

المستفتی نمبر ۷۴۲ غلام محمد صاحب (کراچی) ۲۵ شعبان ۱۳۵۳ھ م ۳ دسمبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۱۱۶) قبرستان کی زمین اگر دفن کے لئے وقف ہو تو اس کو اپنے مکان کے طور پر استعمال کرنا جائز نہیں ہے اور اسی طرح اس میں سے قبروں کے نشانات کو مٹانا بھی جائز نہیں۔(۳) البتہ اگر زمین وقف نہ ہو بلکہ کسی کی مملوکہ ہو اور اس کی اجازت کے بغیر کسی نے دفن کر دیا ہو، یا اجازت سے کیا ہو مگر مالک نے زمین وقف نہ کی ہو تو ان صورتوں میں جب کہ ظن غالب ہو جائے کہ میت کی لاش مٹی ہو گئی ہو گی۔ مالک کو زمین پر مکان بنانا جائز ہے۔(۴) اور پہلی صورت میں جب کہ بلا اجازت دفن کیا ہو اس انتظار کی بھی ضرورت نہیں ہے۔(۵) بہر حال سوال مجمل ہے اور جواب بھی مختلف صورتوں کے لحاظ سے مختلف ہے۔ وقف قبرستان کے کسی حصہ پر ایسا تصرف جو سوال میں مذکور ہے کرنا حرام ہے اور متصرف ظالم غاصب فاسق ہے۔(۶)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

---

(۱) عن ابی مرثد الغنوی قال قال النبی علیہ السلام لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیہا (رواہ الترمذی، ابواب الجنائز صفحہ ۲۰۳، ط سعید)

(۲) وانما یحل للمتولی الاذن فیما یزید الوقف بہ خیرا (رد المحتار، کتاب الوقف، مطلب انما یحل للمتولی الاذن فیما یزید بہ الوقف خیرا، ج ۴، ۴۵۴، سعید)

(۳) مقبرۃ قدیمۃ هل یباح لاهل المحلۃ الانتفاع بها؟ قال ابو نصر لا (قاضی خان بر ہامش ہندیہ، کتاب الوقف فصل فی المقابر، ج ۳ صفحہ ۳۱۴ ماجدیہ)

(۴) ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ کذا فی التبیین اذا دفن المیت فی ارض غیرہ بغیر اذن مالکہا، فالمالک بالخیار ان شاء سوی الارض وزرع فوقہا کذا فی التجنیس (الہندیہ، کتاب الصلاۃ الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن والنقل من مکان الی آخر ۱/۱۶۷ ط ماجدیہ، کوئٹہ پاکستان)

(۵) اذا دفن المیت فی ارض غیرہ بغیر اذن مالکہا فالمالک بالخیار، ان شاء امر باخراج المیت وان شاء سوی الارض وزرع فیہ (الہندیہ، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون الفصل السادس، صفحہ ۱، ۱۶۷)

(۶) سئل ہو (یعنی شمس الائمۃ) عن المقبرۃ فی القری اذا اندرست ولم یبق فیہا اثر الموتی لا العظم ولا غیرہ، هل یجوز زرعہا واستغلالہا؟ قال لا، ولہا حکم المقبرۃ کذا فی المحیط (الہندیہ کتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات ج ۲ صفحہ ۴۷۰، ۴۷۱ ط ماجدیہ، کوئٹہ)

کسی کی مملوک زمین میں بلا اجازت مسجد بنانا

(سوال) میاں نور محمد عرف مدنی شاہ مسافرانہ حالت میں الور میں آئے تھے۔ ان کے دفن کے لئے مسماۃ نجیبہ معافیدار نے اپنے قبرستان میں خالصاً للہ اجازت دے دی تھی۔ اس کے بعد مدنی شاہ کے مریدوں نے قبر پر گنبد بنانے کی اجازت چاہی۔ مسماۃ نجیبا معافیدار نے اس شرط پر اجازت دی کہ مشرق و مغرب میں لمبی بیس فٹ اور شمال و جنوب میں چوڑی بیس فٹ سے زیادہ زمین نہ دبائی جائے۔ قبر بنانے کا اور اس پر گنبد بنانے کا معاہدہ اعجاز حسین خلیفہ مدنی شاہ سے ہوا تھا جو مورخہ یکم جولائی ۱۸۹۹ء باضابطہ رجسٹری شدہ موجود ہے۔ معاہدہ کے خلاف جس قدر دعوے حسین شاہ خلیفہ اعجاز حسین نے کئے وہ سب مسترد ہو چکے ہیں جن کی نقل احکام اور اصل معاہدہ موجود ہے جن کی نقلیں برائے ملاحظہ منسلک ہیں مگر اب عبد الرحیم مرید مدنی شاہ کہتا ہے کہ یہ زمین پچاس سال سے میرے قبضہ میں ہے حالانکہ تیاری گنبد کی اجازت یکم جولائی ۱۸۹۹ء کو دی تھی جس کو ۳۶ سال بھی نہیں ہوئے۔ اور زائد زمین دبانے کے واسطے جھگڑا کر رہا ہے۔ لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ اصل فیصلہ و معاہدہ کی رو سے عبد الرحیم عرف ذاکر شاہ کو حدود گنبد سے دوسری زمین میں دخل دینے کا حق ہے یا نہیں اور اس غصب کی ہوئی زمین پر نماز وغیرہ کی اجازت ہے یا نہیں؟

نمبر ۴۳۸ سید عبدالقیوم معافیدار (الور) ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ م ۳ اپریل ۳۵ء

(جواب ۱۱۷) قبرستان جب کہ مسماۃ نجیب النساء کا مخصوص خاندانی قبرستان اور معافی کی زمین ہے اور مدنی شاہ کے دفن کی اجازت دینے اور گنبد بنانے کے وقت قرار نامہ لکھانے کا ثبوت موجود ہے تو موجودہ تکیہ دار کا دعویٰ ناقابل سماعت ہے اور اس زمین میں بغیر اجازت ورثہ نجیب النساء کسی تصرف کا تکیہ دار کو اختیار نہیں ہے۔(۱) اور نہ اس میں مسجد بغیر اجازت ورثہ نجیب النساء بن سکتی ہے(۲) اور اگر زبردستی بنالی جائے تو وہ مسجد شرعی نہ ہوگی بلکہ مغصوب زمین کی طرح اس میں نماز مکروہ ہوگی۔ وہذا ظاہر۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

قبرستان کی زمین کسی دوسری ضرورت کے لئے استعمال کرنا

(سوال) ایک تالاب جس کے چاروں پشتوں پر لوگ قدیم ایام سے مردے دفن کرتے آئے ہیں اس تالاب کو عمیق کرانے کی غرض سے کھدوا کر نئی اور پرانی قبروں پر مٹی ڈال کر پشتوں سمیت برابر کر کے اونچا کر دیا گیا ہے۔ اب اس تالاب کے پشتوں کے اوپر تدفین موتیٰ نہیں کیا جائے گا۔ دفن اموات کے لئے تالاب سے متصل دوسری وسیع جگہ لوگوں کو دی گئی ہے۔ اس تالاب کے چاروں پشتوں پر نئی اور پرانی قبروں پر حسب بیان بالا جب سے

(۲،۱) سئل (شمس الائمہ) عن المقبرۃ فی القری اذا اندرست هل یجوز زرعها واستغلالها؟ قال لا : (الہندیۃ، کتاب الوقف ۲/ ۴۷۰، ۴۷۱)

(۳) ومنها الملک وقت الوقف حتی لو غصب ارضا فوقفها ثم اشتراها من مالکها ودفع الثمن الیه او صالح لا تکون وقفا (عالمگیریہ اول کتاب الوقف الباب الاول ۲/ ۳۵۳) بنی مسجدا علی سور المدینۃ لا ینبغی ان یصلی فیه لانه حق العامۃ فلم یخلص للہ کالمبنی فی ارض مغصوبۃ، ثم قال فالصلاۃ فیها مکروھۃ (کتاب الصلاۃ فی الارض المغصوبۃ، ۱/ ۳۸۱ ط سعید)

ہے یا نہیں؟ مالکان تارب جو صاحب نصاب ہیں اس کے پھل کھا سکتے ہیں یا نہیں اور اس کی آمدنی کو اپنے صرف میں لاسکتے ہیں یا نہیں؟ المستفتی شاہ عبدالمومن (ضلع بنکورہ)

(جواب ۱۱۸) اگر یہ قبرستان زمین موقوفہ میں تھا جو دفن اموات کے لئے وقف تھی اس کو کسی دوسرے کام میں لانا جائز نہیں۔ (۱) ہاں اگر اس میں دفن اموات کی اجازت نہ رہی ہو یا دوسری وسیع زمین مل جانے کی وجہ سے حاجت نہ رہی ہو تو جب کہ مردوں کے جسم مٹی ہو جانے کا گمان غالب ہو جائے اس وقت اس زمین کو کھیت یا باغ بنا کر اس کی آمدنی کو کسی دوسرے قبرستان کے ضروری مصارف میں صرف کیا جائے۔ (۲) اور اگر زمین وقف نہ ہو بلکہ مملوکہ ہو تو مالک آمدنی کو اپنے صرف میں لاسکتا ہے۔ (۳) محمد کفایت اللہ

مملوکہ قبرستان میں مالک کی اجازت کے بغیر دفن کرنا

(سوال) ایک شخص ایک قطعہ زمین پر جو تکیہ و قبرستان کے نام سے مشہور ہے نسلاً بعد نسل قابض ہے اور مالکانہ حیثیت رکھتا ہے۔ اس زمین کو کسی نے قبرستان کے لئے نہ وقف خاص نہ وقف عام کیا بلکہ شخص مذکور موروثی جائداد کی طرح اس کا مالک ہے۔ وہ شخص مذکور جس کو اجازت دے خواہ بہ اجرت یا بلا اجرت وہ مردہ وہاں دفن ہوتا ہے اور بغیر اس کی اجازت کے کوئی دفن نہیں کر سکتا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ جب وہ جگہ تکیہ اور قبرستان کے لئے وقف عام یا وقف خاص نہیں ہے تو جو شخص اس کا مالک ہے وہ اس خالی زمین کو جہاں قبر نہیں ہے اپنے صرف میں لاسکتا ہے یا نہیں؟ اپنا مکان وغیرہ بنا سکتا ہے یا نہیں اور اس کو بیچ سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۷۴۲ دلاور علی (اٹاوہ) ۶ ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ م ۱۰ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۱۹) اگر اس زمین کے وقف ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور ہمیشہ سے کوئی خاص شخص اس پر قابض و متصرف ہے اور اس کی بغیر اجازت عام مسلمانوں کو حق تدفین نہیں ہے تو وہ شخص اس زمین پر جو چاہے تصرف کر سکتا ہے۔ (۴) محمد کفایت اللہ

وقف عام میں قبر مخصوص کرنے کی صورت میں دوسرے مدفون کو نکالنے کا حکم

(سوال) زید حنفی المذہب قبرستان کے متولی کی یا ورثاء کی اجازت سے قبرستان میں دفن ہو گیا۔ زید مذکور کی

---

(۱) سئل (شمس الائمة) عن المقبرة في القرى اذا اندرست هل يجوز زرعها واستغلالها؟ قال: لا (الهندية، كتاب الوقف ۲/ ۴۷۰، ۴۷۱)

(۲) عن شمس الائمة الحلواني انه سئل عن مسجد او حوض خرب ولا يحتاج اليه لتفرق الناس عنه، هل للقاضي ان يصرف وقفه الى مسجد او حوض آخر؟ فقال: نعم، ومثله في البحر ... والذي ينبغي متابعة المشايخ المذكورين في جواز النقل بلا فرق بين مسجد او حوض كما افتى به الامام ابو شجاع والامام الحلواني وكفى بهما قدوة ولا سيما في زماننا فان المسجد او غيره من رباط او حوض اذا لم ينقل يأخذ انقاضه اللصوص والمتغلبون كما هو مشاهد وكذلك اوقافه يأكلها النظار او غيرهم الخ (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد، ومطلب في نقل انقاض المسجد ۳۵۹، ۳۶۰)

(۳) اذا دفن الميت في ارض غيره بغير اذن مالكه فالمالك بالخيار ان شاء امر باخراج الميت، وان شاء سوى الارض وزرع فيها. كذا في التجنيس (الهندية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في القبر والدفن والنقل من مكان الى آخر ۱ صفحة ۱۶۷ ط ماجدية)

(۴) ولو بلي الميت وصار ترابا جاز ... البناء عليه ... اذا دفن الميت في ارض غيره بغير اذن مالكها فالمالك بالخيار ان شاء امر باخراج الميت وان شاء سوى الارض وزرع فيها (الهندية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز ۱/ ۱۶۷) ارض لاهل قرية جعلوها مقبرة ثم ان واحدا من اهل القرية بنى فيها بناء ووضع اللبن وآلات القبر واجلس فيها من يحفظ المتاع ... فلا بأس به (الهندية، كتاب الوقف، الباب الثاني عشر ۲/ ۴۶۷، ۴۶۸)

وعمرو و دیگر قبریں قبرستان میں دفن ہیں۔ بکر معترض ہے کہ زید جس مقام پر دفن ہے وہ مقام میں نے اپنے لئے مخصوص کر دیا ہے زید کو قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرو۔

المستفتی نمبر ۸۴۷ جناب محمد عبدالعزیز شریف (چامراج نگر بنگلور) ۲ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ

۲۶ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۲۰) قبرستان اگر وقف عام ہو اور اس میں کوئی شخص اپنے واسطے قبر کھدوا کر محفوظ چھوڑ دے اور کوئی دوسرا شخص اس میں اپنی میت کو دفن کر دے تو اس صورت میں بھی دفن کرنے والے کو صرف قبر کھودنے کی اجرت ادا کرنی پڑتی ہے۔ صاحب القبر کو نعش نکلوانے کی اجازت نہیں ہے۔ اذا حفر الرجل قبرا في المقبرة التي يباح له الحفر فيها فدفن فيه غيره ميتا لا ينبش القبر ولكن يضمن قيمة حفره ليكون جمعا بين الحقين انتهى عالمگیری نقلا (۱) عن خزانة المفتين۔ اور اگر قبر نہیں کھودی صرف اپنے دل میں یہ خیال کر لیا کہ میں یہاں دفن ہوں گا تو اس صورت میں دوسرے دفن کرنے والے سے کچھ بھی لینے کا حق نہیں۔ نعش نکالنے کا صرف اس صورت میں حق ہوتا ہے کہ زمین مملوک ہو اور مالک کی اجازت کے بغیر دفن کیا جائے۔ (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

قبرستان میں جانوروں کو گھاس چرانے کے لئے چھوڑنا ناجائز ہے

(سوال) ایک قبرستان کی حفاظت کے واسطے بستی والوں نے چاروں طرف دیواریں بنوائی ہیں کوئی سردار یا دوسرا کوئی جبراً وہاں بیل چراتا ہے اور نرم زمین کے سبب سے بیلوں کے پاؤں گھس کر بہت سی قبروں پر سوراخ پڑ گئے۔ اور قبرستان پہلے سے وقف اور غیر خراج ہے سب شرعاً ان کو روک سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۵۶۲ محمد اسمٰعیل صاحب بی۔ ایم۔ سکول (برما) ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ

۳۰ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۲۱) قبرستان میں جانوروں کو گھاس چرانے کے لئے چھوڑنا اور قبروں کو پامال کرانا جائز نہیں۔ اس فعل کو روکنے کا مسلمانوں کو پورا حق حاصل ہے۔ (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) الفتاوى العالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الثاني عشر في الرباطات والمقابر ۲/ ۴۷۲ ط ماجدية كوئٹہ پاکستان

(۲) ولا ينبغي اخراج الميت من القبر الا اذا كانت الارض مغصوبة الخ كذا في فتاوى قاضيخان (الفتاوى العالمگيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس ۱/ ۱۶۷ ط ماجدية)

(۳) ويكره ان يمشي على القبر او يقعد او ينام عليه او يوطأ عليه ويكره قطع الحطب والحشيش من المقبرة فان كان يابسا لا بأس به (الفتاوى العالمگيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون ۱/ ۱۶۶، ۱۶۷ ط ماجدية)
وفي البيهقية بقعة فوقفت فيها حشيش يحش ويرسل الى الدواب ولا ترسل الدواب فيها (العالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الثاني عشر في الرباطات والمقابر ۲/ ۴۷۱ ط ماجدية)

قبرستان کے متصل مذبح بنانا

(سوال)(۱) مذبح جو منجانب یونین بورڈ بگھا بنایا گیا ہے بالکل قبرستان سے ملا ہوا ہے جس سے قبرستان کی توہین ہوگی۔ کیونکہ ہمیشہ ناپاکی اور گندگی موجود رہے گی۔ قبرستان کو مذہبی حیثیت سے جو اہمیت حاصل ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ایسی حالت میں قبرستان کے نزدیک مذبح بنانا اور جاری کرنا ہمارے مذہب اور قبرستان کی سراسر توہین اور تذلیل ہے لہذا یونین بورڈ بگھا کو چاہئے کہ ہمارے جذبات مذہبی کا خیال اور احترام کرتے ہوئے مذبح کو وہاں سے ہٹادے۔ ورنہ اس کے متعلق کسی قسم کا خلفشار ہوگا تو اس کی ذمہ داری یونین بورڈ بگھا ہوگی۔ (۲) ان ریزولیشنز کی نقلیں جناب کمشنر صاحب بہادر مظفرپور وڈسٹرکٹ مجسٹریٹ چمپارن وایس ڈی او بتیا وچیئرمین ڈسٹرکٹ بورڈ چمپارن وپریزیڈنٹ یونین بورڈ بگھا واخبارات وانجمن اصلاح المسلمین بگھا میں بھیجی ہیں۔ (۳) ممبران انجمن اصلاح المسلمین پر لازم ہے کہ وہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کی نسبت ضروری اور قانونی کارروائی کریں۔

المستفتی نمبر ۱۱۵۸ محمد ہارون صاحب سکریٹری انجمن اصلاح المسلمین بگھا (ضلع چمپارن)

۱۲ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۳۱ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۲۲) مسلمانوں کی قبریں اور قبرستان پاک صاف مقام پر ہونی چاہئیں۔ قبروں پر نجاست اور گندگی کا ڈالنا اور ان کو ناپاک کرنا حرام ہے۔ اس کے لئے صاف احکام شرعیہ موجود ہیں۔ قبرستان سے ملا ہوا مذبح ہوگا تو ضروری طور پر قبریں نجاست سے آلودہ ہوں گی اور جانور نجاست اٹھا اٹھا کر قبروں پر ڈالیں گے۔ نیز اموات کو دفن کرنے کے لئے جو لوگ قبرستان کو جائیں گے ان کے دماغ بدبو سے پریشان ہوں گے اور وہاں ٹھہرنا دشوار ہوگا۔ حالانکہ بعض اوقات قبر کی تیاری میں دیر ہونے کے باعث وہاں کچھ ٹھہرنا پڑتا ہے۔ اس لئے مذبح کو قبرستان سے کافی فاصلہ پر ہونا ضروری ہے۔ فقط۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

زمین خرید کر میت دفنانے کی صورت میں اس کی قیمت ادا کرنا ہوگی

(سوال) وہ زمین جو ایک ہندو والئی ریاست نے ایک مسلمان فقیر کو بطور خیرات زندگی بسر کرنے کو دی ہو مردہ دفن کرنے کے لئے زمین نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں نے اس فقیر سے درخواست کی کہ وہ زمین میں مردہ دفن کرنے کی اجازت دے اور اس کا حق اس فقیر کو برابر ملتا رہا۔ اب مسلمان حق دینے سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ زمین مسلمانوں کے لئے وقف ہوگئی ہے۔ لہذا آنجناب سے دریافت ہے کہ آیا یہ زمین مسلمانوں کے لئے وقف ہوسکتی ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۵۰۱ رمضان شاہ ولد انور شاہ (ناگپور) ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ م ۶ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۲۳) اگر والئی ریاست نے زمین فقیر کو بطور تملیک کے اس کے گزر بسر کے لئے دی تھی اور اس کا

---

(۱) ویکرہ ان یبنی علی القبر او یوطأ علیه او یقضی حاجة الانسان من بول او غائط. (الفتاوی الهندیة، كتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر ۱ / ۱۶۶ ط ماجدیه)

ثبوت موجود ہے۔ نیز اس امر کا ثبوت بھی موجود ہے کہ قیصر کی اجازت سے اموات اس میں دفن ہوتی تھیں اور وہ زمین کی قیمت لیا کرتا تھا تو مسلمانوں کو اب بھی قیمت ادا کرنی ہوگی۔(۱) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی**

وقف کی آمدنی میں اضافہ کرنے کے لئے متولی کو وقف میں تصرف کرنے کا اختیار ہے

(سوال) ایک مخیر سیٹھ صاحب نے ۱۹۱۹ء میں تقریباً سترہ ۷ ایکڑ زمین خرید کر وقف فرمائی اور وقف نامہ میں لکھ دیا کہ منجملہ اس کے دو سو فٹ مربع یعنی (۲۰۰×۲۰۰ فٹ) پر مسجد، مدرسہ، نماز جنازہ پڑھنے کے لئے مکان وضو وطہارت کے لئے حوض، کنواں، امام وخدام مسجد وقبرستان کے لئے رہائشی مکانات بنائے جائیں گے اور ان کی مرمت وغیرہ ہوتی رہے گی اور بقیہ زمین قبروں کے لئے رہے گی۔ سارے ضروری اخراجات کے بعد اگر کچھ بچے تو مناسب اور موقع دیکھ کر متولیان اپنی سمجھ کے مطابق فنڈ کی جو رقم رکھیں گے وہ دوسرے قبرستان میں یا قبرستان کے لئے کسی دوسری جگہ زمین خریدنے میں خرچ کریں گے۔ اور مذکورہ وقف نامہ سے متولیان کو اس کا پورا اختیار حاصل ہے کہ مخصوصاً سارے وقف کے متعلق عملہ، پیش امام، مؤذن، خادم اور نوکر میں سے جس کو چاہیں ملازمت پر رکھیں اور جس کو چاہیں برطرف کر دیں۔

چونکہ واقف نے مذکورہ بالا اراضی کے علاوہ آمدنی کے لئے کوئی دوسری جائداد وقف نہیں کی تھی جس سے مسجد و مدرسہ اور دیگر مکانات وغیرہ مصرحہ وقف نامہ تعمیر کئے جاتے اس لئے تیرہ متولیان وقف مذکور نے جن میں خود واقف بھی شامل ہے بطور ذیل عملدرآمد کیا۔ پرانے قبرستان (جو کہ مذکورہ ۱۹۱۹ء میں ختم ہو گیا ہے) اور یہاں کے دیگر قبرستانوں کی طرح کھدائی قبر وغیرہ کے لئے فی بڑی قبر پونے چار روپے اور بچہ کے لئے فی قبر پونے دو روپے مقرر کئے۔ بعض دولت مند قبر میں لکڑی کی پٹی رکھتے ہیں اور متوسط درجہ کے بعض لوگ چٹائی، تختے یا بانس وغیرہ استعمال کرتے ہیں۔ یہ سب چیزیں متولیوں کے انتظام سے قبرستان میں مہیا رہتی ہیں اور قیمت دے دی جاتی ہے۔ یہ آمدنی اور فی قبر پونے چار روپے یا پونے دو روپے سب قبرستان کے فنڈ میں جمع رہتا ہے۔ اس کے علاوہ جناب سیٹھ محمد اسمٰعیل عارف صاحب نے ایک موٹر عطا فرمایا ہے جس پر دور دور سے جنازے آتے ہیں۔ اس موٹر کے کرایہ کی آمدنی مبلغ سات روپے (۷؍) فی جنازہ بھی فنڈ مذکورہ میں شامل کی جاتی ہے۔ چونکہ مذکورہ فنڈ میں زیادہ گنجائش نہیں تھی اس لئے متولیوں کی اجازت اور مرضی کے مطابق اہل خیر میں سے کسی نے نماز جنازہ پڑھنے کے لئے مکان تیار کرا دیا اور بعض نے مسجد تعمیر فرما دی اور کسی صاحب نے حوض اور کسی نے کنواں بنا دیا۔ قبرستان کے مذکورہ فنڈ میں سے مدرسہ اور گورکنوں کے رہنے کے لئے مکان اور لاوارث مردوں کے نہانے کے لئے غسل خانہ تعمیر کیا گیا ہے اور گورکنوں اور مدرسین مدرسہ کی تنخواہیں وغیرہ اسی فنڈ سے دی جاتی ہیں۔ نیز لاوارث مردوں کی تجہیز وتکفین

---

(۱) قال فی العالمگیریة: اذا دفن المیت فی ارض غیره بغیر اذن مالکها فالمالک بالخیار ان شاء امر باخراج المیت وان شاء سوى الارض وزرع فيها. (کتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون ۱/ ۱۶۷)
وأما حكم البيع فثبوت الملك في المبيع للمشتري، وفي الثمن للبائع (عالمگيريه، كتاب البيوع، ج: ۳/۳، ط ماجديه)

وغیرہ کا انتظام مفت اسی فنڈ سے پورا کیا جاتا ہے جن کی تعداد مہینہ میں تقریباً تیس ہوتی ہوگی اور مذکورہ بالا کرایہ والا موٹر بھی غریبوں کو مفت دیا جاتا ہے۔ پس ارشاد ہو کہ معروضہ بالا اخراجات یعنی مکانات اور مدرسہ اور غسل خانہ کی تعمیر اور تنخواہ مدرسین وغیرہ مذکورہ فنڈ سے دینا شرعاً جائز و درست ہے یا نہیں۔

(۲) اصل واقف موصوف اراضی قبرستان مذکورہ بالا میں سے اب ایک قطعہ اراضی اپنے خاندان اور خاص لوگوں کے لئے الگ کر دینا چاہتے ہیں اس طرح کہ اس کا اختیار اور انتظام موجودہ متولیوں میں سے بعض کے سپرد کر دیا جائے اور ان بعض متولیوں میں اصل واقف خود بھی شامل رہے۔ پس ارشاد ہو کہ ایسا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں۔ بحالیکہ قبرستان میں اس کی گنجائش تو ہے لیکن ابتدائے وقف کے وقت جب کہ بعض معززین نے اصل واقف کو توجہ دلائی تھی کہ قبرستان کی پوری زمین میں سے ایک حصہ خاص لوگوں کے لئے علیحدہ کر دیں تو اس وقت واقف مذکور نے صاف صاف انکار فرما دیا تھا اور تصریح کر دی تھی کہ میں کسی کے لئے خاص کر دینا نہیں چاہتا ہوں۔ اسی وقت اس بات کا اعلان بھی کر دیا گیا تھا اور واقف صاحب موصوف اس اعلان کئے جانے کو اب بھی تسلیم کرتے ہیں۔

المستفتی نمبر ۱۵۸۰ جناب حاجی داؤد ہاشم یوسف صاحب (رنگون) ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ م ۸ جولائی ۱۹۳۳ء

(جواب ۱۲٤)( ) واقف نے تو زمین کو عام اموات مسلمین کے لئے اور مسجد و مدرسہ و جنازہ گاہ و مکانات کارکنان و حوض و چاہ کے لئے وقف کر دیا اور نمبر ایک کے سوا باقی اغراض کے لئے زمین کی مقدار (۲۰۰×۲۰۰ فٹ) مقرر کر کے باقی تمام زمین نمبر ایک کے لئے مقرر کر دی اور ۲۰۰×۲۰۰ فٹ کی تعیین و تشخیص متولیوں کی صوابدید پر چھوڑ دی۔ پس یہ وقف اس حد تک صحیح اور جائز(۱) ہو گیا۔

اس کے بعد دیگر اہل خیر کا اپنے روپے سے مسجد، جنازہ گاہ، حوض، کنواں بنا دینا یہ بھی جائز ہوا۔ پھر قبروں کی کھدائی کی اجرت اور اشیائے ضروریہ (پولی تاوت یا بانس، تختے، بوریہ وغیرہ کی) قیمت وصول کرنا بھی جائز۔ موٹر کا کرایہ وصول کرنا بھی جائز اور اس تمام رقم کو قبرستان، مسجد، مدرسہ فنڈ میں جمع کرنا بھی جائز اور اس میں امام، مؤذن اور گور کنوں وغیرہم کی تنخواہیں دینا اور ضروری عمارت تعمیر کرنا یہ سب جائز اور غرض واقف کے تحت داخل ہے۔ مدرسہ، مسجد، مکانات اور غسل خانہ، حوض وغیرہ یہ سب چیزیں اصل وقف میں شامل ہیں اور ان کی ضروریات کا انصرام اس فنڈ سے کرنا غرض وقف کے خلاف نہیں ہے تو ان کے جواز میں شبہ نہیں۔

(۲) ابتدائے وقف میں جب زمین کو عام مسلمین کے دفن اموات کے لئے وقف کر دیا گیا تو اب اس کے کسی

( ) ان يجعل الرجل داره وارضه مسجداً لله تعالى واشهد على ذلك فاذا اذن واقيم فيه الصلاة في الجماعة فقد صار مسجداً وخرج من ملكه في قول الفقهاء وان يجعل ارضه مقبرة للمسلمين ويشهد على ذلك ويأذن بان يدفنوا فيها الاموات، فاذا دفن واحد او اكثر صار بمنزلة القبض وخرجت من يده في قول الفقهاء واذا جعل داره او بنى دارا وجعلها لطلبة العلم والقراء والمتفرغين لهما وللعبادة وللخير يسكنونها فهو جائز (النتف في الفتاوى، كتاب الوقف، ۳۱۸، ۳۱۹، مكة مكرمه)

(۲) اما يحفرها الرجل للاستقاء وللوضوء وغير ذلك فهو جائز. (حواله بالا)

حصہ کو وقف اپنے خاندان یا اور مخصوص لوگوں کے لئے معین نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اب تمام زمین کے ساتھ حق عامہ متعلق ہو گیا اور اس حق کا خود واقف کو بھی بعد تمامی وقف کے اختیار نہیں رہتا۔ وفی فتاوی الشیخ قاسم وما کان من شرط معتبر فی الوقف فلیس للواقف تغییرہ ولا تخصیصہ بعد تقررہ ولا سیما بعد الحکم ۔ فقد ثبت ان الرجوع عن الشروط لا یصح الا التولیۃ ما لم یشترط ذلک لنفسہ (رد المختار ج ۳ صفحہ ۴۲۷)(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد، مدرسہ اور قبرستان کے لئے وقف زمین سے راستہ بنانا

(سوال) یہاں رنگون سے قبرستان کے لئے ایک اہل خیر نے تقریباً سترہ بیگھ اراضی وقف فرمائی اور وقف نامہ میں تصریح کر دی کہ اس میں سے دو سو فٹ طویل اور اسی قدر عریض قطعہ میں مسجد، مدرسہ وغیرہ تعمیر کیا جائے اور بقیہ قبرستان کے لئے رکھا جائے۔ اس کے مطابق قبرستان میں قطعہ مذکور میں مسجد مذکورہ و سمارت خانہ وغیرہ تعمیر کیا گیا ہے۔ مدرسہ میں بھی جلسہ وغیرہ کے موقع پر حاضرین کی چائے وغیرہ سے مدارات کی جاتی ہے اور بعض اوقات دعوت دے کر کھانا بھی کھلایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مدرسہ کی طریقہ پر مدرسین و طلبہ وغیرہ ہمیشہ خود کھاتے پیتے پکاتے اور دوسروں کو بھی کھلاتے پلاتے رہتے ہیں۔ یہ قطعہ اراضی مجموعہ اراضی سترہ بیگھ کے ایک جانب شرقی و جنوبی گوشہ پر واقع ہے۔ اور بالکل گوشہ کے قریب ہی آمد و رفت کے لئے دروازہ ہے اور جنوب میں جہاں پر دو سو فٹ مذکورہ قریب ختم ہیں۔ ایک بڑا دروازہ جنازہ لے جانے کے لئے مع پختہ راستہ بنایا گیا ہے۔ اس راستہ کے عرض کا نصف حصہ دو سو فٹ مذکورہ شامل ہے اور بقیہ نصف حصہ خاص قبرستان کی اراضی پر واقع ہے۔ پس ارشاد ہو کہ اس معروضہ بالا طریقہ پر مذکورہ بالا قطعہ اراضی میں شرعاً کھانا پینا پکانا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۷۲۹ داؤد ہاشم یوسف، رنگون (برما) ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ م ۵ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۲۵) وقف نامہ کے مطبوعہ ترجمہ میں واقف نے ۲۰۰ مربع فٹ قطعہ اراضی کا مصرف ان الفاظ میں بیان کیا ہے (مذکورہ بالا جو قطعہ دو سو فٹ مربع واقع ہے اس پر مسجد اور مدرسہ اور نماز جنازہ کے لئے جماعت خانہ و مکان و وضو وغیرہ کے لئے حوض تالاب یا کنواں مسجد کے امام یا ملا اور دوسرے مدرسین کے لئے قیام گاہیں بنائی جائیں اور ان کی مرمت ہوتی رہے اور ان کو جاری و قائم رکھا جائے اور یہ مقامات مثلاً مسجد و جماعت خانہ و حوض وغیرہ سنی المذہب کل اہل رنگون و مضافات کے مفت استعمال کے لئے ہر وقت کھلے رہیں) اس عبارت میں مسجد اور مدرسہ بنانے اور امام و ملا اور دوسرے مدرسین کے لئے قیام گاہیں بنانے کی تصریح ہے اور ظاہر ہے کہ جب یہ لوگ اس زمین پر بنے ہوئے مکانات میں قیام رکھیں گے تو قیام کے لوازم کھانا پکانا دعوت وغیرہ بھی انہیں مکانات میں کریں گے اور ان سب باتوں کی حدود شرعیہ کے اندر ان کو اجازت

---

(۱) رد المحتار، کتاب الوقف، مطلب لا یجوز الرجوع عن الشروط، ۴ ۴۵۹، ۴۶۰، ط سعید

ہوگی۔ مدرسہ کے لوازم میں جلسہ شوریٰ یا جلسہ سالانہ یا مدرسہ کی ترقی کیلئے اجتماعات منعقد کرنا بھی داخل ہے اور جب مدرسہ کی بنا واقف کی اجازت کے ماتحت داخل ہے تو اس کے ضروری لوازم بھی اجازت میں داخل ہوں گے۔ فان الشیء اذا ثبت ثبت بلوازمه۔ پس مدرسہ کی بہتری اور ترقی کی غرض سے جو اجتماع منعقد ہو اس کے شرکاء کو متعارف طریق پر چائے یا کھانے کی دعوت دی جائے یا رہنے والے ملازم اپنے لئے کھانا تیار کریں یا اپنے مکانوں میں اپنے دوستوں اور عزیزوں کو متعارف اور شرعی حدود کے اندر دعوت دیں یہ سب جائز ہے۔ ہاں ایسی دعوتیں جو مدرسہ کے فائدہ کے لئے نہ ہوں اور نہ اس قطعہ زمین کے رہنے والوں کی معاشرتی تقریب میں داخل ہوں بلکہ دوسرے لوگ محض تفریح کے طور پر منعقد کریں اس قطعہ زمین اور اس کی عمارتوں میں مکروہ ہوں گی۔(۱) راستہ میں چار فٹ زمین اس قطعہ کی اور چار فٹ قبرستان کی شامل کر کے راستہ بنانا جائز ہے کیونکہ دونوں حصوں کو راستہ کی ضرورت تھی البتہ اگر کسی ایک کو ضرورت نہ ہوتی اور صرف دوسرے حصہ کو ضرورت ہوتی تو خاص اسی حصہ کی زمین کو راستہ کے کام میں لانا چاہئے تھا۔ مگر متولیوں کو اتنے تصرف کا حق بروئے وقف نامہ حاصل تھا۔ اس لئے جو انہوں نے کیا وہ جائز ہوا۔(۲) محمد کفایت اللہ

وقف کی آمدنی میں نفع بخش تصرفات کا متولی کو مکمل اختیار ہوتا ہے

(سوال) ۱۵۔۱۔۱۹۱۹ء میں پرانے قبرستان کو گورنمنٹ کے بند کر دینے کے بعد جناب محمد ابراہیم م۔ صاحب نے اراضی تقریباً ۳ ایکڑ خرید کیا اور اس میں سے ۲۰۰ فٹ مربع (۲۰۰ فٹ × ۲۰۰ فٹ) مسجد اور مدرسہ اور حوض و کنواں وغیرہ بنانے اور بقیہ اراضی قبرستان کے لئے رکھی گئی اور اس کا ایک وقف نامہ ما! صاحب موصوف نے اپنے والدین کو ایصال ثواب کی غرض سے لکھ دیا یہ وقف نامہ انگریزی زبان میں رجسٹرڈ کیا گیا جس کا ترجمہ بزبان اردو اس سوال کے ساتھ منسلک ہے۔ اس وقف کے نظم و نسق کے لئے تیرہ متولیوں کا ایک بورڈ جس میں ایک ما صاحب موصوف واقف بھی شامل ہیں مقرر کیا گیا اور مذکورہ جائداد واقف نے ۱۹۲۱ء میں تمام و کمال ان کے قبضہ میں دے دی گئی اور اب وہی متولی اس کا انتظام کر رہے ہیں چونکہ اراضی موقوفہ کے انتظام اور قیام و محافظت کے لئے کوئی نقد رقم نہیں تھی اور نہ واقف نے کوئی آمدنی کی جائداد عطا فرمائی اس لئے متولیوں نے یہ طے کیا کہ اس سے قبرستان وغیرہ کا انتظام اسی طریق پر کریں جس طرح پرانے قبرستان کا کیا گیا تھا یعنی (الف) جوان میت کی قبر کھودنے کے لئے فی قبر ۲ روپے اور بچہ کے لئے فی قبر ۱ روپے تجویز فرما دیئے اور اس کے علاوہ متولیوں نے دوسری ضروریات یعنی قبروں کے لئے لکڑی کے صندوق اور لکڑی کے تختے اور بانس اور چٹائیاں وغیرہ قبرستان میں مہیا کر دیئے اور خواہش مندوں کے ہاتھ فروخت کرنے کے لئے

---

(۱) قال فی الشامیة: وانما یحل للمتولی الاذن فیما یزید الوقف به خیرا (کتاب الوقف، مطلب انما یحل للمتولی الاذن فیما یزید به الوقف خیرا ۴/ ۴۵۴ ط سعید)

(۲) (جعل شیئ) ای جعل البانی شیئا (من الطریق مسجداً) جاز (کعکسه) ای کجواز عکسه وهو ما اذا جعل فی المسجد ممر لتعارف اهل الامصار فی الجوامع (الدر المختار، کتاب الوقف، ۴/ ۳۷۷، ۳۷۸ ط سعید)

(ایضا) وحکی عن المعروف بمهرویه انه قال: وجدت فی النوادر عن ابی حنیفة رحمة الله تعالی انه جاز وقف المقبرة والطریق کما جاز المسجد، وکذا القنطرة یتخذها الاجل للمسلمین، ویتطرقون فیها (عالمگیریة کتاب الوقف، الباب الثانی عشر، ۲/ ۴۶۹ ط ماجدیه)

ان کی قیمتیں مقرر کردیں۔ (ب) چونکہ یہ نیا قبرستان شہر سے بہت دور تھا اس لئے جناب سیٹھ محمد اسماعیل عارف صاحب نے ایک موٹر باربرداری جنازہ لانے کے لئے عطا فرمایا جیسا کہ رنگون کی دوسری جماعتوں میں کیا جاتا ہے۔ اس موٹر کا کرایہ فی جنازہ مبلغ سات روپے لیا جاتا ہے۔ لیکن غریبوں اور لاوارثوں کے جنازے اس موٹر پر مفت لائے جاتے ہیں۔ مذکورہ بالا اصولوں سے حاصل کی ہوئی آمدنی بطور ذیل صرف کی جاتی ہے۔

(۱) گورکنوں کی اجرت (۲) موٹر ڈرائیور کی تنخواہ وغیرہ مثلاً مرمت (۳) پٹرول اور موٹر آئل (روغن برائے موٹر) کی خرید (۴) قبر کے لئے پٹیاں (صندوق) تیار کرانے کے مصارف (۵) قبر کے لئے لکڑی کے تختے اور بانس اور چٹائیاں خریدتے ہیں۔ ان مفصلہ بالا مصارف کے بعد بچی ہوئی رقم مصارف ذیل میں خاص طور پر خرچ کی جاتی ہے۔

(۱) غریب و لاوارث مسلم میت کو دفنانا اور باقاعدہ صحیح طریقہ پر اس کی تجہیز و تکفین۔ یہ لاوارث زیادہ تر ہسپتال کے ہوتے ہیں۔ (۲) قبرستان مذکور میں جہاں ضرورت ہو اراضی کی درستگی (۳) قبرستان کی دیکھ بھال رکھنے والے ملازمین اور ان لوگوں کی اجرت جو غریب و لاوارث میت کو غسل دیتے ہیں اور مالیوں و مدرسین مدرسہ کی تنخواہیں (۴) مدرسہ اور ملازمین کے رہنے کے لئے مکان، غسل خانے، طہارت خانے، کنواں اور پانی کا پمپ تعمیر کرانے اور ان کی حفاظت رکھنے میں اور کنویں سے پانی نکالنے میں الیکٹرک کا خرچ (۵) متعلقہ قبرستان لکھے ہوئے مقام کا تدوں وغیرہ سے حفاظت (۶) اس اراضی ملحقہ کی قیمت جو کہ خرید کر کے قبرستان کے ساتھ شامل کی گئی اور بعض معتبر کمپنیوں کے شیئر میں حصص خریدے گئے۔ جملہ مصارف مذکورہ کے بعد جو کچھ فاضل رہتا ہے اس کو قبرستان فنڈ کے حساب میں جمع رکھا جاتا ہے۔ اس غرض سے کہ جس وقت اس قدر رقم ہو جائے جو کہ وقف نامہ کی دفعہ ۱۰ و ۱۱ کے مطابق وقف کے لئے کوئی دوسری جائداد خریدنے کے لئے کافی ہو جائے تو متولیان اس سے ایک جائداد خرید سکیں۔

مذکورہ وقف منسلکہ صفحہ ۲ سطر ۱۲ دو سو فٹ طویل اور دو سو فٹ عریض قطعہ زمین پر بعض دیندار اہل خیر حضرات نے ایک مسجد اور نماز جنازہ کے لئے ایک جماعت خانہ اور کنواں اور وضو کے لئے حوض اور دیواریں تعمیر کی ہیں۔ اور مذکورہ بالا طریقہ پر آمدنی سے متولیوں نے مدرسہ اور ملازمین کے لئے مکانات اور غسل خانے اور طہارت خانے تعمیر کئے ہیں اور ان کی مرمت کرتے رہتے ہیں اور دیکھ بھال رکھتے ہیں۔ پس سوال یہ ہے کہ آیا وقف نامہ اور شریعت مقدسہ کے مطابق متولیوں کو مذکورہ بالا انتظامات کرنا آمدنی مذکورہ سے تعمیر مدرسہ میں روپیہ خرچ کرنا، ملازمین کے لئے مکانات بنانا، غسل خانے تعمیر کرنا، مدرسین کی تنخواہ اور پانی نکالنے کے لئے کنویں پر پمپ کی قیمت ادا کرنا اور مذکورہ بالا تمام چیزوں کی مرمت اور قائم رکھنے میں آمدنی مذکور خرچ کرنا جائز و درست ہے؟ اصل مقصد کے لئے وقف نامہ منسلکہ کی تفصیل صفحہ ۲ سطر ۱۲ اور دفعہ ۱۰ و ۱۱ کی جانب اور بیان کئے ہوئے وقف کے تمام امور کے لئے دفعہ ۱۶ کی طرف خاص توجہ مبذول فرمائیں۔

المستفتی نمبر ۱۷۱۳۱ داؤد ہاشم رنگون ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ م ۶ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۲۶) وقف نامہ کا مطبوعہ ترجمہ اول سے آخر تک میں نے دیکھا وقف نامہ سے ثابت ہے کہ واقف

نے صرف زمین وقف کی ہے کوئی رقم یا آمدنی کی کوئی خاص صورت اپنی طرف سے معین نہیں کی زمین موقوفہ کے ایک معینہ حصہ کو بنائے مسجد و مدرسہ و جنازہ گاہ اور مکانات امام و عالم (مدرس مدرسہ) و ملازمین اور بناء حوض و تالاب یا چاہ کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔ اور دفعہ ۷ میں جائداد موقوفہ کے متعلق کل آمدنی کو صرف عطیات اور چندوں کی آمدنی میں معین و محصور کر دیا ہے۔ اسی طرح دفعہ ۹ میں بھی آمدنی کی دو شکلوں یعنی عطیہ اور چندے کا ذکر ہے اور صفحہ ۲ میں تمہید کے ضمن میں یہ عبارت موجود ہے کہ اس زمین کے متعلق کل حقوق قبضہ و تصرف و حفاظت وغیرہ متولیان مذکورین بالا کی تحویل میں دے دیئے گئے اور دفعہ ۱۰ میں یہ تصریح ہے کہ وقف مذکورہ کا انتظام متولی صاحبان نہایت خوش اسلوبی سے کریں گے اور اگر تمام ضروری اخراجات کے بعد کچھ رقم بچ رہے گی تو اس کو جمع رکھیں گے۔ وقف نامہ میں ضروری اخراجات کی کوئی تفصیل بیان نہیں کی گئی۔

پیش امام اور عالم اور موذن اور جملہ ملازمین کے عزل و نصب کا پورا اختیار متولیوں کو دفعہ ۱۶ میں دیا گیا ہے پس وقف نامہ کے پیش نظر متولیوں کو جن میں واقف بھی شامل ہے یہ حق حاصل ہے کہ قبرستان کے انتظام کو خوش اسلوبی سے چلانے کے لئے علاوہ عطیات اور چندہ کی آمدنی کے دوسرے ذرائع تجویز کریں۔ اسی اختیار کے ماتحت متولیوں اور ان کے ضمن میں خود واقف نے قبروں کی کھدائی کی شرح اجرت معین کر کے اور لکڑی کے صندوق اور تختے بانس کے بورے مہیا کر کے اہل حاجت کے ہاتھوں قیمت پر فروخت کر کے اسی طرح موٹر کے معطی کی اجازت سے کرایہ پر چلا کر جو آمدنی پیدا کی ہے اس کے خرچ کرنے کا پورا اختیار متولیوں کو حاصل ہے کہ قبرستان اور مسجد اور مدرسہ اور مکانات و حوض و چاہ و جنازہ گاہ وغیرہ کے انتظام کو چلانے اور ان اوقاف کو قائم و جاری رکھنے میں اپنی صوابدید کے موافق خرچ کریں کہ یہ آمدنی ان کی اپنی تدابیر سے پیدا کی ہوئی ہے اور ان کی اپنی صوابدید کے موافق خرچ ہو سکتی ہے۔(۱) رہی اشیاء ضروریہ کی خرید اور ان کی قیمت کی ادائیگی یا تیار کرانے کی اجرت مثلاً صندوق کے لئے لکڑی خریدنا گورکنوں کی اجرت ادا کرنا موٹر کے لئے تیل یا پیٹرول خریدنا موٹر ڈرائیور کی تنخواہ دینا یہ تو دراصل اخراجات میں داخل ہی نہیں۔ یہ تو مسجد کی آمدنی کے ذرائع اور تسہیل صعوبات بدیہیہ ہیں۔ ہاں لاوارث میتوں کی تجہیز و تکفین کے مصارف ملازمین اور محافظین اور ماہیوں کی تنخواہیں مدرسہ کے مدرسین اور مسجد کے امام کی تنخواہ جبی کا معاوضہ، کنوئیں اور مکانات کی تعمیر کے مصارف یہ سب اخراجات میں داخل ہیں اور وقف نامہ کی رو سے یہ تمام اخراجات کرنے کا متولیوں کو حق ہے اور واقف کا متولیوں میں موجود ہونا اور ان مصارف کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھنا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ تمام امور اغراض وقف اور منشاء واقف کے موافق ہیں۔ غرض یہ کہ متولیوں کی اپنی پیدا کی ہوئی آمدنی کو قبرستان اور مسجد و مدرسہ وغیرہ نیز ان کے متعلقات پر خرچ کرنے کا پورا اختیار ہے۔(۲) اور ان تمام مصارف کے بعد جو رقم بچے اس کو بھی وہ اپنی صوابدید کے موافق خرچ کر سکتے ہیں۔ صرف عطیات و چندہ کی پسماندہ رقم کو

---

(۱) ایضاً بحوالہ سابق نمبر ۲ صفحہ ۲
(۲) ایضاً بحوالہ گذشتہ نمبر ۲ صفحہ ۱۲۱

بروئے وقف نامہ دفعہ ۱۰ اور دفعہ ۱۱ کے موافق خرچ کرنے کے پابند ہیں اور اس میں بھی تمام ضروری اخراجات کی تعیین و تشخیص واقف نے نہیں کی بلکہ متولیوں کی رائے پر چھوڑ دی ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

قبرستان میں گندگی پھیلانے اور اس کی زمین کو بیچنے کا حکم

(سوال) (۱) اہل اسلام کے قبرستان (قبور) اور بزرگان دین کے مزارات پر گندگی نجاست ڈالنا، میلا، شہر کا ڈالنا، موریاں، نالیاں وغیرہ بنانا، کنجروں، چوڑھوں، بھنگیوں کو بسانا۔ خنزیر چرانا، پیشاب پاخانہ کرنا، قبور توڑنا مسمار کرنا، جھونپڑیاں مکانات بنانا جائز ہے یا ناجائز ہے۔ اور ایسی صورت میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے۔

(۲) قبروں کو مسمار و ہموار کر کے صاف زمین بنا کر فروخت کرنا اور دھرم شالہ بنانا مکانات تعمیر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۷۷۹ شیخ عبدالرحمن قریشی۔ ۱۴ رجب ۱۳۵۶ھ ۲۰ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۲۷) (۱) قبرستان میں اور قبور پر میلا ڈالنا موریاں نالیاں بنانا اور اس پر لوگوں کو آباد کرنا قبور کو مسمار کرنا یہ سب حرام ہے اور مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ ان امور کی روک تھام کریں۔(۱) (۲) قبروں کو مسمار کرنا اور صاف زمین بنا کر فروخت کرنا حرام ہے جب کہ یہ قبریں موقوفہ زمین اور مسلمانوں کے عام قبرستان میں ہوں اور قبرستان میں مندرجہ سوال تو کسی طرح بھی نہیں بن سکتے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

وقف شدہ قبرستان کو بیچنا یا رہن رکھنا ناجائز ہے

(سوال) موضع سنیا تحصیل ہاتھرس ایک ہندوؤں کا گاؤں ہے اور کل گاؤں میں ہندو صاحبان آباد ہیں۔ ایک گھر فقیروں کا قدیم ایام سے اس موضع میں آباد چلا آتا ہے۔ ہم فقیروں کے دادا پردادا کو سابق زمینداروں نے ایک بیگہ دس بسوہ زمین واسطے دفن کرنے مردوں کے معاف دے رکھی تھی۔ جس میں اب تک ہمارے خاندان کے مردے دفن ہوتے چلے آئے ہیں۔ ایک بیگہ دس بسوہ قبرستان کے نام سے کاغذات سرکاری میں قبرستان بنام ہم فقیروں کے درج چلا آتا ہے۔ ہم فقیروں کے خاندان کو جب ترقی ہوئی اور ایک پردادا سے کئی لڑکوں اور لڑکیوں کو اولاد ہوئی اور ایک خاندان آباد ہو گیا۔ ہندوؤں نے اس خاندان فقیروں میں سے ایک مرد ایک عورت کو بہکا کر ایک رہن نامہ اول تحریر کرا دیا اراضی قبرستان رہن کر لی اس کے بعد ایک بیعنامہ مرد اور عورت سے تحریر کرا کر خفیہ رجسٹری کرائی اور قبرستان میں قبضہ کر لیا اور قبروں کو مسمار کر کے جوت ڈالا اور کاشت کرنی شروع کر دی۔ ہم دیگر فقیروں کو جب یہ حال معلوم ہوا کہ ہمارے قبرستان میں ہندوؤں نے

---

(۱) ویکرہ أن یبنی علی القبر أو یقعد أو ینام علیه أو یوطأ علیه أو تقضی حاجة الإنسان من بول أو غائط ولا ینبغی إخراج المیت من القبر (الفتاوی العالمگیریة، کتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن والنقل من مکان إلی آخر ۱/۱۶۶، ۱۶۷ ط. ماجدیة)

(۲) إذا صح الوقف لم یجز بیعه ولا تملیکه (هدایة، کتاب الوقف، ۲/۶۴۰ ط شرکة علمیه ملتان) سئل (شمس الائمة) عن المقبرة إذا اندرست ولم یبق فیها أثر الموتی لا العظم ولا غیره هل یجوز زرعها واستغلالها؟ قال: لا، ولها حکم المقبرة. (الهندیة کتاب الوقف الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر والخانات ۲/۴۷۰، ۴۷۱ ط ماجدیة کوئٹہ)

کس طرح قبضہ کر لیا ہے۔ بعد صحت جانچ کے اب ہم فقیروں نے ایک نالش عدالت دیوانی منصفی بلندشہر میں بنام مشتری قبرستان دائر کر رکھی ہے۔ جو زیر تجویز عدالت ہے۔ ایسی صورت میں ایک مرد ایک عورت کا قبرستان کا بیع نامہ کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۸۱۶ سردار علی مستری (ضلع علی گڑھ) ۲۲ رجب ۱۳۵۶ھ م ۲۸ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۲۸) مشترکہ خاندانی قبرستان قدیم کو بیع یا رہن کرنے کا حق ساری قوم کو بھی نہیں کیونکہ اس میں تمام قوم کو دفن اموات کا حق قدیم سے چلا آتا ہے۔ پس کسی ایک شخص کے رہن یا بیع کرنے سے قبرستان پر مرتہن یا مشتری کو قبضہ اور تصرف کا کوئی حق حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور یہ رہن یا بیع بالکل ناجائز اور کالعدم ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

قبرستان اور اس پر چڑھاوے کی بیع اور مکان بنانے کا حکم

(سوال) درگاہ شاہ عبد الرزاق گدی نشین میر نور محمد ان کے بڑے بیٹے میر جان گدی نشین ان کے بڑے بیٹے میر احمد بھی گدی نشین اور میر احمد علی کے بڑے میر امجد علی گدی نشین ہوئے نیز یہ کہ قبرستان کی اور قبرستان کے چڑھاوے کی بیع جائز ہے یا ناجائز۔ قبرستان میں مکان بنانا جائز ہے یا ناجائز۔

المستفتی نمبر ۱۸۶۸ محمد رفیع صاحب شہر بیکانیر ۳ شعبان ۱۳۵۶ھ م ۹ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۲۹) قبرستان عام موقوفہ کی بیع ناجائز ہے (۲) اور چڑھاوا چڑھانا اور اس کی بیع و شرا بھی ناجائز ہے (۳)۔ قبرستان کی زمین پر مکان رہائشی بنانا بھی ناجائز ہے (۵) اب قبرستان کے محافظ کیلئے جھونپڑی یا کوٹھری ہو تو مباح ہے۔(۶) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مخصوص گھروں کے لئے وقف قبرستان پر مسجد بنانے کا حکم

(سوال) ایک زمین قبرستان کی مخصوص گھر والوں کے لئے مقرر تھی اور اب پانچ دس سال سے اس زمین میں کوئی میت دفن نہیں ہوتی ہے۔ اس زمین میں ایک مسجد تعمیر کی جا رہی ہے۔ ایسے قبرستان کی زمین پر مسجد تیار کرنا جائز ہے یا نہیں اور بنانے مسجد کے لئے ورثوں کی اجازت کی ضرورت ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۹۱۹ سید ابراہیم صاحب (گوداوری) ۱۹ شعبان ۱۳۵۶ھ م ۲۵ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۳۰) یہ زمین قبرستان کے لئے وقف تھی یا مملوکہ زمین ہے جس میں اموات دفن کئے جاتے

---

(۱) اذا صح الوقف لم یجز بیعه ولا تملیکه (هدایة، کتاب الوقف، ۲/ ٦٤٠، ط شركة علمیه) وفي الهندية سئل شمس الأئمة الحلواني عن المقبرة في القرى اذا اندرست ولم يبق فيها اثر الموتى لا العظم ولا غيره هل يجوز زرعها واستغلالها؟ قال: لا. ولها حكم المقبرة (الفتاوى الهندية، كتاب الوقف، الباب الثاني عشر في الرباطات والمقابر والخانات والحياض والطريق والسقايات الخ، ٢/ ٤٧٠، ٤٧١، ط. مكتبة ماجدية، كوئٹه)

وفي الدر المختار: فاذا تم ولزم لا يملك ولا يعار ولا يرهن فبطل شرط واقف الكتب الرهن شرط. (كتاب الوقف ج ٤/ ٣٥١، ٣٥٢، سعيد)

(۲) اذا صح الوقف لم يجز بيعه ولا تمليكه (هداية، كتاب الوقف، ۲/ ٦٤٠، مكتبه شركة علميه)

(۳) انما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما اهل به لغير الله (پ ۲ سورة بقرة آيت ۱۷۳)

(۴) بطل بيع ما ليس في ملكه (التنوير الابصار على هامش رد المحتار، كتاب البيوع، ۵/ ۵۸، ط سعيد)

(۵) ارض لاهل قرية جعلوها مقبرة ثم ان واحدا من اهل القرية بنى فيها بناء ... وجلس فيها من يحفظ المتاع قالوا ان كان في المقبرة سعة بحيث لا يحتاج الى ذلك المكان فلا بأس به (الفتاوى العالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الثاني عشر، ۲/ ٤٦٧، ٤٦٨ ط ماجدية)

ہیں۔ اگر وقف ہے تو اس کو جب تک دفن کے کام میں لانا ممکن ہے کسی دوسرے کام میں لانا جائز نہیں (۱) لیکن اگر دفن کے کام میں لانا اب ممکن نہیں رہا ہو تو پھر مسجد بنا لینا جائز ہے (۲) اور مملوک ہے تو مالکوں کی اجازت سے مسجد بن سکتی ہے۔ (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسلمانوں کے قبرستان کی مشرکین سے حفاظت و صفائی کرانا اور مشرکین کی صحبت کا حکم

(سوال) (۱) مشرکین کی صحبت سے مسلمانوں کی روحوں کو اذیت پہنچتی ہے یا نہیں؟

(۲) کیا یہ جائز ہے کہ مشرکین مسلمانوں کی قبروں پر بیٹھ کر گھاس کاٹیں۔ صفائی، جاروب کشی اور آب پاشی کریں؟

(۳) مشرکین کو مسلمانوں کی قبروں پر سے گذرنے دینا یا بیٹھنے دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) مشرکین باعث عذاب الٰہی ہیں یا نہیں؟

(۵) آداب قبرستان ضروری ہے یا نہیں؟

(۶) مشرکین شرعی نجس و غیر مختون کو مسلمانوں کی قبروں کے کاموں کے لئے مسلمان ملازم ہوتے ہوئے مقرر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۳۷۵ ایچ۔ بی۔ محی الدین صاحب (کلکتہ) ۱۸ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ م ۱۷ جولائی ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۳۱) مسلمانوں کی قبروں کی حفاظت اور ان کا احترام لازم ہے۔ قبروں کی بے حرمتی کرنا اور ان پر بیٹھنا ناروا ہے۔ (۴) مومنین کی ارواح کو مشرکین کی صحبت سے اذیت ہوتی ہے۔ قبرستان کی خدمت ایسے شخص سے لی جائے جو قبروں کے آداب و احترام سے واقف ہو۔ غیر مسلم ان احکام اسلامیہ سے واقف نہ ہوگا جو قبروں سے متعلق ہیں اور اس سے حفاظت قبور کی اسلامی خدمت کما حقہ انجام پذیر نہیں ہو سکتی اس لئے جہاں تک ممکن ہو مسلمان ملازم رکھنا لازم ہے۔ جہاں مسلمان ملازم نہ مل سکے تو مجبوری ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

غیر مسلم ملازمین کو برطرف کرنے کا طریقہ

(سوال) مسلم قبرستان بورڈ نے فتوے پر غور کیا اور جناب کے فتوے کے اس جملہ سے کہ جہاں تک ممکن ہو مسلمان ملازم رکھنا لازم ہے۔ اس کے سوا سب کی صورت نظر آئی۔ لہذا مسلم قبرستان بورڈ کی یہ رائے ہے کہ مذکورہ بالا حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس امر پر مشورہ دیں کہ بے قصور ۴۳ لوگوں کو فوری نکال دیا جائے یا

---

(۱) مقبرة قديمة [illegible] هل يباح لأهل المحلة الانتفاع بها قال أبو نصر لا يباح. (قاضي خان على هامش الهندية، كتاب الوقف، فصل في المقابر ۳ : ۳۱۱ ط ماجدية)

(۲) ولو بلي الميت وصار ترابا جاز دفن غيره في قبره وزرعه والبناء عليه (عالمگيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في القبر ۱ : ۱۶۷ ط ماجدية)

(۳) رجل وقف أرض الرجل [illegible] برسمه ثم ملك الأرض لم يجز، وإن أجاز المالك جاز عندنا كذا في فتاوى قاضي خان (عالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الأول ۲ : ۳۵۳ ط ماجدية)

(۴) ويكره أن يبنى على القبر أو يقعد أو ينام أو يوطأ عليه (عالمگيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز ۱ : ۱۶۶ ط ماجدية) وقال النبي صلى الله عليه وسلم: لا تجلسوا على القبور ولا تصلوا إليها (ترمذي، أبواب الجنائز ۱ : ۲۰۳ ط سعيد)

بتدریج ان کو علیحدہ کیا جائے تاکہ وہ اپنی ملازمت کا کہیں انتظام کرنے کے بعد علیحدہ ہوں۔ جناب جیسا فتویٰ دیں گے ویسی ہی کارروائی کی کوشش کی جائے گی۔

المستفتی نمبر ۲۳۹۲ محمد بن تم (کلکتہ) ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ م ۱۰ اگست ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۳۲) ۳۴ غیر مسلم ملازموں کو اسلامی مصلحت کی بنا پر علیحدہ کرنا اور بات ہے۔ اس میں ان کے ذمے کوئی الزام اور قصور ثابت کرنا لازم نہیں آتا۔ بہتر صورت یہ ہے کہ ان کو معاملہ کی نوعیت سمجھا دی جائے اور ایک مہینہ کا نوٹس دے دیا جائے تاکہ بے انصافی کا شبہ بھی نہ ہو سکے اور اس ایک مہینہ میں ان کو قبروں سے دور رہنے کے کام بتادیئے جائیں۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) پرانے قبرستان پر مسجد تعمیر کرنا
(۲) مسجد کی حدود میں قبریں آنے کی صورت میں نماز کا حکم

(سوال) (۱) کیا ایسی زمین پر جس میں پرانا قبرستان ہو۔ آثار کچھ باقی نہ رہ گئے ہوں اور عرصہ سے اس کے اوپر کاشت کی جا رہی ہو۔ اس زمین پر عیدگاہ یا مسجد کی تعمیر کرنا اور اس میں نماز پڑھنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اور اگر مذکورہ بالا اوصاف کی زمین میں اس نوعیت کا اختلاف ہو کہ بعض مسلمان اس زمین کو قبرستان کے ہونے کی شہادت دے رہے ہوں اور کچھ مسلمان اس بات کی شہادت دے رہے ہوں کہ تمام حصہ زمین میں قبرستان نہیں ہے بلکہ اس زمین کے ایک گوشہ میں دو تین قبریں ہیں اب اگر عیدگاہ یا مسجد تعمیر کر لی جائے تو وہ دو ایک قبریں گوشہ صحن میں پڑ جائیں گی۔ اب ایسی صورت میں از روئے شرع مسجد یا عیدگاہ تعمیر کرانا اور اس میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۴۴۸ حکیم مصطفیٰ احمد صاحب (اعظم گڑھ) ۸ ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ م ۳۰ جولائی ۱۹۳۹ء

(جواب ۱۳۳) (۱) اگر یہ زمین مملوکہ ہے قبرستان کے لئے وقف نہیں اور قبروں کے آثار مٹ گئے تو اس پر مالکوں کی اجازت سے مسجد یا عیدگاہ بنائی جا سکتی ہے اور اس میں نماز جائز ہے۔(۲)

(۲) اس کا جواب بھی وہی ہے کہ مملوکہ زمین ہو اور قبروں کے نشانات باقی نہ ہوں تو اس میں مسجد بنانی جائز ہے (۳) اور اگر دو چار قبریں سالم بھی ہوں تو ان کو گوشہ مسجد میں علی حالہ چھوڑ دیا جائے اور ان کے سامنے اور پیچھے ایک دیوار سی بنا دی جائے جو سترہ کا کام دے تاکہ قبریں نمازیوں کے سامنے نہ ہوں۔(۴)

فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) یہ کوئی فتویٰ نہیں بلکہ مستفتی کو ایک طرح کا مشورہ دیا گیا ہے۔

(۲، ۳) لو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ والبناء علیہ (عالمگیریہ، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر، ۱ / ۱۶۷ ط ماجدیہ)

(۴) کذا ذکر العلامۃ النووی فی شرحہ علی المسلم قال العلماء: إنما نہی النبی علیہ السلام عن اتخاذ قبرہ وقبر غیرہ مسجدا خوفا من المبالغۃ فی تعظیمہ والافتتان بہ، فربما أدی ذلک إلی الکفر، کما جری لکثیر من الأمم الخالیۃ، ولما احتاجت الصحابۃ رضی اللہ عنہم والتابعون إلی الزیادۃ فی مسجد النبی علیہ السلام حین کثر المسلمون وامتدت الزیادۃ إلی أن دخلت بیوت أمہات المؤمنین فیہ ومنہا حجرۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا مدفن النبی علیہ السلام وصاحبیہ أبی بکر وعمر رضی اللہ عنہما بنوا علی القبر حیطانا مرتفعۃ مستدیرۃ حولہ لئلا یظہر فی المسجد فیصلی إلیہ العوام ویؤدی إلی المحذور ثم بنوا جدارین من رکنی القبر الشمالیین وحرفوہما حتی التقیا حتی لا یمکن أحد من استقبال القبر
شرح النووی علی الصحیح لمسلم ۱ / ۲۰۱ ط قدیمی)

مزار پر حرام کا پیسہ لگانا

(سوال) ہمارے ہاں ایک صاحب کرامت بزرگ کا مزار ہے اس پر ایک گنبد اور آس پاس کا احاطہ پتھر اور چونے کا بہت بڑا بلند شاہی وقت کا بنایا ہوا ہے۔ ان بزرگ کا نام سید عبدالرزاق اولیاء کہا جاتا ہے۔ محرم کی پانچ تاریخ کو ان کا عرس ہوتا ہے۔ دو شخصوں نے حضرت مزار پر پیتل کا کٹہرہ اور آس پاس سنگ مرمر کا فرش بنایا ہے۔ ان دو شخصوں میں سے ایک کے پاس سود کا پیسہ ہے دوسرے کے پاس زنا کا پیسہ ہے تو یہ پیسہ حضرت کے مزار پر لگانا جائز تھا یا نہیں؟ المستفتی نظیرالدین امیرالدین (بمیزہ ضلع مشرقی خاندیش)

(جواب ۱۳۴) حرام کا پیسہ ان کاموں میں لگانا جائز نہیں تھا۔(۱) ممکن ہو اور کسی اختلاف و فساد کا احتمال نہ ہو تو یہ کٹہرہ علیحدہ کرادیا جائے اور فرش بھی بدلوا کر سادہ فرش کرادیا جائے۔

وقف شدہ قبرستان میں مسجد بنا کر نماز پڑھنے کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ ۲۹ نومبر ۱۹۲۶ء)

(سوال) ایک وقفی قبرستان ہے۔ اس میں قبرستان ہی کی زمین پر ایک مسجد بنائی گئی ہے۔ اس مسجد کو بنے ہوئے بھی عرصہ مدید گزر چکا ہے اور کثرت سے وہاں پر نماز بھی پڑھتے رہے اور اب بھی پڑھ رہے ہیں اور جس نے قبرستان کو وقف کیا تھا وہ مسجد کے بننے سے پہلے ہی فوت ہو چکا تھا۔ اور یہ مسجد دیگر مسلمانوں کی مدد سے تیار ہوئی ہے۔ اب کہا جاتا ہے کہ وقفی قبرستان میں مسجد بنانا ناجائز ہے اور وہاں نماز تو جائز ہے مگر اعلی درجہ کا ثواب نہ ہوگا اور جمعہ کی نماز تو بالکل نہ ہوگی۔ یہ بات کہاں تک صحیح ہے؟

(جواب ۱۳۵) جو زمین کہ قبرستان کے لئے وقف کی ہے اس کو دفن کے کام میں ہی لانا چاہئے۔ اس پر نماز پڑھ لینی (خالی زمین میں) تو جائز ہے مگر مسجد بنانی جائز نہیں۔(۲) جو مسجد کہ بنائی گئی ہے اس میں نماز تو ہو جاتی ہے مگر مسجد کا ثواب نہیں ملتا کیونکہ وہ باقاعدہ شرعیہ مسجد نہیں ہوئی۔ فرض پنجگانہ اور جمعہ کا حکم ایک ہے۔ ان میں کوئی تفریق نہیں۔(۳) اگر مسجد کی پختہ عمارت کو توڑنے میں بہت نقصان ہوتا ہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ مسجد میں جس قدر زمین لگی ہے اسی قدر زمین اسی قبرستان کے متصل حاصل کر کے مسجد والی زمین کے بدلے میں وقف کردی جائے۔ جس وقت بدلے کی زمین قبرستان کے لئے وقف ہو جائے گی اس وقت سے یہ مسجد صحیح مسجد کا حکم حاصل کرے گی۔ واللہ اعلم۔(۴) محمد کفایت اللہ غفرلہ۔

---

(۱) رجل دفع الی فقیر من المال الحرام شیئا یرجو الثواب یکفر به (الی ان قال) ومثله لو بنی من الحرام بعینه مسجدا او غیره مما یرجو به التقرب (ردالمحتار، کتاب الزکاة، مطلب استحلال المعصیة القطعیة کفر، قبل باب زکاة السائمة ۲/ ۲۹۲، ط. سعید)

(۲) سئل شمس الائمة عن المقبرة اندرست هل یجوز زرعها واستغلالها؟ قال: لا، ولها حکم المقبرة (الهندیة، کتاب الوقف، الباب الثانی عشر ۲/ ۴۷۰، ۴۷۱ ط. ماجدیة)

(۳) ومن شرائط صحة الوقف ان یکون الموقوف ملکا للواقف، قال فی الهندیة: ومنها الملک وقت الوقف (الهندیة، کتاب الوقف، الباب الاول ج ۲ صفحه ۳۵۳ ط. ماجدیة)

(۴) قال فی الدر المختار: لا یجوز استبدال العامر الا فی اربع (وفی الشامیة:) (قوله الا فی اربع) الاولی لو شرطه الواقف، الثانیة: اذا غصبه غاصب واجری علیه الماء حتی صار بحرا فیضمن القیمة، ویشتری المتولی بها ارضا بدلا، والحاصل ان الاستبدال اما عن شرط الاستبدال اولا عن شرطه، فان کان لخروج الوقف عن انتفاع الموقوف علیهم، فینبغی ان لا یختلف فیه، وان کان لا لذلک فینبغی ان لا یجوز (ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب لا یستبدل العامر الا فی اربع ۴/ ۳۸۸ ط. سعید)

نماز جنازہ کے لئے مخصوص چبوترے پر پنج وقتہ نماز پڑھنے کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۲۷ء)

(سوال) ایک چبوترہ قبرستان میں نماز جنازہ پڑھنے کے لئے بنایا گیا تھا۔ اب وہ چبوترہ قبروں کے بیچ میں آگیا ہے یعنی تین طرف قبریں ہوگئی ہیں اور سجدہ کی طرف جگہ نہیں ہے۔ اب اس پر نماز جنازہ نہیں ہوتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس چبوترے پر پنج وقتہ نماز ہو سکتی ہے۔

(جواب ۱۳۶) چبوترہ جس زمین پر بنایا گیا ہے اگر وہ زمین قبرستان کی ہے اور دفن اموات کے لئے وقف ہے تو اس کو نماز کے لئے مخصوص کرنا جائز نہیں ہے۔ اس چبوترے کو توڑ دیا جائے اور زمین کو دفن اموات کے لئے خالی کر دیا جائے۔(۱) اور اگر چبوترے کی زمین دفن کے لئے وقف نہیں بلکہ واقف نے نماز جنازہ کے لئے وقف کی ہے تو اس پر نماز جنازہ جائز ہے اور اس کے آگے قبلہ کی جانب سترہ قائم کر کے نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ پنجگانہ نمازوں میں سے کوئی نماز اگر اتفاقاً پڑھ لی جائے تو مضائقہ نہیں۔ مگر پنجگانہ نمازوں کے لئے اس کو مخصوص کر دینا جائز نہیں ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ غفر لہ۔

قبرستان کی جگہ پر مسجد کو وسیع کرنا

(الجمعیۃ مورخہ ۱۹ اپریل ۱۹۳۶ء)

(سوال) میرے ملک میں صرف ایک مسجد ہے اور بہت چھوٹی ہے۔ مسجد کا بڑھانا ضروری ہے۔ تین جانب قبریں ہیں چوتھی جانب مسجد کا مدرسہ جو نمازیوں کے نماز پڑھنے کے بھی کام آتا ہے۔ جنوب اور مغرب کی طرف قبریں زیادہ ہیں۔ اب جنوب ہی کی طرف بڑھانے کا کام شروع ہوا ہے۔ کھدائی ہوئی تو ہڈیاں برآمد ہوئیں۔ قبرستان کے مالکوں نے وہ جگہ مسجد کے لئے بخش دی ہے۔ میں نے بخاری شریف میں دیکھا ہے۔ اس میں پرانی قبروں کے بارے میں لکھا ہے۔ پرانی کا مطلب یہاں پر کیا ہے کتنے سال کی ہو تو پرانی قبر کہہ سکتے ہیں۔ ہمارے ملک والے مفتی سے پوچھ کر گئے کسی نے جائز بتایا کسی نے ناجائز۔ ایک فارسی کتاب میں مولوی عبدالحق نے اس مسئلہ کو درج کیا ہے کہ چاہے قبرستان نیا ہو یا پرانا مسجد بنانا جائز ہے۔ براہ کرم آپ مسئلہ کو واضح طور پر بیان فرمادیں۔

(جواب ۱۳۷) اگر قبرستان کی زمین دفن اموات کے لئے وقف ہے اور اس میں دفن اموات جاری ہے تو اس زمین کو دفن سے معطل کرنا اور مسجد میں شامل کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ جس کام کے لئے وہ وقف ہے اور وہ کام اس میں جاری یا ممکن ہے تو جہت موقوف علیہا سے اس وقف کو معطل کرنا ناجائز ہے۔(۳) اور اگر وہ زمین دفن

---

(۱) سئل (شمس الائمة [illegible] عن المقبرة اذا اندرست [illegible] هل يجوز زرعها واستغلالها" قال لا ، ولها حكم المقبرة (الهندية ، كتاب الوقف ، الباب الثاني عشر ۲ / ۴۷۰ ، ۴۷۱ ط. ماجدیہ)

(۲) شرط الواقف كنص الشارع (الدر المختار ، كتاب الوقف ، مطلب شرط الواقف ۴ / ۴۳۳ ط سعيد)

(۳) مرد جعل قطعة أرض لها مقبرة (اي للدفن) واخرجها من يده ودفن ابنه وبعد ذلك الارض لا تصلح للمقبرة لغلبة الماء عليها فيصير فاسدة فأراد بيعها ، ان كانت الارض بمحل لا يرغب الناس عن دفن الموتى فيه لفساد ليس لها البيع وان كانت يرغب الناس عن دفن الموتى فيه لكثرة الفساد فله البيع فاذا باعها فالمشتري [illegible] أنه كذا في مختصرات نظام الدين الكبرى (الفتاوى الهندية ، كتاب الوقف ، الباب الثاني عشر ۲ / ۴۷۱ ط ماجدیہ)

اموات کے لئے وقف تو ہے مگر اب اس میں دفن اموات ممکن نہیں مثلاً حکومت نے منع کر دیا اور وہاں دفن کرنے کو قانونی جرم قرار دے دیا تو اس صورت میں قبروں کو برابر کر کے اس کو مسجد میں شامل کر لینا مباح ہے مگر قبروں کو کھودنا جائز نہیں۔(۱) اور اگر قبرستان کی زمین وقف نہیں ہے بلکہ کسی کی مملوکہ ہے تو مالک کی اجازت سے اس کو مسجد میں شامل کر لینا جائز ہے (۲) اور جو قبریں اتنی پرانی ہوں کہ ان میں اموات کی لاشیں مٹی ہو گئی ہوں ان کو کھود کر برابر کر دینا بھی جائز ہے (۳) اور جو قبریں نئی ہوں یعنی ابھی ان کی لاشوں کا مٹی ہو جانا متیقن نہ ہو ان کو کھودنا جائز نہیں ویسے ہی مٹی ڈال کر برابر کر دیں اور اوپر مسجد بنا لیں تو مباح ہے

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

---

(۱) امرأة جعلت قطعة أرض لها مقبرة (أي: أن قبل) أخرجتها من يدها ودفنت فيها ابنها، ثم إن الأرض لا تصلح للمقبرة لغلبة الماء عليها فيصيبها فساد، فأرادت بيعها، إن كانت الأرض بحال لا يرغب الناس عن دفن الموتى لقلة الفساد ليس لها بيعها، وإن كانت يرغب الناس عن دفن الموتى فيها لكثرة الفساد فلها البيع، فإذا باعتها فللمشتري أن يأمرها برفع ابنها، كذا في المضمرات نقلا عن الكبرى (الفتاوى الهندية، كتاب الوقف، الباب الثاني عشر، ۲/ ۴۷۱ ط ماجدية)

(۲،۳) ولو بلي الميت وصار ترابا جاز دفن غيره في قبره وزرعه والبناء عليه (هندية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس، ۱/ ۱۶۷ ط ماجدية)

پانچواں باب
تولیت وانتظام

متولی بنانے اور وقف کی اشیاء کو استعمال کرنے کا اختیار کس کو ہے؟

(سوال) کسی مسجد میں امام مقرر کرنے کا شرعاً کسے اختیار ہے؟

(جواب ۱۳۸) اگر مسجد کا بانی معلوم ہو اور موجود ہو تو امام و مؤذن اور متولی مقرر کرنے اور مرمت وغیرہ کرانے کا اختیار خود بانی کو ہے۔ رجل بنی مسجداً لله تعالى فهو احق الناس بمرمته وعمارته وبسط البواری والحصر والقناديل والاذان والاقامة والامامة ان كان اهلاً لذلك فان لم يكن فالرأي في ذلك اليه (قاضی خان ج ۱ صفحہ ۶۵ علی ہامش الہندیہ وکذا فی فتاوی الہندیہ ج ۱ صفحہ ۱۷)(۱) وكذلك لو نازعه اهل السكة في نصب الامام والمؤذن كان ذلك اليه (فتاوی قاضی خان ج ۳ صفحہ ۳۲۸ برہامش ہندیہ)(۲) لیکن اگر بانی موجود یا معلوم نہ ہو تو اس نے اگر کسی کو متولی بنا کر اختیارات مذکورہ اسے دے دیے ہوں تو اسے نصب امام وغیرہ کا اختیار ہوگا۔ اور اگر بانی نے کسی کو متولی مقرر نہ کیا ہو تو متولی مقرر کرنے کا اختیار قاضی یعنی حاکم اسلام کو ہے وہ جسے مناسب سمجھے متولی مقرر کرے۔ ومع هذا لا يكون لاهل المسجد نصب القيم والمتولي بدون استطلاع رأي القاضي (قاضی خان علی ہامش الہندیۃ (۳) ج ۳ صفحہ ۳۲۸) لیکن جس جگہ حاکم اسلام نہ ہو تو پھر اہل مسجد قائم مقام قاضی کے ہیں وہ متولی مقرر کر سکتے ہیں۔ اسی طرح نصب امام و مؤذن کا اختیار رکھتے ہیں۔ اهل مسجد باعوا غلة المسجد او نقض المسجد ان فعلوا ذلك بامر القاضي جاز وان فعلوا بغير امره لا يجوز الا ان يكون في موضع لم يكن هناك قاض انتهى مختصراً (قاضی خان ج ۳ صفحہ ۳۲۲ ہندیہ)(۴) متعین بانی یا متولی یا اہل مسجد کا اختیار اس وقت راجح ہوگا کہ کسی شخص مستحق امامت کو امام مقرر کریں ورنہ اگر بانی یا متولی کسی غیر مستحق کو امام بنانا چاہے اور اہل مسجد کسی لائق شخص کو تو اہل مسجد کا حق راجح ہوگا۔ الا اذا عين الباني لذلك رجلا وعين اهل السكة رجلا آخر اصلح ممن عينه الباني فحينئذ لا يكون الباني اولى (قاضی خان(۵) ج ۳ صفحہ ۳۲۸ ہندیہ) ما اذا كان الباني موجوداً فنصب الامام اليه وهو مختار الاسكاف رحمه الله قال ابو الليث وبه نأخذ الا ان ينصب شخصا والقوم يريدون من هو اصلح منه (عنایہ برہامش فتح القدیر جلد نمبر ۸ صفحہ ۳۳۹ طبع مصر)(۶)

---

(۱) الفتاوى الخانية، على الفتاوى الهندية، كتاب الطهارة، باب المسجد، فصل في المسجد، ۱/ ۶۷، ۶۸ ط ماجدية
(۲) الفتاوى قاضي خان، كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجدا، ۳/ ۲۹۷ ط ماجدية
(۳) ایضاً
(۴) الفتاوى قاضي خان، كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجدا، فصل في وقف المنقول، ۳/ ۳۱۲، على هامش الهندية، ۳/ ۳۱۲ ط ماجدية
(۵) الفتاوى الخانية، كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجدا، ۳/ ۲۹۷ على هامش الهندية ۳/ ۲۹۷ ط ماجدية
(۶) شرح العناية على هامش تكملة فتح القدير، كتاب الجنايات، باب ما يحدثه الرجل في الطريق، فصل في الحائط المائل، ۸/ ۳۳۹ ط مصر

اگر [illegible] امام کے مقرر کرنے میں دو فریق ہو جائیں تو جس فریق کا تجویز کردہ امام زیادہ لائق ہو وہ راجح ہوگا اور دونوں فریق کے امام لائق ہوں تو بڑے فریق کا امام راجح ہوگا۔ رجلان فی الفقہ والصلاح سواء الا ان احدھما اقرأ فقدم اھل المسجد غیر الاقرأ فقد اساؤا وان اختار بعضھم الاقرأ و اختار بعضھم غیرہ فالعبرۃ للاکثر کذا فی السراج الوھاج (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ صفحہ ۸۸)(۱) واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد کفایت اللہ عفی عنہ مولاہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

متولی کو بلا وجہ تولیت سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا

(سوال) حاجی نور محمد بخش نے ایک مسجد بنانی چاہی۔ کچھ تو روپیہ اپنے پاس سے اور کچھ چندہ جمع کیا اور زمین علی بخش خاں رنجیت نے مسجد وقف کردی اور چندہ جمع کیا ہوا ڈاکٹر ظہور الدین کے پاس رکھ دیا گیا اور انہوں نے یہ کہہ دیا تھا کہ باقی ماندہ روپیہ میں اپنے پاس سے چندہ دوں گا۔ مسجد بن جانے کے بعد کنواں و غسل خانہ و حمام وغیرہ بنائے گئے جس میں ڈاکٹر صاحب کا چندہ شامل نہیں ہوا اور مسجد کا فرش بہت کم تھا جس سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ دو تین سال کے بعد فرش بڑھا دیا گیا اور سائبان ڈالا گیا اور کچھ زمین بھی علی بخش خاں صاحب سے لے کر دکان بنائی گئی اور نئے غسل خانے بنائے گئے۔ اب ایک تہ ریت کا اور دوسرا پتھر کا بنا دیا گیا ہے۔ ان تعمیر میں کسی مد قیمت وغیرہ کا ایک پائی بھی شامل نہیں ہوا اور آج تک پیش امام کا نفقہ اور [illegible] اور بتی، تیل مٹی، تیل سرسوں، ڈول رسی، لوٹے، دری، صفوف اور سردی میں گرم پانی کا انتظام وغیرہ غرض کہ جو کچھ ضروریات ہے یہ سب انتظام حاجی نور محمد بخش چندہ سے کرتے ہیں اور ڈاکٹر صاحب نے اپنی حیات میں بھی تولیت نہیں کی۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے عزیز اور وارث تولیت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اب اس صورت میں حاجی نور محمد بخش متولی ہو سکتے ہیں یا کوئی اور؟

المستفتی مولوی عبدالوہاب صاحب مولوی فاضل زر بخت

(جواب ۱۳۹) سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ حاجی نور محمد بخش ابتدا سے مسلم متولی ہیں اور اصل مالک زمین اور معطیان چندہ کی طرف سے ان کے تصرفات پر کوئی اعتراض نہیں ہوا۔ اور وہی مسجد کے خبر گیر اور اس کی مصالح و ضروریات کے نگران حال ہیں۔ پس وہی تولیت کے مستحق ہیں اور بلا وجہ ان کو تولیت سے علیحدہ کرنے کا کسی کو حق حاصل نہیں ہے۔(۲) واللہ اعلم بالصواب کتبہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ ۷ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ

متولی کے تصرف میں وقف کا مکان ہو تو اسے خالی کرانے کا حکم

(سوال) ایک شخص محمد حسین ساکن [illegible] کے والد حاجی کریم بخش نے ایک مسجد اپنے ایک عزیز کے روپے سے

---

(۱) (الفتاوى العالمگیریة، کتاب الصلوة، الباب الخامس في الامامة، الفصل الثاني ۱/ ۸٤ ط ماجدية، وكذا في فتاوى قاضي خان، كتاب الصلاة، باب افتتاح الصلاة، فصل فيمن يصح الاقتداء به ۱/ ۹۲ ط ماجدية)

(۲) (ولاية نصب القيم الى الواقف ثم لوصيه ثم للقاضي) (الدر المختار، كتاب الوقف، مطلب ولاية نصب القيم الى الواقف ٤/ ٤۲۱، ٤۲٤ ط سعيد) اذا كان المتولي منصوبا من جهة الواقف ومن جهة غيره من القضاة لا يملك القاضي نصب متول آخر بلا سبب موجب لذلك وهو ظهور خيانة الاول او شيء آخر

تیار کرائی اور اپنی زندگی میں اس مسجد کا وہ متولی رہا۔ اس کے بعد اس کا لڑکا محمد حسین متولی ہے اور منتظم و متدین بھی ہے۔ مسجد کے نیچے ایک دکان واقع ہے کہ جس کی نسبت ہنوز یہ طے نہیں ہوا کہ وہ وقف ہے یا غیر وقف۔ لیکن اگر یہ وقف ہو تو متولی مسجد سے ایسے لوگوں کو دکان خالی کرانے کا جو نہ برادری کے ہیں نہ ہم محلہ ہیں شرعاً منصب ہے یا نہیں؟

(جواب ۱۴۰) دکان زیر مسجد کے متعلق اگر یہ بات طے ہو جائے کہ وقف ہے اور ظاہر یہی ہے تاہم کسی ایسے متولی کو جو صوم و صلوٰۃ کا پابند ہو اور اس سے مال وقف میں کوئی خیانت ظاہر نہ ہوئی ہو کسی کو برطرف کرنے کا حق حاصل نہیں۔ فان طعن في الوالي طاعن لم يخرجه القاضي من الولاية الا بخيانة ظاهرة انتهى (ھندیہ ج ۲ صفحہ ۴۲۰)(۱) اور متولی کے ہوتے ہوئے دوسروں کو تخلیۂ دکان کے دعوے کا استحقاق نہیں۔ مگر یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ خود متولی نے اس دکان پر قبضہ کس طرح کر رکھا ہے اگر دکان پر قبضہ اس طرح ہے کہ اپنے بساط خانے کا سامان اس دکان میں رکھ چھوڑا ہے تو اس سے یہ دکان علیحدہ کی جا سکتی ہے۔ لیکن اگر مقدار کرایہ سے زیادہ کرایہ ادا کرے تو پھر کوئی مضائقہ نہیں۔ وفي جامع الفصولين لو اجر دار الوقف من ابنه البالغ او ابيه لم يجز عند ابي حنيفة رحمه الله تعالى الا بالكثر من اجر المثل وكذا متول اجر من نفسه لو خيرا صح و الا لا وبه يفتى كذا في البحر الرائق (ھندیہ ج ۲ صفحہ ۴۱۶)(۲)

متولی واقف کی بتلائی ہوئی ترتیب پر مقرر ہوں گے

(سوال) ایک شخص اسحاق کے چار فرزندوں (حاجی عبدالشکور، نور محمد، عثمان، عبدالحبیب) نے اپنے ذاتی مال میں سے روپیہ لے کر ایک مدرسہ عربی یعنی دینیات کا بنایا اور وقف کر دیا اور متولی اپنے برادر عبدالحبیب کو مقرر کیا مگر چند شروط۔ اول یہ کہ جب تک عبدالحبیب زندہ ہے تو یہ متولی ہے بعد اس کی وفات کے برادروں میں سے جو واقف ہیں جس پر اتفاق رائے ہو وہ متولی ہوگا۔ یہاں تک کہ جو بھائی بعد میں سب بھائیوں کے زندہ رہے وہ متولی قرار دیا جائے گا اور اگر چاروں برادروں میں سے کوئی زندہ نہ رہے تب چاروں بھائیوں کی اولاد جو موجود ہوگی وہ متولی ہوں گے۔ اب عبدالحبیب کا انتقال ہو گیا ہے، جو برادران کی طرف سے متولی تھا اور ایک بھائی اس متولی کا جو واقف بھی ہے زندہ ہے۔ عبدالحبیب اپنے لڑکوں کے نام تولیت نامہ لکھ کر مر گیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ تولیت مدرسہ کی حسب شرائط واقفین موجودہ برادر کو (جو واقف بھی ہے) ملے گی یا عبدالحبیب کے فرزندوں کو جن کے باپ نے تولیت نامہ لکھ دیا ہے حق تولیت مدرسہ پہنچے گا اور یہ سوال بھی ہے کہ جب ایک کو متولی ہر چہار برادروں نے قرار دے دیا تو خیانت اس کی دیکھیں اور انتظام مدرسہ کا پورا نہ کر سکے تو اس کو تولیت سے

---

(۱) (الهندية، كتاب الوقف، الباب الخامس في ولاية الوقف وتصرف القيم في الاوقاف مطلب لا يعزل المتولي بمجرد الطعن من غير ظهور خيانة، ٢ / ٤٢٥ ط. ماجدية)

(۲) (الهندية، كتاب الوقف، الباب الخامس، قبيل مطلب لا يجوز البناء من غير زيادة الاجرة الا اذا كان لا يرغب فيه الا بهذا الوجه ٢ / ٤٢١ ط ماجدية)

یحدہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(جواب ۱۴۱) صورت مسئولہ میں واقف چار شخص ہیں اور چاروں نے باتفاق تولیت کی ترتیب یہ مقرر کی تھی کہ فی الحال عبدالحبیب متولی ہو اور اس کے انتقال کے بعد بھائیوں میں سے جو زندہ ہو وہ متولی ہو اور یہ شرط صحیح اور جائز ہے بلکہ واجب العمل ہوگی اور چونکہ واقف چار شخص ہیں ان میں سے ایک شخص کو شروط وقف میں تغیر و تبدل کا اختیار نہ ہوگا اور عبدالحبیب کا وصیت نامہ دربارۂ تولیت بحق اپنے بیٹے کے غیر معتبر ہوگا بلکہ موافق شرط واقفین جو بھائی زندہ ہے حق تولیت اسی کا ہے۔ اگر متولی کی خیانت ثابت ہو جائے تو اسے معزول کرنا واجب ہے۔ في انفع الوسائل عن اوقاف هلال ونصه اذا شرط الواقف ولاية هذه الصدقة الى عبدالله ومن بعد عبدالله الى زيد فمات عبدالله واوصى الى رجل ايكون للوصي ولاية مع زيد قال لايجوز له ولاية مع زيد اه وقال بعد ذلك وفي فتاوى شيخ اسمعيل التفويض المخالف لشرط الواقف لايصح اه (ردالمحتار)(۱) وينزع وجوبا بزازيه لو الواقف (درر) فغيره بالاولى غير مامون او عاجزا الخ (درمختار)(۲) محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

وقف کب صحیح ہوتا ہے، اور متولی کو کب برطرف کیا جاسکتا ہے؟

(سوال) وقف علی المساجد یا علی المقبرہ یا علی المدارس کب صحیح ہوتا ہے اور صحیح ہونے کے بعد واقف کی ملکیت اس سے زائل ہوتی ہے یا نہیں۔ در صورت زوال ملکیت واقف یا ورثائے واقف شئی موقوف کو کسی سے بیع یا ہبہ کرے تو جائز ہے یا باطل؟ اور متولی یا کوئی والی ظلماً مساجد یا مدارس یا مقابر کو بند کر دے اور ذکر اللہ سے لوگوں کو اس میں بند کرے تو وہ غیر مشروع کام کا کرنے والا اور گناہ گار ہوگا یا نہیں؟ متولی یا ناظر جب خائن ثابت ہو تو اس کو برطرف کرنا اور شئی موقوف اس کے قبضہ سے نکالنا جائز ہے یا نہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مساجد وغیرہ اوقاف کے مالک ہونے کا دعویٰ کیا ہے یا کوئی مسجد ظلماً بند کرادی ہے یا نہیں؟ اور جب حضرت علیؓ سے یہ کام سرزد نہیں ہوئے تو ان کے متبعین کو یہ کام کرنا کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

(جواب ۱۴۲) امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول کے مطابق صرف قول سے وقف صحیح ہو جاتا ہے اور بعد صحت وقف خود واقف کو یا اس کے ورثہ کو شئی موقوف کا ہبہ یا اس کی بیع کرنا جائز نہیں۔ اگر بیع یا ہبہ کرے گا تو باطل (۳) ہوگی۔ جو شخص مساجد وغیرہ کو ظلماً بند کرادے وہ شخص بہت بڑا گناہ گار ہوگا۔ ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان يذكر فيها اسمه وسعى في خرابها۔ (۴) متولی جب تک خیانت ظاہر نہ کرے ولایت وقف

---

(۱) (ردالمحتار، المعروف بفتاوى الشامي، كتاب الوقف، مطلب شرط الواقف النظر لعبدالله ثم لزيد الخ ٤/ ٤٢٧، ط. سعيد)

(۲) (الدر المختار، كتاب الوقف، مطلب يأثم بتولية الخائن، ٤/ ٣٨٠)

(۳) (سورة البقرة، الجزء الاول رقم الآية نمبر ١١٤)

(۴) (الفتاوى العالمگيرية المعروف بالفتاوى الهندية، كتاب الوقف، الباب الخامس في ولاية الوقف، مطلب لايعزل المتولي بمجرد الطعن من غير ظهور خيانة، ٢/ ٤٢٥، ط. ماجدية)

سے اس کا علیحدہ کرنا جائز نہیں۔ لیکن بعد ظہور خیانت اس کو ولایت سے الگ کرنا ضروری ہے۔ فان طعن فی الوالی طاعن لم یخرجہ القاضی من الولایۃ الابخیانۃ ظاہرۃ انتہی (ہندیہ) (۱) وینزع وجوباً لو غیرمامون (در مختار) (۲) قولہ وینزع وجوباً مقتضاہ اثم القاضی بترکہ والاثم بتولیۃ الخائن ولا شک فیہ. بحر انتہی (ردالمحتار) (۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف کسی وقف کی تمیت کا دعویٰ کرنے یا کسی مسجد کو ظلماً بند کرا دینے کی نسبت محض غلط اور اتہام ہے۔ انہوں نے ہرگز ایسا نہیں کیا بلکہ جو ایسی نسبت کرے وہ در حقیقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دشمن اور ان کو بدنام کرنے والا اور ظالم ٹھہرانے والا ہے۔

(۱) چندہ سے بنائی گئی وقف شدہ مسجد میں قفل ڈالنے کا حکم
(۲) کیا محلہ کے قبرستان میں محلہ والے مردے دفن کر سکتے ہیں؟
(۳) نماز جنازہ کی اجرت لینے کا حکم
(۴) متولی کی تعریف اور اس کی ذمہ داریاں

(سوال) (۱) جو مسجد چندہ سے بنائی گئی ہو وہ وقف ہے یا نہیں۔ اگر وقف ہے تو اس کا کوئی مسلمان مالک ہے یا کسی کو یہ حق ہے کہ اس میں قفل ڈال دے۔ اگر قفل ڈال دیا جائے تو دوسرے کو کیا حق ہے؟ قفل ڈالنے والے کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے۔

(۲) وہ قبرستان جو مسجد محلہ کے ساتھ وقف ہو اس میں اہل محلہ یا دیگر مسلمانوں کا حق ہے یا نہیں؟ وہ عام مسلمان بلاروک ٹوک اپنی میت کو دفن کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر دفن کر سکتے ہیں تو کیوں؟ زمین قبر کے دام یعنی یا کچھ بھی مقررہ دام لینا مسلمانوں کو جائز ہے یا نہیں؟ کیا اس قبرستان وقف میں کسی نزاع کے سبب نگراں یا متولی قفل ڈال سکتا ہے؟ اور دفن مسلمان سے روک سکتا ہے؟

(۳) نماز جنازہ کی اجرت لینا دینا مؤذن مسجد وقف جو جائیداد وقف سے تنخواہ پاتا ہو اگر وہ میت کے کام میں نہ لیا جائے اور دوسرے آدمی سے کام لیا جائے تو کیا اس مؤذن کو وہ حق دیا جا سکتا ہے جو نگران مسجد نے مقرر کر دیا ہو۔ اگر وہ حق نہ دیا جائے تو نگران مسجد و قبرستان، قبرستان میں میت دفن کرنے سے مانع ہوتا ہے یہ مانع ممانعت کا حق شرعی رکھتا ہے؟

(۴) متولی کسے کہتے ہیں؟ متولی کو مسجد و قبرستان میں کیا حق حاصل ہے؟ کیا وہ مسلمانوں کو ان دونوں مسجد و قبرستان وقف کے نفع عامہ جبراً روک سکتا ہے اور مانع ہو سکتا ہے؟ اگر روک سکتا ہے تو کیوں؟ کیا مسلمانوں کو حق ہے کہ اس نگران یا متولی وقف کو خارج کر دیں جو جبراً حقوق قائم کر کے جائیداد وقف بڑھاتا ہو یا اس رقم

---

(۱) (الدر المختار، کتاب الوقف، مطلب یاثم بتولیۃ الخائن، ۴ / ۳۸۰

(۲) (ردالمحتار، المعروف بفتاوی الشامی للعلامۃ الشامی ابن عابدین علی الدرالمختار. کتاب الوقف، مطلب یاثم بتولیۃ الخائن، ۴/ ۳۸۰/ ط سعید)

(۳) وجعلہ ابویوسف کالاعتاق، قولہ - وجعلہ ابویوسف کالاعتاق فلذلک لم یشترط القبض والافراز، ای فیلزم عندہ بمجرد القول کالاعتاق بجامع اسقاط الملک (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الوقف، ج ۴/ ۳۴۹، سعید) فاذا تم ولزم لایملک ولا یملک ولا یعار ولایرہن (تنویر الابصار. کتاب الوقف، ج ۴/ ۳۵۱، ۳۵۲)

سے جو حق مسجد یا حق موذن وامام کے نام سے موسوم کر کے مسلمانوں پر قائم کیا ہے یا کرتا ہے۔ کیا مسلمانوں پر اس رقم کے ادا کرنے کا کوئی شرعی حق ہے؟ اگر مسلمانان محلہ نہ ادا کریں تو قبرستان میں میت دفن نہ کریں یا حق مقررہ نہ دیں تو بھی نہ دفن کر سکیں۔ یہ حکم شرعی لازم ہے؟

کیا شرعاً اجازت ہے اور جائز ہے کہ وقف قبرستان اسی مسلمان کے لئے ہے جو جماعت میں داخل ہو۔ جو داخل جماعت نہ ہو اس کے واسطے قبرستان بند ہے۔ وقف عامہ میں ہر مسلمان برابر ہے یا تخصیص ہے؟

(جواب ۱۴۳) (۱) مسجد چندہ سے بنائی جائے یا کوئی ایک شخص بنائے، دونوں وقف ہیں کسی کی ملکیت نہیں اور ان دونوں میں مالکانہ تصرف کا حق نہیں۔ (۱) اگر متولی مسجد کا اسباب چوری اور تلف ہونے سے محفوظ رکھنے کے خیال سے نماز کے بعد وہ فارغ وقتوں میں قفل ڈال دے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (۲) لیکن اگر قفل نماز کے اوقات میں پڑا رہتا ہو جس کی وجہ سے نمازیوں کو دقت ہوتی ہو یا چوری وغیرہ کا اندیشہ نہ ہو بے ضرورت قفل ڈالا جائے تو اس کا متولی کو کوئی حق نہیں اس کے متعلق اس سے بازپرس کی جاسکتی ہے۔(۳)

(۲) جو قبرستان کہ عام مسلمانوں کے لئے وقف ہو خواہ وہ مسجد محلہ کے ساتھ ہو یا علیحدہ اس میں دفن کرنے سے روکنے کا حق کسی متولی کو حاصل نہیں۔ اگر وہ کسی میت کو اس میں دفن کرنے سے روکے تو ظالم ٹھہرے گا۔ نیز متولی کو ایسے قبرستان میں جو ہر مسلمان کے لئے وقف ہو کسی سے قبر کی زمین کی قیمت یا اور کوئی رقم لینا ناجائز ہے۔ اسی طرح اس میں قفل ڈال کر دفن سے روکنا ظلم ہے۔(۴)

لیکن اگر قبرستان عام مسلمانوں کے لئے وقف نہ ہو بلکہ کسی خاص جماعت یا خاندان یا کسی خاص محلہ کے لوگوں کے لئے وقف ہو تو ان لوگوں کو جن کے لئے وقف ہے اس قبرستان میں وہی حقوق حاصل ہیں جو عام مسلمانوں کو وقف عام میں ہوتے ہیں لیکن ان موقوف علیہم کے علاوہ دوسرے لوگوں کو اس میں دفن کرنے کا حق نہیں اور نہ متولی ان سے کچھ رقم لے کر انہیں قبرستان میں دفن کی اجازت دے سکتا ہے کیونکہ قبرستان اس کی ملک نہیں ہے بلکہ وہ موقوف علیہم کا حق ہے اور اس حالت میں بھی وہ جماعت کہ جس کے لئے قبرستان وقف ہے کسی دوسری میت کو دفن کرنے کی اجازت دے سکتی ہے۔ لیکن قیمت زمین کی لے لینا جائز نہیں۔(۵)

(۳) نماز جنازہ کی اس طرح اجرت لینا دینا کہ نماز پڑھانی اور اجرت لے لی ناجائز ہے۔ ہاں اگر کسی کو نماز جنازہ پڑھانے کے لئے ملازم رکھ لیا جائے اور تنخواہ مقرر کردی جائے تو مضائقہ نہیں۔(۶) مسجد کا امام یا موذن جو تنخواہ مسجد سے پاتا ہے اس میں نماز جنازہ پڑھانے کی شرط بھی داخل ہے یا نہیں۔ اگر ہے اور جس وقف سے اس کو تنخواہ دی جاتی ہے اس میں بھی ایسی شرط کرنے کی گنجائش ہو تو یہ ملازمت صحیح ہے۔(۷) پھر اگر یہ شخص اتفاقی صورت سے

(۱، ٤، ٥) اذا صح الوقف لم یجز بیعه ولا تملیکه (الهندیة، کتاب الوقف ٢ ، ٤٦٠ ط شرکة علمیة)

(۲) (۳) کره غلق باب المسجد الا لخوف علی متاعه به یفتی (الدر المختار) هذا اولی من التقیید بزمان لان المدار علی خوف الضرر، فان ثبت فی زماننا فی جمیع الاوقات ثبت کذلک لا فی احکام المسجد (ردالمحتار ١/٦٥٦ ط سعید)

(٦) ومشایخ بلخ جوزوا الاستئجار علی تعلیم القرآن اذا ضرب لذلک مدة وکذا جواز الاستئجار علی تعلیم الفقه ونحوه والمختار للفتوی فی زماننا قول هؤلاء (الهندیة، کتاب الاجارة، الباب السادس عشر، مطلب الاستئجار علی الطاعات ٤/ ٤٤٨ ط ماجدیة)

(٧) من شرائط الصحة فمنها رضا المتعاقدین، ومنها ان یکون المعقود علیه وهو المنفعة معلوما علما یمنع المنازعة (الهندیة کتاب الاجارة، الباب الاول، مطلب شروط الاجارة، ٤/ ٤١١ ماجدیة)

کسی جنازے کی نماز نہ پڑھائے تو اس کا اثر تنخواہ پر نہ پڑے گا۔ ہاں اگر یہ عادت کرلے کہ نماز جنازہ نہ پڑھایا کرے تو تنخواہ کا مستحق نہ ہوگا۔ (۸) اس تنخواہ کے علاوہ کوئی اور حق اولیائے میت سے لینے کا اسے اختیار نہیں کیونکہ ان سے کوئی خاص عقد اجارہ نہیں کیا گیا ہے اور تبرع کے طور پر دیا جائے تو اس میں جبر نہیں ہو سکتا۔ ان کی خوشی ہے دیں یا نہ دیں۔ اگر اولیائے میت مسجد کے امام یا مؤذن کو کچھ نہ دیں اور صرف اس وجہ سے متولی مسجد ان کو قبرستان میں میت دفن کرنے سے روکے تو یہ متولی کا صریح ظلم ہے۔(۱)

(۹) متولی وہ شخص جو وقف کی نگرانی اور انتظام کے لئے واقف یا قاضی یا جماعت مسلمین کی طرف سے مقرر کیا جاتا ہے۔ وہ صرف حفاظت و انتظام آمدنی و خرچ کا استحقاق رکھتا ہے کوئی مالکانہ حیثیت اسے حاصل نہیں ہوتی۔ نہ کسی ایسے تصرف کا حق ہوتا ہے جو غرض واقف کے خلاف ہو یا شریعت سے اس کی اجازت نہ ہو۔ بلکہ ایسے متولی کو جو مالکانہ قبضہ کرے یا غرض واقف کے خلاف کرے یا ناجائز تصرفات کرے علیحدہ کیا جا سکتا ہے۔(۲) واللہ اعلم۔

مسجد کی رقم جو مقدمہ پر خرچ کی گئی ہے اس کے ذمہ دار متولی ہیں

(سوال) کسی مسجد کے متولیوں سے اہل محلہ نے کہا کہ مسجد کا موجودہ انتظام کافی نہیں لہذا مسجد کے لئے کوئی اسکیم (یعنی قوانین) تجویز ہونی چاہئے۔ جس کے مطابق مسجد کی ضروری کارروائی عمل میں آتی رہے۔ متولیوں نے اس قسم کی اسکیم سے انکار کیا جس پر اہل جماعت نے عدالت سے چارہ جوئی کی کہ مسجد کا موجودہ نظام عمل قابل اطمینان نہیں۔ کوئی سکیم ایسی ہونی چاہئے جس کی رو سے عام مسلمانوں کو اطمینان ہو۔ اس چارہ جوئی میں اہل جماعت کامیاب ہوئے جس کی رو سے ہر جماعت کے مسلمانوں کو مسجد کے معاملے میں عمل دخل کا حق وجبی ثابت ہوا۔ اس مقدمہ میں متولیوں کا تقریباً پچیس ہزار روپے سے بھی زائد صرف ہوا جو سب کا سب مسجد کے فنڈ سے خرچ کیا گیا۔ اس کے بعد متولیوں نے اس مقدمہ کی اپیل لندن کی پریوی کونسل میں دائر کی جس کے اخراجات کے لئے متولیوں نے خاص اپنی جماعت میں چندہ کرکے کئی ہزار روپے جمع کیا جو ٹرسٹیوں کے قبضہ میں رہا۔ جس میں سے اپیل کے جملہ ضروری اخراجات ادا ہوتے رہے۔ فہرست چندہ کے عنوان پر یہ مضمون لکھا گیا۔

رنگون کی سورتی جامع مسجد کی اپیل پریوی کونسل ولایت میں لے جانے کے خرچ کے لئے حسب ذیل اصحاب نے مندرجہ ذیل رقوم عطا فرمائیں۔

ایک عرصہ کے بعد مقدمہ فیصل ہوا۔ اپیل کے جملہ اخراجات پورے ہو جانے کے بعد ایک معقول

---

(۱) الاجر لا یملک بنفس العقد ولا یجب تسلیمه به عندنا ثم الاجرة تستحق باحد معان ثلاثة باستیفاء المعقود علیه فان عرض فی المدة ما یمنع الانتفاع سقطت الاجرة بقدر ذالک (الفتاوی العالمگیریة، کتاب الاجارة الباب الثانی فی بیان انه متی تجب الاجرة ٤/١٢، ٤١٣ ط ماجدیة)

(۲) (وینزع) وجوبا (لو) الواقف (غیر مامون) (الدر المختار) مقتضاه اثم القاضی بتولیة الخائن (الی قوله) ان اضعه خیانة (الشامیة، کتاب الوقف مطلب یأثم بتولیة الخائن ٤/٣٨٠ سعید)

(۳) واذا کان ناظرا علی اوقاف متعددة وظهرت خیانته فی بعضها افتی المفتی ابو السعود بانه یعزل من الکل فی البحر عن القنیة ان لم یراع الواقف یعزله القاضی لو سکن الناظر دار الواقف ولو باجر المثل له عزله لانه نص فی جوابه الاکثر انه لا یجوز له السکنی ولا باجر المثل اه (رد المحتار، کتاب الوقف، مطلب فیما یعزل به الناظر، ٤/٣٨٠ ط سعید)

رقم پس انداز ہو گئی جو متولیوں کے قبضہ میں بطور امانت ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ جو روپیہ مقدمہ میں بیس ہزار سے بھی زائد خرچ ہوا ہے اس کے ذمہ دار کون ہوں گے۔ آیا مسجد کے خزانہ سے دینا جائز ہے یا نہیں؟ دوم اگر بعض اہل چندہ پس انداز رقم میں سے اپنے چندہ کی رقم کے مواقف حصہ رسد واپس لینا چاہیں تو شرعاً انہیں واپس لینے کا حق ہے یا نہیں؟ سوم جن متولیوں کے قبضہ میں یہ روپیہ موجود ہے وہ لوگ اپنے اختیار سے کسی کار خیر میں چندہ دہندگان کی رائے کے خلاف صرف کرنا چاہیں تو یہ تصرف ان کا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(جواب ١٤٤) مسجد کا جو روپیہ اس مقدمہ میں صرف ہوا ہے اس کے ذمہ دار متولی ہیں۔ مسجد کے فنڈ پر اس کا بار نہیں پڑے گا۔ یہ اس صورت میں کہ اہل جماعت کا مطالبہ واجبی ہو اور وہ اس مطالبہ میں حق بجانب ہوں۔

جو روپیہ اپیل کے لئے باہمی چندہ سے جمع کیا گیا تھا اس میں سے جو کچھ بچا ہوا ہے وہ ٹرسٹیوں کے ہاتھ میں امانت ہے اور چندہ دہندگان کی ملک ہے اور اس کو بقدر ان کے حصہ کے واپس کیا جائے مثلاً دس ہزار روپیہ تھا اس میں سے پانچ ہزار خرچ ہو گیا اور پانچ ہزار رہ گیا ہے تو جس شخص نے سو روپے چندہ میں دیئے تھے وہ پچاس روپے واپس لے سکتا ہے اور جس نے ہزار روپے دیئے تھے وہ پانچ سو واپس لے سکتا ہے ولو ان قوما بنوا مسجدا وفضل من خشبهم شئ قالوا يصرف الفاضل في بنائه ولا يصرف الى الدهن والحصير هذا اذا سلموه الى المتولي والا يكون الفاضل لهم يصنعون به ما شاؤا كذا في البحر الرائق ناقلا عن الاسعاف (عالمگیری)(۱) اور یہاں اگرچہ تسلیم الی متولی ہے لیکن اخراجات مقدمہ کے لئے ہے نہ کہ صرف فی المسجد کے لئے۔ اس لئے بعد ادائے اخراجات اپیل دینے والوں کو بقیہ روپے کی واپسی کا حق ہے۔

متولیوں کو بغیر اجازت چندہ دہندگان اپنی رائے سے اس روپے کو کار خیر میں صرف کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نہ وہ اس روپے کے مالک ہیں اور نہ سوائے اخراجات اپیل کے کسی دوسرے کام میں صرف کرنے کے لئے وکیل بنائے گئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

تولیت میں وراثت کے متعلق متفرق سوالات

(سوال) (۱) تولیت وقف عام میں شرعاً وراثت ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) اگر واقف تولیت کو میراث قرار نہ دے بلکہ بجائے اس کے کوئی دوسرا متغلب قبضہ و تصرف پا کر کسی خاندان کو تولیت کے لئے مقرر کر دے تو اس وراثت کا شرعاً اعتبار ہے یا نہیں؟ اور اس وراثت سے اس خاندان کو بہ نسبت دوسروں کے محض اس وجہ سے ترجیح ہو گی یا ترجیح باعتبار تقویٰ و صلاح ہو گی؟

(۳) بادشاہ اسلام کی اراضی وقف پر اگر چند روزہ کسی غیر مسلم قوم کا عارضی تسلط ہو جائے، اس طرح کہ قبل

---

(۱) (الفتاوى العالمگیریة، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر، الفصل الثانی ٢/ ٤٦٤)

استحکام اس کے تسلط کا خاتمہ بھی ہو جائے ایسی حالت میں وہ غیر مسلم متغلب اگر وقف پر کسی خاندان کو تولیت کے لئے مخصوص کر دے تو اس کے تسلط کے فنا ہونے کے بعد بھی اس کا یہ حکم ناطق قرار دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

(۴) غیر مسلم کے تسلط کے اٹھ جانے کے بعد بھی اصلی واقف کے جانشینوں نے بذریعہ سرکار انگریزی اس کی ان اسناد کو منسوخ قرار دیا جو متولی نے دربارۂ تولیت اس سے حاصل کیں۔ یہ نسخ قابل نفاذ ہے یا نہیں؟

(۵) واقف نے خود بہ نفس نفیس تولیت کے لیے کسی خاندان کو مخصوص نہیں کیا۔ اس کے بعد اس کے کسی قائم مقام نے محض اپنی رائے سے کسی شخص کو متولی قرار دے کر تولیت اس کی میراث کر دی۔ اس کے واسطے شرعاً کیا حکم ہے؟

(۶) قوم مرہٹہ جس کا کسی زمانے میں ہندوستان کے بعض اطراف پر آندھی کی طرح تسلط ہوا اور آندھی کی طرح رخصت ہو گیا اس کے احکام و اسناد بمقابلہ فرامین شاہان اسلام و احکام سرکار قابل نفاذ ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

(۷) ایک شخص کی اولاد میں یکے بعد دیگرے اتفاقات زمانہ سے کچھ عرصہ تک تولیت رہی تو کیا محض اس وجہ سے یہ تولیت اس خاندان کے ساتھ خاص ہو جائے گی۔ درآنحالیکہ واقف نے نہ اس کو متولی کیا اور نہ اس کی اولاد کو بلکہ زمانہ دراز تک تولیت مختلف خاندانوں میں گردش کرتی رہی۔ اسی طرح وقف کے صحیح جانشینوں نے بھی کسی خاندان کو مخصوص نہیں کیا۔ صرف ایک شخص غیر مسلم نے اثنائے سفر میں چند روزہ عارضی تسلط کے زمانے میں اس شخص کو تولیت سپرد کر دی۔ ایسی بے بنیاد سند پر تولیت اس شخص کے خاندان کے ساتھ مخصوص ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۸) واقف نے متولی کے حق الخدمت کے لئے بجائے تنخواہ ایک گاؤں یا کسی زمین کی آمدنی مقرر کر دی تو کیا یہ جائداد متولی کی موروثی ہو سکتی ہے؟

(۹) تنخواہ دار یا زمین ایک زمانہ دراز کے بعد کیا اس تنخواہ کے وارث قرار دیئے جا سکتے ہیں کیا وہ تنخواہ اس کی میراث ہو جائے گی اور نسلاً بعد نسل باقی رہے گی۔ بینوا توجروا۔

(جواب ۱۴۵) بادشاہان اسلام نے جو زمین کسی کام کے لئے وقف کی ہے وہ دو حال سے خالی نہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ وہ ان کی خود خرید کردہ مملوکہ ہو۔ دوسرے یہ کہ جس طرح تمام ملک کی زمین ان کے قبضہ میں ہے اسی زمین میں سے (یعنی بیت المال کی زمین کا) کچھ حصہ وقف کیا ہو۔ پہلی صورت کا جب کہ زمین بادشاہ کی مملوکہ ہو یہ حکم ہے کہ وہ وقف صحیح ہے اور اس میں کسی دوسرے کو تصرف کا حق نہیں اور نہ اس کا کوئی تصرف شرعاً نافذ ہو گا۔ وان وصلت الارض الی الواقف بالشراء من بیت المال بوجه مسوغ فان وقفه صحیح لانه ملکها ویراعی فیها شروطه سواء کان سلطانا او امیرا او غیرهما الخ (ردالمحتار)(۱) لیکن اگر وہ زمین مملوکہ بادشاہ کی نہ ہو بلکہ بیت المال کی ہو تو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں۔ اول یہ کہ ان کاموں کے لئے وقف ہو جن کا بیت المال میں حق ہے۔ دوم یہ کہ کسی ایسے کام پر وقف ہو جس کا بیت المال میں کوئی حق نہیں۔ اول

---

(۱) (کتاب الوقف مطلب مهم فی وقف الاقطاعات ، ۴ ۳۹۳ ط ایچ ایم سعید)

صورت کا حکم یہ ہے کہ یہ وقف بھی تام ہے اور کسی کو اس میں تصرف کا حق نہیں اور نہ کسی کا ناجائز تصرف اس میں نافذ ہوگا۔ السلطان لو وقف ارضاً من بیت مال المسلمین علی مصلحة عامة للمسلمین جاز قال ابن وهبان لانه اذا ابده علی مصرفه الشرعی فقد منع من یصرفه من امراء الجور فی غیر مصرفه (ردالمحتار)(۱) لیکن اگر بادشاہ نے کسی مصلحت عامہ پر وقف نہ کی ہو بلکہ کسی ایسے کام پر وقف کی ہو جس کا بیت المال میں کوئی حق نہیں تو یہ زمین وقف نہیں بلکہ ارصاد ہے۔ دوسرے بادشاہ کو اس میں تغیر و تبدل کا حق ہے۔ وہ چاہے تو قائم رکھے اور چاہے تو باطل کردے۔ اوقاف السلاطین من بیت المال ارصادات لااوقاف حقیقة وان ما کان منها علی مصارف بیت المال لاینقض بخلاف ما وقفه السلطان علی اولاده او عتقائه مثلا وانه حیث کانت ارصاداً لا یلزم مراعاة شروطها لعدم کونها وقفاً صحیحاً فان شرط صحته ملك الواقف والسلطان بدون الشراء من بیت المال لایملکه الخ۔ (رد المحتار)(۲)

صورت مسئولہ میں یہ زمین موقوفہ اگر بادشاہ کی خرید کردہ مملوکہ ہو یا بیت المال کی ہو لیکن مصلحت عامہ پر وقف ہو تو یہ وقف بدستور قائم ہے۔ لیکن اگر بیت المال کی ہو اور کسی ایسے کام پر وقف ہو جس کا بیت المال پر کوئی حق نہیں تو یہ وقف ہی صحیح نہیں ہوا اور وہ زمین بیت المال کی زمین ہے۔ اور دوسرے بادشاہ کو اختیار ہے کہ وہ اس کو حقوق شرعیہ کی طرف واپس کردے۔

اصل واقف نے جب کہ کسی خاندان کو متولی نہیں بنایا تو جو شخص تولیت کی اہلیت رکھتا ہو وہی متولی ہو سکتا ہے۔ مسلمانوں کو جائز ہے کہ متولی کے مرنے کے بعد خواہ اس کی اولاد سے کسی اور کو متولی بنادیں۔ ہاں اگر اولاد واقف میں کوئی شخص تولیت کے قابل ہو تو وہ غیروں سے افضل ہے اور اگر واقف نے تولیت کو اپنے خاندان کے لئے مخصوص کردیا ہو تو جب تک اس کے خاندان میں تولیت کی اہلیت رکھنے والا شخص مل سکے کسی غیر کو متولی بنانا جائز نہ ہوگا۔(۳)

متولی کے لئے جو رقم معاوضہ خدمت مقرر کی گئی ہو وہ خواہ کسی مخصوص حصہ کی آمدنی ہو خواہ تنخواہ ہو، اس کی ولایت تک ہے۔ جس وقت تولیت کسی دوسرے کی طرف منتقل ہوگی وہ حق بھی منتقل ہو جائے گا۔(۴) واللہ اعلم۔

---

(۱) (کتاب الجهاد، باب العشر والخراج والجزية، مطلب علی ماوقع للسلطان من ارادته نقض اوقاف بیت المال، ۱۸۴/۴ ط سعید)
(۲) (کتاب الجهاد، باب العشر والخراج والجزية، مطلب علی ماوقع للسلطان من ارادته نقض وقف بیت المال، ۱۸۴/۴ ط سعید)
(۳) قال فی الشامية: لایجعل القیم فيه من الاجانب ما وجد فی ولد الواقف واهل بیته من یصلح لذلك وفی الهندية عن التهذیب: والافضل ان ینصب من اولاد الواقف واقاربه ما دام یوجد احد منهم یصلح لذلك وعلم بذالك انه لو نصب اجنبیاً مع وجود من يصلح من اولاد الواقف يصح انه لو شرط الواقف كون المتولی من اولاده واولادهم ليس للقاضی ان يولی غيرهم بلاخيانة ولو فعل لایصیر متولياً (الشامية، كتاب الوقف، مطلب لایجعل الناظر من غير اهل الوقف، ۴/ ۴۲۴، ۴۲۵ ط سعید)
(۴) ثم الاجرة تستحق باحد معان ثلاثة اما بشرط التعجيل او بالتعجيل او باستيفاء المعقود عليه فان عرض فی المدة ما يمنع الانتفاع سقطت الاجرة بقدر ذالك (الفتاوى الهندية، كتاب الاجارة، الباب الثانی فی بیان انه متی تجب الاجرة، ص ۴۱۲، ۴۱۳، ۴)

ہندہ کا بھتیجا زید کی تولیت کو ختم نہیں کر سکتا

(سوال) ہندہ نے ایک سکونتی مکان کو مسجد بنانے کا ارادہ کیا تو زید جو اس کی برادری کا ایک شخص ہے اور پڑوس میں رہتا ہے اس کو مسجد کی تعمیر کا منتظم کر دیا۔ زید نے اپنے اہتمام سے مسجد کی تعمیر شروع کر دی۔ مسجد قریب نصف کے تعمیر ہوئی تھی کہ ہندہ کے پاس روپیہ ختم ہو گیا۔ ہندہ نے زید سے کہا کہ میرے پاس روپیہ نہیں ہے اب تم اپنے پاس سے روپیہ لگا کر مسجد کی تعمیر پوری کر دو اور مسجد کی نگرانی و انتظام بھی باقاعدہ رکھو۔ زید نے ہندہ کا کہنا منظور کیا اور اپنے پاس سے معقول روپیہ صرف کر کے مسجد کی تعمیر مکمل کر دی۔ اور زید مسجد کے تمام کام بخوبی انجام دیتا رہا۔ چونکہ مسجد کی کوئی آمدنی نہیں تھی اور زید اس مسجد کا متولی و منتظم تھا۔ بدین وجہ زید نے اپنا ذاتی مکان اس مسجد کے لئے وقف کیا اور اس کی آمدنی سے امام و مؤذن کی تنخواہیں اور روشنی آبیانہ وغیرہ کے اخراجات ادا کرتا رہا۔ ہندہ و نیز تمام اہل محلہ زید کے انتظام و نگرانی و تولیت سے خوش رہے۔ ہندہ کے انتقال کے بعد بھی پانچ سال سے برابر بدستور سابق مسجد مذکور کی نگرانی و خرچ و انتظام کر رہا ہے۔

اب چند روز سے مسائل مختلفہ میں جھگڑا شروع ہوا۔ زید منتظم مسجد کا ذمہ دار تھا اس لئے اس نے کہا کہ مسجد میں کسی قسم کا جھگڑا نہ ہونا چاہئے۔ مسجد مذکور میں صرف لوگ نماز ادا کریں، تلاوت قرآن شریف کریں۔ بجز اس کے اور کچھ نہ ہونا چاہئے۔ جس کے باعث ہندہ کا بھتیجا اپنی تولیت کا دعویٰ کرتا ہے اور زید کو تولیت سے علیحدہ کرنا چاہتا ہے۔ پس جب کہ ہندہ نے اپنے سامنے زید کو متولی و منتظم کیا اور زید نے اپنی ذات سے تعمیر مسجد نصف کے قریب کی اور ایک مکان بھی اس کے لئے وقف کیا اور جب سے اب تک ہر طرح کا خرچ اور انتظام کرتا رہا ہے تو کیا شرعاً زید کو تولیت سے علیحدہ کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ اور ہندہ کے بھتیجے کا دعوائے تولیت درست ہے یا نہیں؟ جو امر حق ہو اس کے متعلق جواب مرحمت فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

(جواب ۱۴۶) تولیت مسجد کا حق بانی اور واقف کو (۱) ہے۔ اگر بانی مسجد اپنے لئے یہ حق محفوظ رکھے تو کوئی دوسرا شخص اس کی مزاحمت نہیں کر سکتا۔ اور اگر وہ اپنی زندگی میں کسی کو متولی کر دے یا اپنے بعد کسی کو تولیت کے لئے نامزد کر جائے تو وہ شخص متولی ہو جاتا ہے۔ بانی کے مقرر کئے ہوئے متولی کو کوئی شخص بدون ثبوت خیانت موقوف نہیں کر سکتا۔ صورت مسئولہ میں اگر زید نے مسجد کی تعمیر میں بحیثیت منتظم تعمیر کے اپنی بھی ایک معقول رقم خرچ کی ہے تو وقف بنانے والوں میں وہ بھی من وجہ شریک ہے اور پھر جب کہ ہندہ نے بھی اس کو تولیت کے اختیارات تفویض کر دیئے تو وہ ہندہ کی جانب سے بھی متولی ہو گیا اور جب کہ ایک مدت دراز سے وہ تولیت کے فرائض انجام دے رہا ہے اور اہل محلہ اور نمازیان مسجد اس کے انتظام اور متولیانہ استعمال اختیارات سے خوش رہے تو اب اس کو تولیت سے کوئی شخص معزول نہیں کر سکتا۔ فلو مامونا لم تصح تولیة غیرہ (ای غیر الواقف) اشباہ (ردالمحتار) لایجوز للقاضی عزل الناظر المشروط له النظر بلا خیانة ولو عزله لایصیر الثانی متولیا ویصح عزل الناظر بلا خیانة لو منصوب القاضی ای لا الواقف(۲) (ردالمحتار) کتبہ محمد کفایت اللہ

---

(۱) قال فی التنویر (ولایة نصب القیم الی الواقف ثم لوصیه ثم للقاضی) (کتاب الوقف، مطلب ولایة نصب القیم ٤/ ٥٢١ ط سعید)

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الوقف مطلب فی عزل الناظر، ٤/ ٣٨٢ ط سعید

(۱) تولیت کا حق واقف کی اولاد کا ہے نہ کہ متولی کے وارثوں کا
(۲) کیا متولی کی اولاد وصیت کے مطابق خرچ کر سکتی ہے؟

(سوال) ایک شخص نے ذاتی ملکیت کی آمدنی میں سے آٹھواں حصہ آمدنی کا وقف کیا اور وصیت نامہ لکھا جس میں واقف نے اس کے خرچ کرنے کی تفصیل بھی بتائی اور اس کے دو متولی مقرر کئے۔ خرچ کی تفصیل یہ ہے۔ مکہ معظمہ میں پچیس روپے سالانہ، مدینہ منورہ میں پچیس روپے سالانہ بھیجے جائیں۔ اس کے علاوہ جو حصہ آمدنی کا زائد رہے اس کو طالب علم، کنواں و دیگر کار خیر میں یعنی ثواب کے کاموں میں خرچ کیا جائے اور اس کا اختیار مقرر کردہ متولیان کو دیا ہوں کہ مقرر کردہ آمدنی کو جمع خرچ مطابق کریں اور اگر ان میں سے ایک کی یا دونوں کی موت واقع ہو تو ان کو اختیار ہے کہ یہ اپنی جانب سے کسی کو متولی مقرر کریں۔ شخص مذکور یعنی واقف کے انتقال کے بعد دونوں متولیوں نے موقوفہ آمدنی کو اپنے قبضہ میں لے کر وصیت نامہ کے مطابق جمع خرچ اور اس کی دیکھ بھال کی۔ متولیین میں ایک تو واقف کا لڑکا تھا اور ایک بھتیجا۔ ان میں سے ہر دو متولیان نے یکے بعد دیگرے انتقال کیا۔ دونوں میں سے کسی ایک نے بھی اپنی جانب سے کسی کو متولی مقرر نہیں کیا۔ بلکہ وہ موقوفہ آمدنی کا حصہ بعد انتقال متولی ثانی کے جو واقف کا بھتیجا ہوتا تھا اس کی اولاد نے اپنے قبضہ میں لے کر اس کی آمدنی کو وصول کر کے اپنے اختیار سے وصیت نامہ کے خلاف کہ جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے آمدنی کو خرچ کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ متولی قابل تسلیم ہیں یا نہیں؟ اور یہ ان کا خرچ کرنا خلاف وصیت نامہ کے جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو انہوں نے جو آمدنی وصول کر کے وصیت نامہ کے خلاف خرچ کر دی ہے اس کا بار ان کے ذمہ ہے یا نہیں؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ اس وقت واقف کے وارث یعنی اولادیں موجود ہیں۔ ان کو یہ اختیار ہے یا نہیں کہ موجودہ متولی جو خود بخود متولی بنے ہوئے ہیں اور خلاف وصیت نامہ اپنے اختیار سے خرچ کر رہے ہیں ان کے قبضہ سے لے کر کسی دوسرے کو متولی بنائیں یا خود متولی بنیں۔ دیگر یہ کہ موجودہ متولیوں نے اپنے اختیار سے واقف کے رشتہ داروں کو خلاف شرط وصیت نامہ سب جگہ سے بند کر کے ان کو اپنے اختیار سے رقم شیرینی دی۔ یہ بھی جائز ہے یا نہیں؟ دیگر یہ کہ دھرمادہ کام کے لفظ سے ثواب کے کام مراد ہیں یا نہیں اس کی تفصیل سے بھی مطلع فرمائیں۔ نیاز محمد محمد یوسف مپ (راندیر)

(جواب ۱۴۷) جب کہ واقف کے مقرر کئے ہوئے متولی وفات پاگئے اور انہوں نے اپنی جانب سے کسی کو متولی نہیں بنایا تو اب تولیت کا استحقاق واقف کی اولاد کو ہے۔ واقف کی اولاد میں سے جو شخص امین اور معتمد علیہ ہو اور وقف کی شرائط کو پوری طرح انجام دینے کی صلاحیت رکھتا ہو وہ متولی بنائے جانے کے لائق اور تولیت کا مستحق ہے۔(۱)

* * *

---

(۱) (رد محتار، کتاب الوقف، مطلب فی عزل الناظر، ص ۳۸۲، ج ۴، سعید)

(۲) اذا مات المشروط له بعد موت الواقف ولم يوص لاحد فولاية النصب للقاضي وما دام احد يصلح للتولية من اقارب لايجعل المتولي من الاجانب) (الدر المختار) وفي الشامية: لايجعل القيم فيه من الاجانب ما وجد في ولد الواقف واهل بيته من يصلح لذلك (الشامية، كتاب الوقف، مطلب لايجعل الناظر من غير اهل الوقف، ٤/٤٢٤ ط، سعيد)

پچیس پچیس روپے سالانہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں فقراء کو تقسیم کیلئے بھیجنے کی اگر شرط ہے تو اسے پورا کرنا لازم ہے۔ اس کے بعد متولیوں کو اختیار ہے کہ وہ اپنی صوابدید سے امور خیر مثلاً کنوؤں اور مسجد و مدرسہ کی تعمیر یا طالب علموں کی امداد وغیرہ میں خرچ کریں۔ واقف کے غریب و نادار رشتہ داروں کو بھی بقدر حاجت دیا جا سکتا ہے (١)۔ اور اس متولی پر جو کسی کی جانب سے باقاعدہ بنایا ہوا متولی نہیں ہے خود بخود وقف اور اس کی آمدنی میں تصرف کرنے لگا ہے۔ خلاف وصیت واقف خرچ کرنے کا ضمان لازم ہوگا۔ (٢) ہاں جو مصرف کو شرط کے موافق کئے ہوں ان کا ضمان استحساناً (٣) لازم نہ ہوگا۔

دھرمادہ کا لفظ ہمارے اطراف میں تو امور مذہبی کے معنی میں مستعمل ہے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ یہ لفظ آپ کے یہاں کس معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرسہ امینیہ دہلی۔

قانون وراثت کا انکار کرنے کا حکم

(سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس جماعت کے بارے میں جو کچھ عرصے سے مسلمان ہوئے ہیں اور تمام احکام شریعت کو تسلیم کرتے ہیں مگر قانون وراثت شرعی کو بالکل نہیں مانتے اور اپنے آبائے قدیم ہنود کے قانون کے صراحۃً اپنا قانون بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اپنے آبائے ہنود کے اس قانون وراثت کو نہیں چھوڑ سکتے۔ لہذا اس آیت شریفہ کا حکم ان پر عائد ہو سکتا ہے یا نہیں؟ ومن لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الكفرون۔ (٤)

(جواب ١٤٨) قانون وراثت کا اکثری حصہ صریح نص قرآن سے ثابت ہے۔ اس ثابت شدہ کے کسی جزو کو تسلیم نہ کرنا یا کسی دوسرے قانون کو اس پر ترجیح دینا قطعاً کفر ہے۔ پس جو لوگ کہ یہ کہتے ہیں کہ شریعت محمدی کے قانون وراثت کو ہم تسلیم نہیں کرتے وہ کافر ہیں۔ اور جب وہ کافر ہیں تو اوقاف شرعیہ کی تولیت کا انہیں کوئی استحقاق نہیں۔ في البزازية انكر آية من القرآن او سخر باية منه يكفر انتهى۔ (٥) وفي اعلام بقواطع الاسلام ويكفر من كذب بشئ مما صرح به القرآن من حكم او خبر او جحد التوراة والانجيل وكتب الله المنزلة او كفر بها او لعنها او سبها او استخفها انتهى (٦) وفي الفصول العمادية اذا انكر آية من القرآن او سخر باية منه كفر الخ (٧)

---

(١) قال في الهندية: فان كان الوقف معينا على شئ يصرف اليه بعد عمارة البناء كذا في الحاوي القدسي (الهندية، كتاب الوقف، الباب الثالث في المصارف ٢/ ٣٦٨ ط ماجدية)

(٢) ولو اشترى القيم بغلة المسجد ثوبا ودفع الى المساكين لا يجوز وكان عليه ضمان ما نقد من مال الوقف (الفتاوى الخانية على هامش الهندية، كتاب الوقف، باب الرجل يجعل دارا مسجدا ٣/ ٢٩٧ ط ماجدية)

(٣) وقف صحيح على مسجد ... فاجتمع اهل المسجد وجعلوا رجلا متوليا بغير امر القاضي، فقام هذا المتولي بعمارة المسجد من غلات وقف المسجد ... لا يكون هذا المتولي ضامنا لما انفق في العمارة من غلات الوقف. (قاضيخان، كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجدا ٣/ ٢٩٦ ط ماجدية)

(٤) سورة المائدة، رقم الآيه ٧٤

(٥) (البزازية المجلد الثالث على هامش الهندية ص ٣٤٢ كتاب الفاظ تكون اسلاما او كفرا، الفصل التاسع فيما يقال في القرآن)

(٦) (جامع الفصولين، الفصل الثامن والثلاثون في مسائل كلمات الكفر ٢/ ٣٠٤ ط اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن،)

(٧) (الاعلام بقواطع الاسلام، الفصل الثالث فيما يخشى عليه الكفر، ص ١٥١ بهامش الزواجر ٢/ ١٥١ ط مصر)

منتظم مسجد کو محض ضد و عناد کی وجہ سے معزول نہیں کیا جا سکتا

(سوال) ایک شخص کسی مسجد کی خدمت و انتظام کو ذریعہ نجات سمجھ کر اپنی زندگی اور جان و مال کو وقف کر کے ہمہ وقت مسجد میں حاضر رہتا ہے اور نماز جماعت اور تمام ضروریات مسجد کا مدت دراز سے نہایت خوش اسلوبی سے انتظام کرتا ہے اور اہل محلہ نیز بیرونی عام چندوں سے اپنے انتظام و نگرانی میں مسجد کی متعلقہ عمارت خوشنما و عالی شان بنواتا رہتا ہے اور امام، مؤذن اور خادمان مسجد کی تنخواہوں کا بھی متکفل ہے۔ اب چند سال سے مراض درد گردہ وغیرہ میں مبتلا ہو کر نیز زخم ناسور سے ہر وقت مواد نکلتے رہنے کی وجہ سے جماعت میں شامل ہونے سے معذور ہو گیا ہے۔ نماز پنجگانہ اور اپنے اوراد و وظائف کا پابند ہے۔ کیا ایسے شخص کو جو اب تک سالہا سال سے خوش اسلوبی کے ساتھ انتظام کر رہا ہے چند وہ لوگ جو ناتجربہ کار و جاہت پسند ہیں اس پر ہر قسم کا افترا و بہتان لگا کر علیحدہ کرنے کا حق رکھتے ہیں اور حسن انتظام کو بدنظامی اور دنگا فساد اور رات دن کے لڑائی جھگڑوں میں تبدیل کرنا شرعاً جائز اور پسندیدہ ہے یا شرعاً ممنوع و ناجائز ہے؟

المستفتی محمد صدیق دہلی۔ ۹ شوال ۵۲ھ

(جواب ۱۴۹) ان حالات میں تو کسی کو خلاف نہ ہوگا کہ اگر سوال میں بیان کئے ہوئے واقعات صحیح ہیں تو ایسے شخص کو کون علیحدہ کرنے پر تیار ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص ذاتی غرض کی بناء پر افترا و بہتان لگائے تو اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ مسجد کے نمازیوں کی مجمع میں معاملہ کو پیش کر دیا جائے کہ نمازی اور اہل محلہ حالات سے واقف ہوں گے اور فریقین کے بیانات کو جانچ سکیں گے کہ کون حق پر ہے اور کس کی زیادتی ہے۔ اور محلہ کے نمازیوں کی اکثریت کے فیصلہ کو فریقین تسلیم کر لیں۔ اس سوال میں بیان کردہ کیفیت کو سمجھنے کا صرف یہی طریقہ ہے اور ان حالات میں حکم شریعت یہی ہے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

اوقاف اسلامیہ کو حکومت کے قبضہ میں دینا شرعاً درست نہیں

(سوال) اسلامی اوقاف جو اس وقت ہندوستان میں متولیوں کے ہاتھ میں ہیں بصورت شکایات کے بعد گورنمنٹ کا اپنے ہاتھ میں لے لینا اور ایک ایک جزئیہ میں اجازت حکومت کا ضروری ہونا شرعاً کیسا ہے؟

المستفتی نمبر ۲۵۰ محمد سفیان صدر انجمن اسلامیہ۔ علی گڑھ۔ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ م ۲۰ مارچ ۱۹۳۴ء

(جواب ۱۵۰) اوقاف اسلامیہ کو حکومت کے قبضہ میں دے دینا اور متولیوں کے اختیارات حکومت کو تفویض کر دینا شرعاً درست نہیں ہے۔ متولیوں کی بے اعتدالی کو روکنے کے لئے حسب ضرورت نگرانی کی جا سکتی ہے، لیکن ان کے شرعی اختیارات جو واقف نے دیئے ہیں سلب نہیں(۲) کئے جا سکتے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

---

(۱) ولا تلزم المحاسبة في كل عام ويكتفي القاضي منه بالإجمال لو معروفا بالأمانة، ولو متهما يجبره على التعيين شيئا فشيئا ولا يحبسه بل يهدده ولو اتهمه يحلفه (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب في محاسبة المتولي، ٤/ ٤٤٨ ط سعيد)

(۲) لا يجوز للقاضي عزل الناظر المشروط له النظر بلا خيانة، ولو عزله لا يصير الثاني متوليا. (الشامية، كتاب الوقف، مطلب ليس للقاضي عزل الناظر ص ٤٢٨ ، ٤ ، ط سعيد)

ضامن اپنے باپ کی جگہ متولی نہیں بن سکتا؟

(سوال) مسمی موج حسین خاں نے ایک جائداد وقف کی اور وقف نامہ میں یہ شرط لکھی کہ میرے مرنے کے بعد میرے بچے ضامن حسین خاں متولی نہ ہو سکے گا۔ (ضامن حسین خان صلبی بیٹا موج حسین خاں کا ہے) کیا ضامن حسین خاں موج حسین خاں متولی کی جگہ متولی ہو سکتا ہے؟ زید کہتا ہے کہ ہو سکتا ہے کیونکہ جو شرط حکم شرع کے مخالف ہوتی ہے وہ باطل رہتی ہے اس پر قاضی و حاکم پابندی نہیں کر سکتا۔ چونکہ شرعاً بیٹے کو حق ولایت حاصل ہے اس لئے اس حق کے خلاف شرط قابل عمل نہیں۔ بینوا توجروا۔

المستفتی نمبر ۳۰۴۳ ضامن حسین خاں۔ سندیلہ ضلع ہردوئی ۲۱ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ م یکم اکتوبر ۱۹۳۵ء

جواب (۱۵۱) بیٹے کو تولیت کا حق ہوتا ہے مگر جب کہ باپ واقف نے تصریح کردی کہ میرے بعد ضامن حسین بوجوہات متولی نہ ہو سکے گا تو اب ضامن حسین کا وہ حق جو بحیثیت پسر واقف ہونے کے تھا ساقط ہو گیا(۱) اب اگر تمام متولی اس امر پر متفق ہو جائیں کہ ضامن حسین کو ٹرسٹیوں میں شامل کرنا وقف کے نفع کے لئے ضروری ہے یا وقف کے لئے مضر نہیں ہے تو یہ لوگ ان تمام میں سے ایک کے طور پر شامل کر سکتے ہیں(۲) کیونکہ وقف نامہ میں اس کی نفی نہیں ہے۔ صرف نفی اس حیثیت کی ہے جو موج حسین خاں کو حاصل تھی۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

مسجد کی منتظم کمیٹی کا امام کو معزول کرنا

(سوال) ایک مسجد میں زید امامت کے فرائض انجام دیتا تھا۔ منتظمہ کمیٹی کے چند افراد نے زید پر بے دخلی امامت کا دعویٰ دائر کر دیا اور بذریعہ حکم امتناعی منجانب سینیر جج صاحب زید کو تا فیصلہ عدالت فرائض امامت سے رکوا دیا۔ مسلمانان محلہ اور دیگر مسلمانان مضافات باسوائے چند افراد مذکور منتظمہ کمیٹی سب کی دلی تمنا ہے کہ زید امامت کے فرائض انجام دے۔ ایک مقامی عالم نے حاضر عدالت ہو کر بیان دیا ہے کہ متولیان یا منتظمہ کمیٹی کو شرعاً اختیار ہے کہ زید کو امامت سے علیحدہ کر دے۔ نمازیان و اہل محلہ کو تقرر و علیحدگی امام کا کوئی حق نہیں۔ مقامی عالم کا یہ بیان درست ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۳۹۸ حافظ ضیاء احمد عثمانی (شملہ) ۲ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ م ۲۴ جون ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۵۲) اگر مسجد کی کوئی منتظمہ کمیٹی مقرر ہے اور اس کے اختیارات نصب و عزل ملازمین و امام و مؤذن پر حاوی ہیں تو اس کو امام کے معزول کرنے کا اختیار ہے۔ عوام مسلمین کمیٹی کے اختیارات میں مداخلت کرنے کا حق نہیں رکھتے۔(۳) البتہ اگر کمیٹی امام کے معزول کرنے میں ظلم کی مرتکب ہو تو کمیٹی کو عوام معزول کر سکتے ہیں اور ان کی جگہ جدید کمیٹی منتخب کی جا سکتی ہے۔ فقط۔

---

(۱) مفادہ تقدیم اولاد الواقف ... ثم لا یخفی ان تقدیمہم من ذکر المشروط بقیام الاھلیۃ فیہم (الشامیۃ، کتاب الوقف، مطلب [illegible] ۴: ۴۲۴، ۴۲۵ ط سعید)

(۲) فعلم بہ ان یدخل معہ غیرہ [illegible] ان طعن علیہ فی الامانۃ لا ینبغی [illegible] لا یجب [illegible] (الشامیۃ، کتاب الوقف ۴: ۴۳۹، ط سعید) [illegible] وجہ الاستدلال [illegible] عکسہ خاصۃ اذا کان فیہ [illegible]

(۳) (و) عن الحاویۃ [illegible] للمستحقین ان یعزلوہ ویولوا غیرہ (الشامیۃ، مطلب [illegible] ۴: ۴۲۷ ط سعید)

متولی کا قاضی کو معزول کرنے کا حکم

(سوال) متولی جامع مسجد اپنے ساتھیوں کی مدد سے بغیر کسی شرعی سبب کے قاضی کو معزول قرار دے اور نئے قاضی کا تقرر کرے تو اہل شہر کو کس قاضی کا ساتھ دینا چاہئے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ پہلا قاضی تمام اہل شہر سے منتخب کیا گیا ہے اور بیس سال سے قضاء کر رہا ہے۔

المستفتی نمبر ۵۱۲، ۴ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ م ۶ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۵۳) متولی جامع مسجد کے اختیار میں قاضی کو معزول کرنا داخل ہو تو عزل صحیح ہوا، لیکن اگر اس نے بلا سبب معزول کر دیا ہے تو وہ مواخذہ دار رہے گا[1] اور اگر اس کے اختیارات میں یہ داخل ہی نہیں تھا تو قاضی معزول نہیں ہوا اور اس صورت میں اول کا ساتھ دینا چاہئے۔ محمد کفایت اللہ۔

مسجد میں دوسری جماعت کا حکم

(سوال) یہاں ایک مسجد میں تولیت کے فرائض انجام دینے کے لئے زیر فیصلہ عدالت ایک کمیٹی پانچ اراکین کی مقرر ہے جس میں تین ممبر عوام کثرت رائے سے منتخب کر لیتے ہیں۔ ایک ممبر یہاں کی ایک مقامی جماعت کا نامزد کردہ ہوتا ہے اور ایک نائب عدالت کی طرف سے مقرر ہے۔ (یہ شخص دراصل سابق متولی ہے) اس کمیٹی میں باہم اختلافات ہو جانے کی وجہ سے ایک منتخب ممبر نے استعفیٰ دے دیا ہے مگر کمیٹی نے اس شرط پر اس کا استعفیٰ قبول کیا ہے کہ تا انتخاب ممبر جدید وہ بدستور اپنی جگہ پر قائم رہے اور انتخاب جدید ممبر کا ابھی تک نہیں ہوا ہے۔ مستقل ممبر یعنی سابق متولی نے انہیں اختلافات کے باعث کمیٹی سے کنارہ کشی اختیار کی ہوئی ہے۔ بقیہ اراکین میں سے دو شخصوں نے بغیر باقاعدہ کمیٹی کا جلسہ منعقد کئے ہوئے امام مسجد کو علیحدہ کر دیا ہے۔ لیکن عام مسلمان ان (امام صاحب) سے عقیدت رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہی امامت کرتے رہیں۔ کمیٹی کے ان دو افراد نے عدالت سے حکم امتناعی لے کر ان کو امامت کے فرائض سے روک دیا ہے اور ایک دوسرا امام ان کی جگہ مقرر کر دیا ہے۔ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جماعت کمیٹی کے اس فعل کو ناجائز تصور کرتے ہوئے امام جدید کے پیچھے نماز پڑھنا پسند نہیں کرتی۔ چنانچہ امام جدید کے پیچھے صرف وہی پانچ سات آدمی شریک جماعت ہوتے ہیں جو یا تو کمیٹی کے ممبر ہیں یا ان کے زیر اثر ہیں اور ایک دوسری جماعت مسجد کے بیرونی حصہ میں ایک اور صاحب کے پیچھے جماعت اول کے بعد ہوتی ہے جس میں کم از کم تیس چالیس آدمی شریک ہوتے ہیں۔ عدالت کے فیصلہ کے ماتحت عام مسلمانوں کو بھی کسی صورت میں کمیٹی کو معزول کرنے کا حق بھی حاصل ہے اور اسی کی رو سے ایک عام جلسہ میں یہ کمیٹی معزول ہو چکی ہے اور نئی کمیٹی کے تقرر کی تاریخ مقرر کی جا چکی ہے لیکن خیال یہ ہے کہ معزول شدہ کمیٹی عوام کے اس فیصلہ کو بغیر عدالتی چارہ جوئی کے تسلیم نہیں کرے گی۔ جس میں فیصلہ قدرے مدت کے بعد ہوگا۔ اس اثناء میں کیا ان مسلمانوں کو جو امام سابق کی برخاستگی کو ناجائز خیال کرتے ہوئے معزول

---

[1] لا یجوز للقاضی عزل الناظر المشروط له النظر بلا خیانة ولو عزله لا یصیر الثانی متولیا (رد المحتار، کتاب الوقف، مطلب لیس للقاضی عزل الناظر ج ٤/ ٤٣٨، سعید)

شدہ کمیٹی کے مقرر کردہ امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے جائز ہے کہ وہ بدستور مسجد کے بیرونی یا اندرونی حصہ میں کسی دوسرے شخص کے پیچھے علیحدہ جماعت کریں۔ اس مسئلہ میں یہ بھی عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اگر مسلمان کمیٹی کے مقرر کردہ نئے امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگیں تو کمیٹی اس امر سے عدالت میں فائدہ اٹھا سکتی ہے اور یہ کہہ سکتی ہے کہ امام سابق کے ساتھ عام مسلمانوں کو کوئی خاص ہمدردی اور عقیدت نہیں۔ بینوا توجروا۔

المستفتی نمبر ۵۱۴ غلام نبی (شملہ) ۵ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ م، جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۵۴) بصورت موجودہ جماعت ثانیہ کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ دوسری جماعت بہر صورت مکروہ اور موجب فساد ہے امام ثانی اگر مفضول بھی ہو جب بھی وہ مقرر کردہ امام ہے۔ اور اگر جماعت مسلمین اس سے ناخوش ہے تو ناخوشی کی وجہ شرعی نہیں ہیں بلکہ آپس کا اختلاف و خلفشار ہے۔ امام اول کے طرفدار یہ تو حکم امتناعی نکلوا کر اس کو بھی تا فیصلہ عدالت امامت سے باز رکھیں اور کسی تیسرے شخص کو امامت کے لئے مقرر کر کے تا فیصلہ اس کے پیچھے نماز پڑھیں یا کسی دوسری مسجد میں جماعت میں شریک ہو جایا کریں۔ اسی مسجد میں دوبارہ جماعت قائم کرنا فتنہ عثمانیؓ کے زمانے میں بھی صحابہ و تابعین نے نہیں کیا۔ حالانکہ یہاں کا امام ثانی امام فتنہ سے زیادہ قابل گرفت نہ ہوگا۔ (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

دو بہنوں کو نکاح میں رکھنے والے اور سود خور کو متولی بنانا

(سوال) ایک شہر کی جامع مسجد و اس کی ملحقہ جائیداد وقف کے لئے ایک ایسا شخص تولیت کا امیدوار ہے جس نے اپنی زوجیت میں دو حقیقی بہنوں کو رکھا ہوا ہے اور سود خور بھی ہے اور چند مسلمان اس کو متولی کمیٹی کا صدر بنانا چاہتے ہیں۔

المستفتی نمبر ۵۳۴ محمد عظیم اللہ ہردوئی ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ م ۱۳ جون ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۵۵) وقف کی تولیت کے لئے نیک اور معتمد علیہ شخص ہونا چاہئے۔ جو شخص کہ سود خوری اور دو بہنوں کو نکاح میں رکھنے کی حرمت میں خدا کا خوف نہیں کرتا حالانکہ دونوں حرمتیں کتاب اللہ میں صراحۃً موجود ہیں اس پر مال وقف میں دیانت داری کا کب بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

---

(۱) ویکرہ تکرار الجماعۃ فی مسجد محلۃ (الدر المختار) قولہ ویکرہ ای تحریما لقول الکافی لایجوز والمجمع لایباح، وشرح الجامع الصغیر انہ بدعۃ (الشامیۃ، کتاب الصلاۃ، مطلب فی تکرار الجماعۃ ۱/ ۵۵۲ ط سعید)

(۲) ثم لا یخفی ان تقرر من ذکر مشروط بقیام الاھلیۃ فیہ حتی لو کان خائنا یولی اجنبی حیث لم یوجد فیہم اھل، لانہ اذا کان الواقف نفسہ یعزل بالخیانۃ فغیرہ بالاولی (الشامیۃ، کتاب الوقف، مطلب لا یجعل الناظر من غیر اھل الوقف ۴: ۴۲۴ ط سعید)

کیا مسجد کا متولی امام اور مؤذن رکھنے میں خود مختار ہے؟

(سوال) امام مسجد اور مؤذن یا خادم مسجد رکھنے میں کیا صرف متولی مسجد ہی کی رائے کافی ہے یا باقی نمازی مسجد اور ممبران مسجد بھی رائے دہی کا حق رکھتے ہیں؟

المستفتی نمبر ۶۱۲ حکیم عطا حسین (جالندھر) ۹ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ م ۸ ستمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۵۶) مسجد کا متولی تعیین امام و مؤذن کا اختیار رکھتا ہے۔ اگر اس کے اختیارات میں یہ بات داخل ہو یا وہ خود بانی مسجد ہو۔ ورنہ اس کو جماعت کی رائے سے رکھنا پڑے گا۔ اور پہلی صورت میں بھی مشورہ جماعت سے رکھے تو بہتر ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

(۱) مذہبی اور تعلیمی ادارہ میں ایک شخص کو متولی بنانے کا حکم
(۲) مہتمم کی خصوصیات
(۳) مدرسے کے معاملات کے بارے میں مجلس شوریٰ فیصلہ کر سکتی ہے

(سوال) (۱) کسی قومی اور مذہبی ادارہ میں اور خصوصاً دارالعلوم دیوبند جیسے مرکزی اور مذہبی ادارہ میں مطلق العنان سربراہی (ڈکٹیٹر شپ) کس حد تک درست ہے یا نہیں؟ ممبران دارالعلوم ڈکٹیٹر شپ کے حامی ہیں ان کے متعلق کیا رائے عالی ہے؟

(۲) دارالعلوم دیوبند جیسے قومی و مذہبی ادارہ میں مہتمم کی کیا خصوصیات ہونی چاہئیں؟ اور مولانا محمد حبیب صاحب اہتمام کے اہل ہیں یا نہیں؟

(۳) مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دارالعلوم جن کے رسالہ (مساوات اسلامی) کی وجہ سے ہندوستان کی بہت بڑی مسلم آبادی کے قلوب مجروح ہوئے ہیں اور دارالعلوم کو ہزارہا روپے کا نقصان برداشت کرنا پڑا ہے، دارالعلوم میں رکھنے کے قابل ہیں یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۶۶۴ ناظم دفتر جمعیۃ الطلبہ دارالعلوم دیوبند ۲ شعبان ۱۳۵۴ھ م ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۵۷) (۱) مجلس شوریٰ اور معاونین دارالعلوم کی اکثریت اگر ایک شخص کو تمام اختیارات تفویض کر دینے کے حق میں ہو تو مضائقہ نہیں۔ لیکن فی زمانہ قومی اداروں کا نظم و نسق جماعت کے ہاتھ میں رہنا اوفق بالمصالح ہے۔(۲)

(۲) مہتمم ایک ذی رائے متدین تجربہ کار مستقل مزاج قادر علی النظم ہونا چاہئے۔ شخصیت کی تعیین مجلس شوریٰ کے سپرد کرنی چاہئے۔(۳)

---

(۱) الباني للمسجد أولى من القوم بنصب الإمام والمؤذن في المختار إلا إذا عين القوم أصلح ممن عينه الباني (الدر المختار، كتاب الوقف ۴ /۴۳۰ ط سعيد) إذ عرض للإمام والمؤذن عذر منعه من المباشرة فللمتولي أن يعزله ويولي غيره (الشامية، مطلب للواقف عزل الناظر ۴ /۴۲۷ ص سعيد)
قلت من نصب الإمام أسهل من العزل فإذا جاز للمتولي عزل الإمام فنصبه يجوز بالطريق الأولى والدليل على ذلك ما في الدر المختار: وأراد المتولي إقامة غيره مقامه صح ولا يملك عزله إلا إذا كان الواقف جعل التفويض والعزل (الدر المختار، كتاب الوقف، مطلب للناظر أن يوكل غيره ۴ /۴۲۵ ص سعيد)

(۲) وأراد المتولي إقامة غيره مقامه صح (تنوير الأبصار، كتاب الوقف، مطلب للناظر أن يوكل غيره ۴ /۴۲۵ ط سعيد)

(۳) لا يولى إلا أمين قادر بنفسه أو بنائبه، لأن الولاية مقيدة بشرط النظر، وليس من النظر تولية الخائن لأنه يخل بالمقصود، وكذا تولية العاجز لأن المقصود لا يحصل به (الشامية، كتاب الوقف، مطلب في شروط المتولي ۴ /۳۸۰ ط سعيد)

(۳) دار العلوم کو ایسی باتوں سے محفوظ رکھنا جو اس کی حالت مالیہ وانتظامیہ و وقار کے لئے مضر ہوں اہل شوریٰ کا فرض ہے۔ اور یہ فیصلہ کرنا کہ فلاں امر دار العلوم کے لئے مضر ہے یا نہیں یہ بھی اہل شوریٰ کا منصب ہے، میں اشخاص کے متعلق اظہار رائے بھی مفتی کے منصب سے خارج سمجھتا ہوں۔ چہ جائے کہ حکم شرعی لگانا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

(۱) کیا متولی وقف شدہ چیز دوسری جگہ منتقل کر سکتا ہے؟
(۲) وقف کو باطل یا تبدیل کرنے کو شرائط کے ساتھ معلق کرنا
(۳) وقف کے بعد ابطال اور وصیت کا حکم

(سوال) ایک شخص نے اپنی جائیداد انجمن اسلامیہ انبالہ کیمپ کے نام وقف کی اور وقف نامہ کو عدالت میں رجسٹری کرا دیا گیا۔ جس کی نقل مطابق اصل ارسال خدمت ہے۔ ایک عرصہ کے بعد واقف نے اس وقف نامہ کا ابطال کر کے مدرسہ دیوبند کے نام وصیت کر دی جس کو رجسٹری کرا دیا گیا۔ ابطال نامہ وقف اور وصیت نامہ کی نقول بھی ارسال خدمت ہیں۔ لہذا عند الشرع تصدیق طلب امور مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) کیا واقف ایک مرتبہ وقف کرنے کے بعد اس کو کسی دوسری جگہ منتقل کر سکتا ہے جب کہ واقف نے اپنے وقف نامہ میں کوئی اس قسم کا اختیار اپنے لئے محفوظ نہ رکھا ہو۔

(۲) کیا واقف اپنے وقف نامہ میں اس قسم کی شرائط جو وقف نامہ مورخہ ۷ دسمبر ۱۹۰۸ء میں تحریر ہے لگا سکتا ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو اس کی شرائط وقیود قائم رہنے کی صورت میں اس کو وقف نامہ کے ابطال کا یا بذریعہ وصیت نامہ وقف نامہ کو تبدیل کرنے کا حق پہنچتا ہے یا نہیں؟

(۳) منسلکہ وقف نامہ میں مندرجہ ذیل امور کی شرائط وقیود قائم کی ہیں۔ اول مصرف آمدنی وقف تعلیم القرآن ہے جو انجمن اسلامیہ کی جانب سے آج تک اسی پیمانہ پر برابر جاری ہے۔ دوم انجمن کے نگرانی کنندگان وارکین فلاں شخص نمبر ۱، ۲، ۳، ۴، ۵ ہوں جن میں سے نمبر ۱، نمبر ۲ وفات پا چکے اور نمبر ۱ کے فرزند انجمن کے نگران ہیں۔ نمبر ۳ و نمبر ۴ و نمبر ۵ ودیگر حضرات موجودہ انجمن ہذا کے ارکین و منتظمین میں تا ایں دم شریک ہیں۔ سوم واقف کی بیوہ ہنوز اپنے خاوند کے نام پر بیٹھی ہوئی ہے اور اس کے کوئی اولاد دختری و پسری بھی نہیں ہوئی ہے۔ نیز واقف نے ابطال نامہ سے پیشتر وقف نامہ کی تحریر کے مطابق عرصہ تک انجمن اسلامیہ کو دس روپیہ ماہوار تنخواہ مدرس قرآن برابر ادا کی ہے۔

اگر مندرجہ بالا اور نمبر ۱ و نمبر ۲ کا جواب نفی میں ہے تو نمبر ۳ کے تمام امور کی موجودگی میں واقف کا وقف نامہ عند الشرع صحیح ہوگا یا ابطال نامہ اور وصیت نامہ جو بعد میں تحریر کئے گئے۔

المستفتی نمبر ۷۳۵ سکریٹری انجمن معین الاسلام انبالہ چھاؤنی ۲ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ م ۶ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۵۸) وقف نامہ اور ابطال نامہ اور وصیت نامہ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وقف لوجہ اللہ ہے۔ موقوف علیہ اول تو خود واقف کی ذات اور اس کی زوجہ اور بقدر نمبر ۱۰ روپے ماہوار کے قرآنی تعلیم ہے۔ زوجہ کا انتفاع نکاح

تبدیل نہ کرنے کے ساتھ مشروط ہے اور اسی شرط کے ساتھ اس کو وقف نامہ میں حق تولیت بھی دیا تھا۔ ابطال نامہ کے ذریعہ سے واقف نے کارکنان انجمن اسلامیہ اور اپنی زوجہ اور اولاد نرینہ ہونے کی صورت میں اولاد کو جو حق تولیت دیا تھا اسے منسوخ کیا ہے نیز زوجہ کو جائیداد موقوفہ کی آمدنی اپنے صرف میں لانے کا حق بھی منسوخ کردیا ہے مگر اصل وقف اور قرآن مجید کی تعلیم کے لئے دس روپے ماہوار دینا ان دونوں امور پر ابطال نامہ کا کچھ اثر نہیں۔ حق تولیت میں تبدیل و تغییر کرنا واقف کے اختیار میں ہے(۱) اس لئے ابطال نامہ کا یہ جزو بلاشبہ جائز ہے۔ زوجہ واقف اور کارکنان انجمن اسلامیہ کا حق تولیت باطل ہو چکا ہے اور تولیت کا حق واقف کی وفات کے بعد مہتمم مدرسہ دیوبند کو ہے۔ وصیت نامہ کے مطابق وہ عمل کریں گے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

(۱) عاق شدہ اولاد اور ان کی اولاد تولیت کا حق رکھتی ہے
(۲) حق تولیت میں اولاد کے لئے ترجیحی مقام ہوتا ہے

(سوال) زید نے دو شادیاں کیں۔ ایک مسماۃ رجن سے اور دوسری مسماۃ نجو سے۔ مسماۃ رجن سے ایک لڑکا پیرو اور مسماۃ نجو سے عبدالغفور، قمر الدین اور لڑکیاں۔ عبدالغفور اور پیرو کو ان کی بد چلنی سے زید نے عاق کردیا۔ اب صرف قمر الدین رہا۔ زید نے اپنی کل جائیداد مورخہ ۴ مئی ۱۹۰۴ء بذریعہ رجسٹری وقف نامہ کے وقف فی سبیل اللہ کردیا۔ بعد وقف کے حسب وقف نامہ عمل میں لاتا رہا۔ بعد انتقال اس کا چھوٹا لڑکا قمر الدین حسب دفعہ نمبر ۲، ۳ بالا مذکور سے متولی ہوا۔ مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۳۵ء قمر الدین لاولد فوت ہوا۔ اب صرف وہی دو اولاد عبدالغفور و پیرو کہ جن کو زید نے عاق کردیا تھا باقی ہیں اور ان دونوں میں سے ایک ایک اولاد ہے۔ از بطن مسماۃ رجن۔ پیرو۔ اس کا لڑکا برکت اللہ۔ از بطن مسماۃ نجو۔ عبدالغفور۔ اس کا لڑکا عبدالشکور۔ اب دریافت طلب امور ذیل ہیں

(۱) عاق کی اولاد سلسلہ ذکور میں منحصر ہو کر متولی ہو سکتی ہے یا نہیں اور اس عاق کا اثر اس کی اولاد پر ہوگا یا نہیں۔ جب کہ سوائے اس کے سلسلہ ذکور ختم ہو چکا ہے اور عاق کے بعد ان کی اولاد کے متعلق وقف نامہ میں کوئی ذکر نہ ہو۔

(۲) اگر اولاد مذکورہ متولی ہو سکتی ہے تو دفعہ ۲ و ۳ کی رو سے مسماۃ نجو کی اولاد یعنی عبدالشکور کو ترجیح ہوگی یا مسماۃ رجن کی اولاد برکت اللہ کو؟ ان دونوں میں تولیت کا مستحق کون ہوگا؟

المستفتی نمبر ۷۳۷ عبدالشکور مدرسہ اسلامیہ کانپور۔ ۴ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ م ۸ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۵۹) عاق شدہ لڑکوں کی اولاد محروم التولیت نہ ہوگی بلکہ وہ بشرط صلاحیت اولاد ذکور کے مفہوم میں

---

(۱) (ولاية نصب القيم الى الواقف) قال في البحر قدمنا ان الولاية ثابتة مدة حياته وان لم يشترطها وان له عزل المتولي (الشامية، كتاب الوقف مطلب ولاية نصب القيم الى الواقف، ۴ / ۴۲۱ ط سعيد)

(۲) قال في الدر المختار . (ولاية نصب القيم الى الواقف ثم لوصيه) لقيامه مقامه (كتاب الوقف، مطلب الوصي يصير متوليا بلا نص، ۴ / ۴۲۲ ط سعيد)

داخل ہو کر متولی ہوگی۔ اگر برکت اللہ اور عبدالشکور دونوں ایک درجہ کی صلاحیت رکھتے ہوں تو عبدالشکور کو ترجیح ہوگی۔(۱) محمد کفایت اللہ

وقف میں ابطال وصیت یا تنسیخ کا حکم

(سوال) حاجی حسین بخش صاحب نے اپنی جائیداد واقعہ چھاؤنی انبالہ ۱۹۱۸ء میں وقف کی اور خود کو تاحیات متولی مقرر کیا اور بعد اپنی وفات کے اپنی زوجہ مسماۃ حفیظ کو بہ شرائط وقف نامہ ۱۹۱۸ء تاحیات اس کو متولی کیا۔ مسماۃ مذکور کی وفات کے بعد انجمن اسلامیہ کیمپ انبالہ و مدرسہ عربیہ دیوبند کو متولی گردانا۔ نقل وقف نامہ ۱۹۱۸ء برائے ملاحظہ ارسال خدمت ہے۔

مگر واقف مذکور نے وقف نامہ ۱۹۱۸ء کو ۱۹۲۳ء میں بروئے ابطال نامہ مسترد کر کے بذریعہ وصیت نامہ ۱۹۲۳ء کی رو سے جائیداد مذکورہ بحق مدرسہ عربیہ دیوبند وقف کی اور بموجب تحریر وصیت نامہ ۱۹۲۳ء مبلغ دس روپے ماہوار تنخواہ ایک حافظ کی عرصہ تک مدرسہ عربیہ دیوبند کو ارسال کی۔ نقل ابطال نامہ و وصیت نامہ ۱۹۲۳ء برائے ملاحظہ ارسال خدمت ہے۔

واقف نے وقف نامہ ۱۹۱۸ء میں تحریر کیا ہے کہ انجمن اسلامیہ کیمپ انبالہ کے موجودہ کارکنان میں تبدیلی واقع ہو تو کارکن نمبر ایک کا فرض ہوگا کہ وہ مدرسہ عربیہ دیوبند کے کارکنان کو اطلاع دے کہ وہ جائیداد مذکورہ پر قابض و دخیل ہو جائیں اور آمدنی جائیداد موقوفہ کی کار خیر میں صرف کریں۔ انجمن اسلامیہ کیمپ انبالہ کے کارکنان نمبر ۱ و نمبر ۲ میں تبدیلی ہوگئی ہے۔ واقف مذکور وصیت نامہ ۱۹۲۳ء میں تحریر کرتا ہے کہ میں وقف ۱۹۱۸ء کی ترمیم و تنسیخ نہایت ضروری اور فائدہ مند خیال کرتا ہوں اور مجھ کو از روئے شرع و قانون گورنمنٹ سلسلہ تولیت کو بدلنے اور اس کو از سر نو قائم کرنے کا حق و اختیار حاصل ہے۔ جب کہ کارکنان انجمن اسلامیہ کیمپ انبالہ میں تبدیلی ہو چکی ہے۔ بشرائط وقف مذکور تو ایسی صورت میں انجمن اسلامیہ کیمپ انبالہ کا کوئی حق باقی رہا یا نہیں؟ بموجب تحریر وصیت نامہ و ابطال نامہ ۱۹۲۳ء واقف کو از روئے شرع وقف نامہ ۱۹۱۸ء کو مسترد کر کے دوسری جگہ منتقل کرنے کا حق و اختیار باقی ہے یا نہیں؟ مکرر آنکہ وقف نامہ ۱۹۱۸ء میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے یہ مفہوم ہوتا ہو کہ جائیداد محض انجمن اسلامیہ کیمپ کے نام وقف ہے۔ کیا واقف کو یہ حق حاصل ہے کہ وقف اور اس کے مصرف کو بحالہ برقرار رکھتے ہوئے پہلے مقام کو دوسرے مقام کے ساتھ مخصوص کر دے۔ یعنی یہ کہ پہلے مدرسہ انجمن اسلامیہ کیمپ انبالہ کو دس روپے ماہوار دینے تجویز کئے تھے۔ اس کو منسوخ کر کے مدرسہ عربیہ دیوبند میں مدرس قرآن کے لئے اس کو تعین کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۷۵۲ مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ م ۱۲ فروری ۱۹۳۶ء

---

(۱) لايجعل القيم فيه من الأجانب ما وجد في ولد الواقف وأهل بيته من يصلح لذلك (الشامية، كتاب الوقف، مطلب لايجعل الناظر من غير أهل الوقف ٤ ٤٢٤ ط سعيد)

(جواب ۱۶۱) وقف نامہ اور بحالی نامہ اور وصیت نامہ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وقف وجہ اللہ ہے اور وقف میں یہ درج ہے کہ خود واقف کی ذات اور اس کی زوجہ اور بقدر دس روپیہ ماہوار کے قرآنی تعلیم ہے۔ زوجہ کا نفقہ نکاح ثانی نہ کرنے کے ساتھ مشروط ہے اور اسی شرط کے ساتھ اس کو وقف نامہ میں حق تولیت بھی دیا تھا۔ بحالی نامہ کے ذریعہ سے واقف نے کارکنان انجمن اسلامیہ اور اپنی زوجہ اور اولاد نرینہ ہونے کی صورت میں اولاد کو جو حق تولیت دیا تھا اسے منسوخ کر دیا تھا۔ مگر اصل وقف اور قرآن مجید کی تعلیم کے لئے دس روپے ماہوار دینا ان دونوں امور پر بحالی نامہ کا کچھ اثر نہیں۔ حق تولیت میں تغیر و تبدل کرنا واقف کے اختیار میں ہے۔(۱) اس لئے بحالی نامہ کا یہ جزو بالکل جائز ہے۔ زوجہ واقف اور کارکنان انجمن اسلامیہ کا حق تولیت باطل ہو چکا ہے۔ اور تولیت کا حق واقف کی وفات کے بعد مہتمم مدرسہ نعمانیہ کو ہے۔ وصیت نامہ کے مطابق وہ عمل کریں گے۔(۲) اور وقف نامہ میں انجمن اسلامیہ کے مدرسہ کا ذکر نہیں ہے۔ صرف یہ مذکور ہے کہ دس روپے ماہوار قرآن مجید کی تعلیم پر خرچ کرنے کے لئے انجمن اسلامیہ کو دیئے جائیں۔ اس میں انجمن کو حق تھا کہ وہ اپنے مدرسے کے مدرس قرآن پر خرچ کرے یا کسی اور مدرس قرآن پر صرف کرے۔ مصرف تعلیم قرآن ہے نہ انجمن نہ مدرسہ۔ اس لئے مصرف بدلنے یا مقام بدلنے کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

مسجد کی انتظامیہ کمیٹی کو ذاتی فائدے کی خاطر برطرف نہیں کیا جا سکتا

(سوال) آٹھ دس سال کا عرصہ گزرا کہ ایک مسجد کے متولیان برضا و رغبت خود ایک جلسہ عام میں مجلس انتظامیہ مسجد مذکور کی تاسیس مسلم پبلک کے ایماء و مشورہ سے عمل میں لائے اور فوراً تمام انتظامات مسجد مجلس مذکور کو تفویض کر دیے۔ مجلس مذکور یوم تاسیس سے اب تک تمام انتظامات مسجد کو سرانجام دے رہی ہے۔ لیکن اب ایک اس خاص جماعت کی بنا پر جس کے افراد کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے اور جو مساجد شملہ پر خلاف مرضی مسلمانان شملہ قابض و متصرف ہونا چاہتی ہے متولیان مذکور مجلس منتظمہ کے خلاف ہو گئے متولیان کی خفگی کی حقیقی وجہ یہی ہے کہ وہ خود اور ان کے رشتہ دار مسجد مذکور کے مقروض ہیں اور جب ان سے روپے کا مطالبہ ہوتا ہے تو وہ کبیدہ خاطر ہو کر نامناسب طرز عمل اختیار کر لیتے ہیں۔ تو کیا ایسی مجلس انتظامیہ جو کہ متولیان اور مسلم پبلک کے صلاح و مشورے سے پبلک جلسہ میں قائم ہوئی تھی کسی ایسے متولی یا متولیان کو جو آٹھ دس سال سے مسجد کی خدمت سے عہدہ برآ ہے برطرف کرنے کا اختیار حاصل ہے؟ نیز کیا ایسی مجلس انتظامیہ کو جسے مسلم پبلک نے جلسہ عام میں متولیان کے مشورے سے منتخب کیا تھا اور جو اب تک امور مسجد کو نباہتی رہی آئندہ بھی معاملات مسجد میں متولیانہ حقوق استعمال کرنے کا شرعاً حق حاصل ہے یا نہیں؟ متولیان مذکور کے مخالفانہ طرز عمل سے جو انہوں نے اختیار کر رکھا ہے مسجد کو مالی و انتظامی نقصان پہنچ رہا ہے اور آئندہ

---

(۱) کذا فی الشامیة: ولایة نصب القیم الی الواقف، قال فی البحر قدمنا ان الولایة ثابتة مدة حیاته وان لم یشترطها وان له عزل المتولی (رد المحتار، کتاب الوقف، مطلب ولایة نصب القیم الی الواقف ۴/ ۴۲۱، سعید)

(۲) ولایة نصب القیم الی الواقف ثم لوصیه (تنویر الابصار، کتاب الوقف مطلب الوصی یصیر متولیا ۴/ ۴۲۲ ط سعید)

پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ یہاں یہ بات کر دینا بھی ناگزیر ہے کہ متولیان مذکور میں سے ایک کے خلاف اس ایک جلسہ عام میں جو متولی مذکور کا بنایا ہوا تھا عدم اعتماد کی قرارداد پاس ہو چکی ہے اور دوسرا متولی ان پڑھ اور قطعاً ان پڑھ ہے اور اپنی تقرری کے زمانے سے اب تک مسجد کے کسی کام میں کوئی حصہ نہیں لیتا رہا ہے۔ برعکس ازیں جلسہ متذکرہ میں مجلس انتظامیہ پر کلی اعتماد کی قرارداد منظور ہو چکی ہے۔ بینوا توجروا۔

المستفتی نمبر ۷۵۵ شیخ ریاض الدین صاحب (شملہ) ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ م ۱۳ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۶۱) جب کہ انتظامیہ کمیٹی کا تقرر متولیان کی رضامندی اور اشتراک عمل سے ہوا ہے تو اب متولیوں کو انتظامیہ کمیٹی کے تقرر کے خلاف کچھ کہنے کا حق نہیں ہے۔ (۱) ارکان کمیٹی کی ذاتیات اور ذاتی اعمال کے خلاف کوئی واقعی شکایات ہوں تو ان کا فیصلہ پبلک جلسہ میں کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر یہ واقعہ ہو کہ متولیان مسجد نے ضوابط کے خلاف مسجد کی رقم خود قرض لے رکھی ہے یا رشتہ داروں کو دے رکھی ہے تو یہ فعل ان کا بجائے خود موجب اعتراض ہے اور اگر متولیوں کے طرز عمل سے مسجد کو نقصان پہنچ رہا ہو تو ان کو اپنے طرز عمل کی اصلاح کرنی یا استعفیٰ دے دینا لازم ہے۔ (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

مسجد کی تولیت کے لئے اہلیت ضروری ہے

(سوال) ایک مزار کے متصل ایک مسجد عرصہ دراز سے چلی آتی ہے جس کی ترمیم و تجدید اور عزل و نصب امام وغیرہ کا انتظام ہمیشہ نمازیان محلہ کرتے رہے ہیں۔ اب کچھ عرصہ سے بعض مجاورین مزار جو کہ تمام بدعات کے ارتکاب کے باوجود دائمی بے نمازی ہیں بہ دعوائے تولیت انتظام و اہتمام مسجد سے مانع ہیں۔

المستفتی نمبر ۸۲۵ اکبر حسین، نوار حسین (لدھیانہ) ۸ محرم ۱۳۵۵ھ یکم اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۶۲) اگر ان کو بقواعد شرعیہ پہلے سے اہتمام و تولیت کے حقوق حاصل نہیں ہیں تو اب ان کو تولیت کے دعوے کا کوئی حق نہیں ہے۔ (۳) اور اگر پہلے سے یہ حقوق حاصل ہوں تو بوجہ تارک الصلوٰۃ ہونے کے ان کو علیحدہ کرنا لازم ہے۔ نمازیان اہل محلہ بھی اس صورت میں اہتمام و تولیت کے اختیارات برت سکتے ہیں۔ (۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

---

(١) (أراد المتولي إقامة غيره مقامه في حياته إن كان التفويض له عاماً صح) ولا يملك عزله (الدر المختار، كتاب الوقف، مطلب للناظر أن يتوكل غيره، ٤/ ٤٢٥ ط سعيد) لا يملك القاضي التصرف في الوقف مع وجود ناظر ولو من قبله (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب لا يملك القاضي التصرف في الوقف، ٤/ ٣٧٤ ط سعيد)

(٢) (وينزع) وجوبا (لو) الواقف درر فغيره بالأولى (غير مأمون) أو عاجزا أو ظهر به فسق (الدر المختار، كتاب الوقف ٤/ ٣٨٠) إذا كان ناظرا على أوقاف متعددة وظهرت خيانته في بعضها أفتى المفتي أبو السعود بأنه يعزل من الكل. وفي الجواهر القيم إذا لم يراع الوقف يعزله القاضي. ومن الثاني لو سكن الناظر دار الوقف ولو بأجر المثل له عزله (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب فيما يعزل به الناظر ٤/ ٣٨٠ ط سعيد)

(٣) (وينزع) وجوبا (لو غير مأمون) أو ظهر به فسق كشرب خمر أو نحوه فتح (الدر المختار، كتاب الوقف مطلب سابق ٤/ ٣٨٠ ط سعيد)

(٤) الصالح للنظر من لم يسأل الولاية للوقف وليس فيه فسق يعرف هكذا في فتح القدير. والإسعاف: لا يولى إلا أمين قادر بنفسه أو بنائبه (عالمگیریہ، کتاب الوقف، الباب الخامس ج ٣/ ٤٠٨، ماجدیہ)

سود کو جائز کہنے والے اور حج و زکوٰۃ کی فرضیت کے منکر کو مسجد کا متولی بنانا

(سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس شخص کے بارے میں جس کا عقیدہ اور عمل حسب ذیل ہیں

(۱) سود لینا از روئے شریعت جائز قرار دیتا ہے۔ اور اس بناء پر دوسرے کاروبار کو بند کر کے صرف سود کا بیوپار علی الاعلان شروع کیا ہے۔ اسی پر موقوف نہیں بلکہ عوام کو چند احادیث سے استدلال کر کے اپنے اس فعل ناجائز کو جائز بتا کر بہکاتا ہے۔

(۲) اس کا عقیدہ ہے کہ چونکہ ہم لوگ برٹش گورنمنٹ کے ماتحت ہیں اور انکم ٹیکس ہم کو دینا پڑتا ہے اس لئے ہم پر زکوٰۃ دینا فرض نہیں ہے۔

(۳) نیز اس کا عقیدہ ہے کہ مسلمان عورت پر حج کرنا فرض نہیں ہے بلکہ صرف مالدار مرد پر حج فرض ہے، عقیدہ کا یہ حال اور عمل کا یہ پوچھنا ہی نہیں۔ کیا ایسے شخص کو مسجد یا جماعت کا ٹرسٹی مقرر کر سکتے ہیں؟

المستفتی نمبر ۰۳۳ خطیب محمد ابراہیم صاحب معدن العلوم (وانم باڑی) ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ م ۴ جولائی ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۶۳) چاروں کام اور عقیدے غلط اور روایت اسلام کے خلاف ہیں۔ ایسا شخص رہبر یا مصلح قوم بننے کے قابل نہیں اور مسجد کا ٹرسٹی بننے یا بنائے جانے کا مستحق نہیں۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

کیا واقف کے لئے شرط کے مطابق کسی کو متولی بنایا جائے گا؟

(سوال) ایک شخص نے اپنی کچھ ملکیت وقف کی تھی جس کی تولیت کے لئے اس نے خود پانچ آدمی نامزد کئے تھے۔ وقف نامہ میں یہ تحریر کیا ہے کہ ان پانچ میں سے جو شخص مر جائے تو اس کی جگہ میرے کنبہ میں سے دوسرا آدمی مقرر ہوتا رہے۔ واقف تو گذر گیا اور اب ان پانچ مقرر متولیوں میں ایک شخص گزر گیا ہے۔ جس کی جگہ پر کرنے کے لئے واقف کی لڑکیوں کی اولاد میں سے ایک شخص استحقاق کا دعویٰ کرتا ہے۔ جس سے واقف کے لڑکوں کی اولاد انکار کرتی ہے کہ کنبہ سے اولاد ذکور مراد ہیں نہ اناث تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ واقف کے لڑکوں کا یہ انکار حق بجانب ہے یا نہیں۔ اور مذکورہ صورت میں لڑکیوں کی اولاد بھی تولیت کا استحقاق رکھتی ہے یا نہیں۔ دوم یہ کہ شامی کی کتاب الوقف کے آخر میں جو وقف اولاد میں اولاد اناث کے دخول کو راجح لکھا ہے تو کیا اس پر تولیت کا مسئلہ بھی قیاس کر کے اولاد اناث کو بھی داخل کر سکتے ہیں کہ نہیں۔ سوم کنبہ کے متعلق گجراتی جوڈڑی کوش (لغتہ گجراتی) ایک باپ کی سلسلہ وار اولاد لکھتا ہے (لغات اربعہ) لکھتا ہے۔ کنبہ خاندان عشیرہ عائلہ۔ ہندوستانی لغات از آربا ٹنس کنبہ خاندان۔ کنبہ رشتہ داری لکھتا ہے۔

المستفتی نمبر ۱۱۳۰ مولانا محمد ابراہیم صاحب۔ راندیر ضلع سورت ۲۶ جمادی الاول، ۱۳۵۵ھ، ۱۵ اگست ۱۹۳۶ء

---

(۱) لا یولی الا امین قادر بنفسہ (ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب فی شروط المتولی، ۴ / ۳۸۵ ط سعید) (قولہ نزع وجوبا) مقتضاہ اثم القاضی بترکہ، والاثم بتولیۃ الخائن، ولا شک فیہ (ردالمحتار کتاب الوقف مطلب یاثم بتولیۃ الخائن، ص ۳۸۵ / ۴ ط سعید)

(جواب ١٦٤) حکم کے مفہوم میں لڑکیوں کی اولاد شامل ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اگر لڑکوں کی اولاد بھی صالح للتولیہ اشخاص موجود ہوں تو ان کو مقدم رکھنا مناسب ہے لیکن لازم و فرض نہیں۔ اور اگر لڑکوں کی اولاد میں صالح للتولیہ موجود نہ ہوں اور لڑکیوں کی اولاد میں موجود ہوں تو ان کو ترجیح دینا لازم ہوگا۔ فقط (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

متولی نہ ہونے کی صورت میں نمازیوں کو امام و موذن مقرر کرنے کا حق ہے

(سوال) کسی بستی میں امام کی تنخواہ اور مسجد کا نفقہ وغیرہ محلہ والوں سے لیا جاتا ہے اور متولی بھی گذر گیا اور امام رکھنا ضروری ہے، اس حال میں تمام مصلیوں کی اجازت چاہئے یا نہیں یا آدھا راضی اور باقی ناراض یا اکثر ناراض اور چند آدمی راضی ہو کر جبراً امام رکھ دینا جس سے فساد و جنگ و جدال برپا ہو۔ اب شرعاً امام مقرر کرنے میں مقتدیوں کی طرف سے کیا مشورہ دینا چاہئے۔

المستفتی نمبر ۱۱۵۷ محمد اسمٰعیل صاحب سے ٹی یم اسٹوں (برما) ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۳۰ اگست ۱۹۳٦ء

(جواب ١٦٥) جس مسجد کا کوئی متولی نہ ہو نہ کوئی منتظمہ کمیٹی ہو اس کے نمازیوں کو امام و مؤذن مقرر کرنے کا حق ہے۔ اگر ان میں باہم اختلاف ہو جائے تو اہل تقویٰ و صلاح کی رائے مقدم ہوگی۔ اگر اہل تقویٰ و صلاح بھی باہم متفق نہ ہوں تو ان کی اکثریت کی رائے راجح ہوگی۔ فقط (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

کیا متولی اپنی زندگی میں تولیت منتقل نہیں کر سکتا؟

(سوال) ایک مسجد ہے جس کی تولیت منجانب واقف ہمارے خاندان میں نسلاً بعد نسل چلی آتی ہے۔ چنانچہ والد مرحوم نے بھی اپنی حیات میں میرے نام تولیت منتقل کر دی تھی۔ ان کی جانب سے ایک شخص مسمی حسین علی جو کہ ہمارے خانگی جائداد کا بھی منتظم تھا وہی مسجد مذکور کی جائداد موقوفہ کا بھی انتظام کرتا تھا۔ عرصہ چھ سال تک یعنی والد صاحب مرحوم کی وفات کے بعد تک یہی انتظام قائم رہا۔ اس کے بعد منتظم مذکور کی بد انتظامی اور خیانت سے ہمیں نقصان پہنچا۔ بنا بریں میں نے اپنی جانب سے اپنے خالہ زاد بھائی حکیم علی حسین خاں کو متولی مقرر کر دیا جس کو اس وقت عرصہ سات یا آٹھ سال کا ہوا۔ حکیم صاحب اس شخص کے ذریعہ جس کو ہم نے اپنے یہاں سے علیحدہ کر دیا تھا کام انجام دیتے رہے۔ اب جب کہ انہوں نے بھی تھوڑے دنوں سے شخص مذکور

---

(۱) لا يجعل القيم فيه من الاجانب ما وجد في ولد الواقف واهل بيته من يصلح لذالك   لو شرط الواقف كون المتولى من اولاده و اولادهم ليس للقاضي ان يولي غيرهم بلا خيانة (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب لا يجعل الناظر من غير اهل الوقف، ٤ / ٤٢٤، ٤٢٥ ط سعيد)

(۲) الاولى بالامامة اعلمهم باحكام الصلاة هكذا في المضمرات   فان اجتمعت هذه الخصال في رجلين يقرع بينهما او الخيار الى القوم (الهندية، كتاب الصلاة، الباب الخامس في الامامة، الفصل الثاني ص ١/٨٣ ط ماجدية) وان اختار بعض القوم لهذا وللبعض لهذا فالعبرة لاجتماع الاكثر   رجل ام قوما وهم له كارهون   ان كان هو احق لا يكره لان الجاهل والفاسق يكره العالم الصالح (الفتاوى الخانية، كتاب الصلاة، فصل فيمن يصح الاقتداء به ١/٩٢ ط ماجدية)

کو علیحدہ کر کے اپنا عمل دخل کرنا چاہا تو اہل محلہ نے ایک درخواست صاحب کلکٹر بہادر کی خدمت میں اس مضمون کی گزاری ہے کہ یہ انتقال تولیت از روئے شرع محمدی ناجائز ہے اور چونکہ متولی صاحب [illegible] رہتے ہیں وہ مسجد کی نگرانی وانتظام نہیں کر سکتے لہذا ان کو تولیت سے علیحدہ کر کے موجودہ کمیٹی جو بغیر تنخواہ کام کرے گی اسکی جگہ مقرر و منظور فرمایا جائے۔ اہل محلّہ نے پانچ چھ اشخاص جو بازار لیماران کے باثر و ذمہ دار آدمی ہیں نام پیش کئے ہیں کہ ان کی ایک کمیٹی نامزد و منظور کی جائے۔ اب سوال یہ ہے۔(۱) کہ کیا میری تولیت منتقل کرنا حالت اپنی صحت و تندرستی کے جائز ہے جب کہ والد صاحب مرحوم نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔(۲) یہ کہ میرے لئے کمیٹی مذکورہ بالا کے حق میں تولیت سے دستبردار ہونا بہتر ہوگا۔ جب کہ مجھ کو یہ خواہش ہرگز ہرگز نہیں کہ مسجد وقف کا روپیہ برباد جائے یا کسی کی شخصی ملکیت بن جائے۔ مجھ کو اپنی عاقبت کی فکر ہے کہ وبال بذمہ پڑنے نہ پائے جس سے ہر مسلمان ڈرتا ہے جس کو خدا اور اس کے رسول اور قیامت کا ڈر ہے۔ چونکہ میں معذور ہوں۔ یعنی بینائی نہ ہونے کی وجہ سے انتظام مسجد بذات خود انجام نہیں دے سکتا۔ ورنہ یہ ظاہر ہے کہ یہ نوبت نہ آتی۔

المستفتی نمبر ۱۳۷۰ حافظ سید محمد نذیرالدین صاحب (کھاری باؤلی۔ دہلی) ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ م ۳ مارچ ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۶۶) متولی کو اگر واقف کی طرف سے یہ اختیار دیا گیا ہو کہ وہ جسے چاہے متولی بنا دے تو اس کو تولیت منتقل کرنے کا حق ہوتا ہے۔(۱) اور اگر یہ اختیار نہ دیا گیا ہو تو وہ اپنی صحت کے زمانہ میں انتقال تولیت نہیں کر سکتا۔(۲) ہاں تولیت سے دستبردار ہو جانے کا اسے ہر وقت حق ہے اور اس کی دستبرداری کے بعد قاضی کسی فرد یا افراد کو متولی بنا سکتا ہے۔ جس صورت میں کہ مسجد کی جائداد اور آمد و خرچ کا انتظام درستی اور خوبی سے جاری رہ سکے۔ ایسا انتظام کر دینا قاضی کو لازم ہے۔(۳) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

جب متولی دیانت دار ہوں تو ان پر نگراں کی تنخواہ مسجد کی آمدنی سے نہیں دی جا سکتی

(سوال) ایک مسجد کے متعلق موقوفہ جائداد پر عدالت کی جانب سے چند مسلمان نگراں مقرر ہیں جو بلا کسی معاوضہ کے بہتر سے بہتر کام انجام دے رہے ہیں۔ اب عدالت ہائی کورٹ کی طرف سے اس پر ایک تنخواہ دار ریسیور مقرر کرنے کا حکم ہوا ہے تو کیا ایسی صورت میں اس وقف کی آمدنی سے ریسیور کی تنخواہ دی جا سکتی ہے؟

المستفتی نمبر ۴۹۹ محمد شریف معتمد مسجد فراشخانہ (دہلی) ۵ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ م ۵ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۶۷) اگر مسجد کے موجودہ نگراں صحیح طور پر مسجد کی خدمات اور اس کے متعلقہ وقف کی حفاظت و نگرانی کے فرائض انجام دیتے ہیں تو تنخواہ دار ملازم مقرر کرنا درست نہیں اور اس کی تنخواہ بار مسجد پر نہیں ڈالا جا سکتا۔ فقط(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) (والمتولی اقامة غیرہ مقامه فی حیاته وصحته ان کان التفویض له عاما صح) (الدر المختار، کتاب الوقف، مطلب للناظر ان یوکل غیرہ ۴/۴۲۵ ط سعید)

(۲) فی القنیة للمتولی ان یفوض فیما فوض الیه ان عمم القاضی التفویض الیه والا فلا (رد المحتار، کتاب الوقف، مطلب للناظر ان یوکل غیرہ ۴/۴۲۵ ط سعید)

(۳) ولایة نصب القیم الی الواقف ثم لوصیه ثم للقاضی (تنویر الابصار، کتاب الوقف، مطلب ولایة نصب القیم الی الواقف ۴/۴۲۱، ۴۲۴ ط سعید)

(۴) (لیس للقاضی ان یقرر وظیفة فی الوقف الخ) یعنی وظیفة حادثة لم یشرطها الواقف (رد المحتار، کتاب الوقف، مطلب لیس للقاضی ان یقرر وظیفة ۴/۴۳۵ ط سعید)

تولیت اور وقف میں ردوبدل اور ترمیم کی شرط لگانا

(سوال) نقل عبارت وقف نامہ متعلق تولیت شرائط متعلق تولیت جائیداد موقوفہ حسب ذیل قرار دیتی ہوں اور مجھ کو یہ حق حاصل رہے گا کہ شرائط متعلقہ وقف میں مناسب وقت پر ترمیم و ردوبدل کر سکوں۔ اگر میں کوئی ترمیم یا ردوبدل کروں تو وہ بذریعہ دستاویز رجسٹری شدہ عمل میں رہے گی۔ شرائط متعلق تولیت یہ ہیں میرے والد عبدالجمیل خاں و میرے شوہر کے دادا محمد عبدالجلیل خاں حقیقی بھائی تھے۔ میں تولیت کے متعلق یہ تجویز کرتی ہوں کہ تاحیات میں خود متولی جائیداد موقوفہ کی رہوں گی اور حسب شرائط وقف نامہ بذا اہتمام و انتظام جائداد موقوفہ و مصارف و آمدنی جائداد موقوفہ کرتی رہوں گی۔ میرے بعد میرے شوہر خلیل احمد خاں متولی جائداد موقوفہ کے ہوں گے اور وہ تاحیات خود اہتمام و انتظام جائیداد موقوفہ و مصارف حسب شرائط وقف نامہ کرتے رہیں گے۔ ہم دونوں کے بعد میری اولاد ذکور میں سے اگر کوئی ہو تو وہ متولی ہوگی اور اگر کوئی اولاد جنس ذکور نہ ہو اناث ہو تو وہ متولی ہوں گی اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو جو سب سے بڑا یا بڑی ہو متولی ہوگا یا ہوگی جیسی صورت ہو اسی طرح سلسلہ تولیت نسلاً بعد نسل جاری رہے گا، لیکن سلسلہ اناث میں تولیت در صورت انقطاع سلسلہ ذکور جائے گی۔ بحالت موجودگی سلسلہ اولاد ذکور میری کے سلسلہ اناث میں نہیں جائے گی۔ میرے شوہر کو یہ بھی اختیار ہوگا کہ بحالت نہ موجود ہونے میری اولاد ذکور و اناث کے اپنے بعد کے واسطے کسی مناسب شخص کو میرے والد خوشوقت علی خاں مرحوم کے سلسلہ اولاد ذکور میں سے متولی نامزد کریں۔ کاش اگر میرے شوہر اپنی حیات میں کسی کو متولی نامزد نہ کریں بھی سلسلہ تولیت اولاد خوشوقت علی خاں میں آئے گا اور اس صورت میں جو سب سے بڑی اولاد ذکور میں سے ہوگا وہ متولی ہوگا اور سلسلہ تولیت اس کے اولاد سے لیا جائے گا اور اس کی انقطاع نسل کی حالت میں بروقت تخلیہ عہدہ تولیت جو سب سے بڑا لڑکا اولاد اناث خوشوقت علی خاں سے ہوگا وہ متولی ہوگا۔ غرض کہ اس طرح نسلاً بعد نسل تقرری و نامزدگی متولی وقف در صورت عدم نامزدگی بطریق متذکرہ بالا سلسلہ وار اولاد ذکور و اناث والد مقررہ سے ہوتا رہے گا۔ اگر کوئی متولی اپنے بعد کے واسطے نامزد متولی نہ کرے یا نامزد کردہ متولی وقت خالی ہونے عہدہ تولیت کے بقید حیات نہ ہو یا اس میں متولی ہونے کی اہلیت باقی نہ رہے اور سلسلہ اولاد ذکور و اناث میرے والد میں سے کوئی باقی نہ رہے اس وقت وہ شخص متولی ہوگا جس کو اہل خاندان شروانی ساکنان ندوہ دیہ مرد و پرگنہ مدرم ضلع ایٹہ منتخب کریں گے اور آئندہ متولی کا انتخاب اسی طریقہ پر ہوتا رہے گا۔ اگر کاش کسی وقت کوئی شخص میرے والد کی اولاد باقی نہ رہے اور منتخب کنندگان اپنا حق انتخاب عمل میں نہ لائیں تو حاکم وقت جو منتظم اوقاف مسلمان ہوگا وہ کسی شخص کو جو خاندان شروانی میں اس عہدہ کے قابل حنفی مذہب ہو اس کو متولی مقرر کرے گا۔

اب سوال یہ ہے کہ ہندہ اور عمر ایک ہی دادا کی اولاد ہیں۔ ہندہ نے اپنی جائیداد وقف کی اور سلسلہ تولیت اس جائیداد کا اس طرح ٹھہرایا گیا۔ (۱) جب تک میں زندہ ہوں میں متولی۔ (۲) میرے بعد عمر متولی۔ (۳) عمر کے بعد میری اولاد متولی (۴) جب میری اولاد میں سے کوئی بھی نہ رہے تو اس وقت وہ متولی ہوگا جس کو عمر اپنی حیات میں تولیت کے لئے نامزد کرے گا۔ اور اگر عمر اپنی حیات میں کسی کو نامزد نہ کرے تو پھر اس

صورت میں دوسرا انتظام تحریر ہے جس کا سوال ہذا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ (۵) اس وقف نامہ میں تولیت کی ان شرائط کے متعلق یہ تحریر کیا گیا ہے کہ (الف) مجھ کو یہ حق رہے گا کہ شرائط متعلقہ وقف میں مناسب وقت پر ترمیم و ردوبدل کر سکوں (ب) اگر میں کوئی ترمیم یا ردوبدل کروں گی تو وہ بذریعہ دستاویز رجسٹری شدہ عمل میں رہے گی (۶) اس وقف نامہ کی رجسٹری کے ایک عرصہ کے بعد واقف نے ایک اور دستاویز کی رجسٹری کرائی جس میں تحریر تھا کہ مجھ کو اب کوئی حق نہیں کہ میں شرائط مندرجہ وقف نامہ میں کوئی ترمیم کر سکوں میں اس ترمیم کے حق کو باطل کرتی ہوں۔ (۷) اس کے ایک عرصہ کے بعد واقف نے سلسلہ تولیت کے متعلق ایک ترمیم ایک پرچہ پر لکھوا کر عمر کے پاس برغرض حفاظت بھیجی اور وہ ترمیم نمبر ۴ کے اندر تھی اور وہ یہ تھی کہ عمر اپنے بعد کے لئے اپنی اولاد میں سے اس شخص کو متولی نہیں کر سکتا کہ جو شخص عمر کی موجودہ بیوی سے پیدا ہو اس کے سوائے کسی دوسرے کو کر سکتا ہے۔ (۸) اس کے ایک عرصہ کے بعد واقفہ کا انتقال ہو گیا۔ مگر اس ترمیم کی رجسٹری واقف نے نہیں کرائی۔ (۹) واقف کے انتقال کے بعد اس وقف کا عمر متولی ہوا ہے تو اب دریافت طلب یہ ہے کہ ترمیم جو بلا رجسٹری شدہ ہے عمر کیلئے قابل عمل ہوگی یا نہیں اور اس ترمیم کے قابل عمل نہ ہونے کا شبہ یہ نہیں ہے کہ واقفہ نمبر ہندہ اپنے ترمیم کے اختیارات کو باطل کر چکی تھی (کیونکہ شرعاً یہ ابطال معتبر نہ تھا) ورنہ یہ شبہ ہے کہ کسی ترمیم کی رجسٹری کرانا شرعاً ضروری ہے۔ چونکہ اس ترمیم کی رجسٹری نہیں کرائی گئی تو اب عمر کے لئے یہ ترمیم واجب العمل ہوگی یا نہیں۔ اگر واجب العمل نہیں تو جائز العمل بھی ہے یا نہیں"

المستفتی نمبر ۱۹۱۸ خلیل احمد علی گڑھی۔ تھانہ بھون (ضلع مظفر نگر) ۱۹ شعبان ۱۳۵۶ھ م ۲۵ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۶۸) اول تو وقف نامہ کی عبارت منقولہ کے الفاظ یہ ہیں کہ "اور مجھ کو یہ حق حاصل رہے گا کہ شرائط متعلقہ وقف میں مناسب وقت پر ترمیم و ردوبدل کر سکوں۔" اس میں لفظ شرائط متعلقہ وقف ہے شرائط متعلقہ تولیت نہیں ہے اور اس فقرے سے پہلے اور اس کے بعد دو مرتبہ شرائط متعلقہ تولیت آیا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ واقفہ نے لفظ شرائط متعلقہ وقف کو لفظ شرائط متعلقہ تولیت کے مقابلہ میں استعمال کیا ہے اس سے یہ مطلب صحیح ہو سکتا ہے کہ تولیت کے مستحقین تو با ترتیب یہی ہیں جو مذکور ہیں مگر ان متولیوں میں سے ایک واقفہ بھی ہے اور وہ اپنے کو اتنا اختیار دینا چاہتی ہے کہ متولیوں کی جماعت میں سے میں اس امر میں ممتاز ہوں کہ وقف کے شرائط میں ترمیم و تنسیخ کر سکوں اس عبارت کا اثر ان شرائط پر پڑے گا جو تولیت کے علاوہ ہوں گے۔ رہا تولیت میں تغیر و تبدل کا حق تو وہ اس میں شامل نہ ہوگا۔ وہ اصل وقف کی رو سے واقف کو حاصل ہے اور بلا شرط حاصل ہے (۱) اس لئے واقفہ کی ترتیب و شرائط تولیت میں ہر ترمیم قابل قبول اور واجب العمل ہوگی رجسٹری شدہ دستاویز کی شرط اس سے متعلق نہ ہوگی بلکہ یہ شرط ان تغیرات کے حق میں معتبر ہوگی جو تولیت

---

(۱) (قوله فللواقف عزل الناظر مطلقاً) أي سواء كان بجنحة أولا، وسواء كان شرط له العزل أولا (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب للواقف عزل الناظر، ۴/۴۲۷ ط سعيد)

کے علاوہ ہیں۔ اگر واقفہ شرائط وقف (ماورائے تولیت) میں کوئی ترمیم کرتی تو وہ بدون رجسٹری شدہ دستاویز کے معتبر نہ ہوتی مگر تولیت کی ترتیب و شرائط کی ترمیم رجسٹری شدہ دستاویز کی محتاج نہیں ہے۔(۱) واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد کی آمدنی اپنی موروثی ملک کہہ کر کھانے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

(سوال) اس شخص کی امامت کے متعلق کیا حکم ہے کہ جو مسجد کی سرکاری اور غیر سرکاری اوقاف کی ملک کو اپنی موروثی ملک کہہ کر اس کی آمدنی مسجد کے کاموں میں صرف کرنے کی جگہ خود کھاتا ہے جو نماز ایسے شخص کے پیچھے پڑھی جائے کیا وہ جائز ہے اور باوجود جاننے کے جو شخص ایسے شخص کی اقتدا کرے اس کے متعلق خدا اور رسول کا کیا حکم ہے؟

المستفتی نمبر ۱۹۵۸ عبدالرحیم صاحب میسوری ۲۴ شعبان ۱۳۵۶ھ م ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۶۹) جو شخص مسجد کی آمدنی خود خرد برد کرے اور مسجد پر خرچ نہ کرے وہ خائن فاسق ہے۔ نہ وہ تولیت وقف کی صلاحیت رکھتا ہے(۲) اور نہ امامت کے لائق ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

واقف اپنے شریک واقف کی اولاد سے تولیت کا زیادہ حق دار ہے

(سوال) تین بھائیوں نے اپنی تقسیم جائیداد کے وقت اپنی دیگر جائیداد تقسیم کرتے وقت ایک قطعہ اراضی اور مبلغ تیرہ ہزار روپے برائے وقف بہ نیت تعمیر جائیداد متعلقہ مسجد و تعمیر مسجد مشترکہ فنڈ سے علیحدہ رکھا تھا لیکن انہیں تین بھائیوں میں سے جو بڑا تھا وہ اس وقف پر قابض بن بیٹھا اور خود ساختہ متولی ہو گیا۔ اب وہ متولی خود ساختہ فوت ہو گیا ہے اور اس نے ۲۱ دسمبر ۱۹۳۶ء کو مرنے سے تقریباً دس ماہ پیشتر ایک رجسٹری کی رو سے اپنے لڑکے رحمت الٰہی کو متولی مقرر کر دیا حالانکہ باقی وقف کنندگان رحمت الٰہی کو پسند نہیں کرتے کیونکہ رحمت الٰہی غبن کے مقدمہ میں سزا یافتہ ہے اور اس کی دیانت و امانت مشتبہ ہے۔ کیا مرحوم اپنے لڑکے کو کسی دستاویز کی رو سے مقرر کر سکتا ہے اور وہ جائز متولی سمجھا جا سکتا ہے۔ جو تحریری رجسٹری بابت تولیت نامہ لکھی گئی ہے اس پر سوائے مرحوم خود ساختہ متولی کے اور کسی وقف کنندہ کے دستخط نہیں ہیں۔

المستفتی نمبر ۲۰۲۱ شیخ نصیب الٰہی صاحب (انبالہ) ۱۳ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۱۸ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۷۰) موقوفہ جائیداد کی تولیت کا حق پہلے تو خود واقف کو ہوتا ہے اس کے بعد اسے جس کو واقف

---

(۱) جاز شرط الاستبدال به ارضا اخرى او شرط بيعه ويشترى بثمنه ارضا اخرى اذا شاء فاذا فعل صارت الثانية كالأولى في شرائطها وان لم يذكرها ثم لا يستبدلها بثالثة (الدر المختار، كتاب الوقف، مطلب في استبدال الوقف ۴/ ۳۸۴ ط سعيد)

(۲) الصالح للنظر من لم يسأل الولاية للوقف وليس فيه فسق يعرف هكذا في فتح القدير، وفي الاسعاف لا يولى الا امين قادر بنفسه او بنائبه (الهندية، كتاب الوقف، الباب الخامس ۲/ ۴۰۸ ط ماجدية)

(۳) قال في ملتقى الابحر: ويكره امامة العبد والاعرابي والاعمى والفاسق (ملتقى الابحر مع شرحه مجمع الانهر، كتاب الصلاة، فصل في الجماعة سنة مؤكدة ۱/ ۱۰۸ ط بيروت) وفي شرح المنية على ان كراهة تقديمه (اي الفاسق) كراهة تحريم لما ذكرنا، قال ولذا لم تجز الصلاة خلفه اصلا عند مالك ورواية عن احمد (رد المحتار، كتاب الصلاة، قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام ۱/ ۵۶۰ ط سعيد)

متعین کرے۔(۱) صورت مسئولہ میں واقف تین شخص ہیں ان میں سے بڑے بھائی نے تولیت کا کام سنبھالا اور دوسرے بھائیوں نے تعرض نہیں کیا تو خیر وہ بھی درست تھا۔ لیکن اس کے انتقال کے بعد دوسرے بھائیوں کو جو واقف ہیں تولیت کا حق ہے۔ ان میں سے کسی کی موجودگی میں وہ دوسرے کو متولی بنانے کا حق نہیں رکھتا تھا۔ پھر جب کہ رحمت الٰہی کے افعال و اخلاق بھی معتمد نہیں ہیں اور اس کی دیانت داری پر اعتماد نہیں تو اس کو متولی بنانا درست ہی نہیں۔ لایولی الا امین قادر بنفسه او بنائبه.(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسلمان کے لئے شراب اور خنزیر کی تجارت مطلقاً ناجائز ہے
شراب اور خنزیر کے تاجر کو مسجد کا متولی نہ بنایا جائے
شراب اور خنزیر کے تاجر کا طیب مال مسجد پر لگایا جا سکتا ہے

(سوال)(۱) زید اپنی دوکان میں مادہ اور اشیاء کے شراب اور خنزیر کا گوشت فروخت کرتا ہے، تو شراب اور خنزیر کا گوشت فروخت کرنا شرعاً کیسا ہے۔(۲) زید کے لئے شرعاً کیا حکم ہے باوجود اس کے کہ حج بھی ادا کیا ہوا ہے اور شرعی حکم بھی معلوم ہے مگر وہ کوئی مجبوری دکھاتے کہ شراب اور خنزیر نہیں رکھوں گا تو بیوپار میں نقصان ہوتا ہے۔(۳) ایسے شخص کو کسی مسجد کا متولی یا کسی مدرسہ کا پریذیڈنٹ یا کسی انجمن کا صدر بنانا کیا حکم رکھتا ہے۔(۴) ایسے شخص سے مدد لے کر مسجد میں خرچ کرنے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

المستفتی نمبر ۲۰۶۲ محمد صدیق صاحب (کراچی) ۱۳ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۱۸ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۷۱)(۱) مسلمان کے لئے شراب اور خنزیر کے گوشت کی تجارت حرام ہے۔(۲) یہ عذر کافی نہیں ہے۔(۳) (۳) اگر کوئی دوسرا شخص متقی و پرہیزگار مل جائے جو انتظام کی قابلیت بھی رکھتا ہو تو اس کو مقدم رکھنا چاہئے(۴)(۴) مسجد میں اس کا طیب مال لے کر خرچ کیا جائے تو مضائقہ نہیں مخلوط اور مشتبہ مال مسجد کو لگایا جائے۔(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) (قوله ولاية نصب القيم الى الواقف) (ثم لوصيه ثم للقاضي) قال في البحر قدمنا ان الولاية ثابتة للواقف مدة حياته وان لم يشترطها (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب ولاية نصب القيم الى الواقف، ٤/ ٤٢١ ط سعيد)

(۲) ولا يولى الا امين قادر بنفسه او بنائبه لان الولاية مقيدة بشرط النظر وليس من النظر تولية الخائن لانه يخل بالمقصود (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب في شروط المتولي، ٤/ ٣٨٠ ط سعيد)

(۳) وفي الشامية ويجوز بيع سائر الحيوانات سوى الخنزير وهو المختار (رد المحتار، كتاب البيوع ٥/ ٦٩ سعيد) والحاصل ان جواز البيع يدور مع حل الانتفاع (الدر المختار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب بيع دودة القرمز ٥/ ٦٩ ط سعيد)

(۴) لا يولى الا امين قادر بنفسه او بنائبه لان الولاية مقيدة بشرط النظر وليس من النظر تولية الخائن لانه يخل بالمقصود وكذا تولية العاجز. (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب في شروط المتولي، ٤/ ٣٨٥ ط. سعيد) اي لا تقبل القول او ما يكون لبس بسببه على الريب (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب في شرط التولية فلا رشد فلا رشد، ص ٤/ ٤٥٧ ط سعيد)

(۵) (قوله بماله الحلال) قال تاج الشريعة: اما لو انفق في ذلك مالا خبيثا ومالا سببه الخبيث والطيب فيكره (رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب كلمة لا باس دليل على ان المستحب غيره، ١/ ٦٥٨ ط سعيد)

وقف کرنے والے فرخ کے انتقال کے بعد ان کی اولاد تولیت کی زیادہ حق دار ہے

(سوال)(۱) ایک مسجد ہے فرخ کے نام سے موسوم ہے جس کی وجہ یہ کہ کوئی بزرگ فرخ تھے ان کے انتقال ہو جانے کے بعد ان کی اولاد میں سے ڈپٹی نجف علی نے از سر نو پختہ اور بڑی مع دوکانوں کے تعمیر کرائی نجف علی تا زندگی اس کے متولی رہے۔ اس کے بعد ان کے بیٹے حافظ محمد حسین متولی رہے اب ان کے بعد چند آدمی متولی بنے ہوئے ہیں جن میں سے ایک حافظ محمد حسین کا بعید رشتہ دار بھی ہے جیسے زائد حسن، ناظر حسن۔ باقی غیر ہیں قابل دریافت یہ امر ہے کہ جب کہ محمد حسین کا لڑکا محمد حسن موجود ہے علاوہ لڑکے کے قریب رشتہ دار بھی موجود ہیں تو متولی شرعاً کون بنے گا۔ (۲) فرخ بزرگ کے پسری و دختری دونوں اولادیں ہیں۔ ان میں سے حق تولیت شرعاً کس کو ہے۔ (۳) اگر محمد حسن متولی بننے سے انکار کرے تو پھر کوئی خود ہی متولی بن جائے یا دوسروں کے مشورے سے متولی بنایا جائے یا محمد حسن کو اختیار ہے کہ وہ کسی کو متولی بنائے ؟

المستفتی نمبر ۲۰۶۳ صوفی دوست محمد (سہارنپور) ۱۸ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۲۳ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۷۲) ڈپٹی نجف علی یا فرخ بزرگ کی اولاد پسری و دختری تولیت کی دوسرے لوگوں سے زیادہ مستحق ہے اور حافظ محمد حسین صاحب کا لڑکا محمد حسن اور لوگوں سے زیادہ مستحق ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

زید (واقف) کی بیان کی ہوئی شرط کے مطابق ان کا بیٹا عبداللہ تولیت کا حق دار ہے

(سوال)(۱) زید نے اپنی جائیداد فی سبیل اللہ وقف کر کے مجملہ ۱۶ حصوں کے ۱۴ حصے آمدنی اخراجات مدرسہ و مساجد خاص اور ۲ آمدنی غیر قرابت مندان کی امداد کے لئے متعین کیا اور تقرر متولی کے لئے وقف نامہ میں یہ شرط مقرر کر دی کہ مسلمانان شہر واقف اور واقف کے بھائی اور بھتیجوں میں سے کسی شخص کو متولی مقرر کریں جو متدین اور صوم و صلوٰۃ کا پابند خوش اطوار اور ذاتی و علمی صلاحیت و قابلیت بھی رکھتا ہو اور جس میں سرکاری مال گذاری ادا کرنے کی استطاعت بھی ہو اور وقف نامہ میں یہ بھی لکھ دیا کہ اگر متولی مدات متعینہ و سرکاری مال گذاری و دیگر مطالبات ادا نہ کرے تو مسلمانان شہر کو ایسے متولی کو عہدہ تولیت سے برطرف کر دینے کا پورا حق حاصل ہوگا۔

(۲) عمر و زید کا بھتیجا صوم و صلوٰۃ کا پابند نہیں اور متدین بھی نہیں اور نہ اس میں کوئی ذاتی صلاحیت و علمی قابلیت ہے اور وہ جائیداد موقوفہ پر سولہ سال تک غاصبانہ قابض رہا اور منشاء وقف کو نظر انداز کرتا ہوا جائیداد موقوفہ کی آمدنی کو اپنی ذات میں صرف کرتا رہا اور عدالت سے عہدہ تولیت کے حاصل کرنے کی کوشش میں نادار و مفلس ہو گیا اور پھر بھی ناکام رہا۔ اور واقف کا ایک دوسرا بھتیجا مضافی شہر کے انتخاب اور عدالت کے فیصلہ سے متولی مقرر ہو گیا اور تقریباً ۱۲ سال تک متولی رہ کر وفات کر گیا۔

(۳) جائز متولی مرحوم کی وفات کے بعد عمر و مذکور زید کا بھتیجا جو از روئے فیصلہ عدالت، غاصب و نااہل و غیر

---

(۱) فی الدر المختار (وما دام احد یصلح للتولیة من اقارب الواقف لا یجعل المتولی من الاجانب) لانه اشفق (کتاب الوقف مطلب لا یجعل الناظر من غیر اهل الوقف ۴ / ۴۲۵ ط سعید)

متدین ثابت ہو چکا ہے۔ بکر عہدہ تولیت کا مدعی ہے اور بعد ممات سابق متولی مرحوم اس نے دو سال تک نہ مال گذاری سرکاری ادا کی نہ قسط جائیداد موقوفہ کی دی اور نہ اخراجات مسجد و مدرسہ کی طرف توجہ کی اور اب پبلک مسلمانان شہر سے کھلم کھلا کہتا ہے کہ میرے افلاس اور عزت پر رحم و کرم کر کے آپ لوگ مجھے متولی منتخب کریں تاکہ میں اپنی مالی حالت درست کر سکوں۔

(۴) عبداللہ پسر متولی مرحوم نے دو سال تک سرکاری مطالبات و مال گذاری ادا کر کے جائیداد موقوفہ کو صدمہ نیلام سے بچایا اور وہ متدین و خوش اخلاق و صوم و صلوٰۃ کا پابند بھی ہے اور کافی ذاتی صلاحیت و علمی قابلیت بھی رکھتا ہے اور مدات مدرسہ و مساجد تا امکان دو سال تک قائم رکھا تو ایسی حالت میں عمرو بمقابلہ عبداللہ کی طرح بھی عہدۂ تولیت کا حقدار ہو سکتا ہے؟ اور عمرو کے حق میں بمقابلہ عبداللہ رائے دہندگان کی بابت کیا حکم ہے؟

المستفتی نمبر ۲۰۹ حافظ سید عبدالرؤف صاحب (ضلع گیا) ۳ شوال ۱۳۵۶ھ م ۲۰ دسمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۷۳) ان حالات کے صحیح ہونے کی صورت میں عبداللہ کو متولی مقرر کرنا لازم ہے اور عمرو عہدۂ تولیت کا اہل نہیں ہے۔ اس کو متولی مقرر کرنا گناہ ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

اصلح اور اورع تولیت اور سجادگی کے لئے متعین کرنا چاہئے

(سوال) (۱) ایک شخص آبکاری کی ملازمت ایک مدت تک کر چکا ہے اور نشلی اشیاء شراب وغیرہ کی خرید و فروخت میں اس کی آمدنی میں کافی انضمام کر چکا ہے۔ ایسا شخص کسی بزرگ کی درگاہ شریف کا متولی اور سجادہ نشین ہو سکنے کی صلاحیت رکھتا ہے یا نہیں بالخصوص جب کہ درگاہ کے متولی ہونے کے لئے اورع اور اصلح ہونا شرط سجادگی میں ہو۔ ایسی صورت میں شخص مذکور ورع و اصلح اور متقی و پرہیزگار میں شمار ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) دوسرا شخص جس میں مذکورہ عیب نہ ہوں اور عام مسلمان ان کو عزت اور وقار کی نگاہ سے دیکھتے ہوں اول شخص کے دیکھتے ہوئے مذکور بالا سجادگی اور تولیت کا دعوی کرے تو دونوں شخصوں میں سجادگی اور تولیت کے لئے بہتر اور افضل کون ہو سکتا ہے؟

المستفتی نمبر ۲۲۰۷ سید زین سید علی (سورت) ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ ۲۲ جنوری ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۷۴) جب کہ اصلح اور اورع کی شرط بھی ہے تو اصلح اور اورع شخص ہی تولیت اور سجادگی کے لئے متعین کرنا چاہئے۔(۲) گزشتہ اعمال سے اگر توبہ صادقہ کر لی جائے تو وہ قابل مواخذہ نہیں رہتے مگر شرط یہ ہے کہ توبہ صحیح اور سچی ہو گئی ہو۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

---

(۱) ولايجعل القيم فيه من الاجانب ما وجد في ولد الواقف واهل بيته من يصلح لذالك ... ثم لايخفى ان تقديم من ذكر مشروط بقيام الاهلية فيه حتى لو كان خائنا يولى اجنبي حيث لم يوجد فيهم اهل، لانه اذا كان الواقف نفسه يعزل بالخيانة فغيره اولى (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب لايجعل الناظر من غير اهل الوقف، ٤/ ٤٢٤، ٤٢٥ ط سعيد)

(۲) لايولى الا امين قادر بنفسه او بنائبه (الهندية، كتاب الوقف، الباب الخامس، ٢/ ٤٠٨ ط ماجدية) وفي الاسعاف لو شرط الواقف كون المتولي من اولاده واولاد اولادهم ليس للقاضي ان يولي غيرهم، ولو فعل لا يصير متوليا (كتاب الوقف، مطلب لايجعل الناظر من غير اهل الوقف، ٤/ ٤٢٥ ط سعيد)

(۳) لايجعل القيم فيه من الاجانب ما وجد في ولد الواقف من يصلح لذالك، فان لم يجد فيهم من يصلح لذالك فجعله الى اجنبي ثم صار فيهم من يصلح له صرفه اليه ... وافتى بعضهم ان من كان من اهل الوقف لايشترط كونه مستحقا بالفعل بل يكفي كونه مستحقا بعد زوال المانع وهو ظاهر (رد المحتار، كتاب الوقف، لايجعل الناظر من غير اهل الوقف، ٤/ ٤٢٤ ط سعيد)

مسجد کی رقم دبانے والا خائن اور فاسق ہے

(سوال) مسمی یوسف ولد بھولو قوم رائیں ساکنہ تنگا نہری تحصیل و ضلع لدھیانہ کے پاس چھ روپیہ مسجد کا بطور امانت عرصہ آٹھ یا نو سال سے ہے۔ اس سے کئی دفعہ دریافت کیا گیا کہ روپیہ دے دو تاکہ مسجد کا بتیا حصہ تعمیر کیا جا سکے مگر وہ ہمیشہ لیت و لعل کر کے ٹالتا رہا۔ بروز عید الفطر مجمع عام میں اس سے روپے طلب کئے گئے تو وہ گالیاں دینے لگا۔ دوسری دفعہ پھر چند روز کے بعد میں نے اس سے اسی طرح مجمع عام میں دریافت کیا۔ اس نے پھر بھی گالیاں دیں اور روپیہ دینے سے انکاری ہے۔ بموجب شرع شریف شخص مذکور کے حق میں کیا حکم ہے؟

(نوٹ) مندرجہ ذیل شخص موقع کے گواہ ہیں۔ عبد اللہ ولد قادر بخش، محمد علی ولد علی بخش، رحمت ولد سہنا، یوسف ولد کالو، خیر الدین ولد اکبر علی، دین محمد ولد نتھو۔

المستفتی نمبر ۲۲۸۳ محمد بخش صاحب (لدھیانہ) ۴ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ م جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۷۵) جس شخص کے پاس مسجد کی رقم ہو اور مسجد کی ضرورت کے وقت وہ رقم واپس نہ دے اور رقم مانگنے پر گالیاں دے وہ خائن اور فاسق ہے مسلمان اس سے بذریعہ عدالت رقم واپس لے سکتے ہیں۔(۱) اور اس کی ناشائستہ حرکت پر اس کو برادری سے نکال سکتے ہیں۔ جب تک توبہ نہ کرے اس کو برادری میں نہ لیں۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

زید (متولی) مسجد کے ذمہ پر مسجد کی آمدنی کا حساب کتاب رکھنا ضروری ہے

(سوال) زید کے پاس آمدنی مسجد کی جمع ہے جس کا زید باقاعدہ حساب نہیں لکھتا نہ مردمان محلہ کو حساب سمجھاتا ہے وہ بلا اجازت جملہ مردمان اس آمدنی کو دو تین آدمی اپنی میل جول کے کہنے سے خرچ کر دیتا ہے۔ یہ فعل زید کا کیسا ہے؟

المستفتی نمبر ۲۲۹۵ عبد الحکیم۔ نارنول۔ ۲ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ م ۲ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۷۶) مسجد کی آمدنی حسب ضرورت مسجد میں خرچ کرنا لازم ہے۔(۳) اور اس کا باقاعدہ حساب رکھنا اور نمازیوں کو مطمئن کر دینا بھی زید کے ذمہ لازم ہے۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

---

(١) ولو ترك العمارة وفي يده من غلته ما يمكنه ان يعمره فالقاضي يجبره على العمارة، فان فعل والا اخرجه من يده كذا في المحيط. (الفتاوى الهندية، كتاب الوقف، الباب الخامس، ٢ / ٤٠٩ ط ماجدية)

(٢) وعلى الثلاثة الذين خلفوا حتى اذا ضاقت عليهم الارض بما رحبت وضاقت عليهم انفسهم (سورة التوبة، الجزء الحادي عشر، رقم الآية نمبر ١١٨) قوله (حتى اذا ضاقت عليهم الارض بما رحبت) قال المفسرون معناه ان النبي عليه السلام صار معرضا عنهم ومنع المؤمنين من مكالمتهم وامر ازواجهم باعتزالهم وبقوا على هذه الحالة خمسين يوما وقيل اكثر (التفسير الكبير، سورة التوبة الجزء الحادي عشر، رقم الآية نمبر ١١٨ الاعلام الاسلامي)

(٣) ويجب صرف جميع ما يحصل من نماء وعوائد شرعية وعرفية لمصارف الوقف الشرعية (الدر المختار، كتاب الوقف، مطلب فيما ياخذه المتولي من العوائد العرفية، ٤ / ٤٥٠ ط سعيد)

(٤) لا يلزم المحاسبة في كل عام، ويكتفي القاضي منه بالاجمال لو معروفا بالامانة، ولو متهما يجبره على التعيين شيئا فشيئا ولو اتهمه يحلفه. (الدر المختار، كتاب الوقف، مطلب في محاسبة المتولي، ٤ / ٤٤٨ ط سعيد)

(۱) کیا اولاد میں اہلیت نہ ہونے کی وجہ سے انہیں متولی سے ہٹایا جا سکتا ہے؟
(۲) واقف اور اس کی اولاد واقف کے بھائیوں اور ان کی اولاد سے تولیت میں مقدم ہوگی

(سوال) (۱) واقف کے گھر والوں میں سے مسجد کی تولیت و خدمت کے قابل کوئی ایک شخص بھی موجود نہ ہونے کی صورت میں کسی اجنبی غیر شخص کو متولی مقرر کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر واقف کے اہل خاندان میں سے کوئی اہل و قابل شخص موجود نہ ہونے کے سبب سے کسی غیر شخص کو حاکم نے یا گھر والوں نے متولی مقرر کیا تھا۔ اس کے بعد واقف کے خاندان سے کوئی ایک شخص خدمت تولیت کے قابل عاقل و بالغ امانت دار پایا گیا تو اس اجنبی غیر شخص کو اس خدمت سے علیحدہ کر کے واقف کے خاندانی شخص کو متولی مقرر کرنا جائز ہے یا نہیں؟
(۲) واقف کے بیٹے یا پوتے بہ نسبت بھائیوں اور بھتیجوں کے تولیت کا زیادہ استحقاق کون رکھتے ہیں؟

المستفتی نمبر ۲۲۱۵ مولوی غلام رسول صاحب (بہار) ۲۵ رجب ۱۳۵۷ھ م ۲۱ ستمبر ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۷۷) جب تک واقف کے خاندان میں تولیت کے لائق کوئی شخص مل سکے تو وہی متولی بنایا جانا چاہئے اور اگر کوئی اجنبی متولی ہو اور واقف کے خاندان میں سے کوئی مستحق تولیت مل جائے تو اس کو متولی بنا دینا اور اجنبی کو علیحدہ کر دینا چاہئے۔

ولایجعل القیم فیه من الاجانب ما وجد فی ولد الواقف واهل بیته من یصلح لذلك فان لم یجد فیهم من یصلح لذلك فجعله الی اجنبی ثم صار فیهم من یصلح له صرفه الیه اھ (ردالمحتار نقلاً عن کافی الحاکم)(۱)

واقف کا بیٹا، پوتا، پڑپوتا، بھائیوں اور بھائیوں کی اولاد پر مقدم ہے۔

ومفاده تقدیم اولاد الواقف(۲) (ردالمحتار) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

(۱) فقراء کیلئے وقف کی ہوئی آمدنی سے واقف کے حاجتمند، اولاد و اقارب کو دے سکتے ہیں
(۲) عورت متولی بن سکتی ہے
(۳) متولی کا وقف کی آمدنی سے معاوضہ لینا

(سوال) (۱) زید نے کچھ اراضیات و مکانات کی آمدنی مسجد کے اخراجات اور فقراء کی امداد کے لئے وقف کر ڈالا ہے۔ مذکورہ وقف کی آمدنی زید کے محتاج اقارب اور اولاد کو دینا جائز ہے یا نہیں؟
(۲) عورت کا متولی ہونا اور نیابۃً خدمت تولیت انجام دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟
(۳) متولی کا وقف کی آمدنی سے معاوضہ حق السعی لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۲۱۶ مولوی غلام رسول صاحب (بہار) ۲۵ رجب ۱۳۵۷ھ م ۲۱ ستمبر ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۷۸) (۱) ہاں فقراء کی امداد کی مد سے واقف کے حاجتمند اقارب و اولاد کو دینا جائز ہے۔(۳)

---

(۱) (۲) (ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب لایجعل الناظر من غیر اهل الوقف، ۴/ ۴۲۴ ط سعید)
(۳) اذا جعل ارضه صدقة موقوفة علی الفقراء والمساکین فاحتاج بعض قرابته او احتاج الواقف، ان احتاج الواقف لایعطی له من تلك الغلة شیء منه لکن ان احتاج بعض قرابته وولده الی ذلك الوقف ینظر الی الاقرب فالاقرب ویعطی لصلب اولاً ثم ولد الولد فان لم یکن وفضل اعطی فقراء قرابته (الهندیة، کتاب الوقف، الباب الثالث الفصل الثانی فیما اذا وقف علی الفقراء، ۲/ ۳۹۵ ط سعید)

(۲) عورت بھی متولی ہو سکتی ہے بشرطیکہ وہ اپنے نائب سے وقف کا انتظام کرا سکے۔(۱)
(۳) متولی اوقاف کی آمدنی سے حق السعی لے سکتا ہے جب کہ واقف نے مقرر کیا ہو یا حاکم کی اجازت سے۔(۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

شراب خور اور محرمات شرعیہ کا مرتکب وقف کا متولی نہیں بن سکتا

(سوال) بعض حکومتوں نے قوانین وقف نافذ کیے ہیں جن کے لئے افسر اعلیٰ جو کمشنر اوقاف کے نام سے موسوم ہوتا ہے اور حکومت کی طرف سے اوقاف کے متعلق مکمل اختیارات ملتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا شرعاً ایسا شخص افسر اعلیٰ ہو سکتا ہے جو ہمیشہ شراب خوری اور محرمات شرعیہ میں مبتلا ہو۔

المستفتی نمبر ۲۶۱۷ ایچ ایچ محی الدین (کلکتہ) ۶ جمادی الاول ۱۳۵۹ھ م ۱۳ جون ۱۹۴۰ء

(جواب ۱۷۹) فاسق و فاجر مرتکب کبائر ایسے عہدوں کا اہل نہیں ہے۔ جن میں شرعی ضوابط و قوانین کی پابندی سے کام کرنے کی اہمیت زیادہ ہو۔ ولا یولی الا امین قادر بنفسہ او بنائبہ (۳) (ردالمحتار) ان الناظر اذا فسق استحق العزل ولا ینعزل کالقاضی (ردالمحتار کتاب الوقف مطلب عزل الناظر)(۴)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

الجواب صحیح۔ حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی۔

طویل رخصت کی ابتدا میں رخصت معروفہ کی تنخواہ کا حکم

(سوال) زید ایک مدرسہ کا سرپرست ہے۔ عمرو اس کا مہتمم ہے اور بکر اس مدرسہ میں تالیف و تصنیف کے کام پر ملازم ہے۔ اس مدرسہ کا قانون مطبوعہ نہیں اور جو غیر مطبوعہ ہے وہ صرف مہتمم کے پاس ہے۔ ملازمین کے پاس اس کی نقل نہیں ہے۔

اب صورت یہ پیش آئی کہ بکر کی ایک دوسری جگہ سے طلبی آئی جس کو بکر نے زید کے مشورہ سے منظور کر لیا اور مدرسہ مذکورہ سے ایک سال کی رخصت زبانی لی۔ استعفیٰ نہیں دیا اور زمانہ رخصت کے لئے بکر نے مدرسہ کا کام سرپرست اور مہتمم کی رضامندی اور اجازت سے اپنے ساتھ لیا کہ اوقات فرصت میں یہ کام پورا کر دیا جائے گا۔ اگرچہ اس کا معاوضہ پہلے معاوضہ سے مختلف ہوگا اور تاریخ روانگی ۱۲ ذی الحجہ مقرر کی۔ مدرسہ مذکورہ میں ۹ ذی الحجہ سے ۱۲ ذی الحجہ تک عیدالاضحیٰ کی تعطیل ہوتی ہے۔ جب بکر نے اپنی روانگی ایام تعطیل ہی میں مقرر کی تو سرپرست مدرسہ نے بکر سے زبانی کہا کہ عمرو مہتمم مدرسہ کو ایام تعطیل کی تنخواہ دینے میں تردد ہے

---

(۱) فی الاسعاف لا یولی الا امین قادر بنفسہ او بنائبہ ویستوی فیہ الذکر والانثی وکذا الاعمی والبصیر (الھندیۃ کتاب الوقف، الباب الخامس، ۲/ ۴۰۸ ط ماجدیۃ)

(۲) فی الدرالمختار: وللمتولی اجر مثل عملہ (وفیہ) لیس للمتولی اخذ زیادۃ علی ما قرر لہ الواقف اصلا، (قولہ قلت لکن الخ) لیس للمتولی اخذ زیادۃ علی ما قررہ لہ الواقف وما سیجیء فی الوصایا فیمن نصبہ القاضی ولم یشترط لہ الواقف شیئاً او عین لہ الواقف اقل من اجر المثل فللقاضی ان یکمل لہ اجر المثل بطلبہ (ردالمحتار کتاب الوقف، مطلب فیما یاخذہ المتولی من العوائد العرفیۃ ۴/ ۴۵۰، ۴۵۱ ط سعید)

(۳) (۴) (ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب فی شروط المتولی، ۴/ ۳۸۰ ط سعید)

کیونکہ اب تک ایسی نظیر نہیں پیش آئی کہ کسی ملازم مدرسہ نے ایام تعطیل میں رخصت لی ہو اور اس کو ایام تعطیل کی تنخواہ دی گئی ہو۔ اس لئے اس صورت کے متعلق مدرسہ میں کوئی قانون بھی نہیں ہے۔ بکر نے کہا کہ اگر عمرو کو تردد ہے تو اس تردد کی حاجت نہیں۔ میں ایام تعطیل کی تنخواہ نہیں لوں گا بلکہ ۸ ذی الحجہ تک کی تنخواہ لے لوں گا۔

اس کے بعد اتفاق سے بکر کی روانگی اپنی کسی ضرورت سے ۱۲ کو ملتوی ہو گئی اور [illegible] کو قرار پائی اور اس التواء کی اطلاع زید و عمرو دونوں کو کر دی گئی۔ اس کے بعد بکر نے ایام تعطیل میں بھی (حسب عادت) اور ایام تعطیل کے بعد بھی مدرسہ کا کام کیا اور ۵ ذی الحجہ کو عمرو مہتمم کے نام اس مضمون کا خط لکھا۔ عمرو مہتمم مدرسہ کو اس خط کے الفاظ اور مضمون کی صحت کا اقرار ہے

"مہربان مولوی صاحب سلام علیکم و رحمۃ اللہ

تم کو ایام تعطیل کی تنخواہ دینے میں اس لئے تردد تھا کہ میں تعطیل کے اندر جانے کا ارادہ کر چکا تھا مگر اب میں ۲ ذی الحجہ کو نہیں گیا بلکہ تعطیل کے بعد بھی ۵ ذی الحجہ تک کام کر چکا ہوں۔ اس صورت میں اگر تم کو ایام تعطیل کی تنخواہ دینے میں تردد نہ ہو اور قانون مدرسہ کے مطابق اب میں ۵ ذی الحجہ تک تنخواہ کا مستحق ہوں تو دی جائے ورنہ حق سے زیادہ ایک پیسہ لینا نہیں چاہتا۔"

اس پر عمرو نے ۵ ذی الحجہ تک کی تنخواہ بکر کو بھیج دی۔ جس کو بکر نے یہ سمجھ کر لے لیا۔ عمرو نے قانون کے موافق (اگر وہ تھا) عمل کیا ہے اور اس نے قانون سے مجھے مستحق سمجھا ہے پھر ۱۶ ذی الحجہ کو جب بکر عمرو سے رخصتی ملاقات کرنے اس کے مکان پر گیا تو زبانی یہ بھی کہہ دیا کہ ایام تعطیل کی تنخواہ کے متعلق حضرت سرپرست سے بوجہ علالت (کیونکہ وہ بیمار ہو چکے تھے) استصواب نہیں ہو سکا۔ بعد میں استصواب کرا لیا جائے۔ اگر ان کو اس رقم کے معاملے میں تردد ہو تو میں یہ رقم واپس کر دوں گا یا آئندہ اس کام کے حساب میں لگائی جائے گی جو میں اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں لہذا اس وقت تک کہ سرپرست سے استصواب کیا جائے اس کو قرض سمجھا جائے۔ جب زید سرپرست مدرسہ کو بعد صحت اس کا علم ہوا کہ بکر نے ایام تعطیل کی تنخواہ لے لی ہے تو انہوں نے بکر کے اس فعل کو (یہاں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ زید نے اس معاملہ کی تحقیق صرف عمرو سے کی اور اس کے بیان پر بکر کو مورد الزام قرار دیا۔ بکر سے اس معاملہ کی تحقیق نہیں کی گئی۔ حالانکہ عمرو نے بکر کا وہ خط بھی بجنسہ زید کے سامنے پیش نہیں کیا تھا اور غالباً وہ زبانی گفتگو بھی پیش نہیں کی تھی جو عمرو کے مکان پر آخری ملاقات کے وقت بکر کہہ گیا تھا۔ عمرو کو اس کا اقرار ہے کہ اس نے وہ خط بجنسہ پیش نہیں کیا بلکہ اپنی یاد سے اس کا مضمون لکھ کر زید کو دے دیا تھا۔) اکل مال بالباطل اور ارتکاب خیانت قرار دیا جس کی وجوہ حسب ذیل تحریر کیں۔

( ) بکر نے پہلے یہ کہا تھا کہ ایام تعطیل کی تنخواہ نہ لوں گا۔ پھر اس کو ان ایام کی تنخواہ لینا جائز نہ تھا۔

(۲) مدرسہ کی ملازمت کا تعلق اسی وقت ختم ہو گیا تھا جب بکر نے ۱۲ ذی الحجہ کو روانگی طے کر دی تھی۔ اس کے بعد جو روانگی ملتوی ہوئی وہ مدرسہ کی مصلحت سے نہیں بلکہ اپنی ضرورت سے ہوئی اور ایام تعطیل میں یہ اس سے

بعد جو کام کیا گیا وہ پہلی ملازمت کے تعلق سے نہیں ہوا بلکہ دوسرے تعلق سے ہوا۔ اگر پہلے تعلق سے کام کرنا تھا تو اس کیلئے مستقل اجازت کی ضرورت تھی۔ بکر نے اس کے جواب میں ایام تعطیل کی تنخواہ فوراً خوشی سے واپس کر دی اور الزام خیانت اور اکل مال بالباطل کے جواب میں وہ یہ کہتا ہے :

(الف) زید نے ایام تعطیل کی تنخواہ کے متعلق مجھ سے تردد یا اپنی رائے کو بیان نہیں کیا تھا بلکہ عمرو مہتمم کو زبانی نقل کیا تھا کہ اس کو ان ایام کی تنخواہ دینے میں تردد ہے تو صورت ثانیہ پیدا ہونے پر میں نے مہتمم ہی سے قانون کی تحقیق ضروری سمجھی اور والا جو یہ کہا تھا کہ ایام تعطیل کی تنخواہ نہ لوں گا اس کی وجہ بھی ساتھ ہی بتلا دی تھی کہ اگر مہتمم کو تردد ہے تو میں ان ایام کی تنخواہ نہ لوں گا اور مہتمم کے تردد کا منشاء ایام تعطیل کے بعد عمل کا نہ ہونا تھا۔ پھر ان ایام کی تنخواہ اس وقت لی گئی جب خود ایام تعطیل میں اور پھر ایام تعطیل کے بعد کام کر کے مہتمم کو صاف صاف لکھ دیا گیا تھا کہ اگر اب تم کو تردد نہ ہو اور تم مجھے قانون مدرسہ سے ان ایام کی تنخواہ کا مستحق سمجھتے ہو تو دیدو لہذا میرے قول و فعل میں کوئی تعارض نہیں۔

(ب) مدارس کا عرف یہ ہے کہ زبانی رخصت لینے اور تاریخ روانگی مقرر کر دینے پر رخصت کے احکام مرتب نہیں ہوتے بلکہ رخصت عمل سے شروع ہوتی ہے یعنی جب رخصت لینے والا مدرسہ سے چلا جاوے۔ اپنے کام کو مہتمم کے حوالے کر دے۔ اپنے دفتر یا درسگاہ کی کنجی اس کو دے دے۔ البتہ استعفیٰ اور عزل کا اثر اسی وقت سے شروع ہو جاتا ہے جب کہ استعفیٰ دے یا عزل کا تحقق ہو اور صورت واقعہ میں نہ استعفیٰ ہوا ہے نہ عزل بلکہ رخصت لی گئی ہے۔ اور میں نے ۱۵ ذی الحجہ سے پہلے دفتر کی کنجی مہتمم کے حوالے نہیں کی نہ اپنا گزشتہ کام ۱۵ سے پہلے اس کے سپرد کیا۔ چنانچہ باقاعدہ تحریری درخواست رخصت بھی اس سے پہلے نہیں دی گئی لہذا ۲ ذی الحجہ کو تاریخ روانگی مقرر کر دینے سے میں مدرسہ کے تعلق سابق سے بے تعلق قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مدارس کا یہ عرف عام ہے خواہ التواء مدرسہ کی ضرورت سے ہو یا اپنی کسی ضرورت سے ہو۔ ایک شخص رخصت لے کر ریل چھوٹ جانے یا کسی اور ناگہانی سبب پیش آنے سے روانہ نہ ہو سکے اور وقت پر کام پر حاضر ہو جائے اور مہتمم کو اپنی روانگی کے التواء سے مطلع کر دے تو وہ حاضر شمار ہوتا ہے اور تعلق سابق ہی پر حاضر شمار ہوتا ہے لہذا جب تک کسی مدرسہ میں اس عرف عام کے خلاف قانون نہ ہو اس وقت تک اسی عرف ہی کے مطابق عمل ہوگا اور اس پر عمل کرنے والے کو خائن یا آکل مال بالباطل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ایام بطالت شرعاً ایام ماضیہ سے ملحق ہوتے ہیں یا ایام مستقبلہ سے ؟

بے کاری

(ج) جب میں نے مہتمم کو صورت اول کے بدلنے پر صاف لکھ دیا تھا کہ اگر اب تم کو تردد نہ ہو اور قانون مدرسہ سے ایام تعطیل کی تنخواہ کا مجھے مستحق سمجھتے ہو تو دی جائے ورنہ نہیں۔ اور اس کے بعد زبانی بھی اس سے کہہ چکا تھا، حالانکہ یہ ضروری نہیں تھا کیونکہ خود سرپرست نے (موقع بیان میں) اپنے کسی تردد کا تو اظہار ہی نہیں کیا تھا۔ یہ صرف مزید احتیاط کے لئے کیا گیا کہ اگر سرپرست کو اس میں کسی وقت تردد ہو تو اس کو عمل مستقبل کی اجرت محدد قرار دے لی جائے یا مجھ سے واپس منگالی جائے تو اب مجھے خائن یا آکل مال بالباطل کیونکر کہا جا سکتا ہے کیونکہ اس تحریر کے بعد مہتمم کا ۱۵ ذی الحجہ تک کی تنخواہ بھیج دینا بکر کے استحقاق کو قانون مدرسہ سے تسلیم کر لینا

ہے اور یہ کہ جب مہتمم کو وہ تردد نہیں رہا جو پہلے تھا۔ اس صورت میں بکر کو یہ سمجھ کر ان ایام کی تنخواہ دینا جائز تھا کہ رخصت کے احکام محض زبانی رخصت دینے اور تاریخ روانگی مقرر کر دینے سے شروع نہیں ہوتے بلکہ عمل سے شروع ہوتے ہیں۔

اگر اس مدرسہ میں یہ قانون نہ تھا تو عمرو کا فرض تھا کہ بکر کو قانون سے مطلع کرتا جب کہ وہ اپنی تحریر میں قانون مدرسہ کے موافق عمل کرنے کی تاکید کر چکا تھا۔ چنانچہ جب زید کی تحریر سے بکر کو علم ہوا کہ اس مدرسہ میں رخصت اور عزل و مستعفی میں فرق نہیں کیا جاتا تو فوراً وہ رقم واپس کر دی گئی - پس علمائے کرام فیصلہ فرمائیں کہ صورت مسئولہ میں ان ایام کی تنخواہ دینے میں بکر شرعاً خائن و آکل مال بالباطل تھا یا نہیں؟ اور اگر تھا تو کیا تنہا وہی مجرم تھا یا عمرو مہتمم مدرسہ بھی مجرم تھا جس نے اپنے عمل سے بکر کو یہ دھوکا دیا کہ وہ حق سمجھ کر قانون مدرسہ کے موافق ان ایام کی تنخواہ دے رہا ہے اور اب اس کو کچھ تردد نہیں ہے۔

المستفتی نمبر ۲۶۵۲ حقیر محمد عثمانی عفی عنہ مدرسہ اشرف العلوم (ڈھاکہ) ۲ شعبان ۱۳۵۹ھ م ۵ ستمبر ۱۹۴۰ء

(جواب ۱۸۰) اس معاملہ میں کئی باتیں قابل غور و تصفیہ ہیں۔ اول یہ کہ بکر جو مدرسہ میں تصنیف و تالیف کے کام پر ملازم ہے وہ غالباً اجیر خاص یا اجیر وحد کی حیثیت سے ملازم ہوگا۔ اجیر مشترک کی حیثیت نہ رکھتا ہوگا۔ دوم یہ کہ اجیر وحد وقت و مدت کے لحاظ سے ملازم ہوتا ہے عمل کی نوعیت تو متعین ہوتی ہے مگر عمل کی مقدار معین نہیں ہوتی اور مستحق اجرت ہونے کے لئے تسلیم نفس فی المدۃ المتعینہ ضرورت ہے نہ تحقیق عمل۔ (۱) سوم یہ کہ تعطیلات معروفہ یا مشروطہ میں بغیر تسلیم نفس اور بغیر عمل کے بھی وہ اجرت کا مستحق ہوتا ہے۔ اسی طرح فرائض و واجبات شرعیہ کی ادائیگی میں جس قدر وقت صرف ہو اس کی اجرت کا بھی مستحق ہوتا ہے۔ (۲) چہارم یہ کہ رخصت دو طرح کی ہے۔ ایک بلاوضع تنخواہ۔ دوسری بوضع تنخواہ۔ اول الذکر یعنی رخصت بلاوضع تنخواہ بطالہ معروفہ یا مشروطہ کے حکم میں ہے۔ یعنی جس طرح بطالہ معروفہ یا مشروطہ (تعطیلات معروفہ یا مشروطہ) کا عقد اجارہ کے بقا پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور اجارہ بحالہا قائم و ممتد باقی رہتا ہے۔ اسی طرح رخصت بلاوضع تنخواہ کا اجارے کے بقا و قیام و امتداد ما بعد الرخصت پر اثر نہیں پڑتا۔ (۳) اور ثانی الذکر یعنی رخصت بوضع تنخواہ کا حکم مختلف ہے۔ اس کا مطلب اجارۂ سابقہ کو ختم کر دینا ہوتا ہے اور رخصت کے بعد پھر ملازم کو کام پر آجانے کی اجازت دینا گویا اجارۂ جدیدہ منعقد کرنا ہوتا ہے۔ یعنی رخصت بوضع تنخواہ دیتے وقت مستاجر عقد اجارۂ سابق کو ختم کرنے کے ساتھ آئندہ کے لئے اجیر سے وعدہ کرتا ہے کہ بعد انقضاء رخصت تم کام پر آؤ گے تو میں رکھ

---

(۱) كما تجب الاجر باستيفاء المنافع تجب بالتمكن من استيفاء المنفعة اذا كانت الاجارة صحيحة (الهداية، كتاب الاجارة، باب الذي في بيان انه متى تجب الاجرة، ٤ / ٤١٣ ط ماجدية) والاجير الخاص من يستحق الاجر بتسليم نفسه وبمضي المدة ولا يشترط العمل في حقه لاستحقاق الاجر. (الهداية كتاب الاجارة الباب الثاني في بيان انه متى تجب الاجرة ٤ / ٤١٣ ط ماجدية)

(۲) اذا استأجر رجلاً يوماً ليعمل كذا فعليه ان يعمل ذلك العمل الى تمام المدة، ولا يشتغل بشيء آخر سوى المكتوبة وله ان يؤدي السنة ايضاً (الفتاوى العالمگیرية، كتاب الاجارة، الباب الثالث في الاوقات التي يقع عليها عقد الاجارة، ٤ / ٤١٦، ٤١٧ ط ماجدية)

(۳) وهل يأخذ ايام البطالة كعيد ورمضان، لم اره وينبغي الحاقه ببطالة القاضي، واختلفوا فيها والاصح انه يأخذ　وفي الشامية فقال في المحيط انه يأخذ لانه يستريح لليوم الثاني　وفي نسخة القاضي يستحق الكفاية من بيت المال في يوم البطالة في الاصح (الدر المختار، كتاب الوقف، مطلب في استحقاق القاضي والمدرس الوظيفة في يوم البطالة، ج ٤ / ٣٧٢، سعيد)

لوں گا مگر اس رخصت کے زمانہ میں وہ مستاجر سابق کا اجیر نہیں ہے ورنہ وہ کسی دوسری جگہ اجیر وحد کی حیثیت سے کام نہیں کر سکتا۔

صورت مسئولہ میں بکر کا اجیر وحد ہونا تو اس وجہ سے کہ منازعت استحقاق اجرت ایام میں ہے نہ استحقاق اجرت عمل میں تقریباً متعین ہے اور میں قرائن سے یہ بھی متعین کر لیتا ہوں کہ رخصت جو لی گئی ہے وہ رخصت بوضع تنخواہ ہے۔ جس کا مطلب عقد اجارۂ سابق کو ختم کر دینا ہوتا ہے۔ پس بکر نے عمرو مہتمم سے رخصت لیتے وقت اگر ۱۲ذی الحجہ سے رخصت لی یعنی ۲ ذی الحجہ رخصت میں شامل ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اجارۂ سابقہ ۱۱ذی الحجہ پر ختم کر دیا گیا اور اگر مہتمم مدرسہ رخصت دینے میں مستقل ہے یعنی اس کا عمل سرپرست کی رضامندی اور تنقید کی اجازت پر مبنی یا موقوف نہیں تو یہ معاملہ ختم ہو گیا۔ اب ذی حجہ تک بکر مدرسہ کا بدستور ملازم ہے۔ اگر مدرسہ میں کوئی قانون ایسا موجود ہو کہ رخصت بوضع تنخواہ، اگر اثناء تعطیل سے یا تعطیل کے بعد متصل شروع ہو تو ایام تعطیل کی تنخواہ نہ ملے گی یعنی ایسی صورت میں عقد اجارہ ایام عمل کے آخری دن پر ہی ختم ہو جانا قرار دیا جائے گا۔ خواہ منظوری رخصت کے وقت اس کی تصریح کی جائے یا نہ کی جائے یا مہتمم نے بوقت منظوری رخصت تصریح کی ہو کہ آپ کی ملازمت ۸ ذی الحجہ پر ختم قرار دی جائے گی تو ان دونوں صورتوں میں بکر کو صرف آٹھ تاریخ تک کی تنخواہ کا حق ہوتا۔ لیکن سوال میں یہ تصریحات ہیں۔

(الف) زید سرپرست مدرسہ کا یہ قول "اس لئے اس صورت کے متعلق مدرسہ میں کوئی قانون بھی نہیں۔"

(ب) بکر کے خط میں جو عمرو مہتمم مدرسہ کے نام لکھا گیا یہ صراحت "اگر تم کو ایام تعطیل کی تنخواہ دینے میں تردد نہ ہو اور قانون مدرسہ کے مطابق اب میں ۱۵ ذی الحجہ تک تنخواہ کا مستحق ہوں تو دی جائے۔" ان تصریحات سے اگر ان کی واقعیت مسلم ہو۔ یہ ثابت ہے کہ نہ ایسا کوئی قانون موجود ہے نہ مہتمم نے منظوری رخصت کے وقت ۸ ذی الحجہ تک ملازمت کی تحدید اور ۹ سے ترک تعلق کی تصریح کی تھی لہذا ۱۱ ذی الحجہ تک کی تنخواہ کا بکر بوجہ عقد سابق اور ۹، ۱۰، ۱۱ ذی الحجہ تک تعلق ملازمت قائم ہونے اور ان ایام کا بطلہ معروفہ مشروطہ میں داخل ہونے کی وجہ سے مستحق ہے اور اگر ۱۲ ذی الحجہ رخصت مستقبلہ میں داخل نہ ہو تو ۱۲ ذی الحجہ کی تنخواہ کا بھی مستحق ہے۔

لیکن اگر مہتمم مدرسہ رخصت دینے میں مستقل اور بااختیار نہ ہو بلکہ اس کا فعل سرپرست مدرسہ کی رضامندی اور اجازت پر موقوف ہوتا ہو تو مہتمم کی اور بکر کی زبانی گفتگو پر معاملہ ختم نہیں ہوا بلکہ سرپرست کی اجازت پر موقوف رہا اور جب بکر کی صدر سے یعنی سرپرست سے گفتگو ہوئی اور اس میں بکر نے یہ تسلیم کر لیا کہ میں ۸ ذی الحجہ تک تنخواہ لے لوں گا تو آخری بات یہی ہوئی کہ ۸ ذی الحجہ پر عقد اجارۂ سابق ختم ہو گیا اور اب وہ ۸ ذی الحجہ تک کی تنخواہ کا مستحق رہا۔ اس صورت میں سرپرست مدرسہ کا تردد کو عمرو کی طرف منسوب کرنا یا عمرو کا بکر کو ۱۵ تک کی تنخواہ بھیج دینا موثر نہ ہو گا کیونکہ اس میں بنیادی چیز اختیار ہے۔ وہ اگر سرپرست کے ہاتھ میں مستقل طور پر ہے یا مہتمم اور سرپرست کی رائے کا اجتماع قطعی فیصلہ کے لئے ضروری ہے یا سرپرست کا فیصلہ آخری فیصلہ ہے تو جو بات صدر یعنی سرپرست کے سامنے طے ہوئی وہی آخری بات ہو گی۔ اور وہ یہی ہے کہ ۸ ذی الحجہ پر ملازمت سابقہ ختم ہو گئی اور ۹ ذی الحجہ سے بکر عقد سابق کے ماتحت ملازم نہ رہا۔ اس بات کی تنقیح کہ

حقیقۃ مستاجر کون ہے آیا صرف مہتمم یا صرف سرپرست یا دونوں مدرسہ کے قانون سے یا متعاقدین کی باہمی قرارداد سے یا تعامل سے ہو سکتی ہے اور جو امر تنقیح سے ثابت و منقح ہو گا وہی حکم کا مدار ہو گا۔

اس کے بعد اس رقم کا معاملہ سامنے آتا ہے جو بکر نے مہتمم سے ۱۵ ذی الحجہ تک کی تنخواہ کے نام سے لی ہے تو اس بات سے قطع نظر کر کے وہ ۸ ذی الحجہ تک کی تنخواہ کا مستحق تھا یا ۱۱ ذی الحجہ تک یا ۱۲ ذی الحجہ تک کا (کیونکہ اس کا فیصلہ تو حقیقی مستاجر کی تعیین ہو جانے اور رخصت کی ابتداء ۱۲ ذی الحجہ سے تھی یا ۱۳ ذی الحجہ سے تھی، معلوم ہونے پر ہو گا) یہ قطعی ہے کہ ۱۳، ۱۴، ۱۵ ذی الحجہ کی تنخواہ کا بکر عقد اجارۂ سابق کے ماتحت مستحق نہیں ہے کیونکہ وہ عقد اول تو بحالہ زیادہ سے زیادہ ۱۲ ذی الحجہ پر ہی ختم ہو گیا۔ ۱۲ سے آگے تو اس کا وجود کسی طرح بھی نہیں۔ بکر کے ۱۴ کو روانہ نہ ہونے اور ایام مذکورہ میں کام کرنے بلکہ اپنی عدم روانگی کی زید اور عمرو کو اطلاع دے دینے سے بھی اجارۂ سابقہ ختم شدہ بحال نہیں ہو جاتا اور اس کام کی اجرت اجارۂ سابقہ ختم شدہ کے ماتحت پانے کا وہ حقدار نہیں ہوتا کیونکہ اس کا ختم ہو جانا تو رخصت کی منظوری سے متحقق ہو گیا اور از سر نو قائم ہونا فریقین کی رضامندی پر موقوف تھا جو مفقود ہے۔ بکر کی جو تحریر عمرو کے نام ہے اور جو زبانی گفتگو عمرو سے رخصتی ملاقات کے وقت کی ہے اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ عمرو ختم شدہ اجارہ کو از سر نو قائم کرنے پر راضی ہو گیا بلکہ اس کے برخلاف اس امر پر دال ہے کہ خود بکر بھی اس تصور سے تہی دماغ تھا کہ اجارۂ سابقہ کو از سر نو قائم کیا جا رہا ہے۔ وہ تصریح کر رہا ہے کہ اگر سرپرست کی رائے میں میں اس مدت کی اجرت کا مستحق نہیں ٹھہرا تو واپس کر دوں گا یا اگلے کام کی اجرت معجلہ قرار دے دی جائے گی اور تصفیہ تک یہ قرض سمجھی جائے۔ یہ تقریر تجدید اجارۂ سابقہ کے تصور کے منافی ہے۔ اس سے زیادہ بکر کا یہ خیال سمجھا جاتا ہے کہ وہ اجارۂ سابقہ کے امکان امتداد کا تصور رکھتا تھا لیکن اجارۂ سابقہ جب منظوری رخصت کے وقت فسخ ہو چکا تو اب اس کے امتداد کا تصور بے معنی اور غیر موثر ہے۔ اب صرف یہ بات باقی رہی کہ بکر نے ۱۵ ذی الحجہ تک تنخواہ جو وصول کر لی اس کا یہ فعل اکل مال بالباطل یا خیانت میں داخل ہے یا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر واقعہ یہ ہے کہ بکر نے

(الف) عمرو مہتمم کو خط میں یہ لکھا "مگر اب میں ۱۲ ذی الحجہ کو نہیں گیا بلکہ تعطیل کے بعد بھی ۱۵ ذی الحجہ تک کام کر چکا ہوں۔ اس صورت میں اگر تم کو ایام تعطیل کی تنخواہ دینے میں تردد نہ ہو اور قانون مدرسہ کے مطابق اب میں ۱۵ ذی الحجہ تک تنخواہ کا مستحق ہوں تو دی جائے ورنہ حق سے زیادہ ایک پیسہ لینا نہیں چاہتا۔"

(ب) اور رخصتی ملاقات کے وقت زبانی یہ کہا کہ ایام تعطیل کی تنخواہ کے متعلق حضرت سرپرست سے بوجہ علالت استصواب نہیں ہو سکا ہے۔ بعد میں استصواب کر لیا جائے، اگر ان کو اس رقم کے معاملہ میں تردد ہو تو میں یہ رقم واپس کر دوں گا یا آئندہ اس کام کے حساب میں لگالی جائے گی جو میں ساتھ لے جا رہا ہوں۔ لہذا اس وقت تک کہ سرپرست سے استصواب کیا جائے اس کو قرض سمجھا جائے۔ بکر کی تحریر اور زبانی گفتگو اس بات کی دلیل ہے کہ اس نے اس رقم کو قطعی اپنا حق قرار دے کر طلب نہیں کیا اور نہ اس حیثیت سے قبضہ کیا بلکہ خط میں تو قانون مدرسہ کے موافق ہونے اور عمرو کو دینے میں تردد نہ ہونے کی شرط لگائی اور زبانی گفتگو میں سرپرست کی رائے کو حکم قرار دیا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ عمرو نے یہ رقم بکر کو اس کی تحریر پر بھیج دی اور رخصتی ملاقات کے وقت

بھی جب بکر نے سرپرست کی رائے استحقاق کے حق میں نہ ہونے پر رقم کی واپسی کا ارادہ ظاہر کیا اس سے رقم واپس نہ مانگی تو خلاصہ یہ ہوا کہ بکر نے یہ رقم خود کہیں سے نہیں اڑائی کہ قبض ناجائز ہو اس نے عمرو سے اس شرط پر طلب ضرور کی کہ اگر تم میرا حق سمجھو اور قانون مدرسہ کے خلاف نہ ہو تو دے دو اس پر مہتمم نے رقم بھیج دی تو اگر اس میں بکر نے قبضہ کر لیا تو عمرو کی تسلیط سے کیا اور اگر یہ رقم بکر کا حق نہ تھی تو ناحق دینے میں عمرو ملزم ہے۔ بکر تو اس شبہ میں معذور ہو سکتا ہے کہ عمرو کے نزدیک قانون مدرسہ کے موافق میں اس کا مستحق ہوں جبھی تو عمرو نے بھیج دی تو اس کا قبضہ قبض بشبہۃ الاستحقاق ہوگا جس کو خیانت یا اکل مال بالباطل نہیں کہا جا سکتا۔ اگر اس قبض کے صحیح ہونے میں اس کو شبہ تھا اور اس بناء پر اس کو قبض نہ کرنا چاہئے تھا یہ بات عمرو پر بدرجہ اولی عائد ہوتی ہے کہ اپنے سرپرست سے استصواب کئے بغیر دینا نہیں چاہئے تھا۔ اگر وہ جانتا تھا کہ میرا کوئی اس قسم کا تصرف سرپرست کی اجازت اور منظوری کے بغیر درست نہیں تو رقم دینے میں اس کو حد اختیار سے تجاوز کا مجرم قرار دیا جا سکتا ہے اور اگر اس تجاوز کو لاابالی پن یا بدنیتی کے ساتھ ملتبس قرار دیا جا سکے تو اس پر خیانت کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ بکر خیانت یا اکل مال بالباطل کے ساتھ موصوف نہیں ہو سکتا۔ اس نے اپنے قبض کو تین صورتوں میں دائر کیا تھا۔

(۱) اگر میں ان ایام کی تنخواہ کا مستحق ہوں تو یہ میرا حق ہے۔

(۲) اگر مستحق نہ ہوں تو واپس کر دوں گا۔

(۳) یا اس کو آئندہ کام کی اجرت معجلہ شمار کر لیا جائے گا اور سردست میرے ذمہ یہ رقم قرض سمجھی جائے۔ اور قرض تسلیم کر کے اپنے ذمہ پر وجوب تسلیم کرنا خیانت یا اکل مال بالباطل کی نیت کے صریحاً منافی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ ۲ شعبان ۱۳۵۶ء

کیا مجلس شوریٰ ملازمین کی رخصت متعین کرنے میں خود مختار ہے؟

(سوال) (۱) دار العلوم کی مجلس شوریٰ جو اس کے لئے قوانین و ضوابط انتظام بنانے کی مجاز ہے اس نے حضرات مدرسین و ملازمین دار العلوم کے لئے ایک سال میں ۱۵ یوم و ایک ماہ علی الترتیب رعایتی رخصت اور ایک ماہ سالانہ بیماری کی رخصت بلا وضع تنخواہ مقرر کی ہے۔ یہ رخصتیں دوران سال میں یکدم و بالاقساط مل سکتی ہیں اور اختتام سال کے ساتھ حق رخصت بھی ختم ہو جاتا ہے۔

مدرسین و ملازمین دار العلوم کی خواہش پر اگر ان کو سفر حج کی رخصت بھی بلا وضع تنخواہ دی جائے تو کیا مجلس شوریٰ اس رخصت کو منظور کرنے کی مجاز ہے یا نہیں؟

(۲) ہر سال استحقاقی رخصت (رعایتی و بیماری) مذکورہ جو حالیہ نظام کے تحت عدم استفادہ کی صورت میں سال بسال سوخت ہوتی رہتی ہے۔ کیا مجلس شوریٰ اس کی مجاز ہے کہ اس حق کو سوخت نہ کرتے ہوئے قائم رکھے جس سے ملازم اگر چاہے تو دوران ملازمت یا ختم ملازمت پر جمع شدہ حق کو استعمال کر سکتے۔

المستفتی نمبر ۲۷۰ جناب مولانا مولوی محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند ۲۷ صفر ۱۳۶۱ھ م ۱۶ مارچ ۱۹۴۲ء

(جواب ۱۸۱) ہاں مجلس شوریٰ مجاز ہے کہ سفر حج کے لئے بھی ایک معینہ مدت کی رخصت باوضع تنخواہ منظور کر دے۔ یہ مدرس یا ملازمین نے اگر رخصت رعایتی و بیماری سے استفادہ نہ کیا ہو تو اس کو سفر حج کی رخصت کے متعلق کالعدم نہ کرے بلکہ سفر حج کی متعینہ مدت اس رخصت میں شمار کرے۔ مجلس شوریٰ اس کی بھی مجاز ہے کہ صرف رعایتی رخصت کو عدم استفادہ کی صورت میں سال بہ سال کالعدم کرے اور ایک سال کی رخصت عدم استفادہ کی صورت میں دوسرے یا تیسرے سال تک دے دے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

مسجد کی کمیٹی یا نمازی امام یا نائب امام مقرر کر سکتی ہے

(سوال) ( ) جس ملک میں سلطان یا نائب سلطان موجود نہ ہوں لیکن شرعی امور کی طرف ان کی بالکل توجہ نہ ہو تو امام یا نائب امام مقرر کرنے کا حق شرعاً کس کو حاصل ہے؟

(۲) اگر مصلیان و کمیٹی مسجد ایک ایسے متدین شخص کو نیابت کے لئے مقرر کریں جس پر جمہور مصلیان حسن اعتقاد رکھتے ہوں اور امام نیابت کے لئے کسی اور غیر معتبر شخص کو پیش کرے تو کیا مصلیان امام کا حکم ماننے پر مجبور ہیں۔

(۳) شامی جلد اول ص ۵۶ (۲) میں ہے۔ هو صريح في جواز استنابة الخطيب مطلقا او كالصريح۔ اور ص ۵۶۲ ج ۱ (۳) میں ہے لو صلى احد بغير اذن الخطيب لايجوز اور ص ۵٦٤ ج ۱ (۴) میں ہے۔ ونصب العامة الخطيب غير معتبر۔ بعض ظاہربین علماء مذکورہ فقہی روایات سے استدلال کرتے ہیں کہ نائب امام مقرر کرنے کا حق شرعاً صرف امام کو ہے۔

المستفتی عبدالوہاب سکریٹری مسجد کمیٹی۔

(جواب ۱۸۲) (۱) اگر مسجد کی کوئی کمیٹی ہے تو وہ امام یا نائب امام مقرر کرنے کی مستحق ہے (۵) لیکن اگر کمیٹی نہیں ہے تو مسجد کے نمازیوں کی جماعت کا حق (٦) ہے۔

(۲) نائب امام وہی ہوگا جس کو مسجد کی کمیٹی یا نمازیوں کی کثرت رائے سے مقرر کیا گیا ہے۔ صرف امام کو تنہا اس کا اختیار نہیں ہے۔ خصوصاً جب کہ امام خود بھی امامت کا تنخواہ دار ملازم ہو۔ (۷)

---

(۱) وما لو شرط شرطا تبع كحضور الدرس ايام معلومة فلا يستحق المعلوم الا بالشرط خصوصا اذا قال قطع معلومه فيجب اتباعه وتمامه في البحر (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب في الغيبة التي يستحق بها العزل عن الوظيفة، ٤/ ٤١٩ ط سعيد) واما شرائط الصحة (في صحة الاجارة) فمنها رضا المتعاقدين ومنها بيان المدة (الفتاوى الهندية، كتاب الاجارة، الباب الاول ط ماجديه) فحيث كانت البطالة معروفة في يوم الثلاثاء والجمعة وفي رمضان والعيدين يحل الاخذ (ردالمحتار كتاب الوقف، مطلب في استحقاق القاضي والمدرس الوظيفة في يوم البطالة ٤/ ٣٧٢ ط سعيد)

(۲) (ردالمحتار كتاب الصلاة، باب الجمعة مطلب في جواز استنابة الخطيب ٢/ ١٤٠ ط سعيد)

(۳) (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الجمعة، ٢/ ١٤٢)

(٤) (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الجمعة، ٢/ ١٤٣)

(٥) (الباني) للمسجد (اولى من القوم بنصب الامام والمؤذن) الدر المختار، كتاب الوقف قبيل مطلب في الوقف المنقطع، ٤/ ٤٣٠ ط سعيد)

(٦) (ونصب العامة) الخطيب (غير معتبر مع وجود من ذكر، اما مع عدمهم فيجوز للضرورة (الدر المختار) (قوله فيجوز للضرورة) ومثله ما لو منع السلطان اهل مصر فلهم ان يجتمعوا على رجل يصلي بهم الجمعة (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ٢/ ١٤٣ ط سعيد)

(٧) ولو اختار بعض القوم لهذا ولبعض لهذا فالعبرة لاجتماع الاكثر (قاضيخان، كتاب الصلاة فصل فيمن يصح الاقتداء به، ١/ ٩٢ ط ماجديه، وفي الخلاصة ان الامام يجوز استخلافه بلا اذن بخلاف القاضي وعلى هذا لاتكون وظيفة شاغرة وتصح النيابة (كتاب الوقف، مطلب في الغيبة التي يستحق بها العزل عن الوظيفة وما لا يستحق ٤/ ٤٢٠ ط سعيد

(۳) خطیب سے تنخواہ دار خطیب مراد نہیں ہے کیونکہ تنخواہ دار خطیب تو ملازم مستاجر ہے۔ اس کے اوپر احکام اسٹیجر کے نافذ ہوں گے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

واقف کی وصیت کے خلاف کرنے والا مسجد کا سکریٹری بننے کا اہل نہیں

(سوال) بعد وفات حضرت خطیب صاحب مسجد قاسم علی خاں ان کے فرزند کبیر حضرت مولانا مولوی صاحب کو جمیع مسلمانان پشاور و مضافات نے بڑی بھاری تعداد میں حضرت مرحوم کا جانشین قرار دے کر دستار فضیلت ایک خلافت کمیٹی دوسری مسلم آزاد پارٹی کی جانب سے مولانا موصوف کے سر باندھی۔ کسی فرد بشر نے اس وقت اختلاف نہیں کیا۔ مگر مسجد مذکور کے عارضی اوقاف کمیٹی کی سکریٹری خان بہادر عبدالحکیم خان صاحب و بعض اراکین نے جمہور اہل اسلام خصوصاً مسلمانان پشاور کی رائے کے خلاف مولانا موصوف کو ایک نوٹس کے ذریعہ لکھ کر آپ کسی سیاسی کام میں حصہ نہ لیں اور نہ کسی سیاسی جماعت سے تعلق رکھیں ورنہ کسی ایسی جماعت یا شخص کو ملیں جو حکومت کے مخالف ہو یا حکومت کو اپنا مخالف سمجھتی ہو۔ اس نوٹس نے مسلمانان پشاور میں سخت ہیجان پیدا کر دیا اور مسلم آزاد پارٹی کے زیر قیادت کئی ایک جلسوں میں سکریٹری صاحب موصوف اور ان کی عارضی کمیٹی کے خلاف اظہار نفرت و ملامت کے ریزولیشن پاس ہوئے۔ حتیٰ کہ جمعیۃ العلماء صوبہ سرحد نے تحریری فتویٰ دیا کہ سکریٹری صاحب اور ان کی عارضی اوقاف کمیٹی کا مولوی صاحب موصوف کو اس قسم کا نوٹس دینا شرعاً ناجائز ہے۔ بلکہ اراکین اوقاف کمیٹی کو نااہل قرار دے کر کمیٹی سے برطرف کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ مگر چونکہ مسلمانوں کا سیاسی اقتدار نہیں ہے اور نہ اجرائے احکام شرعیہ کا ذریعہ اس لئے یہ تمام چیخ پکار صدا بصحرا یا آواز در گنبد ثابت ہوئی اور سکریٹری صاحب نے مولوی صاحب کا وظیفہ تقریباً ڈھائی سال سے اس بہانہ پر کہ وہ کانگریس اور بھارت سبھا وغیرہ جماعتوں سے تعلق رکھتے ہیں بند کر رکھا ہے۔ باایں ہمہ رنج والم مولانا موصوف اپنے والد ماجد مرحوم و مغفور کی وفات کے بعد محض خدا اور رسول ﷺ کی رضاجوئی اور اعلائے کلمۃ اللہ اور کلمۃ الرسول کے لئے دل و جان سے روز و شب مصروف اور اولاد اسلام کی خدمت و صحیح معنوں میں تربیت کا وظیفہ ہمہ وقت درس و تدریس و افتاء سے ایفا فرما رہے ہیں۔

(۲) مسجد خوردہ فروشان کی امامت کے لئے اس بازار کے تمام مسلمان اپنے دستخطوں سے سکریٹری صاحب و اراکین اوقاف کمیٹی کو درخواست دیتے ہیں کہ مولانا حافظ عبدالقیوم صاحب کو امام مقرر کیا جائے مگر سکریٹری صاحب ایک اور شخص کو جو قرآن و حدیث و فقہ سے بے خبر ہے امام مقرر کر دیتے ہیں۔

(۳) بارہ وفات کی تقریب میں خلافت کمیٹی کے زیر اہتمام مولود شریف کی مجلس میں شیرینی وغیرہ کے مصارف پر مبلغ ۲۰ روپے مسجد کے اوقاف فنڈ سے صرف کئے جاتے ہیں۔ حالانکہ ایک مسجد کا روپیہ دوسری مسجد پر خرچ کرنے کی شرع ممانعت کہتے ہیں مگر یہ صرف اس لئے کہ خلافت کمیٹی کے مختار و نائب صدر مرزا محمد سلیم خاں، خان بہادر عبدالحکیم خاں سکریٹری کے بھائی ہیں۔ سکریٹری صاحب و اراکین اوقاف کمیٹی کی اس قسم کی غلطیوں پر مسلمان اعتراض کرتے ہیں اور جواب کے لئے سکریٹری صاحب تحریری بیان یا پمفلٹ کے ذریعہ

. . . . مسجد کے اوقاف فنڈ سے خرچ کر ڈالتے ہیں۔ کیا ایسا شخص جو جمہور اہل اسلام و اجماع امت محمدی اور وصیت متولی و واقف کے خلاف کرنے والا ہو اوقاف مسجد پر قابض و متصرف رہ سکتا ہے؟

(جواب ۱۸۳) سکریٹری صاحب کے یہ افعال جو غرض واقف اور منشائے وقف اور رضامندی اہل اسلام کے خلاف ہیں۔ قابل مؤاخذہ و موجب ضمان ہیں۔ جمہور مسلمین کو حق ہے کہ وہ سیکریٹری صاحب کی جگہ کسی دوسرے امین و معتمد شخص کو منتخب کریں۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

(منقول از اشتہار مطبوعہ شمیم پریس۔ پشاور)

مسجد کی کمیٹی کے حصص بیچنے والے پر ان کی قیمت لازم ہے متوقع منافع کا ضامن نہیں

(سوال) ایک متولی مسجد نے مسجد کے پاس ایک ہزار روپیہ نقد اور دیگر ماہانہ آمدنی مستقل ہونے کے باوجود مسجد کے کسی کمپنی کے تقریباً ایک ہزار روپے کے شیئر (حصص) نہ صرف بلا اجازت و بلا قرار داد مصلیان بلکہ مصلیان کی لاعلمی میں فروخت کر ڈالے مصلیان مسجد اور متولی ثانی کو اس بات کا علم اس وقت ہوتا ہے جب کہ پانچ سال کے بعد متولی اول کے عزل اور سبکدوش کرنے کا موقع آتا ہے۔ وہ بھی اس وقت جب کہ حساب کتاب کے رجسٹروں کی جانچ پڑتال کرنے کے بعد متولی اول متولی ثانی کو مسجد کا چارج سپرد کر دیتا ہے اور متولیان وغیرہ فارغ ہو کر اپنے اپنے گھر چلے جاتے ہیں تو متولی ثانی کو ایک واقف کار شخص توجہ دلاتا ہے کہ فلاں کمپنی کے تین شیئر مسجد کے تھے۔ ان کے کاغذات بھی آپ نے سنبھالے یا نہیں؟ تب یہ متولی ثانی اس واقف کار شخص کے ہمراہ متولی معزول کے مکان پر جاتے ہیں اور اس کمپنی کے حصص کے کاغذات طلب کرتے ہیں تو وہ بطور تجاہل عارفانہ کہتا ہے کہ "ایں" "کیا ان حصوں کا روپیہ جمع نہیں ہے؟" وہ تو میں نے پانچ سال ہوئے بیچ ڈالے۔ او ہو ان کا روپیہ جمع کرنا تو میں بالکل بھول گیا۔ خیر رجسٹر کھاتہ وغیرہ لائے ہیں؟ اب جمع کئے دیتا ہوں۔ چنانچہ متولی ثانی نے اس کے پاس کھاتے کے رجسٹر وغیرہ بھیجے تب اس نے ان روپوں کو کھاتے میں یہ عبارت لکھ کر جمع کیا کہ ۱۹۳۲ء میں فلاں کمپنی کے حصے فروخت کئے اور ان کی رقم کو جمع کرنا بھول گیا تھا وہ آج جمع کرتا ہوں۔ اب چونکہ متولی معزول کے پاس ان فروخت شدہ حصص کی رقم موجود نہیں تھی اور نہ ایک ہزار روپیہ نقد جو کھاتے کی رو سے اس کے ذمہ نکل رہا تھا لہذا اس نے بیرون ہند کسی سیٹھ کا حوالہ دلا کر جمع کیا۔ ان تمام باتوں سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ متولی معزول نے یقیناً خیانت کی ہے جس کو دوسرے الفاظ میں غصب سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اگر یہ خائن متولی ان حصص کو فروخت نہ کرتا اور اگر فروخت کئے تھے تو ان کی قیمت سے کسی اور کمپنی کے حصے خرید کر دیتا یا کسی دوسری صورت سے اس رقم کو آمدنی کا ذریعہ بناتا تو اس پانچ سال کے عرصہ میں صرف ان حصص کی رقم کی آمدنی اور منافع تخمیناً چار پانچ سو روپے ہوتا اور آج کل فروخت شدہ حصص کی قیمت بھی دوگنی ہے۔

. . . . . .

---

(۱) (وینزع وجوباً) (لو) الواقف درر فغیرہ بالاولی (غیر مامون) او عاجزا او ظہر بہ فسق کشرب خمر ونحوہ فتح، او کان یصرف مالہ فی الکیمیاء نہر (الدر المختار) (قولہ فغیرہ بالاولی) استفید منہ ان للقاضی عزل المتولی الخائن غیر الواقف بالاولی (رد المحتار، کتاب الوقف، مطلب فیما یعزل بہ الناظر، ٤/٣٨٠ ط سعید)

اب سوال یہ ہے کہ اس خائن متولی پر جس نے خیانت کر کے پانچ سال تک منافع وقف کا جو نقصان کیا اس کا ضمان واجب ہے یا نہیں ؟ چونکہ قضیہ عدالت میں در پیش ہے لہذا حوالہ کتب کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتی محمد عبدالرحیم حوالدار کٹھور ضلع سورت

(جواب ۱۸۴) اس تمام روداد سے متولی اول کی بد انتظامی اور تصرف بے جا اور خیانت تو ثابت ہوتی ہے تاہم منافع مستہلکہ کا ضمان اس کے اوپر واجب نہیں۔ صرف حصص کی قیمت فروخت اس کے ذمہ واجب الادا ہے اور متولی حال کو حق ہے کہ وہ رقم اس سے مانگے اور حوالہ قبول نہ کرے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

منافع کو ہلاک کرنے کی ضمان نہ آنا عدم غصب کی وجہ سے ہے

(سوال) کل حضور اقدس کا ایک فتویٰ اوقاف کے منافع مستہلکہ کے ضمان کے عدم وجوب کا نظر سے گزرا۔ فتوے کی صحت میں تو بھلا کسے کلام و شبہ ہو سکتا ہے۔ لیکن در مختار اور شامی کی عبارت سے کچھ دل میں کھٹک سی ہے۔ لہذا اس عبارت کا صحیح محمل اور توجیہ بیان فرمائیں تو ذرہ نوازی ہوگی۔ عبارت یہ ہے : فی الدر المختار (۱) (و) بخلاف (منافع الغصب استوفاھا او عطلھا) فانھا لاتضمن عندنا ووجد فی بعض المتون ومنافع الغصب غیر مضمونۃ الخ (الا) فی ثلاث فیجب اجرالمثل علی اختیار المتاخرین (ان یکون) المغصوب (وقفا) للسکنی اوللاستغلال فی الشامی اقول اولغیرھما کالمسجد الخ (شامی (۲) مصری واستنبولی جلد خامس ص ۱۷۹) اس عبارت سے کچھ وہم سا ہو رہا ہے کہ اوقاف کے منافع مستہلکہ مضمون باجرالمثل ہیں۔

(جواب ۱۸۵) فتویٰ مرسلہ میں عدم ضمان کا حکم اس امر پر مبنی ہے کہ متولی اول کا قبضہ قبض غصب نہیں تھا، قبض تولیت تھا۔ اگرچہ اس نے عمل ایسا کیا جو وقف کی بہبود کے خلاف تھا۔ تاہم حقیقی طور پر وہ غاصب نہیں تھا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

کیا متولی کا وقف میں تصرف غصب شمار ہوگا؟

(سوال) چند یوم کا عرصہ ہوا کہ حضور اقدس نے فتویٰ دیا تھا کہ "مسجد کے منافع مستہلکہ کا ضمان متولی کے ذمہ نہیں ہے " اس استفتا کو حضور کی خدمت میں پیش کرنے سے پہلے جامعہ ڈابھیل کے مفتی صاحب مولانا اسماعیل محمد بسم اللہ کی خدمت میں بھی پیش کیا گیا۔ سوانہوں نے پہلے تو وجوب ضمان کا فتویٰ دیا تھا۔ لیکن یہ حضور کا فتویٰ جب انہیں دکھایا گیا تو اپنے فتوے سے رجوع فرمالیا۔ لیکن یہ رجعت اس وقت تک سکوت کے درجہ میں ہے کیونکہ اسی سلسلہ میں حقر ان کی خدمت میں ڈابھیل گیا اور نئے سرے سے ان کی خدمت میں گجراتی زبان میں استفتا پیش کیا اور عرض کیا کہ جب حضور نے رجوع فرمایا ہے تو پھر کیا حرج ہے کہ اب حضور عدم وجوب ضمان کا فتویٰ دیں۔ اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ حرج تو کچھ بھی نہیں لیکن چونکہ معاملہ بے عدالت کا اور باوجود از حد تفتیش کے کوئی صریح جزئیہ کسی جگہ ملا نہیں۔ اور حضرت مفتی صاحب (استاذی مدظلہ) نے جو

---

(۱) الدر المختار، کتاب الغصب، مطلب فی ضمان منافع الغصب، ۶/ ۲۰۵، ۲۰۶ سعید)
(۲) (ردالمحتار، کتاب الغصب، مطلب فی ضمان منافع الغصب، ۶/ ۲۰۶ ط سعید)

دلیل تحریر فرمائی ہے کہ عدم وجوب ضمان کا حکم قبضہ تولیت کی وجہ سے ہے۔ قبضہ غصب کی وجہ سے نہیں۔ سو اس دلیل جملی کی وجہ سے تشویش و پیچ میں ہوں کہ آخر قبضہ تولیت کی وجہ سے غصب ثابت کیوں نہیں ہوتا۔ اگر اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہو کہ چونکہ قبضہ تولیت دراصل قبضہ مباح ہے۔ اس وجہ سے قبضہ غصب موثر نہیں ہوتا تو یہ بھی فقہا کی تصریحات کے خلاف ہے کیونکہ کتب فقہیہ کا جزئیہ ہے کہ اگر کوئی شخص امانت کا انکار کردے تو وہ غاصب کہلائے گا۔ اگر حضور والا اس اجمال کو قدرے تفصیل کے ساتھ بیان فرمائیں کہ قبضہ تولیت کے ہوتے ہوئے غصب کیوں نہیں ثابت ہوتا تو مفتی بسم اللہ صاحب کو بھی اطمینان ہوجائے اور ہم لوگ فریقین کو سہولت کے ساتھ راضی کر کے عدالت سے مقدمہ کو واپس کرالیں اور شریعت مطہرہ کے موافق فیصلہ کرادیں۔ امید کہ حضور قدس معتد بہ اطمینان بخش تفصیل فرما کر ہم سب کو ممنوع فرمائیں گے۔

خادم دیرینہ جوادار مورخہ ۷ محرم ۱۳۶۴ھ

(جواب ۱۸۶) فتویٰ مرسلہ کی نقل یہاں نہیں ہے اس لئے اس کے متعلق مزید استفسار کے ساتھ وہ فتویٰ بھی اس کی پوری نقل مع سوال وجواب آنی چاہئے۔ یہ صحیح ہے کہ مودع ودیعت کا انکار کردے تو انکار کے بعد اس کا قبضہ ودیعت بدل کر قبضہ غصب ہوجاتا ہے لیکن متولی کا قبضہ قبضہ ودیعت نہیں ہے۔ مودع ودیعت میں تصرف کا حق نہیں رکھتا۔ صرف محافظ ہوتا ہے اور متولی تصرف کرتا ہے اور تصرف کا حق رکھتا ہے تو جب تک وہ کسی شرط وقف کی صراحتاً مخالفت نہ کرے اس وقت تک اس کو غاصب قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اگر کوئی تصرف اس کی رائے میں وقف کی شرائط کے خلاف نہ ہو اور وہ کر ڈالے اور دوسرے لوگ اس کو وقف کے لئے مضر سمجھیں تو زیادہ سے زیادہ اس کو آئندہ کے لئے تولیت سے معزول کرنے کا حق ہوگا۔(۱) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔**

فتویٰ مرسلہ کی نقل مع سوال وجواب ہمیں موصول ہوچکی ہے۔ اس لئے اس فتوے کا تفصیلی جواب حسب ذیل ہے۔

ھو الموفق۔ مسئلہ مسئول عنہا درحقیقت اصل وقف کے متعلق نہیں ہے بلکہ مال وقف سے خریدے ہوئے شیئرز کے متعلق ہے۔ یعنی مسجد کے جمع شدہ سرمایہ سے شیئرز خرید لئے گئے تھے تاکہ ان کی آمدنی ہوجائے۔ شیئرز میں متولی کو ہر وقت اختیار ہوتا ہے کہ ان میں فائدہ کم دیکھے تو فروخت کردے۔ یعنی شیئرز کی بیع اس کے اختیارات تولیت میں داخل ہے بلکہ مسجد کی وقف کی آمدنی جو جائیداد خریدی جائے اس کو بیع کرنے کا متولی کو حق ہوتا ہے۔ اس مسئلہ کی دلیل یہ ہے ۔ متولي المسجد اذا اشترى بمال المسجد حانوتا او دارا ثم باعها جاز اذا كانت له ولاية الشراء هذه المسئلة بناء على مسئلة اخرى ان متولي المسجد اذا اشترى من غلة المسجد دارا او حانوتا فهذه الدار وهذه الحانوت هل تلتحق بالحوانيت الموقوفة على المسجد ومعناه هل تصير وقفا اختلف المشائخ رحمهم الله تعالى قال الصدر الشهيد المختار انه لا تلتحق ولكن تصير مستغلا للمسجد كذا في المضمرات۔ (عالمگیری(۲) جلد دوم ص ۴۱۲ مصری) یہ بھی واضح رہے کہ اگر یہ شیئرز مسجد کی رقم سے خریدے ہوئے نہ ہوں بلکہ کسی نے راہ

---

(۱) (قوله ليس للقاضي عزل الناظر) قيد بالقاضي لان الواقف له عزله ولو بلا جنحة نعم له ان يدخل معه غيره بمجرد الشكاية وتطعن (رد المحتار كتاب الوقف مطلب ليس للقاضي عزل الناظر ٤ / ٤٣٨ ، ٤٣٩ ط سعيد)

(۲) (الفتاوى العالمگيرية كتاب الوقف، الباب الثالث مطلب اذا اراد القيم بيع بعض الحرث، ۲ / ٤١٧ ماجدية)

راست مسجد کو دیئے ہوں تو ان کا حکم بھی یہی ہوگا کہ ان کی بیع ممنوع نہیں بلکہ متولی کے اختیار میں ہوگی۔ اس کا حکم اعیان موقوفہ کا نہ ہوگا۔ کیونکہ کسی کمپنی کے حصص اعیان موقوفہ نہیں ہیں۔ پس جب کہ متولی نے یہ حصص فروخت کئے تو اس نے اپنے حدود اختیار سے تجاوز نہیں کیا اور بیع جائز ہوگئی۔ نفس بیع اس کی خیانت کو مستلزم نہیں۔ اب اس کے پاس مسجد کی رقم ہوگئی۔ اس رقم کو اس نے کسی آمدنی کے کام میں نہیں لگایا تو یہ اس کی سوء تدبیری تو کہی جاسکتی ہے مگر خیانت نہیں کہی جاسکتی۔ ہاں اس کا پانچ سال تک اس رقم کو مسجد کے حساب میں جمع نہ کرنا خیانت ہے جس کی بناء پر وہ عزل کا مستحق ہو سکتا ہے۔(۱) اور قیمت حصص اس سے وصول کی جاسکتی ہے۔ اگر اس رقم جمع نہ کرنے کو غصب بھی قرار دیا جائے تو یہ غصب رقم کا ہے نہ کہ وقف کا۔ اور رقم کے غصب پر منافع مستہلکہ کا ضمان واجب نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ خاص رہا ہوگا۔ اگر کوئی شخص مسجد کا روپیہ غصب کرے اور دو چار سال تک نہ دے تو اس کے ذمہ صرف غصب شدہ روپیہ ہی واجب الادا ہوگا۔ اس رقم کا مدت غصب کا منافع نہیں لیا جاسکتا۔

وقف کے منافع مستہلکہ یا معطلہ کا ضمان جو غاصب سے لیا جاتا ہے وہ منافع وہ ہیں جو عقد اجارہ میں معقود علیہ بننے کی صلاحیت رکھتے ہوں جیسے دار موقوفہ کی سکونت یا ارض موقوفہ کی زراعت۔ (۲) لیکن رقم کے وہ منافع جو اس کو کسی کام میں لگانے سے بطور ربح حاصل ہوتے ہوں ان منافع میں داخل نہیں ہیں جن پر عقد اجارہ واقع ہو سکے۔ اس لئے رقم کے منافع مضمون نہیں ہیں۔ واللہ اعلم۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، ۱ صفر ۱۳۶۲ھ

دونوں جوابوں کے درمیان فرق کے شبہ کا ازالہ

(سوال) حضور اقدس کے سابقہ فتوے اور آخری مفصل تحریر میں ہر دو کے عنوان میں کچھ تعارض سا معلوم ہوتا ہے۔ سابقہ فتوے کے جواب میں تحریر ہے کہ ان حصص کو بیچنا اگر متولی کا ذاتی فعل ہے (یعنی نمازیوں کے مشورے سے نہیں) تو یہ فعل ناجائز ہے اور متولی کا یہ فعل غلط ہے اور آخری فتوے میں علی الاطلاق بیع اور خرید و فروخت کو جائز قرار دیا ہے۔ نیز یہاں کی جملہ مساجد کا قدیم سے یہ عرف اور دستور چلا آرہا ہے کہ متولی اگر کوئی جائیداد یا شیئرز بیچنا یا خریدنا چاہتا ہے تو جمعہ کے دن یا اور کسی مناسب موقع پر مصلیان مسجد کو جمع کرکے مشورہ دیتا ہے اور یہ کارروائی باقاعدہ مجلس شوریٰ کے رجسٹر میں درج کی جاتی ہے اور اس پر حاضرین کے دستخط بھی لئے جاتے ہیں۔ اگر مصلیان راضی ہوں اور متولی کو اجازت دیں تو متولی خرید و فروخت کر سکتا ہے۔ نمازیوں کے بلا مشورت کے متولی اس قسم کی خرید و فروخت کا مجاز نہیں۔ حضور اقدس کے دونوں فتووں کا ماحصل تو واحد ہے یعنی دونوں صورتوں میں یعنی اگر بیع ناجائز ہو تو یا جائز رکھی جائے تو منافع مستہلکہ کا ضمان واجب نہیں۔ لیکن یہاں کا عرف قائم مقام شرط واقف کے ہے۔ سو یہاں کے رواج کے مطابق ہر دو شق متعین ہو کر جواب منقح ہو جائے تو فیصلہ

---

(۱) (ينزع) وجوباً (لو غير مامون) الدر المختار، كتاب الوقف، مطلب يأثم بتولية الخائن، ٤/ ٣٨٠ ط سعيد)

(۲) (إن غصب عقاره) أو سكنه إنسان بغير أمر الواقف أو القيم (يختار) للفتوى (وجوب الضمان) فيه وفي إتلاف منافعه ولو غير معد للاستغلال وبه نفتي (الدر المنتقى في شرح الملتقى، كتاب الوقف، ١/ ٧٥٣،٧٥٢ ط بيروت)

کے صدور میں بہت زیادہ سہولت ہو۔

(جواب ۱۸۷) دونوں جوابوں میں تعارض نہیں۔ پہلے جواب میں بیع کو ناجائز اور متولی کے فعل کو غلط ان معنی میں کہا ہے کہ اس نے اختیار تولیت کو ناجائز اور غلط طور پر استعمال کیا اور دوسرے جواب میں ایسی املاک وقف کی آمدنی سے خریدی گئی ہوں ان کی بیع جائز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان میں بیع کئے جانے کی صلاحیت ہے اگر متولی اپنے حدود اختیار میں رہ کر بیع کرے تو بیع بالکل جائز اور صحیح ہوگی اور اپنے اختیارات کا غلط استعمال کرے تو بیع ہو جائے گی۔ اور متولی کے حق میں اس کا یہ فعل ناجائز قابل مؤاخذہ ہوگا۔ اور اس کو معزول کئے جانے کا مستحق بنا دے گا۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

(۱) واقف کی اولاد تولیت کی زیادہ حقدار ہے
(۲) کیا مسجد کی مرمت اور تقسیم وغیرہ متولی کی سرپرستی میں ہوگی؟
(۳) عقائد میں اختلاف کی صورت میں متولی کی ذمہ داری
(۴) کیا متولی دوسرے کو متولی بنا سکتا ہے؟

(سوال)( ) ایک شخص نے اپنی جائداد منقولہ و غیر منقولہ وغیرہ سے کوئی مکان برائے مسجد وقف کر کے مسجد اپنے مصرف سے تعمیر کی۔ بعدہٗ وہ فوت ہو گیا۔ ایسی صورت میں متولی مسجد کون ہوگا؟

(۲) اس مسجد کی مرمت و تعمیر و عزل و نصب خدام مسجد و ترمیم و تعمیر عمارت میں کس کی اجازت و سرپرستی سے ہونی چاہئے؟

(۳) بصورت اختلاف عقائد تقلید و غیر تقلید وغیرہ متولی کو کیا کیا حقوق انسدادی حاصل ہیں؟

(۴) انتقال تولیت حسب اجازت متولی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(جواب ۱۸۸)(۱) جب تک واقف کی اولاد و اقارب میں کوئی شخص تولیت کے قابل مل سکے تو اسی کو متولی بنانا چاہئے اور جب اس کی اولاد و اقارب میں کوئی اہل نہ ہو تو پھر اجانب میں سے کسی لائق و متدین شخص کو متولی بنایا جائے۔(۲)

(۲) اگر واقف کوئی وصیت کر گیا ہو اور کسی شخص یا جماعت کے سپرد یہ کام کر گیا ہو تو اس کی وصیت و ہدایت کی تعمیل کرنی چاہئے اور کوئی وصیت نہ ہو تو پھر جو شخص حسب قاعدہ متولی قرار پائے گا مرمت و تعمیر و عزل و نصب خدام وغیرہ تمام انتظامات اسی کی رائے کے موافق ہوں گے۔(۳)

(۳) مسجد کا بانی جس فریق سے تعلق رکھتا تھا تولیت و اہتمام کے اختیارات اسی فریق کو حاصل ہوں گے(۴) و

---

(۱) (ومنع) وجوبا (لو غير مأمون) الدر المختار، كتاب الوقف، مطلب يأثم بتولية الخائن، ٤/ ٣٨٠ ط سعيد)

(۲) لا يجعل القيم من الأجانب ما وجد في ولد الواقف وأهل بيته من يصلح لذلك (كتاب الوقف، مطلب لا يجعل الناظر من غير أهل الوقف، ٤/ ٤٢٤ ط سعيد)

(۳) (٤) (قوله ولاية نصب القيم إلى الواقف) قال في البحر قدمنا أن الولاية للواقف ثابتة مدة حياته وإن لم يشترطها وأن له عزل المتولي رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب ولاية نصب القيم إلى الواقف، ٤/ ٤٢١ ط سعيد)

مسجد میں نماز پڑھنے کا حق تمام مسلمانوں کو حاصل ہے۔ نماز پڑھنے سے متولی اور خود بانی بھی کسی کو نہیں روک سکتا۔ ہاں شر و فساد کرنے سے روکنے کا حق (١) حاصل ہوتا ہے۔

(۴) اگر متولی کو یہ حق دیا گیا ہو کہ وہ اپنی جگہ دوسرے شخص کو بھی متولی بنا سکتا ہے تو اس صورت میں وہ دوسرے کو متولی بنا سکتا ہے۔ اور اگر اسے یہ حق نہیں دیا گیا ہو تو اسے اپنی زندگی اور صحت میں کسی کو متولی بنانے کا حق نہیں۔ ہاں مرض الموت میں کسی دوسرے کے لئے وصیت کر سکتا ہے اور اس وصیت کے موافق دوسرا شخص متولی کے انتقال کے بعد متولی ہو جائے گا۔ (٢) باقی عارضی طور پر اپنے اختیارات کسی دوسرے کو اجرائے عمل کے لئے تفویض کر دینے کا متولی کو ہر وقت اختیار ہے۔ (٣) محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرسہ امینیہ دہلی۔

نمازی مسجد کی منتظم کمیٹی کے رویہ سے مطمئن نہ ہوں تو اسے معزول کر دیا جائے یا نہیں؟

(سوال) آج مجھے بالوگنج مسجد سے متعلق منسلکہ مجموعہ فتاویٰ ملا کیونکہ میرا بھی اس قضیہ سے تعلق ہے۔ مجھے افسوس ہوا کہ یہاں کے اصحاب نے واقعات کو بہت مسخ کر کے آپ حضرات سے استفتا طلب کیا جس سے بالوگنج کے مسلمانوں پر برا اثر پڑا ہے۔ جس مقصد کے لئے آپ کو تکلیف دی گئی تھی وہ ان لوگوں کو حاصل نہیں ہوا۔ دونوں جماعتیں جاری ہیں۔ اب میں مجملاً آپ کی خدمت میں بالوگنج مسجد کے حالات عرض کرتا ہوں تاکہ آپ پر حقیقت آشکار ہو جائے۔ میں واقف راز ہوں۔ گزشتہ کمیٹی کا معتمد تھا۔

مسجد مذکورہ پہلے ایک متولی کے ہاتھ میں تھی۔ لوگ ان سے مطمئن نہ تھے۔ عدالتی چارہ جوئی متولی کے خلاف کی۔ ایک عرصہ کے بعد باہمی فیصلہ ہو گیا۔ متولی صاحب نے ایک کمیٹی منظور کی جس میں متولی صاحب ممبر تاحین حیات۔ ایک نمائندہ انجمن اسلامیہ شملہ اور تین دیگر ممبر جو بالوگنج اور مضافات کے مسلمانوں سے منتخب ہوں، یعنی کل پانچ حضرات کی کمیٹی مقرر ہوئی۔ عدالت نے ابتداء میں ایک عارضی کمیٹی خود نامزد کر دیا جو صرف چھ ماہ کے لئے تھی۔

اس عدالتی کمیٹی نے ایک امام کو مقرر کیا۔ اس امام کو آئے ہوئے چند دن ہی ہوئے تھے کہ ایک دو حضرات نے اس کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔ وجہ اختلاف یہ بتائی گئی کہ امام بالوگنج کی ایک پارٹی کی حمایت کرتا ہے جس کی امام نے تردید کی۔ عارضی کمیٹی کی مدت ختم ہونے پر مستقل کمیٹی کا انتخاب ہوا۔ انتخاب میں دھڑے بندی زوروں پر تھی۔ تین آدمی منتخب ہوئے۔ انجمن اسلامیہ نے غلطی یہ کی کہ ایک پارٹی کے نمائندہ کو اپنا نمائندہ مقرر کر دیا۔ اس سے دوسری پارٹی والے بہت بگڑ گئے۔ ابھی تک ایک پارٹی کا دوسری پارٹی سے معاملہ تھا مگر جب ایک پارٹی نے امام کو نشانہ بنایا تو لوگ متحدہ طور سے امام کی طرف ہو گئے۔ امام کے خلاف ایک گمنام

---

(١) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے "ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا" سورۃ البقرۃ

(٢) (واراد المتولی اقامۃ غیرہ مقامہ فی حیاتہ) وصحتہ (ان کان التفویض لہ) بالشرط (عاما صح) (والا) فان فوض فی صحتہ (لا) یصح وان فی مرض موتہ صح (الدر المختار، کتاب الوقف، مطلب للناظر ان یوکل غیرہ، ٤/ ٤٢٥ ط سعید)

(٣) (قولہ اراد المتولی اقامۃ غیرہ مقامہ) ای بطریق الاستقلال اما بطریق التوکیل فلا یتقید بمرض الموت (رد المحتار، کتاب الوقف، مطلب للناظر ان یوکل غیرہ ٤/ ٤٢٥ ط سعید)

عرضی ہندو حکام ضلع کے پاس بھیجی گئی جس میں لکھا تھا کہ امام کانگریسی خیالات کا ہے اور خلافت کی تحریک میں عملی حصہ لیتا رہا ہے وغیرہ۔ اس عرضی پر امام کا کچھ نہیں بگڑا بلکہ نمائندہ انجمن کی طرف لوگوں کا عام خیال تھا کہ یہ ان کی حرکت تھی۔ اس کے بعد مختلف منصوبے امام کو علیحدہ کرنے کے لئے کئے گئے جس کا اثر یہ ہوا کہ منتظمہ کمیٹی کی طرف سے لوگ بددل ہوتے گئے اور امام کی حمایت میں ایک کثیر جماعت ہوگئی۔ آخر میں مقطع کا بند یہ ہوا کہ "زمیندار" کی ضمانت کی ضبطی جو قادیانی کی وجہ سے ہوئی تھی اس کے متعلق امام نے بھی لوگوں سے چندے کی اپیل کی۔ اس پر صدر صاحب کو خوب بھڑکایا گیا۔ وہ بے چارے کانوں کے کچے بھرے میں آگئے اور امام سے الجھ پڑے۔ تو تو میں میں اور سخت کلامی تک نوبت آئی۔ غصہ میں صدر صاحب نے فوراً تھانے میں رپٹ لکھوا دی اور دوسرے دن سپرنٹنڈنٹ پولیس اور ڈپٹی کمشنر صاحب سے امام کے خلاف سخت شکایت کی۔ جاڑے کا موسم تھا۔ دفاتر دہلی میں تھے۔ کمیٹی کے پانچ ممبران میں سے صرف دو وہاں موجود تھے۔ یعنی صدر اور ایک ممبر۔ صدر صاحب نے انہی دو ممبروں کی کمیٹی میں امام کو علیحدگی کی قرارداد منظور کرالی۔ اور ایک وکیل کی معرفت امام کو ایک ماہ کی میعاد کے بعد علیحدگی کا نوٹس دے دیا۔ امام صاحب نے وہ نوٹس مجھے بحیثیت سکریٹری کے بھیج دیا میں نے اس کا جواب وکیل صاحب کو یہ دیا کہ جو الزامات امام میں بتائے جاتے ہیں وہ غلط ہیں۔ امام نے اپنے اقرار کے خلاف کچھ نہیں کیا بلکہ کمیٹی نے عہد شکنی کی ہے کہ مقررہ شدہ تنخواہ میں بھی تخفیف کی اور رہائشی مکان حسب اقرار نامہ جو ملنا چاہئے تھا وہ نہیں دیا۔ امام نے مسجد کی امامت کے وقار کو بڑھا دیا ہے اور یہ کہ کمیٹی پبلک کا اعتماد کھو چکی ہے بہتر یہ ہے کہ کمیٹی ایک عام جلسہ میں مسلمانوں کا اعتماد حاصل کرے۔ وغیرہ۔ نوٹس کی میعاد گزر گئی۔ کمیٹی نے امام صاحب کی تنخواہ بند کردی مگر تین چار ماہ تک کسی امام کا تقرر نہیں کیا۔ وہی امام نماز پڑھاتا رہا۔ جب دفاتر شملہ چلے گئے اس وقت شر میں اضافہ ہوا۔ امام کی عدم موجودگی میں اس کا سامان نکال کر حجرہ مسجد کے باہر رکھ دیا۔ لوگ سخت غصہ میں تھے۔ مگر کمیٹی نے پولیس کی آڑ لے رکھی تھی۔ پبلک کی مطلق پروا نہ کی۔ اب امام کے خلاف عدالتی چارہ جوئی کی ہے اور عارضی حکم امتناعی حاصل کرلیا ہے کہ امام مسجد میں نماز نہ پڑھائیں۔ اس پر لوگ الگ جمع ہوگئے اور مسجد کے امام سے عدم تعاون اور بالکل مقاطعہ کردیا۔ ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے بلکہ ایک الگ جماعت کرتے ہیں۔ اس عدالتی چارہ جوئی کا پبلک نے ایک یہ بھی جواب دیا کہ ایک جلسہ عام میں ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر کیا کہ کمیٹی مذکورہ کے خلاف جو شکایات ہیں ان کی پڑتال اور تفتیش کرے۔ ان کی رپورٹ منسلک ہے۔ کمیٹی نے کمیشن سے عدم تعاون کیا۔ پبلک نے ایک عام جلسہ میں کمیشن کی رپورٹ کو منظور کیا اور کمیٹی مذکور کو معزول کرکے دوسری کمیٹی مقرر کردی۔ اب سابق کمیٹی اڑی ہوئی ہے اور ان کی بدولت مسلمانوں کا روپیہ عدالت اور عدالتی چارہ جوئی کی نذر ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ حکم امتناعی کے علاوہ ایک اور دعوٰی امام پر دائر کر رکھا ہے کہ وہ مسجد میں بچوں کو قرآن کی تعلیم نہ دے۔ پہاڑ گنج کے مسلمانوں کے کوئی تیس پینتیس لڑکے حافظ صاحب سے قرآن پڑھتے ہیں اور تمام بچوں کے والدین بالکل مطمئن ہیں۔ خود صدر صاحب نے ایک چٹھی میں اعتراف کیا ہے کہ حافظ صاحب بہترین قرآن شریف پڑھتے اور پڑھاتے ہیں۔ مگر ان کو اس سے بھی الگ کرنا چاہتے ہیں۔

مندرجہ بالا حالات میں کیا جزو کمیٹی جس میں خاص امام کے متعلق اختلاف ہو وہ متولی کی شرعی حیثیت رکھتی ہے یا نہیں؟ اور وہ جزو کمیٹی امام کو برطرف کرنے میں جب کہ ان پر یہ اچھی طرح سے آشکار اور واضح ہے کہ عام مسلمان اور خصوصاً نمازی مسجد امام کو رکھنا چاہتے ہیں کہاں تک حق بجانب ہے - مزید برآں جب دنیاوی قانون یعنی عدالتی حکم امتناعی عارضی ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ کمیٹی مذکور کو بھی ثبوت دینا ہے کہ ان کی امام کی برطرفی حق بجانب ہے۔ کیا شرعاً امام معزول اور برطرف سمجھا جا سکتا ہے؟ خصوصاً جب کہ صدر نے سکریٹری کی چٹھی کا کوئی جواب ابھی تک نہیں دیا۔ جس میں سکریٹری نے امام کی علیحدگی کو خلاف قاعدہ بتایا تھا۔

رہا ایک مسجد میں دو جماعتوں کا ہونا اس میں تو کوئی اختلاف نہیں۔ واقعی ایسا نہیں ہونا چاہئے مگر عام لوگ مندرجہ بالا واقعات کے ہوتے ہوئے کہتے ہیں کہ امام برطرف ہوا ہی نہیں۔ کیونکہ اس میں کوئی شرعی نقص نہیں ہے - ورنہ برطرفی مفاد مسجد میں کی جا سکتی ہے بلکہ صدر اور ان کے رفقاء کی ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔ خصوصاً جب کہ امام صاحب اور صدر میں جو رنجش اور سخت کلامی ہو گئی تھی وہ آپس میں ملاپ ہونے کے بعد شرعی طور پر رفع دفع ہو جانی چاہئے۔ اور لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ کدورت صاف ہو گئی ہے مگر صدر کے احباب اور حمایتی ان کو اس عدالتی چارہ جوئی کے لئے کراتے رہتے ہیں اور معاملات کی اصلاح نہیں ہونے دیتے۔

بدیں حالات کمیٹی اور ان کے رفقاء کا رویہ شرعی حیثیت سے کیسا ہے؟ اور جب کہ کمیٹی کو عام مسلمانوں نے معزول کر دیا ان کا بھی اڑے رہنا اور مسلمانوں کی رائے کی پروا نہ کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(ونڈر میر۔ سمر ہل شملہ) ۵ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۸۹) اگر یہ واقعات صحیح ہیں تو ان سے ثابت ہوتا ہے کہ کمیٹی نے اخلاقی طور پر نامناسب رویہ اختیار کیا ہے اور زیادتی اس کی جانب سے ہے - تاہم اس کے جس جلسہ میں امام کو معزول کیا گیا تھا اگر وہ جلسہ قواعد و آئین کے موافق جائز تھا یعنی کورم پورا تھا اور جلسہ کے انعقاد کے اصول طے شدہ کی کوئی خلاف ورزی اس میں نہیں کی گئی تھی تو اس جلسہ کا فیصلہ قاعدہ کی رو سے نافذ ہو گا۔ اگرچہ اخلاقاً وہ فیصلہ مذموم اور قابل اعتراض ہو۔ اور غالباً یہی وجہ ہو گی کہ عدالت سے بھی امام معزول کے خلاف حکم امتناعی جاری ہو گیا۔ عام پبلک اگر کمیٹی سابق کے فیصلے اور اس کے ارکان کے رویہ کے خلاف ہے تو اس کو چاہئے کہ اس کمیٹی کو معزول کر کے علیحدہ کر دے اور جدید کمیٹی جب قبضہ لے لے اس وقت اپنی رائے کے موافق بہتر انتظام کرے اور امام سابق کو مقرر کر دے لیکن تا فیصلہ یہ مزاحمت اور تکرار جماعت مستحسن نہیں ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

(۱) کیا جائیداد کی تقسیم کئے بغیر ایک وارث کی اجازت سے وقف ہو سکتی ہے؟
(۲) سجادگی اور تولیت کا حق اولاد کے بعد قریب ترین قرابت والے کو ہو گا

(سوال) مورث اعلیٰ خواجہ محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دو صاحبزادے تھے۔ خواجہ خدا بخش صاحب،

---

(۱) ویکرہ تکرار الجماعة باذان واقامة فی مسجد محلة لا فی مسجد طریق او مسجد لا امام له ولا مؤذن (الدر المختار) (قوله ویکره) ای تحریما لقول الكافی لا یجوز، والمجمع لا یباح وشرح الجامع الصغیر انه بدعة (الشامیة، کتاب الصلوة باب الامامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، ۱ / ۵۵۲ ط سعید)

خواجہ تاج محمد صاحب، ان دونوں صاحبزادوں کے دو سلسلے علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔ خواجہ خدا بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں حق سجادگی ان کے صاحبزادے خواجہ فخر الدین پر منتقل ہوا۔ اس وقت کوئی جائداد موقوف نہیں تھی بلکہ خواجہ خدا بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصی مملوکہ جائیداد تھی جس کے مستحق ان کے شرعی وارث ہوئے۔ خواجہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد ان کے بھائی خواجہ غلام فرید صاحب سجادہ نشین ہوئے۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے خواجہ محمد بخش صاحب سجادہ نشین ہوئے۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بعد ان کے صاحبزادے خواجہ قطب الدین سجادہ نشین ہوئے۔ یہاں تک یہ سلسلہ سجادگی خواجہ خدا بخش کے سلسلہ میں باقاعدہ جاری رہا۔ خواجہ فخر الدین کے زمانے کے بعد خواجہ غلام فرید کے عہد میں بعض جائیدادیں خانقاہ کے نام سے وقف کی گئیں اور خواجہ غلام فرید اور ان کے جانشین سجادے بھی رہے اور موقوفہ جائیدادوں کے متولی بھی قرار پائے۔ خواجہ قطب الدین کے بعد چونکہ خواجہ خدا بخش صاحب کے سلسلہ میں اولاد ذکور نہیں تھی اس لئے دوسرے سلسلے یعنی خواجہ تاج محمود کے سلسلہ میں دو شخصوں کو سجادگی و تولیت کے لئے تجویز کیا گیا۔ ایک خواجہ احمد علی پسر خواجہ شریف محمد صاحب دوسرے خواجہ فیض احمد صاحب پسر خواجہ امام بخش صاحب۔ یہ دونوں باعتبار عصوبت کے ایک ہی درجہ کے عصبہ تھے۔ مگر خواجہ احمد علی کو یہ ترجیح تھی کہ وہ خواجہ قطب الدین کی پھوپھی کے لڑکے تھے اور خواجہ فیض احمد خواجہ قطب الدین کے والد کی پھوپھی کے لڑکے تھے اور اس لحاظ سے بہ نسبت خواجہ احمد علی کے ابعد تھے۔

مگر خواجہ احمد علی کا استحقاق باعتبار قرابت کے راجح ہوتے ہوئے بھی خواجہ فیض احمد کو اس لئے مقدم کیا گیا کہ خواجہ احمد علی کمسن تھے اور زیر تعلیم تھے اور خواجہ فیض احمد عمر میں بڑے اور ہوشیار تھے۔ اب کہ خواجہ فیض احمد کا انتقال ہو گیا ہے اور انہوں نے اپنی ایک لڑکی اور ایک حمل اور دو علاتی بھائی چھوڑے ہیں۔ دوسری طرف خواجہ احمد علی صاحب موجود ہیں جو باعتبار علم و فضل اور بزرگی و تقدس کے ہر طرح اہل ہیں اور باعتبار قرابت عصوبت کے خواجہ فیض احمد کے مساوی اور قرابت من جہتہ الام میں ان سے اقرب اور راجح ہیں اور سلسلہ کے اہل الرائے اور معتقدین ان کو ہی ارشاد و تلقین اور تولیت و اہتمام کے لئے پسند کرتے ہیں۔

ان واقعات کے بعد حسب ذیل سوالات کا جواب مطلوب ہے۔

( ) خواجہ خدا بخش کی شخصی اور مملوکہ جائیداد جو وراثتہً منتقل ہوتی چلی آئی ہے وہ اسی طرح منتقل ہوتی رہے گی یا کسی حاکم کے اس لکھ دینے سے کہ تمام جائیداد وقف ہے اس کا حکم جائیداد موقوفہ کا ہو جائے گا؟ واقعہ یہ ہے کہ خواجہ قطب الدین کی وفات کے بعد ایک سرکاری عہدیدار نے تمام جائیداد کو وقف قرار دینے کی تجویز کی اور خواجہ قطب الدین کی والدہ نے لکھ دیا کہ تجویز سرکار منظور ہے تو اس سے تمام جائداد وقف ہو جائے گی یا صرف بیوہ خواجہ معین الدین (یعنی والدہ خواجہ قطب الدین) کے حصہ پر اس کا اثر پڑے گا۔

(۲) خواجہ فیض احمد صاحب کے بعد سجادگی اور تولیت کا استحقاق خواجہ احمد علی پسر خواجہ شریف محمد کو ہے یا خواجہ فیض احمد کی لڑکی یا اس کے بچے کو جو حمل میں ہے یا ان کے علاتی بھائیوں کو؟ جب کہ خواجہ احمد علی صاحب ہر طرح لائق اور اہل اور مرجع خواص و عوام اور مرکز تلقین و ارشاد ہیں اور قرابت کے لحاظ سے بھی من جہتہ الاب

مساوی درجہ کے اور من جہتہ الام خواجہ فیض احمد سے اقرب ہیں اور خواجہ فیض احمد کو صرف خواجہ احمد علی کی کم عمری کی بناء پر ترجیح دی گئی تھی۔ ورنہ یہ ان سے بھی راجح اور مقدم تھے تو ان کے انتقال کے بعد خواجہ احمد علی کو ن کا حق دیا جائے گا۔ بینوا توجروا۔

(جواب ۱۹۰) سوال کے جواب سے پہلے یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ چند روز پیشتر ایک سوال جو غالباً اسی واقعہ سے متعلق تھا میرے پاس آیا تھا اور میں نے اس کا جواب تحریر کر دیا تھا۔ اس سوال میں جو واقعات بیان کئے گئے تھے وہ سوال ہذا کے مندرجہ واقعات سے مختلف تھے۔ پس جواب سابق در جواب ہذا میں جو اختلاف دیکھا جائے اس کو اختلاف سوال پر محمول کیا جائے اور دونوں سوالوں میں سے جس سوال کے مندرجہ واقعات صحیح ہوں۔ اس کے جواب کو واقعہ کا صحیح جواب قرار دیا جائے اس کے بعد چند مقدمات سمجھ لینے ضروری ہیں۔

(الف) کسی جائیداد کے وقف ہونے کے لئے ضروری ہے کہ واقف اس جائیداد موقوفہ کا مالک ہو۔ من شرائطه الملك وقت الوقف، انتهى(۱) (كذافي الفتاوى اللكنوية نقلا عن البحر الرائق (۲) وفيها عن الخانية) لوقال اذا ملكت هذه الارض فهي صدقة موقوفة لاتجوز لانه تعليق والوقف لايقبل التعليق انتهى (۳) وفي الفتاوى العالمگيرية منها الملك وقت الوقف حتى لو غصب ارضاً فوقفها ثم اشتراها من مالكها ودفع الثمن اليه او صالح على مال دفعه اليه لاتكون وقفا كذافي البحرالرائق انتهى۔ (۴)

(ب) حاکم کو ہرگز یہ حق حاصل نہیں کہ وہ دوسرے لوگوں کی مملوکہ جائیدادوں کو وقف قرار دے دے کیونکہ وقف مالک جائیداد ہی کر سکتا ہے اور حاکم دوسروں کی جائیداد کا مالک نہیں۔ اس لئے اس کا کسی شخص مملوکہ جائیداد کو وقف قرار دینا باطل ہے۔ اس کی دلیل کے سلسلہ میں عبارات مندرجہ الف ملاحظہ فرمائی جائیں۔ نیز مندرجہ ذیل عبارت اس کی صریح دلیل ہے۔

لو ان سلطانا اذن لقوم ان يجعلوا ارضاً من اراضي بلدة حوانيت موقوفة على المسجد او امرهم ان يزيدوا في مسجدهم قالوا ان كانت البلدة فتحت عنوة ينفذ لانها تصير ملكا للغانمين فيجوز امر السلطان فيها واذا فتحت صلحاً تبقى على ملك ملاكها فلاينفذ امره فيها اه قلت(۶) ومفاد التعليل ان المراد بالمفتوحة عنوة التي لم تقسم بين الغانمين اذ لو قسمت صارت ملكا لهم حقيقةً فتامل (ردالمحتار ۳/ ۲۹ (۵) قلت مراده(۷) ان الارض اذا قسمت بين الغانمين وصارت ملكا لهم حقيقةً لم ينفذ امر السلطان فيها من جهة انه تصرف في ملك الغانمين ولا يجوز له هذا۔

---

(۱) مجموعه فتاوی لکهنوی علی هامش خلاصة الفتاوی، کتاب الوقف، ٤/ ٤٢٦ امجد اکیڈمی لاهور

(۲) (البحر الرائق، کتاب الوقف، ٥ ٢٠٣ ط بیروت)

(۳) (البحر الرائق، اوائل کتاب الوقف ٥/ ٢٠٢ ط بیروت لبنان)

(٤) (العالمگیریه، کتاب الوقف، الباب الاول، ٢/ ٣٥٣ ماجدية)

(٥) (ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب فی اوقاف الملوك، ٤، ٣٩٤ ط سعيد)

(٦) هذا من كلام العلامه الشامی

(۷) هذا من كلام المفتی الاعظم مصنف هذا الكتاب

(ج) وقف کے لئے متولی مقرر کرنا واقف کا حق ہے دوسرے لوگوں کو بلکہ حاکم کو بھی یہ حق نہیں کہ واقف کی مرضی کے بغیر یا اس کی مرضی کے خلاف متولی مقرر کردے۔ ولایة نصب القیم الی الواقف ثم لوصیه ثم للقاضی (درمختار) (۱)

(د) سجادہ نشینی درحقیقت خدمت ارشاد و تلقین میں شیخ کی قائم مقامی کا نام ہے اور ظاہر ہے کہ اس میں نہ شرعاً وراثت جاری ہوتی ہے۔ نہ عقلاً ہو سکتی ہے۔ بلکہ اس کے لئے اہلیت وصلاحیت ضروری ہے۔ اہلیت وصلاحیت کے لئے ضروری شرائط یہ ہیں۔ شرط من یاخذ البیعة امور (۱) احدها علم الکتاب والسنة وانما شرطنا العلم لان الغرض من البیعة امره بالمعروف ونهیه عن المنکر وارشاده الی تحصیل السکینة الباطنة وازالة الرذائل واکتساب الحمائد فمن لم یکن عالماً کیف یتصور منه هذا (۲) والشرط الثانی العدالة والتقوی فیجب ان یکون مجتنبا عن الکبائر غیر مصر علی الصغائر (۳) والشرط الثالث ان یکون زاهداً فی الدنیا راغبا فی الآخرة مواظبا علی الطاعات المؤکدة والاذکار المأثورة فی صحاح الاحادیث (٤) والشرط الرابع ان یکون آمراً بالمعروف وناهیا عن المنکر مستبداً برایه ذا مروءة وعقل تام لیعتمد علیه (۵) والشرط الخامس ان یکون صحب المشائخ وتادب بهم دهرا طویلا واخذ منهم النور الباطن والسکینة (کذا فی القول الجمیل للشیخ ولی الله المحدث الدهلوی طاب ثراه باختصار)۔ یعنی مرشد اور صاحب تلقین وارشاد کے لئے چند شرطیں ہیں۔ (۱) شرط اول یہ ہے کہ وہ کتاب اللہ اور حدیث نبویہ کا عالم ہو۔ عالم ہونے کی شرط اس لئے ہے کہ بیعت لینے کی اصل غرض یہ ہے کہ مرشد امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرے اور مریدین کو سکینت باطنیہ یعنی ایقان قلبی کا راستہ اور طریقہ بتائے اور ان کے ملکات رذیلہ دور کرے اور اوصاف حمیدہ حاصل کرنے کی راہیں تعلیم کرے اور ظاہر ہے کہ جو شخص عالم نہ ہو اس سے یہ کام متصور نہیں ہو سکتے۔ (۲) شرط دوم یہ کہ مرشد یعنی صاحب سجادہ متقی اور پرہیزگار ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ کبیرہ گناہوں سے مجتنب ہو اور صغیرہ گناہوں پر بھی اصرار نہ کرتا ہو۔ (۳) شرط سوم یہ کہ حکام دنیا سے کنارہ کش اور آخرت کی طرف راغب ہو۔ جن عبادتوں کو شریعت نے ضروری قرار دیا ہے ان کو مواظبت کے ساتھ ادا کرتا ہو اور جو اذکار کہ آنحضرت ﷺ سے صحیح حدیثوں میں ماثور ہیں ان کو پابندی سے پڑھتا ہو۔ (۴) شرط چہارم یہ کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا رہے اور اپنی مستقل رائے رکھتا ہو۔ ضعیف الرائے اور کانوں کا کچا نہ ہو۔ مروت اور عقل کامل سے موصوف ہو کہ اس پر اعتماد اور بھروسہ کیا جاسکے۔ (۵) شرط پنجم یہ کہ زمانہ دراز تک مشائخ کرام کی خدمت میں رہ کر آداب طریقت سیکھے ہوں اور اطمینان و سکینت حاصل کی ہو اور نور باطن کا استفادہ کیا ہو۔

(ہ) متولی وہ شخص مقرر کیا جاسکتا ہے جو امین یعنی دیانتدار ہو اور انتظام و نگہداشت وقف کی صلاحیت رکھتا ہو۔ لا یولی الا امین قادر بنفسه او بنائبه ویشترط للصحة بلوغه وعقله کذا فی البحر الرائق (فتاوی

---

(۱) (الدر المختار، کتاب الوقف، مطلب ولایة نصب القیم الی الواقف ثم لوصیه ثم للقاضی، ٤/ ٤٢١، ٤٢٤ ط ایچ ایم سعید)

عالمگیری)(۱) یعنی وقف کا صرف ایسا ہی شخص متولی بنایا جائے جو امانت دار اور انتظام کی بذات خود یا اپنے نائب کے ذریعہ سے قدرت رکھتا ہو اور صحت تولیت کے لئے متولی کا بالغ اور عاقل ہونا شرط ہے۔

(د) اگرچہ بعض فقہاء نے نابالغ بچہ کو متولی بنا دینا جائز بتایا ہے مگر اس جواز کے لئے شرط یہ ہے کہ واقف نے یہ شرط کر دی ہو کہ متولی میری اولاد میں سے ہی ہوا کرے گا اور اس کی اولاد میں کوئی بالغ موجود نہ ہو اور اس نابالغ کا حق ثابت ہو، اور اس صورت میں اس کے بلوغ تک کسی امین معتمد علیہ کو متولی کی خدمات ادا کرنے کے لئے معین کرنا لازم ہوگا۔ اور اگر ایسے واقف کی شرط یا وصیت نہ ہو یا شرط و وصیت کے موافق بالغ متدین اور منتظم متولی مل سکتے ہوں تو نابالغ کو محض وراثت کے طور پر متولی بنانا باطل ہے کیونکہ تولیت میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ یہ بھی یاد رہے کہ واقف کے سوا کسی اور متولی کی وصیت کا نابالغ کے حق میں اعتبار نہ ہوگا۔ ولو اوصى الى صبي في وقفه فهو باطل في القياس ولكني استحسن ان تكون الولاية اليه اذا كبر انتهى۔ (۲) وبهذا يعلم ان ما شاع في زماننا من تفويض نظر الاوقاف لصغير لا يعقل وحكم القاضي الحنفي بصحة ذلك خطاء محض انتهىٰ (كله من رد المحتار)(۳) ان مقدمات کو ذہن نشین کرنے کے بعد سوال کا جواب یہ ہے۔

(۱) خواجہ خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ کی وہ مملوکہ جائیداد جو ان کے وارثوں پر باقاعدہ وراثت منتقل ہوتی چلی آئی ہے وارثوں کی مملوکہ ہی رہے گی اور جب تک اس کے حصہ داروں میں سے کوئی حصہ دار اپنے حصہ مملوکہ کو وقف نہ کرے وہ کسی حاکم کی تجویز سے یا کسی ایک یا چند حصہ داروں کی تحریر سے کہ ہمیں حاکم کی تجویز منظور ہے۔ شرعاً وقف نہیں ہو جائے گی۔ بلکہ وہ باقاعدہ وراثت حصص شرعیہ اور سہام مقررہ پر تقسیم ہو کر ہر مستحق کو ملتی رہے گی۔ حاکم کی تجویز کہ وراثت یعنی جائیداد موروثہ کو وقف قرار دیا جائے کسی حصہ دار کے حق پر اس لئے اثر انداز نہیں کہ حاکم جائیداد موروثہ کا مالک نہیں اور بغیر ملک وقف صحیح نہیں۔ دیکھو مقدمہ حرف الف و ب۔ ہاں بعض وارثوں کا یہ لکھ دینا کہ ہمیں حاکم کی تجویز وقف منظور ہے۔ صرف ان کے حصہ پر اثر انداز ہوگا کہ ان کا حصہ وقف ہو جائے گا۔ دیگر حصہ داروں کے حصوں پر اس کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ مقدمہ حرف الف و ب کی عبارتیں اس کی دلیل ہیں۔

(۲) واقعات مندرجہ سوال سے ظاہر ہے کہ خواجہ احمد علی صاحب خلف خواجہ عاقل محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان کے دو صاحبزادوں یعنی خواجہ خدا بخش و خواجہ تاج محمود صاحب نے اپنے اپنے حلقہ ہائے رشد و تلقین جدا جدا قائم کر لئے۔ پہلے سلسلہ یعنی خواجہ خدا بخش کے سلسلہ میں حق سجادہ نشینی ان کی اولاد ذکور میں خواجہ قطب الدین مرحوم تک بلا نزاع منتقل ہوتا رہا۔ خواجہ قطب الدین کی وفات کے بعد خواجہ احمد علی خلف خواجہ شریف محمد صاحب سجادہ نشین اور تولیت اوقاف مابعد کے اس لئے مستحق تھے کہ وہ اس سلسلہ میں

---

(۱) (الفتاوی العالمگیریہ، کتاب الوقف، الباب الخامس في ولاية الوقف وتصرف القيم في الاوقاف ۲/ ۴۰۸ ط ماجدیہ)
(۲) (ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب في تولية الصبي، ۴/ ۳۸۱ ط سعید)
(۳) (ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب فيما شاع في زماننا من تفويض نظر الاوقاف للصغير، ۴/ ۳۸۱ ط سعید)

خواجہ محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی بی بی جیونوں کے لڑکے تھے۔ یعنی اولاد اناث میں داخل تھے اور آخری سجادہ نشین یعنی خواجہ قطب الدین مرحوم سے قرابت قریبہ رکھتے تھے مگر چونکہ وہ صغیر السن تھے اس لئے اصول وراثت (یعنی تقدیم اقرب) کو نظر انداز کرتے ہوئے خواجہ فیض احمد مرحوم کو جو آخری سجادہ نشین خواجہ قطب الدین سے قرابت بعیدہ من جہۃ الاناث رکھتے تھے سجادہ نشین بنادیا گیا۔ ان امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے سوال ثانی کا جواب یہ ہے کہ خواجہ فیض احمد مرحوم کے بعد خواجہ احمد علی خلف خواجہ شریف محمد صاحب بوجوہ متعددہ سجادہ نشینی اور تولیت کے مستحق ہیں۔

اول اس لئے کہ وہ حسب بیان سائل ہر طرح لائق اور اہل اور صاحب ارشاد و تلقین ہیں۔ دوم اس لئے کہ اس سلسلہ کے متوسلین بھی ان کو ہی ارشاد و تلقین کے لئے پسند کرتے ہیں۔ سوم اس لئے کہ وہ اس سلسلہ کے اولاد دختری ہونے کی جہت سے ایک رکن ہیں۔ چہارم اس لئے کہ وہ اس سلسلہ کے آخری سجادہ نشین خواجہ قطب الدین مرحوم سے قرابت قریبہ رکھتے ہیں کیونکہ عصوبت کی جہت سے وہ خواجہ فیض احمد مرحوم کے مساوی درجہ میں ہیں اور قرابت امومیت میں وہ خواجہ فیض احمد مرحوم سے اقرب و مقدم ہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ خواجہ فیض احمد مرحوم کو اسی وقت ہٹا کر خواجہ احمد علی صاحب کو ان کا حق دے دیا جاتا۔ اس وقت خواجہ احمد علی بالغ و صالح ہو گئے تھے لیکن اگر ایسا نہیں کیا گیا تو خواجہ فیض احمد مرحوم کی وفات کے بعد خواجہ احمد علی صاحب کی کوئی مزاحمت نہیں کر سکتا۔ خواجہ فیض احمد مرحوم کا بچہ اگر حمل سے لڑکا پیدا ہو تو اس کا تو قطعاً مستحق نہیں کہ اس میں وراثت تو جاری نہیں ہو سکتی اور ایک نومولود بچہ فرائض سجادگی ادا کرنے اور ارشاد و تلقین کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا اور شرائط سجادہ نشینی جو مقدمہ (د) میں مذکور ہیں اس کے اندر پائے جائیں یہ متصور نہیں۔

اسی طرح تولیت کا بھی مستحق نہیں کہ وقف کی دل تو کوئی شرط وصیت ثابت نہیں اور وقف کے بعد کسی متولی کی وصیت معتبر نہیں۔ دوسرے یہ کہ سلسلہ اولیٰ میں خواجہ احمد علی صاحب اس بچہ سے اولیٰ، اصلح، ارشد، اقرب و اہل موجود ہیں اور اصول وراثت اس میں جاری نہیں ہو سکتے۔ خود خواجہ فیض احمد مرحوم زیادت استحقاق کی بناء پر سجادہ نشین نہیں بنے تھے بلکہ خواجہ احمد علی کی کم سنی کی بناء پر بنائے گئے تھے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ خواجہ فیض احمد صاحب کے بچہ کی کم سنی بلکہ لاتعقلی کی بناء پر خواجہ احمد علی صاحب کو سجادہ نشینی کے لئے منتخب نہ کیا جائے حالانکہ وہ وجوہ استحقاق میں اولیٰ اور اقدم ہیں۔

خواجہ فیض احمد مرحوم کے علاتی بھائیوں کا استحقاق کوئی معنی نہیں رکھتا۔ کیونکہ عصوبت میں وہ خواجہ احمد علی صاحب سے اقوی نہیں اور قرابت امومیت ان کو حاصل نہیں۔ لہذا ان کو ترجیح دینے کی کوئی وجہ موجود نہیں۔

خلاصہ جواب یہ ہے کہ بحالات موجودہ و نظر بر واقعات مذکورہ خواجہ احمد علی صاحب سجادہ نشینی اور تولیت کے مستحق ہیں۔ خواجہ فیض احمد مرحوم کا نومولود بچہ یا ان کے علاتی بھائی یا ان کی موجودہ لڑکی سجادہ نشینی و تولیت کی مستحق نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ الراجی رحمۃ مولاہ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی ۴ جمادی الاخری ۱۳۵۴ھ

الجواب صحیح فقیر محمد سعید کان اللہ لہ، خدا بخش عفی عنہ مدرس امینیہ، فقیر عبدالماجد غفرلہ ناظم جمعیۃ علماء، محمد عبدالاول راسخ غفرلہ، دفتر جمعیۃ، بندہ ضیاء الحق غفرلہ مدرسہ امینیہ، خادم العلماء سلطان محمود عفی عنہ مدرسہ فتحپوری دہلی، محمد شریف اللہ غفرلہ، مدرسہ فتحپوری دہلی، اشفاق غفرلہ مدرس مدرسہ فتحپوری محمد سجاد حسین بقلم خود مدرس فتحپوری، بندہ ذبگناہ محمد حسن شاہ مدرس مدرسہ رحیمیہ، احقر ترین محمد سراج الدین خلف مولانا مفتی محمد اکرم صاحب ڈیرہ اسماعیل خانی، حبیب المرسلین نائب مفتی مدرسہ امینیہ سکندر دین عفی عنہ مدرسہ امینیہ دہلی۔)

(۱) باہمی رضامندی سے طے کیا ہوا معاہدہ درست ہے
(۲) شرائط پر عمل کرنے کو معاہدہ کی خلاف ورزی قرار نہیں دیا جا سکتا

(سوال) رنگون میں دو فریقوں نے باہمی مصلحت کے لئے بطور ذیل ایک معاہدہ لکھ کر اپنے اپنے دستخط کر دیئے۔

نقل معاہدہ۔ ہم دستخط کنندگان ذیل اس تحریر سے اظہار کرتے ہیں کہ ہم فریقین میں جو اختلاف چل رہا تھا اس کو جناب مولانا احمد اشرف صاحب نے بیچ میں پڑ کر فریقین میں حسب ذیل مصلحت کرا دی۔

دارالعلوم تھمائنگ و دیگر مدارس و مکاتب متعلقہ جمعیۃ علمائے صوبہ برما و نیز جمعیۃ علماء کے جملہ اراکین و ذمہ داران اور سورتی محمڈن قبرستان تاموے کے دارالعلوم عربیہ کے جملہ منتظمین اور عہدیداران اس مصالحت کے بعد فریقین صلح و آشتی کے ساتھ اپنے اپنے زیر تحت مدارس کا انتظام جاری رکھیں گے اور ہر ایک مدرسہ میں تعلیم کی غرض سے جن مدرسین کا تقرر ہو ان کو و نیز طلبہ کو و نیز جمعیۃ کے دیگر ملازموں کو کسی ایک مدرسہ سے کھینچ نہیں لیا جائیگا۔ ایسے ہی کسی ایک مدرسہ سے جن مدرسین و طلبہ و ملازمین کو خارج کیا ان سب کو فریقین آپس میں ایک دوسرے کی اجازت کے بغیر اپنے اپنے مدارس میں داخل نہ کیا جائے اور نہ ملازمین خارج شدہ کو ملازم رکھا جائے۔ ختم شد۔

پس ارشاد ہوا کہ (۱) نفس معاہدہ مذکور شرعاً کیسا ہے؟ (۲) تعلیمی سال تمام کے بعد شروع سال تعلیمی میں کسی فریق کے مدرسہ کا طالب علم دوسرے فریق کے مدرسہ میں داخل ہونا چاہئے تو اس دوسرے فریق کو اپنے مدرسہ میں اس کو داخل کر لینا معاہدہ مذکورہ کی رو سے اور شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اسی طرح دوران سال میں ایسا کرنے کا کیا حکم ہے؟ (۳) کسی فریق کے مدرسہ کا طالب علم یا مدرس یا دیگر ملازم کسی وقت میں بغیر خارج کئے ہوئے خود بخود اس سے علیحدہ ہو جائے اور دوسرے فریق نے اس کو بھڑکایا بھی نہ ہو۔ پس آیا اس دوسرے فریق کو بروئے معاہدہ اور شرعاً یہ جائز ہے کہ اپنے مدرسہ میں اس کو رکھ لے۔ (۴) اگر کسی فریق کا کوئی طالب علم ایسا ہے کہ اس کا دل بوجہ عدم مناسبت یا خرابی تعلیم وغیرہ اس کے مدرسہ میں نہ لگتا ہو اور اس لئے وہ دوران سال یا شروع سال تعلیمی میں اس مدرسہ کو چھوڑ دے اور فریق ثانی کے مدرسہ میں منتظمین سے اپنے داخل ہونے کی خواہش ظاہر کرے لیکن یہ منتظمین اس بناء پر اس کو اپنے یہاں داخل نہ کریں کہ فریق مقابل

حضرات اس کو معاہدہ کے خلاف قرار دیتے ہیں اور بلا تحقیق بھڑکانے کا الزام لگاتے ہیں بلکہ بھڑکانے سے قطع نظر مطلقاً کسی فریق کا کسی کو اپنے مدرسہ میں رکھ لینا بالکل معاہدے کے خلاف سمجھتے ہیں اور اس طرح وہ طالب علم پڑھنا ترک کر دے اور تحصیل علم دین سے محروم رہ جائے۔ پس اس صورت معروضہ میں فریق اول کا اس طالب علم کو فریق ثانی کے مدرسہ میں داخل ہونے سے روکنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور فریق ثانی کا اپنے مدرسہ میں اس کو داخل کر لینا درست تھا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی نمبر ۲۳۴۲ حاجی داؤد ہاشم یوسف صاحب رنگون۔ مورخہ ۳۰ ذیقعدہ ۱۳۵۷ھ م ۲۲ جنوری ۱۹۳۹ء

(جواب ۱۹۱) یہ معاہدہ خود درست ہے مگر اس میں آخری فقرہ ذرا اصلاح طلب ہے۔ یعنی اگر کسی طالب علم یا مدرس کو ایک مدرسہ سے کسی خطا یا قصور پر خارج کیا گیا ہو تو اس کے حق میں یہ معاہدہ صحیح ہے لیکن اگر کوئی مدرسہ کسی طالب علم یا مدرس کو اپنی مالی کمزوری کی بناء پر یا کسی ذاتی مخاصمت کی بناء پر نکال دے تو اس کے حق میں یہ معاہدہ صحیح نہیں ہے۔ نیز جو طلبہ کہ کسی مدرسہ سے اس بناء پر چلے آئیں کہ وہاں تعلیم کا انتظام حسب دلخواہ نہیں ہے۔ ان کو دوسرا مدرسہ اپنے یہاں داخل کر سکتا ہے۔ اس میں معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں ہوگی۔ کیونکہ معاہدہ یہ ہے کہ دوسرے مدرسہ سے طلبہ کو کھینچا نہ جائے۔ خود آنے والے طلبہ اس میں شامل نہیں ہیں۔ واللہ یعلم المفسد من المصلح۔ (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

متفرق احکام متعلقہ تولیت و انتظام

(۱۹۲) قاضی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ ناظر وقف (متولی) کو صرف مستحقین وقف کی شکایت پر معزول کر دے تاوقتیکہ مستحقین وقف متولی کی خیانت ثابت نہ کر دیں وہ معزول نہیں ہو سکتا۔ لیس للقاضی عزل الناظر بمجرد شکایة المستحقین حتی یثبتوا علیه خیانة (درمختار برحاشیة ردالمحتار ص ۴۵۷ ج ۳)(۲) قد صرح العلماء بانه لا یجوز عزل الناظر ولا عزل صاحب وظیفة ما بغیر جنحة ولو عزله الحاکم لا ینعزل بغیر جنحة(۳) (خیریه ص ۱۵۳/ج ۱) ان طعن علیه فی الامانة لا ینبغی اخراجه الا بخیانة ظاهرة(۴) (ردالمحتار ص ۴۵۷ ج ۳) قال فی آخر اوقاف الخصاف فقال ان طعن علیه فی الامانة فرای الحاکم ان یدخل معه آخر او یخرجه من یده ویصیره الی غیره قال اما اخراجه فلیس ینبغی ان یکون الا بخیانة ظاهرة مبینة (۵)(البحر الرائق ص ۲۵۲ ج ۵)

متولی کے ہوتے ہوئے قاضی کو وقف میں کوئی تصرف کرنے کا اختیار اور حق نہیں۔ لا یملك

---

(۱) سورة البقرة الجزء الثانی رقم الآیة نمبر ۲۲۰،

(۲) (الدر المختار، کتاب الوقف، مطلب لیس للقاضی عزل الناظر، ص ۴/ ۴۳۸ ط سعید)

(۳) (الفتاوی الخیریة علی هامش الفتاوی الحامدیه، کتاب الوقف، مطلب لا یجوز عزل صاحب وظیفة لامر السلطان والامین وکیل ۱/ ۲۵۱ ط قندهار، افغانستان)

(۴) (ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب للقاضی ان یدخل مع الناظر غیره بمجرد الشکایة ص ۴/ ۴۳۹ ط سعید)

(۵) (البحر الرائق، کتاب الوقف ۴/ ۲۵۲ ط بیروت)

القاضی التصرف فی الوقف مع وجود ناظر ولو من قبله(۱) (ردالمحتار ص ۴۱۵ / ج ۳)

ولایۃ القاضی متاخرۃ عن المشروط له ووصیه (۲) (ردالمحتار ص ۴۱۵ / ج ۳)

متولی سے ہر سال حساب لینا ضروری نہیں ہے- یعنی متولی پر لازم نہیں کہ وہ ہر سال حساب پیش کرے- لاتلزم المحاسبۃ فی کل عام (۳) (ردالمحتار ص ۴۶۳ / ج ۳)

متولی سے (جب کہ اس کی خیانت ثابت نہ ہو یا متہم نہ ہو) اجمالی حساب لیا جا سکتا ہے۔ تفصیل پیش کرنے کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا۔ ویکتفی القاضی منه بالاجمال لو معروفا بالامانۃ (در مختار (۴) ص ۴۶۳ / ج ۳)

جب وقف کے مصارف (معینہ من جہۃ الواقف) معلوم نہ ہوں (قبالہ وقف کے ضائع ہو جانے کی وجہ سے) تو متولیین سابقین کے دستور العمل کے موافق عمل کرنا چاہئے۔ سئل شیخ الاسلام عن وقف مشہور اشتبهت مصارفه وقدر ما یصرف الی مستحقیه قال ینظر الی المعهود من حاله فیما سبق من الزمان من ان قوامه کیف یعملون فیه والی من یصرفونه فیبنی علی ذلک لان الظاهر انهم کانوا یفعلون ذلک علی موافقۃ شرط الوقف وهو المظنون بحال المسلمین فیعمل علی ذلک اه (ردالمحتار (۵) ص ۴۴۰ / ج ۳) سئل فی وقف اشتبهت مصارفه کیف یفعل عن غلته اجاب ان لم یوقف علی شرط واقفه یعمل فیه بما کانت تفعله القوام سابقا(۶) (خیریه ص ۱۱۶ / ج ۱) صرح علماؤنا بان الوقف اذا اشتبهت مصارفه بضیاع کتابه ینظر الی المعهود من القوام فیما سبق فیبقی علیه (۷) (خیریه ص ۱۶۷ / ج ۱) ویعتبر تصرف القوام السابقین (۸) (فتاوی حامدیه ص ۱۱۰ / ج ۱) فان لم یعرف له شرط یعمل ما عمل من قبله (۹) (فتح القدیر ص ۶۸ / ج ۵) وان لم یعرف شرط الواقف ذلک ینظر هذا القیم الی من کان قبله فان کانوا یشترون من اوقاف المسجد الدهن والحصیر والحشیش والآجر وما ذکرنا کان للقیم ان یفعل ذلک والا فلا (۱۰) (قاضی خان کشوری ص ۳۰۰ / ج ۴)

جب کسی وقف کا متولی موجود ہو خواہ واقف کا مقرر کیا ہوا یا کسی اور کا (مثلاً قاضی یا حکومت کا مقرر کیا

---

(۱) (ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب لایملک القاضی التصرف الخ ص ۴ / ۳۷۴ ط سعید)
(۲) (وکذا فی ۴ / ۴۲۳ مطلب ولایۃ القاضی الخ)
(۳) (کتاب الوقف، مطلب فی محاسبۃ المتولی وتحلیفه، ۴/۴۴۸ ط سعید)
(۴) ایضاً
(۵) (ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب فی حکم وقف القدیم المجهولۃ شرائطه ومصارفه، ۴ / ۴۱۲ ط سعید)
(۶) (الفتاوی الخیریۃ، من کتاب الوقف مطلب ادعی رجل استحقاقا فی وقف اشتبهت مصارفه، ص ۱ / ۱۹۱ ط کمال پرنٹنگ پریس، دہلی)
(۷) (الفتاوی الخیریۃ، کتاب الوقف مطلب اذا اشتبهت مصارف الوقف ینظر الی المعهود من القوام فیما سبق، ۱ / ۲۷۴ ط کمال پرنٹنگ پریس)
(۸) (الفتاوی الحامدیۃ، من کتاب الوقف الباب الاول فی وقف تقادم امره الخ ص ۱/۱۱۰ ط کمال پرنٹنگ پریس)
(۹) (فتح القدیر، کتاب الوقف، الفصل الاول فی المتولی، ۶/۲۴۰، بیروت)
(۱۰) (قاضی خان علی هامش الهندیۃ، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجدا الخ ۳ / ۲۹۷ ط ماجدیۃ)

ہو) تو قاضی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ بلاوجہ دوسرا متولی مقرر کردے۔ جب تک پہلے متولی کی خیانت ثابت نہ ہو یا اور کوئی ایسا ہی سبب نہ ہو۔ (مثلاً متولی سارق مجنون یا ناقابل انتظام یا فاسق ہو جائے) اذا كان للوقف متول من جهة الواقف او من جهة غيره من القضاة لا يملك القاضي نصب متول آخر بلا سبب موجب لذلك وهو ظهور خيانة الاول او شيء آخر (ردالمحتار ص ۴۲۰ ج ۴)(۱)

ملازمین کو تنخواہ نہ دینا یا کم دینا شرعی اور قانونی جرم ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۲ دسمبر ۱۹۲۸ء)

(سوال) جو شخص اپنے آپ کو مسلم کہتا ہو اگر وہ اس غرض سے کہ سکول کی گرانٹ (مدد جو گورنمنٹ کی طرف سے ملتی ہے) میں اضافہ ہو جائے۔ (۱) سکول کے ادنیٰ ملازمین کو بالکل تنخواہ نہ دے مگر ان کی تنخواہ سکول کے رجسٹروں میں دکھائے اور ان کے جعلی دستخط یا انگوٹھے لگوائے (۲) بعض ملازمین کے دستخط تو زیادہ تنخواہ پر کرائے مگر در اصل تنخواہ کم دے۔ (۳) سکول کے سائر اخراجات میں فرضی بل بنوا کر درج کرے۔ ایسا شخص مجرم ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو شریعت نے اس کے لئے کیا سزا مقرر کی ہے؟

(جواب ۱۹۳) یہ خلاف واقع فرضی کارروائیاں کرنا شرعاً و قانوناً ہر طرح جرم ہے۔ اور مرتکب مجرم ہے۔ اس کی تعزیر حاکم و قاضی کی رائے پر موقوف ہے۔ (۲) محمد کفایت اللہ غفر لہ

متولی کی موت کے بعد مسجد کا چوری کیا ہوا روپیہ اس کے ورثہ سے نہیں لیا جا سکتا

مرسلہ محمد صغیر خاں صاحب مقام اوسیا ضلع غازی پور۔

(سوال) مسجد کا روپیہ ایک شخص جو کہ متولی مسجد بھی تھے ان کے پاس امانۃً رکھا گیا۔ امین صاحب نے مسجد کا روپیہ اور اپنے گھر کا روپیہ اور مدرسے کے نام کا روپیہ علیحدہ علیحدہ ایک ہی بکس میں تالا لگا کر رکھ دیا۔ امین صاحب کے بھتیجے نے دو غیر آدمیوں کے ساتھ مل کر کنجی چرا کر تالا کھولا اور مسجد وغیرہ کا روپیہ چوری کر لیا۔ جب امین صاحب کو چوری کا حال معلوم ہوا تو تھانے میں جا کر رپورٹ لکھوائی اور دیہاتی دستور کے موافق پچھ نام نکلوائے تو معلوم ہوا کہ امین صاحب کا بھتیجا اور دو غیر شخص نے مل کر یہ کام کیا ہے۔ مگر گاؤں والوں نے اس وقت سکوت اختیار کیا۔ امین صاحب سے روپیہ کا مطالبہ نہیں کیا اور نہ کوئی قسم کا ارادہ ظاہر کیا۔ امین صاحب بہت پرہیزگار و امانت دار شخص تھے۔ کچھ دنوں بعد اچانک موت (ہارٹ فیل) ہو گیا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ اس چوری ہی کے غم میں مرے۔

اب دو برس کے بعد گاؤں والوں نے ان کے ورثہ پر عدالت میں استغاثہ پیش کیا ہے اور مقدمہ چل

---

(۱) (ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب فی عزل الناظر، ۴/ ۳۸۲ ط سعید)

(۲) (ولا يحده سيده بغير اذن الامام) لقولهم يكره اى الحد) فمة الامام نهر (الدر المختار كتاب الحدود ۴/ ۱۳ ط سعيد) وثبت ذلك عند الامام (فيقطع (الامام) ان اقر بها مرة) الدر المختار (قوله ثبت ذلك الخ) هو شرط للقطع كما افاده بقوله فيقطع ان اقر مرة او شهد رجلان (رد المحتار، كتاب السرقة، ص ۴/ ۸۵ ط سعيد)

باہے۔ کیا امین صاحب کے وارثوں سے گاؤں والے روپیہ وصول کرنے کا حق رکھتے ہیں؟

المستفتی محمد صغیر خاں میانجی۔ مقام اوسیا ضلع غازی پور اگست ۱۹۵۲ء

جواب ۱۹٤) امین صاحب کے وارثوں سے یہ روپیہ طلب کرنے کا گاؤں والوں کو حق نہیں ہے۔ نہ وہ یہ رقم واکرنے کے ذمہ دار ہیں۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ر کردار اور واقف کے دور کے رشتہ دار کی بجائے امین اور قریبی رشتہ داروں کو متولی بنایا جائے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۳۵ء)

سوال) زید مرحوم نے یک حقیقت مجملہ ۳۰ کے ۱۵، اپنی ذاتی مشترکہ غیر منقسمہ اور دوسری ۳۳ وقف فی سبیل اللہ کر کے اپنی زوجہ کو تاحیات اس کے متولیہ مقرر کیا۔ اب متولیہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ وقف نامہ کی شرط ہے کہ بعد وفات متولیہ کے ایک ایسا شخص متدین سنی حنفی متولی کیا جاوے جس کو علمائے وقت منتخب کریں۔ ں اب دو شخص خالد و بکر تولیت کے خواستگار ہیں جن کی صفت ذیل میں درج ہیں۔

خالد۔ واقف کا حقیقی بھتیجا ہے۔ واقف لاولد تھا۔ یہ اچھا زمیندار و مالگذار ہے۔ گورنمنٹ سے ایک معزز عہدہ و اعلیٰ خدمات و نیک چلنی کی بنا پر پنشن پا رہا ہے۔ سنی حنفی ہے۔ مسلم معززین اس کی دیانت قابلیت انتظام اور مذکورہ صفات کی وجہ سے اس کو متولی ہونے کا اہل سمجھتے ہیں۔

بکر۔ اس کا واقف سے قریبی رشتہ نہیں ہے۔ واقف اس کے پھوپھا تھے۔ ذریعہ معاش اس کا بہ ظاہر کچھ نہیں ہے۔ متولیہ مرحومہ کی حیات میں ان کا کارکن رہا ہے بہ دوران کارکنی اس نے قریب چار ہزار گز زمین موقوفہ اعلیٰ درجہ کی سب سڑک پختہ بلا تقسیم کرائے فروخت کر دی۔ واقف نے لکھا ہے کہ شخص مستحقین مندرجہ وقف نامہ میں سے جو جو مرتا جاوے اس کا روپیہ مدرسہ دیوبند کو بھیجا جاوے۔ تین شخص فوت ہو گئے مگر ان کا چاہو اروپیہ دیوبند نہیں بھیجا گیا۔ ایک یتیم خانہ کو چار سال سے اور ایک مدرسہ کو دو سال سے کچھ نہیں دیا گیا غرباء کے لئے سالانہ کھدر روپے کا کبھی تیار نہیں کرایا۔ ایک سرائے موقوفہ مشترکہ بلا تقسیم کرائے فروخت کر دی اور مشتریان کو قابض کرادیا۔

جواب ۱۹۵) خالد تولیت کا مستحق ہے اور اگر بکر وقف پر بصیغہ تولیت قابض ہو جیسا کہ اس کی صفات سے ان سے مترشح ہوتا ہے تو اس کو معزول کرنا واجب ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

---

(۱) الحدیث لدار قطنی لیس علی المستودع غیر المغل ضمان" "المغل" ہو الخائن (سنن دار قطنی، ۳/ ٤۱ من حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ)

(۲) لا یولی الا امین قادر بنفسہ او بنائبہ (الہندیۃ کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایۃ الوقف ۲/ ٤۰۸، ط ماجدیہ) ونزع) وجوبا (لو غیر مامون) ، (الدر المختار ، کتاب الوقف ، مطلب یاثم بتولیۃ الخائن ، ٤/ ۳۸۰ ط سعید)

کیا بلا اختیار معزول کئے ہوئے قاضی کو برقرار رکھا جائے؟

(الجمعیۃ مورخہ ۱۳ جولائی ۱۹۳۵ء)

(سوال) متولی جامع مسجد اپنے ساتھیوں کی مدد سے بغیر کسی شرعی سبب کے قاضی کو معزول قرار دے اور نئے قاضی کا تقرر کرے تو اہل شہر کو کس قاضی کا ساتھ دینا چاہئے؟ خصوصاً ایسی حالت میں کہ پہلا قاضی تمام اہل شہر نے منتخب کیا ہے اور بیس سال سے قضاۃ کر رہا ہے۔ اور نیا قاضی بالاتفاق منتخب نہیں کیا گیا ہے۔

(جواب ۱۹۶) متولی جامع مسجد کے اختیارات میں قاضی کو معزول کرنا داخل ہو تو عزل صحیح ہوا لیکن اگر اس نے بلا سبب معزول کر دیا تو وہ مواخذہ دار ہوگا۔ اور اگر اس کے اختیارات میں یہ داخل ہی نہیں تھا تو قاضی معزول نہیں ہوا اور اس صورت میں لوگوں کو اس کا ساتھ دینا چاہئے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

(۱) اپنی اولاد کے لئے تولیت کی وصیت کرنے کی صورت میں میت کے بیٹوں کے بعد پوتے متولی نہیں ہوں گے
(۲) واقف کی شرط کے خلاف وقف کو استعمال کرنے والے متولی کا حکم
(۳) شراب خور نماز چھوڑنے والا تولیت کا مستحق نہیں
(۴) تولیت کی اہلیت نہ رکھنے والے کو متولی بننے کی کوشش کرنے والا گنہگار ہوگا

(الجمعیۃ مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۳۵ء)

(سوال) (۱) ایک شخص نے اپنی جائداد وقف علی الاولاد کی۔ وقف نامہ کی ایک شرط یہ ہے کہ تولیت اولاً واقف خود اس جائداد کا متولی ہوگا اور اس کی وفات کے بعد اس کی اولاد ذکور میں جو شخص لائق ہو متولی ہوگا اور اسی طرح نسلاً بعد نسل وبطناً بعد بطن متولی ہوتا رہے گا۔ چنانچہ واقف کے انتقال کے بعد اس کا پسر اکبر متولی قرار پایا۔ اس متولی ثانی کے بعد متولی وقف کی اولاد میں سے کوئی شخص ہونا چاہئے یا متولی ثانی (واقف کے پسر اکبر) کی اولاد میں سے؟ اور اگر متولی ثانی کی اولاد اس عہدہ سے مستعفی ہو تو عہدہ تولیت واقف کے پسر دوم کو ملنا چاہئے؟ اس پسر دوم کے بعد تولیت خود اس کی اولاد یعنی پسر دوم میں منتقل ہونی چاہئے یا واقف کے پسران میں [illegible] کہ موجود ہیں۔

(۲) کیا کوئی ایسا شخص جو کہ اپنی والدہ کے انتقال کے بعد متوفی کی وصیت کے خلاف اس کے مال منقولہ کو بجائے مصرف خیر کے اپنے ذاتی تصرف میں لائے جائداد مذکورہ بالا کا متولی ہونے کا مستحق ہے؟ کیا ایسی صورت کا پیدا کرنا امانت میں خیانت ہے یا نہیں؟

(۳) ایک شخص کہ شراب خور اور عیاش (یعنی بد عمل ہو) اور سال بھر میں سوائے عیدین یا جمعہ کے نماز نہ پڑھتا ہو اس جائداد کا متولی ہو سکتا ہے؟

---

(۱) (وللمتولی اقامۃ غیرہ مقامہ فی حیاتہ ان کان التفویض لہ عاما صح) ولا یملک عزلہ الا اذا کان الواقف جعل التفویض والعزل لہ (رد المحتار، کتاب الوقف، مطلب للمتولی ان یوکل غیرہ، ۴/ ۴۲۵ ط سعید)

(۴) اگر آخر الذکر اشخاص میں سے ہر دو یا کوئی ایک متولی جدید مذکور نہ ہو سکتا ہو تو ایسے شخص کی امداد (اس غرض سے کہ وہ متولی ہو جائے) کرنے والا گنہگار ہو گیا یا نہیں؟

(جواب ۱۹۷) (۱) اس شرط کا مطلب یہ ہے کہ تولیت واقف کی اولاد میں نسلاً بعد نسل و بطناً بعد بطن ہوتی رہے اور اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ جب تک واقف کی صلبی اولاد رہے متولی صلبی لڑکا ہی ہونا چاہئے۔ جب صلبی اولاد میں سے کوئی باقی نہ رہے تو دوسری نسل یعنی پوتوں کی باری آئے گی۔ جب پوتے نہ رہیں تو پڑپوتوں پر تولیت منتقل ہوگی اور ہر طبقہ میں وقف کی شرط کے موافق اکبر یعنی سب سے بڑا ترتیب وار متولی ہوتا رہے گا۔ اور اس کے ساتھ یہ قید بھی ملحوظ رہے گی کہ وہ متولی بننے کی اور وقف کا انتظام کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ (۲) متولی اگر وقف کی آمدنی کو شرط واقف کے خلاف اپنے ذاتی مصرف میں خرچ کرے وہ خائن ہے اور اس کو تولیت سے معزول کرنا واجب ہے۔(۱) (۳) شراب خور، عیاش، تارک صوم و صلوٰۃ فاسق ہے اور فاسق پر امانت و دیانت کے ساتھ کام کرنے کا بھروسہ نہیں اس لئے وہ تولیت کا مستحق نہیں ہے۔ (۴) جو شخص متولی ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا اور اس کو متولی بنانا جائز نہیں ہے۔(۲) اس کی اس بارے میں امداد و اعانت کرنا بھی ناجائز ہے جو لوگ کہ امداد کریں گے وہ گنہگار اور ظالم ہوں گے۔ فقط(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

(۱) چند چیزوں کی تعیین کر کے وقف کرنا
(۲) درگاہ شریف کے متعلق کاموں کا متولی کون ہوگا؟
(۳) کیا وقف کا متولی واقف کی غرض کے خلاف وقف کا مال استعمال کر سکتا ہے؟
(۴) وقف کی آمدنی خرچ کرتے ہوئے شرائط متولی کا لحاظ رکھنا ضروری ہے
(۵) تولیت موروثی حق نسبت ہے، ایک کمیٹی کو بھی متولی بنایا جا سکتا ہے
(۶) کیا ایک آدمی کا متولی ہونا اور سارے کاموں کی نگرانی کرنا ضروری ہے؟

متعلقہ درگاہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اجمیر شریف

(الجمعیۃ مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۳۶ء)

(سوال) (۱) شاہ جہاں بادشاہ نے بیت المال سے چند مواضعات ایک بزرگ کی درگاہ شریف کے نام وقف کئے اور وقف نامہ میں اغراض وقف حسب ذیل معین کی ہیں۔ "صرف عرس و لنگر و روشنائی و فروش و کل در باب مسجد و وظائف اصحاب استحقاق و حفاظ و صادر و وارد و سائر وجوہ خیرات و مبرات۔"

(۲) درگاہ شریف اور وقف مذکور کے عملہ انتظامی کے تقرر اور تمام امور متعلقہ کی سرانجامی کے متعلق خود

---

(۱) لو شرط الواقف كون المتولي من اولاده او اولادهم ليس للقاضي ان يولي غيرهم بلا خيانة. ولو فعل لا يصير متوليا نهر لا يخفى ان تقييده من ذكر مشروط بقيام الاهلية فيه حتى لو كان خائنا يولي اجنبي حيث لم يوجد فيهم اهل لانه اذا كان الواقف نفسه يعزل بالخيانة فغيره بالاولى (الشامية، كتاب الوقف، مطلب لا يجعل الناظر من غير اهل الوقف ٤/ ٤٢٥ ط سعيد)

(٢) قال في الاسعاف: ولا يولي الا امين قادر بنفسه او بنائبه، لان الولاية مقيدة بشرط النظر وليس من النظر تولية الخائن لانه يخل بالمقصود (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب في شروط المتولي، ج ٤ ص ٣٨٠)

(٣) ولا تعاونوا على الاثم والعدوان سورة المائدة رقم الآية ٢

واقف اور اس کے جانشین سلاطین کا طریق یہ رہا ہے کہ کل امور اپنے ہاتھ میں رکھے چنانچہ واقف اور اس کے جانشین سلاطین کے فرامین سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف درگاہ شریف کے عملہ انتظامی خدام متولی شاگرد پیشہ وغیرہ کا تقرر بلکہ ان کے حقوق و معاش کا تعین بھی ان سلاطین ہی کے احکام و فرامین سے ہوا نیز اس درگاہ شریف کے مراسم، محافل سماع، تقسیم نذورات وغیرہ جملہ امور کے متعلق ہدایات بھی دربار شاہی سے جاری ہوتی رہیں چنانچہ اس درگاہ پاک کے عملہ سے یا خدام اور یا شاگرد پیشہ، فراش، باورچی، رکابدار، سقہ ان ہر شخص جو کسی مستقل خدمت پر مامور ہے اپنے تقرر و حقوق کی تائید میں سند شاہی سے استناد کرتا ہے اور یہی حال بادشاہ دہلی اکبر شاہ ثانی کے شقہ مورخہ ۳م جون ۱۸۲۷ء سے معلوم ہوتا ہے جس میں لکھا ہے کہ "انتظام امور متعلقہ درگاہ شریف و عزل و نصب مردمان متعلقہ آن و خبر گیری ہر گونہ امور از جانب حضور بوده آمده۔"

(۳) عملہ انتظامی کے عہدیداروں میں سے ایک عہدیدار کو داروغہ بخورخانہ یعنی متولی درگاہ کے نام سے بھی مقرر کیا جاتا ہے اور اس عہدیدار کے تقرر کے متعلق واقف کے ایک فرمان میں یہ لکھا ہے کہ "داروغہ بخورخانہ یعنی متولی درگاہ ہر کسے کہ از سرکار مقرر شود۔" منشائے وقف کی اس تصریح کے علاوہ خود واقف اور اس کے جانشین سلاطین مغلیہ کا طرز عمل بھی اسی کا مؤید ہے کہ عہدہ موسومہ بہ داروغہ بخورخانہ یعنی متولی درگاہ کے تقرر کے سے بھی کوئی قوم و مذہب یا خاندان مخصوص نہیں کیا گیا۔ بلکہ والی ملک نے بلا تخصیص خاندان، قوم و مذہب جسے چاہا اس عہدہ پر مامور کیا اور جسے چاہا اس عہدہ سے معزول کر دیا۔ چنانچہ خود واقف کے جانشین سلاطین اسلام نے مختلف مسلمانوں کے علاوہ اہل ہنود میں سے بھی چند افراد کو اپنے زمانہ میں اس عہدہ پر مامور کیا۔

(۴) اسلامی سلطنت میں ضعف آ جانے پر اس خطہ پر جس میں یہ درگاہ پاک اور مواضعات موقوفہ واقع ہیں ہندو قوم مرہٹہ کا غلبہ و تسلط قائم ہو گیا۔ اور اس قوم کے حکمرانوں نے بھی سلطنت اسلامی کے تعامل کی پابندی کرتے ہوئے عہدیداران مذکور (داروغہ بخورخانہ یعنی متولی درگاہ) کا عزل و نصب اپنے ہاتھ میں رکھا اور بلا تخصیص قوم، خاندان و مذہب جس میں ہندو یا مسلمان کو چاہا اس عہدہ پر مامور یا معزول کیا۔ ان لوگوں میں سے جنہیں مرہٹہ حکمرانوں نے اس عہدہ پر مامور اور اس سے معزول کیا چند وہ بھی ہیں جو اس درگاہ پاک کے موجودہ متولی "زید" کے جد امجد مانے جا سکتے ہیں اور ان ہی چند میں سے صرف ایک "بکر" کو مرہٹہ حکمران دولت راؤ سندھیا نے سند تولیت نسلاً بعد نسل بھی عطا کر دی تھی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد مرہٹوں کی حکومت کا خاتمہ اور انگریزی تسلط کا آغاز ہوا تو واقف کے جانشین اکبر شاہ بادشاہ دہلی نے غبن و خیانت کی بنا پر "بکر" کو معزول کیا اور اس کے حق میں دولت راؤ سندھیا کی سند اس بنا پر منسوخ کر دی کہ یہ سند از راہ فریب زر خطیر صرف کر کے تعامل اور منشائے وقف کے خلاف حاصل کی گئی تھی جیسا کہ اکبر شاہ بادشاہ دہلی کے شقہ مورخہ یکم جون ۸۳۷ء کی حسب ذیل عبارت سے ظاہر ہے۔ (الف) "اگرچہ سند مرہٹہ متولی معزول یعنی "بکر" پیش نموده ساقط از اعتبار است کہ فرمان حضور والا درین امر نیست و ہم متولی از راہ فریب از صرف کردن زر خطیر پیش مرہٹہ مختار شده بود۔" (ب) "و تقرر متولی از طرف حضور معمول قدیم بوده است۔" اکبر شاہ ثانی بادشاہ دہلی کے اس حکم کا نفاذ حکومت انگریزی نے خاص خود کیا اور اس کے بعد اس شاہی حکم کی تنسیخ اور خود درگاہ پاک کا موروثی متولی قرار دیئے جانے کے

انگریزی عدالت دیوانی میں ایک دعویٰ کیا تو وہ بھی مع خرچہ خارج ہوا۔ اور پھر زندگی بھر "بکر" کو اس عہدہ پر متمکن ہونا نصیب نہ ہوا۔ یہ بکر موجودہ متولی "زید" کا دادا تھا۔

(۵) مرہٹوں کے بعد انگریزوں نے اپنے دور حکومت کے اوائل ہی میں تعامل سلاطین ماضی کی تحقیقات سے یہ معلوم کیا کہ درگاہ پاک اور اس کے وقف مذکور کا جملہ انتظام و نیز عہدیدار موسوم بہ متولی کا عزل و نصب بہ تخصیص قوم و خاندان و مذہب ہمیشہ سے والی ملک کے اختیار میں رہا ہے چنانچہ اس باب میں کرنل تھینیل وں نے جو اس ضلع کا کمشنر تھا جس میں یہ درگاہ پاک واقع ہے اپنی تحقیقات کے خلاصہ کا اظہار اپنے روبکار مورخہ ۲۹ مارچ ۱۸۳۸ء میں حسب ذیل الفاظ میں کیا۔ "از کیفیت ہائے قانون گویان و دیوانجی و خدمہ درگاہ کہ ہمراہ روبکاری چیف کمشنری مرقومہ ۱۲ فروری سنہ حال رسیدہ مزین گردید کہ ہمیشہ برائے بندوبست امور درگاہ متولی از طرف والی ملک مقرر شدہ۔ عزل و نصب متولی باختیار والی ملک ماندہ و در ماموری برین عہدہ تخصیص کدام قوم و مذہب و خاندان ہم نبودہ۔" اس تحقیقات کی بنا پر درگاہ شریف مذکور اور کل وقف متعلقہ کے انتظام و جملہ امور کی سربراہی مثل واقف وقف اور واقف کے جانشین سلاطین کے قائم مقام کی حیثیت سے حکومت انگریزی نے براہ راست زیر بنگال ریگولیشن نمبر ۱۹ ۱۸۱۰ء اپنے ہاتھ میں لی اور اس درگاہ پاک اور اس کے وقف کا انتظام نیز عہدیدار موسوم بہ متولی درگاہ کا عزل و نصب محکمہ بورڈ آف ریونیو کے فرائض میں داخل ہوا۔ چنانچہ بورڈ آف ریونیو نے درگاہ پاک کی انتظامی خدمات انجام دہی اور چند مختلف شخصوں کو اپنے حکم سے عہدہ تولیت پر بھی مامور کیا۔ جن میں سے دو شخص موجودہ متولی "زید" کے جد بھی تھے۔ ایک پردادا اور ایک والد۔ لیکن بورڈ آف ریونیو نے بھی کسی انگریزی حاکم نے بھی کبھی یہ عہدہ کسی قوم یا خاندان کے لئے مخصوص نہیں کیا۔

(۶) ۱۸۶۳ء میں حکومت انگریزی نے ایکٹ نمبر ۲۰ ۱۸۶۳ء پاس کر کے جملہ اوقاف مذہبی سے خود بے تعلقی اختیار کی اور درگاہ مذکورہ کے انتظام و اہتمام کے لئے اپنی جگہ مسلمانوں کی ایک کمیٹی قائم کر دی جس کو بورڈ آف ریونیو کا قائم مقام قرار دیا اور وہ کل اختیارات انتظام و انصرام امور دینی و تصرف بشمول اختیار عزل و نصب عہدیدار موسوم بہ متولی جو بورڈ آف ریونیو کو بحیثیت قائم مقام واقف و جانشین سلاطین ماضی حاصل تھے اس کمیٹی کو تفویض کر دیئے۔ اس موقع پر "زید" کے باپ نے کوشش کی تھی کہ کمیٹی قائم نہ کی جائے بلکہ وقف درگاہ پاک کی تولیت اس کے خاندان میں ہمیشہ کے لئے موروثی قرار دے کر یہ وقف اس کے سپرد کر دیا جائے۔ لیکن گورنمنٹ نے یہ منظور نہ کیا۔ بلکہ عہدہ تولیت غیر موروثی قرار دے کر کمیٹی مقرر کی۔ یہ کمیٹی درگاہ کمیٹی کے نام سے موسوم اس وقت تک موجود ہے۔ اور اس نے بھی متعدد افراد کو کار تولیت مذکورہ بالا پر مینیجر یا نائب متولی کے لقب سے مقرر کیا ہے جن کی تقرری میں خاندان تو خاندان مذہب کی بھی تخصیص نہیں رکھی گئی ہے۔ اسی ذیل میں دو مرتبہ کمیٹی نے موجودہ متولی "زید" کو بھی منیجر یا نائب متولی مقرر کیا تھا۔ لیکن پہلی مرتبہ کمیٹی کے مقابلہ میں تمرد و سرکشی کی بنا پر اور دوسری مرتبہ خیانت مجرمانہ کے جرم میں سزا پانے کے باعث زید کو اس عہدے سے معزول کر دیا گیا۔ پھر بھی ۱۹۱۵ء میں ۹ دسمبر کو درگاہ کمیٹی نے تیسری مرتبہ "زید" کو عہدہ تولیت پر مامور کر کے ۱۹۲۱ء میں کاروبار متعلق درگاہ شریف سپرد کیا۔ کمیٹی نے زید کے تقرر سے ۳۷ برس پہلے زید کے بھائی "خالد" کو بھی

متولی دو سال کے لئے اس عہدہ پر مامور کیا تھا لیکن وہ نااہل ثابت ہوئے اس لئے برطرف کر دیئے گئے تھے اور ان کی جگہ متعدد ہندو اور مسلمان بحکم و تجویز کمیٹی کار تولیت پر یکے بعد دیگرے مامور ہوئے۔

(۷) ایکٹ (۲۰) ۱۸۶۳ء جس کے ماتحت درگاہ پاک کا موجودہ نظام قائم ہے اس کی رو سے وقف درگاہ پاک کی تولیت، منتظم و منصرف درگاہ کمیٹی مذکور ہے۔ اور اس کمیٹی کا مقرر کردہ عہدیدار جو عرف میں متولی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کمیٹی کے ماتحت ملازم و منیجر کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کا فرض یہ ہے کہ صحیح صحیح حساب کتاب مرتب رکھے۔ اور کمیٹی مذکور کے روبرو حسابات پیش کر کے جانچ کراتا رہے۔ نیز جملہ امور انتظامی کے متعلق جو احکام منجانب درگاہ کمیٹی صادر ہوں ان کی پابندی واجب سمجھے اور بلا حکم و منظوری کمیٹی نہ کسی کام کا اجرا کرے نہ وقف کی کوئی رقم صرف کرے۔ ایکٹ نمبر ۲۰ ۱۸۶۳ء سے قبل بنگال ریگولیشن نمبر ۱۹ بابت ۱۸۱۰ء کے ماتحت جب کہ انتظام درگاہ شریف بورڈ آف ریونیو کے سپرد تھا اس وقت و نیز سلاطین مغلیہ کے دور میں بھی یہ عہدیدار ملازم سرکار شمار ہوتا تھا۔ اور سرکاری کاغذات و عدالتی فیصلہ جات و ریکارڈ میں اس عہدیدار کو ملازم سرکاری لکھا ہے۔ نیز خدمات مخصوصہ کے عوض پہلے نقد یومیہ یکمشت ڈیڑھ سو روپے ماہوار ملتا تھا بعد میں مواضعات موقوفہ میں سے ایک گاؤں کی آمدنی اس عہدیدار کے مشاہرے کیلئے مخصوص کردی گئی ہے۔

(۸) درگاہ پاک اور وقف مذکور کے انتظام کے لئے جو کمیٹی اس وقت موجود ہے وہ پانچ ممبروں میں سے تین ممبر قوم خدام درگاہ سے اور ایک خاندان سجادہ نشین صاحب کی طرف سے مقرر ہوتا ہے اور شہر کی غالب اور بڑی مسلمان آبادی کا صرف ایک نمائندہ اس کمیٹی میں بطور پریسیڈنٹ شریک ہوتا ہے۔ ہر ممبر کی مدت ممبری تا زیست ہے۔ اور جب تک کوئی ممبر مر نہ جائے اس کی بجائے دوسرا ممبر منتخب نہیں ہو سکتا۔ تجربہ اور متعدد عدالتی فیصلے شاہد ہیں کہ چونکہ اس کمیٹی میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جن کے ذاتی مفاد وقف درگاہ پاک سے وابستہ ہیں۔ اور جنہیں مختلف خدمات کے عوض حقوق و مشاہرات اس وقف کی آمدنی سے ملتے ہیں اس لئے یہ لوگ مفاد درگاہ پاک پر اپنے ذاتی مفاد کو ترجیح دیتے ہیں جس کے باعث وقف و درگاہ پاک ان کے ہاتھوں خطرناک تباہی بربادی و بد دیانتی کا تختہ مشق بنی ہوئی ہے۔ اور تمام نظم و نسق درہم برہم ہے۔ عہدہ تولیت پر بھی محض جذبہ عصبیت اور ہم قوم و قرابتدار ہونے کی پاسداری کر کے ان لوگوں نے اکثر نااہل شخص کو مقرر کیا ہے چنانچہ اس وقت بھی جو شخص (زید) اس عہدے پر ان کا مقرر کردہ موجود ہے وہ وہ ہے جو عہدے پر تقرر سے پہلے اسی درگاہ پاک کے مال میں خیانت کے جرم میں عدالت سے ایک مقدمہ میں سزا پا چکا تھا۔ اور دوسرے مقدمہ میں "حد درجہ کاہل و غفلت شعار، کاروباری معاملات میں بے اصول اور دیانت داری سے خالی [illegible] شبہ سے بالاتر نہیں۔" قرار دیا جا چکا تھا۔ پھر بھی ثبوت خیانت و بد دیانتی کے باوجود اس کمیٹی کے خادم ممبروں نے اپنی اکثریت کی تائید سے اسی شخص "زید" کو عہدہ مذکور پر مقرر کیا۔

(۹) یہ محسوس کرتے ہوئے کہ درگاہ پاک مذکور اور اس کے وقف کی بد نظمی تباہی و بربادی کا باعث موجودہ درگاہ کمیٹی کی ناقص تشکیل ہے و نیز اس بد نظمی کو دور کرنے کے لئے کوئی دوسرا چارہ کار نہ دیکھ کر عالی جناب آنریبل راجہ غضنفر علی خان ممبر کونسل آف اسٹیٹ نے کونسل مذکور میں ایک مسودہ قانون پیش کیا ہے جس کا ترجمہ حسب

ند ہے۔ اس قانون کے ذریعہ موجودہ قانون میں دو اہم تبدیلیاں پیدا کرنا مقصود ہیں۔ اول یہ کہ خدام یا ان لوگوں کی بجائے جن کے ذاتی مالی مفاد وقف درگاہ سے وابستہ ہیں درگاہ کمیٹی کے ممبران میں ان ممبروں کی اکثریت پیدا اور محفوظ کی جائے جو بے لوث و آزاد ہوں اور وقف سے کسی قسم کا ذاتی مالی نفع نہ اٹھاتے ہوں۔ دوم یہ کہ موجودہ تازیست مدت ممبری منسوخ کر کے مسلمانوں کو حق دیا جائے کہ ہر پانچویں سال درگاہ کمیٹی کے ممبران کا انتخاب کیا کریں۔

(۱۰) یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ درگاہ کی موجودہ بدنظمی دور کرنے کی صرف یہی صورت ہے کہ مسودہ قانون مذکور پاس کر دیا جائے اور اس قانون پاس کرنے میں مسلمانوں ہی کی رائے عامہ مؤثر ہو سکتی ہے۔ حکومت نے خود وکالت کا جواب یہی دیا ہے کہ اصلاح وقف مسلمانوں کی رائے عامہ پر منحصر ہے وہ چاہیں تو کونسل سے اپنی مرضی کے مطابق مناسب مسودہ قانون پاس کرا لیں حکومت اس قانون کا نفاذ کر دے گی۔ جس مجلس میں یہ قانون پاس کیا جائے گا وہ بھی رائے عامہ سے منتخب ہوتی ہیں۔ اور ان میں بھی مسلمانوں ہی کے منتخب کردہ مسلم ممبران کی رائے کا اس باب میں مؤثر ہونا متصور ہے۔

(۱۱) مندرجہ بالا واقعات و حالات کی موجودگی میں حسب ذیل سوالات کا جواب مطلوب ہے۔ بینوا توجروا۔

(الف) وقف مندرجہ بالا شرعاً وقف خاص ہے یا وقف عام؟ (ب) اب جب کہ اسلامی سلطنت موجود نہیں ہے وقف مذکور کے تحفظ و اغراض کی تکمیل و اصلاح نظم و نسق کے باب میں شرعاً مسلمانوں کا کیا حق اور فرض ہے (ج)۔ ان حالات میں جب کہ تجربہ اور عدالتی فیصلوں کی رو سے وقف درگاہ مذکور کی تباہی و بربادی موجودہ انتظامی نقائص کے سبب پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے اور مسلمانوں کو اس بدنظمی اور بربادی کی اصلاح پر بھی قدرت حاصل ہے۔ مسلمانوں کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی اس قدرت سے اصلاح کے واحد مؤثر ذریعہ کو استعمال کریں یعنی مجلس قانون ساز سے مسودہ قانون پیش کردہ راجہ غضنفر علی خان کو حسب ضرورت و صوابدید خواہ مناسب ترمیم و رد و بدل کے ساتھ پاس کرائیں؟ کیا شرعاً اس باب میں مجلس قانون ساز ملکی کو جس کے غیر مسلمان اپنی قدرت اصلاح وقف مذکور پر استعمال نہیں کر سکتے ذریعہ اصلاح بنایا جا سکتا ہے؟ و نیز اگر یہ ذریعہ اصلاح غیر مسلم حکومت سے استمداد بھی قرار پائے تو کیا غرض مذکور کے لئے یہ استمداد شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر مسلمان وقف مذکور کی تباہی کے علم اور اس کی اصلاح پر قدرت کے باوجود ساکت رہیں اور کوئی اصلاحی اقدام نہ کریں یا اصلاحی اقدام میں مزاحم ہوں تو شرعاً ان کا یہ فعل کیا قرار دیا جائے گا؟ (د)۔ کیا درگاہ بل پیش کردہ راجہ غضنفر علی خان مسلمہ ہذا میں کوئی ایسی بات موجود ہے جس کے باعث یہ بل مداخلت فی الدین قرار دیا جا سکے؟ (ہ)۔ شریعت اسلامی میں متولی وقف کا تصور کیا ہے؟ اور وقف درگاہ مذکور کے حالات پیش نظر رکھتے ہوئے اس وقف کے شرعی متولی کا مصداق کون ہے؟ درگاہ کمیٹی یا وہ عہدیدار جو عرفاً متولی کہلاتا ہے اور جس کو واقف نے داروغہ بلغور خانہ بھی لکھا ہے۔ نیز شرعاً درگاہ کمیٹی کے مقابلہ میں اس عہدیدار (زید) کی کیا حیثیت ہے جو عرف میں اس درگاہ پاک کا متولی کہلاتا ہے۔ (و)۔ کیا یہ عہدیدار (زید) جو عرف میں متولی کہلاتا ہے اس درگاہ پاک کا

موروثی عہدیدار ہے اور کیا یہ عہدہ تولیت کسی خاندان کا موروثی عہدہ ہے؟ (ز) شرعاً خدمت تولیت میں تعدد افراد منافی تولیت ہے یا چند افراد کی ایک کمیٹی بھی متولی ہو سکتی ہے؟ (ح) اصلاح وقف درگاہ پاک کے سلسلہ میں گزشتہ حالات کی ابتری و تباہی پیش نظر رکھتے ہوئے یہ مناسب ہے کہ شرعی حیثیت سے تولیت وقف مذکور بدستور کمیٹی ہی کے سپرد رہے اور صرف قانون کے ذریعہ موجودہ کمیٹی کی تشکیل اور مدت ممبری میں مناسب تبدیلی و ترمیم پر اکتفا کیا جائے جیسا کہ مسودہ قانون پیش کردہ راجہ غضنفر علی میں کیا گیا ہے۔ یا یہ مناسب ہے کہ کمیٹی کو ایک دم منسوخ اور مسلمانوں کو منتخب ممبران کمیٹی مذکور کے ذریعہ قومی مداخلت سے قطعی بے تعلق و محروم کر کے ہمیشہ کے لئے اس وقف کا انتظام صرف ایک شخص متولی کے سپرد کر کے عہدہ تولیت دائمی طور پر نسلاً بعد نسل اس شخص کے خاندان میں محصور کر دیا جائے اور اس تولیت کے لئے شخص بھی "زید" معین کیا جائے جو خود بھی خائن اور غاصب ثابت ہو چکا ہے اور جس کے بعض اجداد بھی غبن و خیانت ہی کے الزام میں معزول ہو چکے ہیں۔ (ط) آپ کی رائے میں درگاہ بل پیش کردہ راجہ غضنفر علی میں کیا کیا ترمیم اور ردوبدل مناسب ہے۔ جس سے بعث یہ بہتر و مناسب صورت اختیار کر سکے۔ المستفتی مرزا عبد القادر بیگ عفی عنہ

(جواب ۱۹۸) (۱) وقف خاص اور وقف عام شرعی اصطلاحیں نہیں ہیں۔ اور اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ وقف کے لئے تابید شرط ہے اور گو ابتداء میں کسی خاص فرد یا مخصوص خاندان کے لئے اس کے فوائد و منافع محصور بھی کر دیئے جائیں تاہم ضروری ہے کہ آخر میں وہ جہت غیر منقطعہ کے واسطے وقف قرار دیا جائے اور عام فقراء و مساکین کے لئے کر دیا جائے اور اس بناء پر یہ ہے کہ ہر وقف کے لئے مآلاً عام ہونا لازم ہے وجعل آخره لجهة قربة لا تنقطع (تنویر الابصار) (۱) والصحیح ان التابید شرط اتفاقا لکن ذکره لیس بشرط عند ابی یوسف و عند محمد لا بد ان ینص علیه (رد المحتار) (۲) لیکن چونکہ قانونی طور پر موقوف علیہ کے مخصوص ہونے یا غیر معین ہونے کی جہت سے وقف خاص اور وقف عام کی اصطلاحیں مشہور ہو گئی ہیں تو اس جہت سے بھی اگر حسب بیان سائل واقف نے وقف نامہ میں یہ عبارت لکھی ہے۔ "صرف عرس و تنخواہ و روشنائی و فروش و گل و اسباب مسجد و وظائف صاحب استحقاق و حفاظ و صلحاء و واردین و سائر وجوہ خیرات و مبرات" تو اس وقف کے وقف عام اور غیر منقطع جہت کے لئے ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔

حاشیہ صحیحہ (۲) ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب فی الکلام علی اشتراط التابید ٤/ ۳٤۹ ط سعید

(۲) وقف کی نگرانی اور حفاظت اور اس کو خائنوں کی دست برد سے بچانا اور مستحقین کو ان کے حقوق پہنچانا بے شبہ قضاۃ اسلام کا کام تھا۔ اب اسلامی سلطنت قائم موجود نہ ہونے کی وجہ سے قضاۃ اسلام بھی موجود نہیں اور ان حالات میں مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ وہ خود یا حکومت موجودہ کی معاونت سے اوقاف کی حفاظت کریں۔ کیونکہ جو اسلامی امور قضاۃ اسلام سے تعلق رکھتے تھے مثلاً صوم و افطار کا حکم کرنا جمعہ و عیدین کی نماز و جماعت قائم

---

(۱) تنویر الابصار، کتاب الوقف، مطلب فی الکلام علی اشتراط التابید ٤/ ۳٤۸ ط سعید

کرنا وہ بتصریح فقہاء قضاۃ اسلام اور حکومت اسلامیہ کی غیر موجودگی میں مسلمانوں کے ہاتھ میں آگئے ہیں۔ یقیمها (الجمعة) امیر البلد ثم الشرطی ثم القاضی ثم من ولاہ قاضی القضاۃ ونصب العامة الخطیب غیر معتبر (درمختار) (۱) فلو الولاۃ کفار یجوز للمسلمین اقامة الجمعة ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین ویجب علیهم ان یلتمسوا والیا مسلماً (ردالمحتار)(۲)

(۳) اگر وقف کی آمدنی کے متعلق اس امر کا ظن غالب یا یقین ہو کہ وہ غیر مصرف میں خرچ کی جاتی ہے یا اس میں خیانت اور تغلب ہو رہا ہے یا بد انتظامی کی وجہ سے وقف تباہ و برباد ہو رہا ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ وقف کو غیر مصرف میں خرچ ہونے اور خیانت تغلب اور تباہ و برباد ہونے سے بچانے کے لئے جو کچھ کر سکتے ہیں کریں۔ اگر اصلاح کا اور کوئی ذریعہ باقی نہ رہے یا موثر نہ ہو تو مسلمان مجلس قانون ساز میں ایسا مسودہ قانون پیش کر کے پاس کرا سکتے ہیں جو وقف کی محافظت اور اغراض وقف اور شرائط وقف کی رعایت و نگہداشت کا ضامن ہو۔ جس کا منشا صرف یہ ہو کہ وقف کے شرعی قانون کی تنفیذ کی قوت موجودہ گورنمنٹ سے حاصل کر لی جائے۔ مگر ایسے مسودہ قانون میں مفصلہ ذیل امور کی پابندی لازم اور واجب ہے ۔

(الف) بل کی کوئی دفعہ وقف کے شرعی قانون سے متصادم نہ ہو۔ (ب) اس کی کوئی دفعہ غرض واقف اور شرائط واقف کے خلاف نہ ہو۔ (ج) وہ بل واقف اور موقوف علیہم اور دیگر متعلقہ اشخاص کے حقوق پر مخالفانہ اثر نہ ڈالے۔ (د) وہ بل حکومت کا اقتدار اور تسلط وقف پر قائم نہ کرے۔ (ہ) قانون کے ذریعہ سے حکومت کو کسی تصرف کا حق حاصل نہ ہوتا ہو۔ جو وقف کی شرط یا غرض یا تصریح یا تعامل قدیم کے خلاف ہو۔

(۴) کسی بل پر مداخلت فی الدین کا الزام اسی وقت قائم کیا جا سکتا ہے جب کہ اس کی دفعات میں سے کوئی دفعہ اوقاف کے شرعی قانون کے خلاف ہو۔ لیکن اگر اس کا مقصد اوقاف کے لئے غیر شرعی قانون وضع کرنا نہ ہو بلکہ شرعی قانون متعلقہ اوقاف کی تنفیذی قوت حاصل کرنا ہو تو اس کو مداخلت فی الدین قرار دینا صحیح نہیں۔ راجہ غضنفر علی خاں کا مجوزہ بل باوجودیکہ بہت سی جزوی ترمیمات کا محتاج ہے اور اس میں سے وہ حصہ جو حکومت کے لئے ایک طرح کا اقتدار اور تسلط ثابت کرتا ہے حذف کر دینا واجب ہے۔ تاہم اس اصول پر کہ وہ شرعی قانون وقف کی مخالفت کا التزام نہیں کرتا اور اس کو صرف تحصیل قوت تنفیذیہ تک محدود رکھا جا سکتا ہے اور معزز محرک ایسی ترمیمات کو قبول کرنے پر آمادہ ہیں مداخلت فی الدین کے الزام کے ماتحت نہیں آسکتا۔

(۵) ان حالات و واقعات کی صحت کی بنا پر جو سوال میں ذکر کئے گئے ہیں یہ کہا جا سکتا ہے کہ عہدہ تولیت تو قدیم اور موروثی ہے اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ انتظام اوقاف کے لئے ایک متولی رہا ہے اور رہنا چاہئے۔ خواہ اس کو متولی کہا جائے یا داروغہ بخور خانہ یا منیجر یا اور کسی لفظ سے موسوم یا ملقب کیا جائے اس شخص کو شرائط وقف کے تحت وقف کی آمدنی کو صحیح طور پر جائز مصارف میں خرچ کرنے کا حق ہوگا۔ اور اس کے عزل

---

(۱) الدر المختار، کتاب الصلاۃ، بعید مطلب فی جواز استنابة الخطیب، ۲ / ۱۴۳ ط سعید

(۲) رد المحتار، کتاب الصلاۃ، بعید مطلب فی جواز استنابة الخطیب ۲ / ۱۴۴ ط سعید

نصب کا اختیار واقف کو تھا اور اس کے بعد اس کے مسلم جانشینوں کو اور مسلم جانشین نہ رہنے کی صورت میں عامہ مسلمین یا ان کی مقرر کردہ کمیٹی کو۔

(۶) روداد مندرجہ سوال سے ظاہر ہے کہ عہدہ تولیت کسی فرد یا خاندان کے ساتھ مخصوص اور موروثی نہیں رہا ہے اور جب کہ شاہان اسلام کے زمانہ میں مختلف خاندانوں کے فرد اس عہدہ پر مامور اور مسترد و معزول ہوتے رہے ہیں تو اب اس عہدے کو کسی خاندان کے لئے موروثی سمجھنا غیر معقول اور غیر موجہ اور غیر مشروع ہے۔ تولیت کا عہدہ صرف واقف کے خاندان کے لئے جس کے لئے واقف نے شرط کردی ہو موروثی ہوتا ہے اور یہ بھی مشروط بالصلاح والدیانت ہے۔ اگر واقف کے خاندان کا کوئی متولی بلکہ خود واقف بھی یا اس کی جانب سے شرط کیا ہوا متولی بھی خائن ہو تو وقف کا اس کے ہاتھ سے نکال لینا اور اسے تولیت سے معزول کردینا اور کسی غیر کو جو صالح اور متدین ہو متولی مقرر کردینا واجب ہوتا ہے۔(۱)

(۷) متولی کا فرد واحد ہونا لازم نہیں اختیارات تولیت متعدد افراد کے سپرد کئے جاسکتے ہیں۔(۲)

(۸) اکثری حالات کی بنا پر فرد واحد کی جگہ کمیٹی کا انتظام اصلح للوقف ہوتا ہے۔ لیکن اس موقع مبحوث عنہ میں تعامل قدیم سے عہدہ متولی کا ہمیشہ رہنا ثابت ہے اس لئے کمیٹی کی تشکیل بطور نگرانی اور مراقبہ وقف کے ہو اور متولی درگاہ کمیٹی کی ماتحتی میں کام انجام دے یہ صورت اوفق و انسب ہے۔

(۹) راجہ غضنفر علی خاں کا پیش کردہ بل ترمیم و اصلاح کا محتاج ہے جس کے لئے جمعیۃ علمائے ہند نے ایک سب کمیٹی بنادی ہے جو عنقریب اس بل پر تفصیلی بحث و تنقید کرکے ترمیم و اصلاح کردے گی اور راجہ صاحب کی اور دیگر ممبران کونسل آف اسٹیٹ کی خدمت میں بھیجدے گی۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ

(۱) مسجد کی آمدنی پر بینک سے سود لینے کا حکم
(۲) کیا اوقاف مساجد کا بیمہ کرانا جائز ہے؟

(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۳۶ء)

(سوال) (۱) جامع مسجد بمبئی کی آمدنی بنک میں رکھی جاتی ہے۔ اس کا سود لیا جائے یا نہیں؟ (۲) اوقاف مساجد کے حسابات چیک کرنے والے جو سرکار کی طرف سے آڈیٹر مقرر ہیں ان کی طرف سے متولیان مسجد پر زور دیا جا رہا ہے کہ بیمہ کراؤ ورنہ اس کے نقصان کا روپیہ تم کو دینا پڑے گا۔

(جواب ۱۹۹) ( ) مسجد کی رقم جو بنکوں میں جمع ہے اس کا سود بنک سے لے لینا چاہئے اور اس رقم کو فقراء و

---

(۱) لو شرط الواقف كون المتولي من اولاده و اولادهم لو كان خائنا يولي الاجنبي حيث لم يوجد فيهم اهل لانه اذا كان الواقف نفسه يعزل بالخيانة فغيره بالاولى (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب لا يجعل الناظر من غير اهل الوقف ٤: ٤٢٥ ط سعيد)

(۲) اذا وقف ارضين على قوم وجعل ولاية كل ارض الى رجل ثم اوصى بعد ذلك الى زيد فلزيد ان يتولى مع الرجلين (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب نصب متوليا ثم آخر اشتركا، ج ٤ ص ٤٢٣، سعيد)

مساکین کو دے دینا چاہئے۔(۱) (۲) مسجد کے متولی یا ٹرسٹی پر لازم نہیں کہ وہ خود نقصان برداشت کرے بیمہ کرانا ناجائز ہے لیکن اگر سرکار کی طرف سے متولیان کو بیمہ کرانے پر مجبور کیا جائے تو وہ مجبوری میں کرا سکتے ہیں۔ ان کو نقصان کا ذمہ دار ٹھہرانا بھی مجبور کرنے میں داخل ہے۔(۲) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

کسی نمازی کو مسجد کے انتظام میں بلااجازت دخل اندازی کا حق نہیں ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۰ مئی ۱۹۲۷ء)

(سوال) خالد دوسرے محلہ کا رہنے والا اپنے آباؤاجداد سے ہے جہاں ہمیشہ سے مسجد بھی ہے۔ اب خالد دوسرے محلہ میں آکر بسا اور یہاں بھی مسجد ہے ور اس مسجد اور اس کے متعلق کسی کام میں خالد نے اور ان کے باپ دادا نے مطلقاً مدد نہیں کی۔ اس بنا پر خالد کو اس مسجد میں نماز و عبادات کے علاوہ انتظام و اہتمام مسجد وغیرہ امور میں جبراً دخل دینے کا حق ہے یا نہیں؟

(جواب ۲۰۰) اب کہ خالد اس محلہ میں آباد ہو گیا تو مثل دوسرے افراد اہل محلہ کے اس کو بھی اسی قدر حق ہو گیا جس قدر کہ اس محلہ کے کسی دوسرے شخص کو ہے اور جس چیز کو کہ متولی(۳) یا اکثر جماعت پسند کرے اس کی پابندی خالد کو بھی کرنی ہوگی۔ کیونکہ ہر شخص کی ضد تو پوری ہو نہیں سکتی۔ ۔ محالا اکثریت کی رائے کا اعتبار ہوگا۔(۴) محمد کفایت اللہ غفرلہ،

کیا متولی مسجد خادم و امام کو مسجد کی آمدنی سے قرضہ دے سکتا ہے؟

(الجمعیۃ مورخہ ۲۸ ستمبر ۳۳ء)

(سوال) خادمان مسجد مثلاً مؤذن و امام بوقت ضرورت متولیان مسجد، مسجد کے وقف مال سے قرض حسنہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

(جواب ۲۰۱) متولی مسجد کو اختیار ہے کہ وہ مسجد کے خادموں کو ان کی ضرورت رفع کرنے کے لئے مسجد کے فنڈ سے روپیہ قرض دے دے لیکن یہ شرط ہے کہ قرض کی وصولیابی کی طرف سے اطمینان ہو۔ ضائع ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

مسجد کی آمدنی کے چوری ہو جانے کا ضمان محافظ کی غفلت کی وجہ سے اس پر آئے گا

(سوال) سخاوت خاں کو لوگوں نے امانت دار سمجھ کر کچھ رقم مسجد انجیر تر کے خرچ کے لئے جمع کیا۔ انہوں نے اس کو اپنے گھر میں نہیں رکھا بلکہ خارج مسجد میں ایک کمرہ وضو کرنے کیلئے بنا ہے اس میں ایک الماری بنی ہے

---

(۱) مذکورہ مسئلے کی تفصیل گذر گئی ہے دیکھئے، مسجد کی رقم اور بینک سے سود ص ۲۰۶، ۲۰۷ قال اللہ تعالی تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان. (سورۃ المائدۃ، الجزء السادس، رقم الآیہ ۲)

(۲) فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ. ان اللہ غفور رحیم. (سورۃ البقرۃ، رقم الآیہ ۱۷۳)

(۳) وقف لہ متول ومشرف لا یکون للمشرف ان یتصرف فی مال الوقف لان ذلک مفوض الی المتولی (الخانیۃ، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل دارہ مسجدا، ۳/ ۲۹۷ ط ماجدیۃ)

(۴) وان اختار بعضهم الاقرأ واختار بعضهم غیرہ فالعبرة للاکثر (الفتاوی العالمگیریۃ) کتاب الصلاۃ، الباب الخامس، الفصل الثانی، ص ۸۴ ج ۱ ط. ماجدیۃ)

(۵) لیس للمتولی اقراض ما فضل من غلۃ الوقف لو احرز اھ للمتولی اقراض مال المسجد بامر القاضی (ردالمحتار کتاب القضاء، مطلب للقاضی اقراض مال الیتیم وغیرہ ج: ۵، ۴۱۷. ط سعید)

جس میں روشنی کا سامان یعنی لالٹین و تیل کڑوا و بتی بنانے کے لئے روئی وغیرہ رکھی جاتی ہے۔ اسی الماری میں وہ رقم رکھ کر تالا لگا کر اس کی کنجی کو مسجد کے دروازہ پر اندر کی جانب ایک طاق ہے جس پر تیمم کرنے کے لئے مٹی کا ایک گولہ رکھا تھا اس کے نیچے رکھ دی۔ کسی نے تالا کھول کر رقم مذکور کو نکال لیا۔ ایسی صورت میں سخاوت خاں پر ضمان آئے گا یا نہیں؟ المستفتی مولوی عبد الرؤف خاں جگن پور ضلع فیض آباد

(جواب ۲۰۲) اس نے مسجد کی رقم اپنی تحویل اور اپنی حفاظت میں نہیں رکھی۔ لہذا رقم کا ضمان اس کے ذمہ واجب ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

کیا وقف کے دو متولیوں میں سے ایک دوسرے کو معزول کر سکتا ہے؟

(سوال) ہندہ نے اپنا مکان جو اس کو ورثہ میں ملا تھا تعمیر مسجد کے لئے وقف کیا۔ یہ تقسیم کے وقت ہندہ کے حصہ میں مکان مذکور پورا نہیں آتا تھا۔ لیکن بقیہ ورثا کو معلوم ہوا کہ ہندہ اس مکان میں مسجد بنائے گی تو انہوں نے تمام مکان ہندہ ہی کو دے دیا۔ ہندہ نے مسجد کی تعمیر کا ارادہ کیا تو زید جو اس کی برادری کا ایک شخص ہے اس کو تعمیر کا منتظم کر دیا۔ اور تقریباً نصف مسجد زید کے اہتمام و نگرانی سے ہندہ کا روپیہ تعمیر مسجد میں خرچ ہوا اس کے بعد ہندہ کے پاس روپیہ نہیں رہا۔ تو اس نے زید سے کہا کہ میرے پاس روپیہ نہیں ہے اب تمہیں اختیار دیتی ہوں چاہے جس طرح تعمیر کرو۔ بقیہ تمام کام زید نے اپنی معقول رقم سے پورا کیا۔ جب ہندہ نے زید کو اس قدر مستعد اور اہل دیکھا تو اس نے زید سے کہا کہ میرے بھتیجے کے ساتھ مل کر تولیت کے فرائض بھی تم ہی انجام دو۔ چنانچہ زید مسجد کے تمام کام کو باحسن وجوہ انجام دینے لگا۔ بلکہ جب زید نے یہ دیکھا کہ ہندہ نے مجھ کو مسجد کا مستقل متولی کر دیا ہے تو اس نے ایک مکان ذاتی اس مسجد کے لئے وقف کر دیا جس کی آمدنی مسجد میں خرچ کرتا ہے۔ زید ہندہ کے سامنے برابر تولیت کے فرائض انجام دیتا رہا ہے۔ ہندہ کے انتقال کے بعد بھی پانچ سال سے برابر خدمات مفوضہ انجام دے رہا ہے۔ زید باوجود متولی ہونے کے اس قدر احتیاط سے کام کرتا ہے کہ ہر کام میں برابر ہندہ کے بھتیجے سے مشورہ کرتا ہے اور ان کے مشورے سے ہر ایک کام انجام دیتا ہے۔ اب چند روز سے مسائل مختلفہ پر جھگڑا شروع ہو گیا جس کی وجہ سے ہندہ کا بھتیجا اپنی تولیت کا دعوی کرتا ہے اور زید کو تولیت سے علیحدہ کرنا چاہتا ہے۔

(جواب ۲۰۳) حق تولیت مسجد اصل بانی اور واقف کو ہوتا ہے۔ اگر وہ یہ حق اپنے لئے محفوظ رکھے تو اس سے کوئی مزاحم نہیں ہو سکتا۔ اور اگر وہ اپنی زندگی میں یا مابعد الموت کسی شخص کیلئے اس حق کو کر دے تو وہ متولی ہو جاتا ہے۔ اور بانی کے مقرر کئے ہوئے متولی کو کوئی شخص بدون ثبوت خیانت موقوف نہیں کر سکتا۔ صورت مسئولہ میں اگر زید نے تعمیر مسجد میں بحیثیت منتظم تعمیر کے اپنی بھی ایک معقول رقم خرچ کی ہے تو وقف بنا میں وہ بھی من وجہ شریک ہے۔ اور پھر جب کہ ہندہ نے اس کو تولیت کے اختیارات تفویض کر دیئے تو وہ ہندہ کی جانب

( ) سلم المودع الدراهم فی بیت منه لودیعة الی آخر لحفظها ان کانت الودائع فی بیت مغلق حصین لا یمکن فتحه بغیر مشقة لا یضمن والا فیضمن. (عالمگیریة، کتاب الودیعة، الباب الرابع، ۳۴۲/۴ ط. ماجدیة)

سے متولی ہو گیا۔ مگر چونکہ ہندہ نے اپنے بھتیجے کو بھی تفویض اختیارات میں شریک کیا ہے اس لئے دونوں شخص حقوق تولیت میں شریک رہیں گے اور ان میں سے کوئی ایک دوسرے کو معزول نہیں کر سکتا۔

فلوما مو نا لم تصح تولیته عیره اشباه (درمحتار) (۱) لا یجور للقاضي عزل الناظر المسروط له النظر بلا خیانة ولو عزله یصیر الثاني متولیا ویصح عزل الناظر بلا خیانة لو منصوب القاضی ای لا الواقف (ردالمحتار)(۲) ففی الواقف یتبارك وفی القاضی یختص الثانی الخ (ردالمحتار)(۳)

محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرسہ امینیہ دہلی

الجواب صحیح۔ احمد علی عفی عنہ مدرس فتحپوری دہلی۔ محمد حکم عفی عنہ مدرس فتحپوری۔ بندہ احمد سعید واعظ دہلوی۔ محمد اسحق عفی عنہ مدرس مدرسہ حسینیہ، دہلی۔ محمد شفیع عفی عنہ مدرسہ عبدالرب دہلی۔ محمد میاں عفی عنہ مدرسہ حسین بخش دہلی۔ نور الحسن عفی عنہ مدرسہ حسین بخش۔ محمد عبداللہ عفی عنہ مدرسہ حسینیہ دہلی۔

چھٹا باب
جواز و صحت وقف

وقف کی آمدنی کو اپنے خرچے میں لانا

(سوال) اگر کوئی شخص وقف میں یہ شرط ٹھہرائے کہ جب تک میں زندہ ہوں اس وقف کی آمدنی خواہ سب کی سب یا آدھی تہائی اپنے خرچ میں لایا کروں گا۔ تو یہ شرط درست ہے یا نہیں؟

(جواب ۲۰٤) اس قسم کی شرط جائز ہے اور وقف جب تک زندہ ہے خود صرف کرے گا اس کے بعد جو موقوف علیہ ہو اس پر صرف کیا جائے گا۔ ولو قال وقفت علی نفسی ثم من بعدی علی فلان ثم للفقراء جاز عند ابی یوسف رحمه الله تعالیٰ کذافی الحاوی۔ (ہندیہ)(۱)

(۱) کیا مسجد کا بصورت مسجد ہونا اور اس میں لوگوں کا نماز ادا کرنا وقف کے لئے کافی ہے؟
(۲) قبرستان کے وقف ہونے کے لئے صرف مُردوں کا دفن ہونا کافی ہے
(۳) عوض لے کر مردہ دفن کی ہوئی زمین کھودنے کا حکم
(۴) قبرستان کی پرانی مسمار زمین پر اپنی ملک کا دعویٰ کرنا

(سوال) مسجد کا بصورت مسجد ہونا اور وہ بھی ایسے مقام پر جہاں عام لوگ نماز ادا کرتے ہوں یا کرتے رہے ہوں اس کے وقف ہونے کے لئے کافی ہے یا نہیں؟ یا کسی اور تحریر کی ضرورت ہے۔ اگر وقف ہونے کے لئے صرف

( )(عالمگیریة ، کتاب الوقف، الباب الثالث، الفصل الثانی ، ۲ ۳۷۱ ط ماجدیه)

صورت مسجد کافی نہیں ہے تو ایسی مساجد کو کہ جو پرانی ہیں اور ان کے بانی بھی مدتہا مدت ہوئیں فوت ہو چکے ہیں اور اب نہ کوئی بانیان کا قائم مقام موجود ہے نہ کوئی اور تحریر وقف موجود ہے تو اس کو وقف کہا جائے گا یا مملوکہ؟ مسجد کی طرح قبرستان کا بھی قبرستان ہونا اس کے وقف ہونے کے لئے کافی ہے؟ اگر نہیں تو مقابر اولیائے کرام مثلاً حضرت خواجہ معین الدین چشتی و حضرت خواجہ علاء الدین صابر کلیری و حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جن کے جوار رحمت میں صدہا بندگان خدا دور دور کے مدفون ہیں وقف سمجھے جائیں یا نہیں؟ اگر وقف سمجھے جائیں تو وقف کی کیا دلیل ہے؟ کوئی مالک جس نے بزرگ اول کو دفن کرایا ہو موجود نہیں نہ کوئی تحریر ہے۔ ۱

(۳) ایک شخص اپنی مملوکہ اراضی میں بمعاوضہ یا بلا معاوضہ غیر مردوں کو دفن کرتا ہے لہذا یہ زمین کس کی مملوکہ سمجھی جائے گی۔ اصل مالک کی یا وارثان میت کی؟ پھر اس زمین کو وارثان میت یا اصل مالک قبروں کے مسمار ہو جانے کے بعد بیع کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) ایک قبرستان جس کے اکثر حصہ میں قبریں ہیں کچھ جزوی حصہ خالی ہے جس میں قبریں بسبب پرانی ہونے کے مسمار ہو گئی ہیں اور اس میں عام مسلمین کے مردے دفن ہیں، ایک شخص اپنی مملوکہ بتاتا ہے اور کوئی دلیل سوائے دعوائے زبانی اس کے پاس موجود نہیں جس سے مملوکہ ہونا معلوم ہو۔ لہذا ایسی صورت میں اس حصہ قبرستان کو مدعی کا مملوکہ سمجھا جائے گا یا موقوفہ؟ مورث اعلیٰ اس کو موقوفہ بیان کرتا ہے۔ بینوا توجروا۔

(جواب ۲۰۵) مسجد کا بصورت مسجد ہونا اور اس میں بلا روک ٹوک نماز ہونا ہی اس کے وقف ہونے کے لئے کافی ہے۔ کسی اور ثبوت کی ضرورت نہیں۔(۱) اور جو جگہ ایک مرتبہ مسجد ہو جائے پھر وہ کسی کی ملک میں نہیں آسکتی۔ وہ خداوند تعالیٰ کی ملک ہے۔(۲)

مسجد کی طرح قبرستان میں بھی عام اموات کا بلا روک ٹوک دفن ہونا اس کے وقف ہونے کے لئے کافی ہے۔ ہاں کسی خاص قبرستان کے لئے جس میں عام اموات کو دفن ہونے سے روکا جاتا ہو تاوقتیکہ یہ بات ثبوت کو نہ پہنچ جائے کہ یہ وقف ہے وقف نہیں کہا جا سکتا۔ ممکن ہے کہ کسی کی ملکیت ان زمینوں پر ہو اور مالکان زمین نے بمعاوضہ یا بلا معاوضہ دیگر اموات کو دفن کرنے کی اجازت دے دی ہو۔(۳)

اگر کوئی شخص اپنی مملوکہ زمین میں معاوضہ لے کر اموات کو دفن کرتا ہے تو اگر وہ صرف دفن کرنے کا معاوضہ لیتا ہے تو اس کو اس قسم کا کوئی معاوضہ لینا جائز نہیں۔(۴) لیکن اگر وہ قبر کے برابر زمین کو فروخت کر دیتا ہے اور ورثائے میت کو اس کا مالک بنا دیتا ہے تو اس کے مالک ورثائے میت ہیں۔ مالک زمین کو اب اس میں تصرف کا حق نہیں۔

(۱، ۳) الوقوف التی تقادم امرها ومات وارثها ومات الشهود الذین یشهدون علیها تجعل موقوفة فمن اثبت فی ذالک حقا قضی له به. (عالمگیریة، کتاب الوقف، الباب السادس، الفصل الثانی ۲/ ۴۳۹ ط. ماجدیة)

(۲) اذا خرب المسجد واستغنی اهله . هو مسجد ابدا وهو الاصح لو صار احد المسجدین قدیما و تداعی الی الخراب والفتوی علی قول ابی یوسف رحمة الله علیه انه لا یعود الی ملک مالک ابدا کذا فی المضمرات (العالمگیریة کتاب الوقف الباب الحادی عشر، الفصل الاول، ۲/ ۴۵۸)

(۴) لا یجوز الاستئجار علی الطاعات (عالمگیریه، کتاب الاجارة، الباب الخامس عشر، الفصل الرابع ۴/ ۴۴۸ ط. ماجدیة)

اس شخص کا صورت مسئولہ میں بعض حصہ قبرستان پر دعوی کرنا کہ یہ میری ملکیت ہے بغیر ثبوت بے سود ہے۔ صرف اس دعوے سے کہ یہ زمین میری ملکیت ہے کسی کی ملکیت ثابت نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ وہ اپنے دعوے پر حجت پیش نہ کرے۔ واللہ اعلم (۱)

بحیثیت تولیت، اور وراثت اور اس کی آمدنی مسجد پر صرف ہوتی رہے کہنے سے زمین وقف ہو گئی۔

(سوال) منشی حسین خان کے نام سات مواضع جاگیر میں تھے۔ انہوں نے اپنی جائیداد مملوکہ جس میں سرائے باغ و تالاب و مسجد و چند مکانات تھے بحیات خود ۱۲۹۸ء میں وقف کر دیئے اور ان سات مواضعات کو وقف نہیں کیا۔ بعد انتقال منشی حسین خاں ۱۳۰۸ھ میں نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ خلد مکان نے منجملہ ان سات مواضعات جاگیر کے چھ موضع ضبط فرمائے اور ایک موضع (بیر کھیڑی) کو ضبطی سے مستثنیٰ رکھ کر نجیب خاں صاحب برادر حسین خاں صاحب کی سپردگی میں بدیں الفاظ دے دیا۔ ("ابتدائے ۱۲۹۸ف سے بحیثیت تولیت نہ توریث بنام نجیب خاں مہتمم میگزین برادر حسین خاں جاگیردار مرحوم واسطے افادہ اعانت جائیداد منقولہ و غیر منقولہ وقفیہ مندرجہ نقل وصیت نامہ منشی حسین خاں صاحب مرحوم مشمولہ مثل مرحمت کیا گیا۔ چاہئے کہ موضع مذکور قبضہ خاں مذکور میں چھوڑیں اور طریقہ اس کا یہ ہو کہ رعایائے دیہہ کو حسن سلوک اپنے سے راضی و خوش رکھ کر وجہ محاصل اس ہی کو صرف اعانت جائیداد وقفیہ مسجد و تالاب و سرائے وغیرہ میں کریں ہمیشہ اطاعت و خیر خواہی و فرماں برداری سرکار میں ساعی و مجتہد رہیں") اور آخر سند بذیل تفصیل اقلام اقرار نامہ مد قلم پنجم میں یہ عبارت تحریر ہے۔ "قلم پنجم یہ کہ محاصل دیہہ کو اعانت جائیداد وقفیہ مسجد سرائے و باغ و تالاب و مکانات و خیرات وغیرہ میں صرف کرتے رہیں کسی طرح کا عذر نہ کریں اور سوائے جائیداد مذکور کے دیگر کسی کام میں اس کو تلف نہ ہونے دیں فقط۔" علمائے دین سے سوال ہے کہ آیا یہ موضع بیر کھیڑی مجانب نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ خلد مکان بمقتضائے الفاظ و عبارت مذکورہ شرعاً وقف ہو گیا یا نہیں؟ منتظم اوقاف ریاست بھوپال کا خیال ہے کہ یہ موضع بیر کھیڑی بمقتضائے الفاظ مذکورہ مندرجہ سند شرعاً مجانب رئیسہ وقف ہو گیا بوجوہ ذیل۔

( ) سرکار خلد مکان کے الفاظ (بحیثیت تولیت نہ توریث) دال ہیں کہ ہم نے یہ موضع نجیب خاں کے قبضہ میں اس حیثیت سے نہیں چھوڑا ہے کہ حسین خاں کی میراث نجیب خاں برادر کو منتقل کر دی ہے بلکہ ہم نے موضع مذکور کو گویا وقف کر کے نجیب خاں کو متولی قرار دے کر اس کے قبضہ میں چھوڑ دیا ہے۔

(۲) سرکار خلد مکان نے اس موضع کو برائے اعانت جائیداد موقوفہ مسجد وغیرہ دے کر نجیب خاں کی تولیت میں

( ) ان الاوقاف التي تقادم امرها ومات شهودها فما كان لها رسوم في دواوين القضاة وهي في ايديهم اجريت على رسومها الموجودة في دواوينهم استحسانا اذا تنازع اهلها فيها، وما لم يكن لها رسوم في دواوين القضاة القياس فيها عند التنازع ان من اثبت حقا حكم له به (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب في الوقف اذا انقطع ثبوته، ٤/ ٣٩٦ ط سعيد) لا تثبت اليد في العقار الا ببينة (الاشباه والنظائر كتاب القضاء والشهادات والدعاوى القاعدة التاسعة والثلاثون ص ٢٠٩، ط ادارة القرآن)

فرمادیا ہے۔ عالمگیری میں مرقوم ہے۔ ولو قال جعلت حجرتی هذه لدهن سراج المسجد ولم یزد علی ذلك قال الفقیه ابو جعفر تصیر الحجرة وقفا علی المسجد اذا سلمها الی المتولی وعلیه الفتویٰ کذا فی فتویٰ قاضی خان جلد ثانی ص ۱۱۶ س ۱۲ ۔ یہ عبارت (۱) عالمگیری کی درس ہے کہ موضع مذکور منجانب سرکار خلد مکان وقف ہوگیا۔ (۳) ۱۳۰۸ھ سے برابر موضع مذکور نجیب خاں کی تولیت میں رہا۔ بعد انتقال نجیب خاں ان کے برادر زادہ عظیم اللہ خاں فرزند حسین خاں مرحوم کے قبضہ میں بطور تولیت رہا۔ پھر مئی ۱۹۱۵ء مطابق ۱۳۳۳ھ میں نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ رئیس وقت نے کل جائداد موقوفہ حسین مرحوم مع اس موضع کے عظیم اللہ خان کے قبضہ و تولیت سے نکال کر محکمہ اوقاف قائم فرما کر محکمہ وقف کے انتظام میں تمام جائیداد موقوفہ مع اس موضع کے فرمادی۔ ۱۹۲۶ء تک برابر یہ موضع موقوفہ حیثیت سے بانتظام محکمہ وقف رہا۔ اب صرف ایک عالم کے فتویٰ کی بنا پر بحکم مشیر مہام صاحب فنانس موضع ضبط کر لیا گیا۔ چھتیس سال کا عمل درآمد موقوفہ صریح دلیل اس کی ہے کہ سرکار خلد مکان نے اپنی حیات تک اور بعد ان کے نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ کے اپنے زمانہ ریاست میں ہمیشہ موضع کو موقوفہ ہی قرار فرمایا ہے۔ (۴) جب کہ سرکار خلد مکان نے اس موضع کو برائے اعانت جائیداد وقفیہ مسجد و تالاب مکان وغیرہ فرمادیا ہے یعنی آمدنی واضع مصارف مسجد و مرمت شکست وریخت جائیداد وقفیہ میں صرف ہوتی رہے دوسرے کام میں صرف نہ کی جائے تو یہ موضع بھی مثل جائیداد وقفیہ کے ہمیشہ کیلئے اور اس کی مرمت و مصارف کے لئے منجانب سرکار خلد مکان مقرر و معین ہوگیا تو لامحالہ مثل جائیداد وقفیہ یہ موضع بھی موقوفہ ہو۔

استفتاء ہذا پیش کر کے علمائے دین سے سوال ہے کہ موضع بیر کھیڑی مذکور موقوفہ ہے یا مال اور ضبطی اس کی خلاف احکام شریعت ہوئی یا نہیں؟ المستفتی محمد حسین خاں منتظم وقف اہل اسلام ریاست بھوپال؟

(جواب ۲۰۶) واقعہ مذکورہ بالا میں قابل غور یہ امر ہے کہ سرکار خلد مکان کی عبارت میں لفظ وقف صریح نہیں ہے لیکن وقف کا مفاد صراحۃً مذکور ہے۔ وہ یہ کہ موضع مذکور کے محاصل یک موقوفہ مسجد کی اعانت وحفاظت میں صرف ہوں اور نجیب خاں کا قبضہ قبضہ تولیت ہوگا نہ قبضہ ملک۔ اس محل پر محاصل صرف کرنا ضروری قرار دیا اس میں تابید موجود ہے۔ پس جب کہ وقف کا مفاد اور اس کے آثار سب موجود ہیں اور شرائط لازمہ (تابید علی رائی ابی یوسف و محمد اور تسلیم علی الفتویٰ علی رائی محمد) متحقق ہیں تو لفظ وقف کی تصریح ضروری نہیں اور یہی عبارت صحت وقف کے لئے کافی ہے۔ یثبت الوقف بالضرورة وصورته ان یوصی بغلة هذه الدار للمساکین ابدا او لفلان و بعده للمساکین ابدا فان الدار تصیر وقفا بالضرورة والوجه انها کقوله اذا مت فقد وقفت داری علی کذا اه (رد المحتار(۲) نقلا عن الفتح) وذکر فی البحر منها (ای من الفاظ الوقف) لو قال اشتروا من غلة داری هذه کل شهر بعشرة دراهم خبزا وفرقوه علی المساکین صارت الدار وقفا (۳) وقد سئلت عن نظیر هذه المسئلة فی رجل اوصی بان یوخذ من

---

(۱) (عالمگیریة، کتاب الوقف، الباب الاول، فصل فی الالفاظ التی یتم بها الوقف ۲/ ۳۵۹ ط ماجدیه)
(۲،۳) (رد المحتار، کتاب الوقف، مطلب قد یثبت الوقف بالضرورة ۴/ ۳۴۰ ط سعید)

غلة داره كل سنة كذا دراهم يشترى بها زيت لمسجد كذا ثم باع الورثة الدار و شرطوا على المشترى دفع ذلك المبلغ في كل سنة للمسجد فافتيت بعدم صحة البيع وبانها صارت وقفا حيث تخرج من الثلث اه (ردالمحتار) (۱) قلت و اشتراط خروج الدار من الثلث لفرض المسئلة في الوصيّة ومسئلتنا هذه ليست في الوصية فصارت القرية وقفا بمجرد امر الرئيسة بصرف غلتها على المسجد والمنازل الموقوفة .(۲) قال المحشى نعم تعيين المسجد لا يضر لانه مؤبد وسياتى تمامه. (۳) والله اعلم۔ محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

اجارہ یا عاریت پر لی ہوئی زمین وقف کرنے اور مسجد کے لئے خریدنے کا حکم

(سوال) ایک قطعہ سرکاری زمین جو کہ ایک مسجد کے بالکل متصل ہے سرکار سے عندالضرورۃ واپس لوٹا دینے کی شرط پر ایک شخص نے لے کر اس پر ایک مکان بنا کر ایک دور والی مسجد پر جو اس مکان سے نصف میل دور ہے وقف کیا۔ آیا یہ وقف شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ یہ مکان آج کل بالکل ویران پڑا ہے۔ دن بدن خراب ہوتا جاتا ہے۔ جس مسجد میں وقف ہے اس مسجد کو بھی اسے کچھ فائدہ نہیں ہے اور مسجد متصل کو جس زمین پر یہ مکان ہے اس زمین کی سخت حاجت ہے کیونکہ اس کے جماعت خانہ کو بڑھوانا چاہتے ہیں اور اس کا متولی اور وقف کنندہ اس کے فروخت کرنے پر راضی ہے تو اس صورت میں اس کو مسجد متصل کے لئے فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۲۰۷) جب کہ زمین وقف کی مملوک نہیں بلکہ سرکاری ہے اور بوقت ضرورت واپس لوٹا دینے کی شرط سے لی گئی ہے تو اگر سرکار نے بلا معاوضہ دی ہے تو عاریت ہے اور بمعاوضہ دی ہے تو اجارہ ہے اور عاریت یا اجارہ کی زمین پر عمارت کا وقف صحیح نہیں۔ لایجوز وقف البناء فی ارض ھی عاریۃ او اجارۃ کذا فی فتاوی قاضی خان (عالمگیری (۴) جلد ۳ ص ۳۷۱) اور اگرچہ بعض روایات سے ایسی زمین پر جو سلطان سے اجارہ کے طور پر لی گئی ہو دکانیں بنا کر وقف کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ سلطان نے زمین سے مستاجر کو بیدخل نہ کرنے کا اقرار کر لیا ہو۔ اور صورت مسئولہ میں ایسا نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس مستاجر یا مستعیر نے واپسی کا اقرار کیا ہوا ہے۔ پس یہ وقف ناجائز ہے۔ ذکر الخصاف ان وقف حوانیت الاسواق یجوز ان کانت الارض باجارۃ فی ایدی الذین بنوھا لا یخرجھم السلطان عنھا (عالمگیری) (۵) اور اگر سلطان یعنی گورنمنٹ سے یہ زمین بشرط واپسی خریدی ہے یعنی معاملہ خرید و فروخت کے نام سے ہوا ہے تو بیع فاسد ہے اور اس صورت میں بھی وقف صحیح نہیں ہے کیونکہ وقف عمارت بغیر وقف اصل (یعنی زمین) صحیح نہیں۔ وفی الواقعات ذکر ھلال البصری فی وقفہ وقف البناء من غیر وقف الاصل لم یجز ھو الصحیح (عالمگیری) (۶) اور جب کہ یہ وقف صحیح نہیں ہوا تو مکان مذکور واقف کی ملک ہے وہ اسے توڑ سکتے

(۱، ۲) (رد المحتار، کتاب الوقف، مطلب قد یثبت الوقف بالضرورۃ ٤ / ٣٤٠ ط سعید)
(۳) ھذا من کلام مصنف الکتاب، المفتی الاعظم الشیخ العلام مولانا کفایت اللہ رحمہ اللہ تعالی
(۴) کتاب الوقف، الباب الثانی، ۲ / ۳۶۲ ط. ماجدیہ.
(۵) ایضاً (٦) ایضاً

ہیں۔ بہتر ہے کہ اس کو توڑ کر کسی مسجد موقوف علیہ میں اس کی قیمت خرچ کردیں۔ کیونکہ ویران اور خراب پڑے رہنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

رہی زمین تو اس کی مالک اگر گورنمنٹ ہے (جب کہ زمین واقف مکان نے عاریت یا اجرت پر لی ہو) تو گورنمنٹ سے مسجد متصل والی خرید کر وقف کرسکتے ہیں۔ بشرطیکہ خرید میں واپسی کی شرط نہ ہو۔ اور زمین کا مالک واقف اول ہے جس نے زمین کو بشرط واپسی گورنمنٹ سے خریدا تھا تو اگر اس نے زمین کو وقف نہیں کیا تھا صرف مکان وقف کیا تھا تو اس کا حکم مذکور ہوچکا کہ وقف صحیح نہیں ہوا۔ اور زمین کے فروخت کرنے کا اختیار ہے کیونکہ بیع فاسد میں مشتری قبض مبیع کے بعد مالک ہوجاتا ہے۔ اور اگر زمین و مکان سب وقف کردیا تھا تو مجموعہ زمین و مکان وقف ہوگیا اور اب انہیں بیع کرنے کا اختیار نہیں۔ رہی شرط واپسی وہ خود باطل ہوگئی۔ پس دیکھ لیا جائے کہ صورت مذکورہ میں سے کون سی صورت ہے۔ اسی صورت کے حکم کے موافق عمل کیا جائے۔ واللہ اعلم۔ کتبہ محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرس مدرسہ امینیہ دہلی۔ ۲۳ محرم ۱۳۳۵ھ

مرض ذیابیطس میں کرایہ پر لی ہوئی زمین کی عمارت کو وقف کرنا

(سوال) زید نے عرصہ تخمیناً پانچ سال مرض ذیابطیس میں مبتلا رہ کر انتقال کیا۔ مرنے سے ڈیڑھ سال قبل ڈاکٹروں کا خیال ہو کہ مرض دق ہوگیا ہے۔ وقت وفات زید نے تقریباً لاکھ سوا لاکھ روپے کی جائیداد چھوڑی۔ مرنے سے پانچ ماہ قبل زید نے ایک عملہ جائیداد قیمتی تخمیناً بارہ ہزار روپیہ جو اوپر اراضی سرکاری نصب ہے در سرکار سے نوے سال کے لئے کرایہ پر لی ہوئی ہے۔ نام اللہ پاک برائے ثواب آخرت وقف کی۔ وقف نامہ میں لکھ دیا کہ جائیداد مذکور کی جو آمدنی وصول ہو بعد اخراجات ہاؤس ٹیکس وغیرہ امور مذہبی میں صرف کردی جائے۔ وقف نامہ خود کچہری جاکر رجسٹری کرادیا۔ زید کی وارث دو قبیلے سے ہے۔ قبیلہ اول کی وارث کہتی ہے کہ یہ وقف بموجب شرع شریف جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ایک، تو زید نے مرض الموت میں وقف کیا ہے۔ دوسرے جائیداد کی زمین سرکاری ہے۔ قبیلہ ثانی کہتا ہے کہ وقف شدہ جائیداد ایک ثلث سے بہت کم ہے۔ دوسرے یہ کہ عملہ اور عملہ مذکور کی آمدنی وقف کی ہے۔ تیسرے وقف کرتے وقت اس کی حالت مرض الموت کی نہ تھی کیونکہ وہ خود کچہری گیا۔

المستفتی نمبر ۲ حاجی محمد صدیق دہلی۔ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ مطابق ۲ جولائی ۱۹۳۳ء

(جواب ۲۰۸) مرض ذیابیطس امراض مزمنہ ممتدہ میں سے ہے اور ایسے امراض اس وقت تک مرض موت کے حکم میں نہیں آتے جب تک کہ ان میں اتنی شدت پیدا نہ ہوجائے کہ مریض اپنی زندگی سے مایوس ہوجائے اور یہ سمجھ کر کہ اب میں بچنے والا نہیں ہوں تصرفات کرنے لگے۔ پس اگر زید کے مرض قدیم میں کوئی تغیر نہیں آیا تھا اور اشتداد نہیں ہوا تھا اور وہ وقف کرنے کے وقت معمولی پرانی حالت میں تھا تو اس وقف کو مرض

موت کا تصرف قرار نہیں دیا جائے گا اور مثل تصرفات صحت کے سمجھا جائے گا۔(۱) اور اگر بالفرض مرض موت بھی قرار پائے تو اگر مقدار موقوفہ ثلث ترکہ کے اندر ہے تو وقف جائز اور نافذ ہوگا۔(۲)

رہا یہ عذر کہ جائیداد موقوفہ سرکاری زمین پر ہے صرف عملہ وقف کیا گیا ہے زمین وقف نہیں اس وجہ سے وقف جائز نہ ہونا چاہئے تو اس کا حکم شرعی یہ ہے کہ اگر زمین کی طرف سے یہ اطمینان ہو کہ یہ ہمیشہ وقف کے متولی کے قبضہ میں رہے گی۔ گو کرایہ پر ہی رہے۔ ایسی زمین پر جو عملہ ہو اس کو وقف کرنا صحیح ہوتا ہے۔ اور وقف کی آمدنی میں سے اس کا کرایہ ادا کیا جاتا رہے گا۔ قولہ او جارۃ۔ یستثنی منہ ماذکرہ الخصاف من ان الا رض اذا کانت متقررۃ للا حتکار فانہ یجوز. بحر. قال فی الا سعاف وذکر فی اوقاف الخصاف ان وقف حوانیت الا سواق یجوز ان کانت الا رض باجارۃ فی ایدی الذین بنوھا لا یخرجھم السلطان عنھا من قبل انا رأینا ھا فی ایدی اصحاب البناء تو ارثوھا الخ . قولہ فکذلک الوقف فیھا جائز . اھ (رد المحتار)(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ مدرسہ امینیہ دہلی

اللہ کی نام پر دی ہوئی جائیداد واپس نہیں ہو سکتی

(سوال) اللہ کے نام پر دی ہوئی جائیداد واپس لی جا سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۳ د شیخ بھائی جی ذ ندیس۔ ۱۹ جمادی الاخری ۱۳۵۲ھ م ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۲۰۹) اللہ کے نام پر دی ہوئی جائیداد واپس نہیں ہو سکتی۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

(۱) مرض الموت میں محکمہ نزول کی زمین پر عملہ وقف کرنا
(۲) مرض الموت میں مشترکہ جائیداد اپنے نابالغ بیٹے کے نام ہبہ کرنا
(۳) مرض الموت میں حج وصیت کرانے کا حکم

(سوال) زید نے ایک جائیداد وقف نذر اللہ کی ہے بروقت مرض الموت۔ اس جائیداد کا عملہ زید کا تھا۔ اور زمین محکمہ نزول کی ہے۔ چنانچہ عملہ ہی وقف کیا ہے۔ آیا یہ وقف شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۲) زید مذکور نے ایک جائیداد بوقت مرض الموت پسر نابالغ کے نام کی ہے۔ یہ مشترکہ جائیداد ہے اس میں دوسرا شخص بھی شریک ہے۔ اور اس جائیداد پر قبضہ موہوب الیہ کا حین حیات مالک میں نہیں ہوا۔ واہب کے دیگر اولاد کثیرہ موجود ہے۔ لیکن پسر نابالغ کو ہبہ کے ساتھ مخصوص کیا اور دیگر اولاد کو فراموش کر دیا۔

(۳) زید کے پاس نقد روپیہ تھا۔ معلوم ہوا کہ زید نے بہ تفصیل ذیل بوقت وفات وصیت کی دو ہزار روپیہ حج بدل

---

(۱) والمقعد والمفلوج والمسلول اذا تطاول ولم یقعد فی الفراش کالصحیح درمختار ، کتاب الوصایا باب العتق فی المرض ۶/ ۶۷۹ سعید

(۲) فان کان فی الصحۃ فمن کل مالہ و الا فمن ثلثہ (ایضاً بحوالہ بالا)

(۳) (رد المحتار ، کتاب الوقف ، مطلب فی زیادۃ اجرۃ الارض المحتکرۃ ، ۴/ ۳۹۱ ط سعید)

(۴) الفتوی علی قول ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ انہ لا یعود الی ملک مالکہ ابداً. کذا فی المضمرات . (العالمگیریۃ، کتاب الوقف ، الباب الحادی عشر ، الفصل الاول ، ۲/ ۴۵۸ ط . ماجدیۃ)

میں اور دو ہزار روپے پسر نابالغ کی تعلیم پر خرچ کئے جائیں۔ اور یہ وہی پسر نابالغ ہے جس کے نام جائیداد ہبہ کی ہے اور دو ہزار روپے تجہیز و تکفین پر خرچ کئے جائیں اور دو ہزار روپے تعمیر مسجد پر خرچ کئے جائیں۔

یہ تمام امور مرض الموت کی حالت میں انجام دیتے ہیں۔ بقیہ اولاد ان سب امور کو تسلیم نہیں کرتی۔ بینوا توجروا۔

المستفتی نمبر ۸۲ شیخ یقین الدین صاحب دہلی ۴ رجب المرجب ۱۳۵۲ھ م ۲۵ اکتوبر سن ۱۹۳۳ء

(جواب ۲۱۰)(۱) وقف اگر مرض موت میں ہو تو حکم وصیت ہوتا ہے اور ثلث ترکہ میں جاری ہوتا ہے (۱) ۔ زمین کی طرف سے اگر یہ اطمینان ہو کہ وہ کسی وقت واپس نہ لی جائے گی تو ایسی زمین پر عملہ و جائیداد کا وقف صحیح ہوتا ہے۔ لیکن اگر یہ اطمینان نہ ہو اور زمین کی واپسی کا خیال بھی ہو تو جائیداد اور عملہ کا وقف صحیح نہیں ہوتا۔ (۲)

(۲) مرض الموت میں ہبہ بھی وصیت کا حکم رکھتا ہے اور چونکہ وصیت وارث کے لئے جائز نہیں اس لئے یہ ہبہ بشرطیکہ مرض الموت میں ہونا ثابت ہو ناجائز ہوگا۔ (۳)

(۳) تمام وصیتوں کا تعلق ایک ثلث مال میں سے ہوتا ہے اس لئے اگر حج بدل کے دو ہزار روپے اور تعمیر مسجد کے دو ہزار روپے کل چار ہزار روپے (اس لئے کہ تجہیز و تکفین کے لئے دو ہزار روپے کی وصیت غیر معقول ہے اور لڑکے کی تعلیم کے لئے دو ہزار کی وصیت وارث کے لئے وصیت ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے) ثلث ترکہ میں سے نکل سکے اور بشرطیکہ وصیت کا ثبوت ہو تو یہ چار ہزار روپے حج بدل اور تعمیر مسجد کے لئے دیئے جائیں گے۔ اور اگر وصیت کو تمام وارث تسلیم نہ کریں اور ثبوت بھی نہ ہو تو وصیت غیر معتبر ہوگی۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

موقوف چیز کی اکثر آمدنی اپنے استعمال میں لانے کی شرط سے بھی وقف صحیح ہوتا ہے

(سوال) مندرجہ ذیل وقف نامہ شرعاً جائز ہے صحیح و جائز ہے یا ناجائز۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ منکہ عبدالوحید خان ابن گل محمد خان مرحوم ابن دلدار علی خان مرحوم ساکن قدیم الہ آباد محلہ چک ساکن حال محلہ محل

( )مریض وقف دارہ فی مرض موتہ فہو جائز اذا کان یخرج من ثلث المال وان کان لم یخرج فاجازت الورثۃ فکذلک، وان لم یجیزوا بطل فیما زاد علی الثلث (عالمگیریۃ، کتاب الوقف، الباب العاشر، ۲/۴۵۱)

(۲)یجوز وقف العقار مثل الارض والدور والحوانیت کذا فی الحاوی، وکذا یجوز وقف کل ما کان تبعا من المنقول کما لو وقف ارضا مع العبید والثیران والالات للحرث (الفتاوی العالمگیریۃ، کتاب الوقف، الباب الثانی ۲، ۳۶۰ ط ماجدیۃ)

ذکر الخصاف ان وقف حوانیت الاسواق یجوز ان کانت الارض باجارۃ فی ایدی الذین بنوها لا یخرجہم السلطان عنہا ومن ہذا عرف جواز وقف البناء علی الارض المحتکرۃ، وکذا فی النہر الفائق (الہندیۃ، کتاب الوقف)

(۳)لا تجوز الوصیۃ للوارث عندنا الا ان یجیزہا الورثۃ عالمگیریہ، کتاب الوصایا، الباب الاول، ج ۶ ۹۰، ماجدیہ)

(۴)لو علق الوقف بموتہ بان قال اذا مت فقد وقفت داری علی کذا ثم مات صح ولزم اذا خرج من الثلث وان لم یخرج من الثلث یجوز بقدر الثلث او تجیز الورثۃ فان لم تجز الورثۃ تقسم الغلۃ بینہا اثلاثا ثلثہا للوقف والثلثان للورثۃ ہندیہ، کتاب الوقف، الباب الاول ۲/۳۵۱ ط۔ ماجدیہ)

من محلات قصبہ دیوبند ضلع سہارنپور کا ہوں من مقر نے ایک قطعہ حویلی پختہ موجودہ بہ تعمیر قدیم حال نمبری ۸۶۸ معروف بہ چھوٹی حویلی متصل مسجد محلہ محل مملوکہ ومقبوضہ اپنی بہ جمیع حقوق داخلی وخارجی و پرنالہ و بدررو وغیرہ کو برضا و رغبت خود مالیتی حال مبلغ جس کے نصف مبلغ روپے سکہ انگریزی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شانہ کی رضا وخوشنودی کے حصول کی غرض سے اور اپنی بخشش وثواب عقبیٰ کی آرزو میں مصارف مندرجہ ذیل کے لئے شرائط مندرجہ ذیل کے ساتھ آج بتاریخ ۔ ۱۹۳۴ء مطابق ۱۳۵۳ھ بروز جمعہ وقف کر دیا اور اپنی تولیت میں بدیں شرائط وتفصیل لیتا ہوں کہ مجھے اپنی حیات تک پورا اختیار رہے گا کہ جس طرح چاہوں گا صرف کروں گا اپنے مصرف میں یا دیگر مصارف خیر میں۔ مصرف ! مجھے اپنی حیات میں ہمیشہ اختیار رہے گا کہ خود اس مکان میں سکونت رکھوں یا کسی اور شخص کو بلا کرایہ فی سبیل اللہ رہنے کی اجازت دے دوں۔ (۲) اگر کسی وقت یہ مکان کرایہ پر دوں تو اس کی آمدنی کرایہ کو چھ حصے کر کے ایک حصہ مدرسہ عربی دارالعلوم دیوبند کے ان مصارف میں جن کا ذکر عنقریب آتا ہے داخل مدرسہ مذکورہ کر دوں گا اور بقیہ پانچ حصے اپنے صرف میں لاؤں گا۔ (۳) بعد وفات میری مدرسہ مذکورہ کا چھٹا حصہ بدستور قائم وجاری رہے گا اور بقیہ پانچ حصے میری زوجہ آمنہ بی بنت عبداللہ خاں مرحوم ساکنہ میرٹھ کو دیئے جائیں اور بعد وفات مسماۃ موصوفہ کے میرے چھوٹے پسر محمد عبدالحفیظ نامی کو دیئے جائیں۔ (۴) بعدہ میری زوجہ موسومہ یا پسر موسوم کو اختیار ہوگا کہ تاحیات خود اس حویلی میں بلا کرایہ رہیں اور اگر کرایہ پر دیں تو آمدنی کرایہ سے حصہ مذکورہ مدرسہ موصوفہ میں داخل کرنا ان کے ذمہ میں بھی لازم ہوگا اور بقیہ پانچ حصے اپنے صرف میں لائیں گے۔ زوجہ موسومہ یا پسر موسوم کے علاوہ کوئی اور دیگر اولاد میری پسری یا دختری یا اولاد در اولاد میں سے اگر اس میں رہنا چاہیں گے تو ان کو دو ثلث کرایہ کے ساتھ حق تقدیم دوسروں پر ہر زمانہ میں ہمیشہ حاصل رہے گا۔ (۵) پسر موسوم کو اپنے زمانہ استحقاق میں اختیار ہوگا کہ اپنے حصے مقررہ کل کو یا بعض کو اپنی بڑی بہن میمونہ خاتون یا چھوٹی بہن محمودہ خاتون کی طرف منتقل کر دیں یا اپنی زوجہ وغیرہ خاص رشتہ دار کو اپنے بجائے مستحق بنا دیں۔ (۶) پسر موسوم اپنے بعد کے واسطے اگر کوئی جدید تجویز نہ کریں اور اسی طرح ان کی وفات ہو جائے یا لاپتہ ہو جائیں یا یہ اور ان کا قائم مقام تو ان کے حصص آمدنی کو بھی مدرسہ موصوفہ کے ان مصارف میں جن کا ذکر عنقریب آتا ہے صرف کیا جائے۔ (۷) حق تعالیٰ شانہ نے اگر مجھ پر وسعت فرمائی تو میں معتدبہ رقم جانب شمال پر بالائی کمرہ اور سائبان اور زینہ جانب شرق وشمال تیار کرانے کے لئے پیش کروں گا اور جانب غرب وجنوب بھی دکانیں درست وتیار کرائی جائیں بشرط یہ کہ ان سے آمدنی میں زیادتی متوقع ہو ورنہ یہ ضروری نہیں ہوں گی۔ اگر مدرسہ موصوفہ یا کوئی اور صاحب طالب خیرات وصدقات جاریہ بہ نیت توسیع وقف ہذا تعمیرات مجوزہ میں امداد فرما دیں تو بہت ہی بہتر ہوگا۔ مدرسہ اس کی [illegible] فرمائے تو اس توسیع کی آمدنی خاص مدرسہ کا حصہ ہوگا۔ اور اگر میں یا پسر موسوم تعمیر کریں تو اس توسیع کی آمدنی کو مثل سابق تقسیم کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہوگا۔ اور اگر کوئی صورت نہ ہو تو مدرسہ کا حصہ جمع کر کے حسب موقع تھوڑا تھوڑا میری ان آرزوؤں کو پورا کیا جائے۔ بعد تکمیل تعمیرات مجوزہ کے پھر آمدنی حصہ مدرسہ کو تعلیم قرآن شریف یا تجوید یا تعلیم علوم دینیہ مقصودہ میں یا کوئی نئی تعمیر مدرسہ میں خرچ کیا جائے۔ (۸) زمانہ کرایہ داری کی

آمدنی میں سے حصہ مقررہ مدرسہ کا بطور سرمایہ کے جمع ہو اور کلوخ اندازی و صفائی گھانس و شکست و ریخت وغیرہ کے درست کرانے میں اولاً خرچ کیا جائے اور بقیہ پس انداز کو خانہ نمبر ۷ کے تعمیرات مجوزہ میں صرف کیا جانا لازمی و مقدم ہوگا۔ بعد ازاں تعلیم وغیرہ کا درجہ ہوگا۔ (۹) اگر کسی وقت مدرسہ ہذا اس طریقہ اسلامی پر قائم نہ رہے یا نصیب دشمناں ٹوٹ جاوے تو اس کی آمدنی کو بعد مصارف خانہ نمبر ۷، ۸ کے حسب رائے متولی و منتظم کے غربائے دیوبند یا مسافرین غربا یا مساکین فقراء میں حسب مناسب صرف کیا جائے۔ (۱۰) پسر موسوم سمہ کو ہدایت و وصیت کرتا ہوں کہ میں نے اپنے مولائے کریم کی خوشنودی کی آرزو میں اور اپنی بخشش کی امید میں اور تمہاری نابالغی کی رعایت سے ایسا کیا ہے۔ تمہاری دو بہنیں ہیں جن کا ذکر کر چکا ہوں۔ اگر خدانخواستہ ان کو کسی وقت کچھ غربت و حاجت ہو جائے تو تم پر فرض ہوگا کہ تم اس مکان و نیز بڑی حویلی موقوفہ کی آمدنی سے بھی ان دونوں کو بقدر حصہ شرعی کے بلکہ زائد از زائد ہمیشہ ہمیشہ ضرور ضرور دیتے رہنا۔ میں انکو بھی نامزد کر دیتا مگر افسوس کہ ان کے شوہر ٹھیک نہیں ہیں جیسا کہ تمہارے بھائی عبدالرشید مناسب حال میں نہیں ہیں۔ انہیں وجوہ سے ایسا کیا گیا۔ ورنہ یہ سب مستحق تھے۔ صرف تم اور تمہاری مادر ہی نہیں تھی۔

شرائط۔ (۱) تا حیات خود میں اس کا متولی و منتظم رہوں گا اور مجھے مندرجہ ذیل اختیارات حاصل رہیں گے۔ الف۔ اگر چاہوں گا تو اس مکان کو کسی دوسرے مکان یا جائیداد سے جو اس کی قیمت میں برابر ہو بدل دوں گا۔ مگر قبل تعمیرات مذکورہ مجوزہ کے۔ جب تک کہ مدرسہ موصوفہ یا اور کوئی خیر طلب صدقہ جاریہ لوگ اس میں حصہ نہ لیں گے۔ بعد شرکت غیر کے مجھے تنہا کو تبدیل کا حق نہ رہے گا۔ ب۔ جو مصارف کہ میں نے اس کی آمدنی کے لئے اس وقت مقرر کئے ہیں اگر چاہوں گا تو ان سب کو بالکل بدل دوں گا یعنی کسی دوسرے مدرسہ اسلامی میں یا کسی اور مصرف خیرات میں منتقل و مقرر کر دوں گا۔ اسی طرح وارثین موسومین کے سوا کسی اور کو ان کے بجائے نامزد و مقرر کر دوں گا یا مصارف مذکورہ کے حصوں میں کچھ کمی یا زیادتی کر دوں گا مجھ کو کوئی مانع نہ ہوگا۔ (۲) بعد وفات میری یہ اختیارات مذکورہ کسی دوسرے متولی و منتظم یا وارث کو حاصل نہ ہوں گے یہ صرف مجھ واقف کے ساتھ مخصوص رہیں گے۔ البتہ حق الخدمت شرعی یا فیس ضابطہ سرکاری کو کل آمدنی وقفیہ میں سے حسب حاجت مناسب مقدار میں مقرر کرنا لازمی و مشروط قرار دیتا ہوں تاکہ وقف ہذا باقی و جاری رہے۔

تولیت۔ (۱) بعد وفات میری یا عدم موجودگی میری دیوبند میں مدرسہ مذکورہ کے حضرت صدر مہتمم صاحب اس مکان موقوفہ کے بھی متولی و منتظم ہوں گے۔ و در حالت عدم توجہی کے جس سے اس آمدنی یا تعمیر میں کچھ نقصان رس ہو یا عمل خلاف مصارف و شرائط کرنے سے مہتمم صاحب موصوف کے بجائے کسی مسلمان امانت دار سنی المذہب کو جمیع اہل اسلام عموماً اور اہل دیوبند خصوصاً تجویز و مقرر کر دیں یا گورنمنٹ وقت سے کرائیں بلا معاوضہ یا بامعاوضہ حق الخدمت کے کل آمدنی سے اور اگر خدانخواستہ ممبران مدرسہ مذکور یا اہل اسلام اس کی طرف توجہ نہ کریں تو گورنمنٹ وقت اپنے صیغہ اوقاف سے میرے اغراض مذکورہ کا باخذ فیس ضابطہ سرکاری کے کل آمدنی سے کسی مسلمان سنی المذہب شخص سے اپنی نگرانی میں انتظام کرائے تاکہ میرے اغراض مذکورہ تا قیامت قائم و جاری رہیں۔ مجھ کو ثواب ہوتا رہے۔ (۲) مجھ کو اپنی حیات میں اس کا بھی اختیار

ہوگا کہ تولیت کو بھی بدل دوں۔ کسی اور جماعت یا شخص کو متولی و منتظم قرار دے دوں۔ اور اگر میں اپنی حیات میں کوئی تغیر و تبدل نہ کروں تو تفصیلات مذکورہ بالا ہی لازم و برقرار رہیں گی۔

چوحدی مکان موقوفہ ہذا معروف بہ چھوٹی حویلی۔ غرب۔ کلاں سڑک سرکاری ہے جس میں دوکانیں غرب رویہ اور بدررو اور متعدد پرنالے بائے قدیم جنگی حویلی ہذا کے جاری ہیں۔ شرق۔ کوچہ نافذہ سرکاری ہے جسمیں بدررو پاخانہ وغیرہ اور متعدد پرنالہ بائے قدیم جنگی حویلی ہذا کے جاری ہیں۔ شمال۔ زمین افتادہ واقع ہے۔ جنوب۔ کوچہ نافذہ ہے جس میں پرنالہ بائے جنگی مکان ہذا کے جاری ہیں۔ بعدہ مسجد محلہ محل وقع ہے۔ اسی جانب گوشہ دیوار میں سنگ تاریخ وقف بھی نصب کرادوں گا۔ مجھ گنہگار نے یہ وقف نامہ لکھ دیا تاکہ وقت حاجت کام آئے۔

المستفتی نمبر ۲۶۷ قاری مولوی عبد الوحید صاحب دار العلوم دیوبند ۱۶ محرم ۱۳۵۳ھ یکم مئی ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۱۱) (از مفتی محمد شفیع صاحب) یہ وقف نامہ شرعاً صحیح و نافذ و لازم ہے۔ کما ہو ظاہر کتب مذہب قاطبۃ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ کتبہ احقر محمد شفیع غفرلہ، خادم دار الافتاء دار العلوم دیوبند۔

جواب صحیح ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

الجواب صحیح۔ سکندر دین عفی عنہ مدرسہ امینیہ دہلی

ننانوے سال کے لئے ٹھیکہ اور پٹہ پر لی ہوئی زمین پر عمارت کو وقف کرنا

(سوال) زید نے ایک ایسی جائیداد وقف کی جس کا عملہ زید کا ہے اور زمین سرکاری محکمہ نزول کی ننانوے سالہ ٹھیکہ پر اور پٹہ پر وقف کی۔ الفاظ اور ٹھیکہ کے شرائط ذیل میں لکھے جاتے ہیں تو آیا ایسی صورت میں وقف صحیح ہوا یا نہیں؟

جو کہ عملہ پانچ دکانیں مع زینہ دوبالاخانہ پختہ بلا قولہ۔ اس واسطے من مقر نے بہ نظر ثواب و توشہ آخرت در وبست عملہ جائیداد مندرجہ بالا کو بجمیع حدود حقوق داخلی و خارجی بحالت صحت عقل و ثبات نفس و بدرستی ہوش و حواس خود بلا جبر و ترغیب دیگرے برضامندی تمام خود بنام اللہ پاک وقف کیا اور وقف ہذا کا نام وقف فیاض قائم کیا گیا۔

شرائط ٹھیکہ۔ (۱) ابتدائی قیمت ٹھیکہ ہے پھر سالانہ دو قسطوں میں ہر ششماہی پر۔ (۲) معدنیات تیل وغیرہ کی قسم سے اگر زمین کے تحت میں کوئی چیز برآمد ہو اس کی سرکار مالک ہے۔ اور ہر وقت نکالنے کا حق ہے۔ عمارت کو اگر نقصان پہنچے تو واجبی معاوضہ دے گی۔ (۳) میعاد پٹہ کے ختم پر یا اس سے قبل اگر سرکار کو ضرورت ہو تو زمین واپس لے لے گی اور عمارت بنانے والا اپنے خرچ سے منتقل کرے گا یا سرکار قیمت مشخصہ اگر سرکار کو ضرورت ہو دے دی گی۔ (۴) میعاد کے ختم پر مزید توسیع بھی ہو سکتی ہے تفاصیل مقدار خاص۔ (۵) در صورت وقت مقررہ کرایہ یا اور کسی شرط کے خلاف کرنے پر سرکار کو زمین پٹہ مع بقیہ میعاد ٹھیکہ و عملہ کے ضبط کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

المستفتی نمبر ۲۳۶ عبد الجلیل صاحب موتی والے۔ دہلی ۲۵ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ م ۸ جولائی ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۱۲) وقف مذکور صحیح ہو گیا۔ زمین اگرچہ وقف نہیں ہے مگر نزول کی زمین کا اول تو پٹہ ننانوے سال کا ہی اس قدر طویل ہوتا ہے کہ وہ ارض محتکرہ میں شامل ہو جاتی ہے۔ پھر ختم مدت کے بعد بھی مزید توسیع ہو جاتی ہے اور شرائط فسخ جو پٹہ میں مذکور ہیں ان کا شاذ و نادر ہی وقوع ہوتا ہے اس لئے وہ قابل اعتنا نہیں ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ

(۱) مشتری کے قبضہ میں دینے سے مبیع کا نفع نقصان کے ذمہ بائع پر ہوتا ہے
(۲) چھ ماہ تک قربانی نہ کرنے کی شرط لگانا جائز ہے
(۳) تمام شرکاء کی رضامندی کے بغیر کسی شریک کا وقف کرنا صحیح نہیں ہے
(۴) مبیع جس کے ضمان میں ہو اس کی رضامندی سے نیلام درست ہو گا
(۵) گائے ہندوؤں کو دینا شعار اسلام کے خلاف ہے

(سوال) عرفہ کے روز شام کے وقت ایک شخص مسمی عبدالعزیز نے اپنی طرف سے اور اپنے شرکاء کی جانب سے ایک گائے قربانی کے واسطے خریدی اور ایک روپیہ بیعانہ دے کر کہا کہ کل یہ گائے ہمارے مکان پر پہنچا دو۔ چنانچہ قصائی کل کو گائے ان کے مکان پر پہنچانے چلے۔ راستہ میں ان سے چھوٹ کر ایک متمول ہندو کے اصطبل میں گھس گئی۔ وہاں سے نکال کر لے چلے تو آگے جا کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئی۔ قصائیوں نے اس کو وہاں سے لے جانا چاہا مگر ہندوؤں نے نہیں لے جانے دیا۔ بہت سے ہندو جمع ہو گئے۔ آخر اطلاع یابی پر اہل کار پولیس اس گائے کو تھانے لے گئے۔ بارھویں شب ذی الحجہ کو وہ گائے بہ سبب اندیشہ بلوہ بحکم صاحب کلکٹر بہادر چند سر برآوردہ مسلمانوں کو اس شرط سے دی گئی کہ چھ ماہ تک قربانی نہ کی جائے۔ بعد کئی روز کے ان چند مسلمانوں نے جن کے گائے سپرد تھی با ایمائے حکام ایک جلسہ منعقد کر کے مسمی عبدالعزیز سے جو منجملہ شرکاء کے ایک حصہ دار تھا یہ کہا کہ وہ گائے ہم نے تم کو دی جو ہماری سپردگی میں ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے مدرسے میں وقف کی۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ فوراً اس گائے کا نیلام انہیں چند سر برآوردہ مسلمانوں نے شروع کر دیا۔ آخر مبلغ دو سو روپے میں وہ گائے ایک مسلمان نے خریدی۔ اب دریافت طلب یہ امور ہیں کہ۔

(۱) بیع اول جو قصائیوں سے ہوئی شرعاً منعقد ہوئی یا نہیں؟

(۲) ایام قربانی میں ان چند مسلمانوں کو ایسی شرط جائز تھی یا نہیں کہ چھ ماہ تک قربانی نہ کریں گے۔

(۳) وقف جانور اگر ایک مکان میں بند ہو اور ایک شخص یہ کہہ دے کہ میں نے وقف کر دیا اور مسلمانوں نے اس پر قبضہ نہ کیا ہو بلکہ اس کو دیکھا تک نہ ہو اس صورت میں وقف ثابت ہو گیا یا نہیں اور اس کا نیلام درست ہو گیا یا نہیں۔

(۴) درصورت عدم جواز نیلام گائے کے مستحق کون لوگ ہیں؟

---

(۱) وبه عرف جواز وقف البناء على الارض المحتكرة. (الهندية، كتاب الوقف، الباب الثاني ۳ ۳۶۲ ط. ماجدية)

(۵) اگر مشتری نیلام اس گائے کو ہندوؤں کو دے دے تو اس کی نسبت کیا حکم ہے؟

(جواب ۲۱۳) صورت مسئولہ میں وہ بیع جو کہ قصائیوں سے ہوئی وہ منعقد ہو گئی لیکن چونکہ مشتریوں نے مبیع پر قبضہ نہ کیا تھا اس لئے مبیع ان کے ضمان میں داخل نہیں ہوئی۔ اور جب تک کہ قصائی مبیع کو مشتریوں کے قبضہ میں نہ دے دیں مبیع کے ہر نفع نقصان کے ذمہ دار ہیں۔(۱)

(۲) اس شرط میں چونکہ مسلمانوں کی مذہبی آزادی اور ایک شعار مذہبی پر صدمہ پہنچتا ہے اس لئے یہ شرط ناجائز تھی(۲)

(۳) یہ وقف صحیح نہیں ہوا کیونکہ واقف تمام گائے کا مالک نہیں اور وقف بدون ملک صحیح نہیں ہوتا۔(۳)

(۴) ابھی تک گائے کے مستحق قصائی ہیں کیونکہ وہ انہیں کی ضمان میں ہے اور نیلام صحیح نہیں ہوا کیونکہ مالکوں کی رضامندی سے نہیں ہوا ہے۔(۴)

(۵) مشتری نیلام کی خریداری ہی صحیح نہیں ہے۔(۵) اور ہندوؤں کو دے دینا تو خریداری صحیح ہونے کی صورت میں بھی ناجائز تھا۔ کیونکہ اس میں ایک اسلامی حکم کی ہتک اور بے عزتی ہے۔(۶)

رقم مع سود کے وقف کرنے کا حکم

(سوال) (۱) زید مرحوم نے بزمانہ حیات خود مسلمان طلباء کو فائدہ پہنچانے کی نیت سے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے احاطہ میں یونیورسٹی کی منظوری اور اجازت حاصل کرنے کے بعد وہاں تقریباً مبلغ تیس ہزار روپے اپنے پاس سے صرف کر کے ایک عمارت بنام نگار خانہ جس کو انگریزی زبان میں پکچر گیلری کہتے ہیں یونیورسٹی مذکورہ بالا کے زیر اہتمام تیار کرائی اور اس میں کافی ذخیرہ قدرتی مناظر و دیگر قسم کی تصاویر فراہم کر دیا تاکہ خوشمند مسلمان طلباء وہاں نقاشی کا فن سیکھیں اور نمونہ کی تصاویر سے مستفید ہوں۔ (۲) اس عمارت کے قائم و برقرار رکھنے اور نیز طلباء کو وظائف امدادی دینے کی غرض سے زید مرحوم نے مبلغ پچیس ہزار روپیہ بھی وقف کیا اور بدیں خیال کہ اصل سرمایہ محفوظ رہے زید نے مسلم یونیورسٹی کی پیروی کی اور پچیس ہزار روپے کے بالعوض جائیداد مستغنی آڑھ رہن رکھی اور اس کا منافع (سود) اغراض بالا کے لئے چھوڑا۔

(۳) اندریں حالات امورات مندرجہ ذیل کا تصفیہ بروئے شریعت اسلامی ہونا ضروری ہوا۔

الف۔ وقف کردہ رقم مبلغ پچیس ہزار روپے مع اس کے منافع (یعنی سود) کے برائے تعلیم و سکھانے فن نقاشی

---

(۱) اشترى وعاء دبس (وهو الدبس الحائر) في السوق فامر البائع بنقله الى منزله فسقط في الطريق فعلى البائع اذا لم يقبضه المشتري. هلاك المبيع في يد البائع يبطل البيع لانه مضمون بالثمن فيسقط الثمن (البزازية، كتاب البيوع، الفصل الثاني عشر ۴ / ۴۹۹، ۵۰۰، على هامش الهنديه، ۴ / ۴۹۹، ۵۰۰ ط ماجدية)

(۲، ۶) قربانی کرنا چونکہ شعائر اسلام میں سے ہے اور مسلمان پر اسلام کے شعائر کا احترام اور ان کو برقرار رکھنا لازم ہے نہ کہ اس پر لگائے کا مجاہدہ کرنا، قرآن مجید میں ہے ”ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب“ ترجمہ اور جو کوئی ادب رکھے اللہ تعالیٰ کے نام کی چیزوں کا سو وہ دل کی پرہیزگاری کی بات ہے۔

(۳) منها الملك وقت الوقف حتى لو غصب ارضا فوقفها ثم اشتراها من مالكها ودفع الثمن اليه او صالح على مال دفعه اليه لا تكون وقفاً - عالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الاول، ج: ۲ ۳۵۴ ماجديه)

(۴، ۵) البيع هو مبادلة المال بالمال بالتراضي كنز الدقائق، كتاب البيوع، ص ۲۲۷، امداديه ملتان

وغیرہ مسلمان طلباء کو بحق مسلم یونیورسٹی جائز ہے؟ (ب) وقف مذکور بایں شرطیہ کہ مبلغ پچیس ہزار روپیہ بنک میں جمع رہیں اور اس کی ماہوار آمدنی منافع (سود) سے طلباء کو وظائف دیئے جائیں یا اس عمارت کی ترقی و مرمت پر صرف کیا جائے جائز ہے؟ اگر سوالات الف و ب کا جواب مشتبہ یا انکاری ہو تو صرف مبلغ پچیس ہزار روپے وقف کرنا پکچر گیلری یعنی نگار خانہ کے مصارف اور طلباء کے وظائف کے لئے جائز ہے؟

المستفتی نمبر ۲۲۷ قاضی نجم الدین احمد صاحب (شہر میرٹھ) ۲۴ رجب ۱۳۵۵ھ م ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۱۴) روپیہ کا وقف کرنا عام اصول وقف کے خلاف ہے اور رقم سود کی وقف کرنے کے تو کوئی معنی ہی نہیں کیونکہ وقف کے لئے شئے موقوف کا موجود ہونا ضروری ہے اور رقم سود موجود نہیں بلکہ متوقع الوجود ہے۔ دوسری بات یہ کہ شئے موقوف کا ابقا لازم ہے۔ اور سود کی رقم باقی نہیں رکھی جائے گی بلکہ خرچ کی جائے گی۔ پھر یہ کہ سود کی رقم غیر شرعی ہے اس لئے وقف جو ایک قسم کا صدقہ ہے مال حرام کے ساتھ متعلق نہیں ہو سکتا لہذا سود کی رقم کے وقف ہونے کا تو کوئی موقع ہی نہیں۔ رہی اصل رقم پچیس ہزار روپیہ تو اس کا وقف امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے اور بعض فقہاء نے اس پر فتویٰ بھی دیا ہے۔(۱) اور اگر اس رقم سے کوئی جائیداد خرید لی جائے اور اس کو جائیداد موقوفہ قرار دے کر اس کی آمدنی کو مصرف معین کردۂ واقف پر خرچ کیا جائے تو اس کی گنجائش ہے۔(۲) یہ بات میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ سوائے جاندار کی تصویر کے اور ہر قسم کی نقاشی تصویر کشی جائز ہے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ہندو عورت کی وقف کی ہوئی زمین مسجد میں شامل کرنا

(سوال) مسماۃ ا ذو نے پانچ بسوے زمین مسجد کے واسطے وقف کردی ہے۔ مگر مسماۃ مذکور کا دیور اس کے خلاف مقدمہ چلا رہا ہے۔ ایسا کرنے والا بموجب شریعت کیسا ہے اور اس کے لئے کیا حکم ہے اور وہ زمین مسجد میں شامل کرنی جائز ہے یا نہیں۔ مسماۃ مذکور ہندو ہے اس لئے مسئلہ معلوم کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ فقط

المستفتی نمبر ۱۳۶۶ اللہ دیا صاحب (میرٹھ) ۵ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ م ۱۷ فروری ۱۹۳۷ء

جواب (از مولوی محمد مظفر احمد نائب امام مسجد فتح پوری دہلی) ہو المصوب۔ جب کہ یہ مسماۃ اپنے حصہ سے مسجد کے نام دے رہی ہے تو وہ زمین شرعاً لے سکتے ہیں اور مسجد میں شامل کر سکتے ہیں۔ اس مسماۃ کے دیور کو حق نہیں کہ وہ مسجد کے لئے زمین دینے سے روکے کیونکہ وہ مسماۃ اپنی زمین کی مختار ہے خواہ بیع کرے یا ہبہ کرے یا وقف کرے۔(۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم محمد مظفر احمد غفرلہ، دہلی۔ نائب امام مسجد فتح پوری دہلی

(جواب ۲۱۵) (از حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ) کافر کا وقف اس کام کے لئے صحیح ہوتا ہے جو کام اسلام

---

(۱) ولو وقف دراهم او مكيلا او ثيابا لم يجز وقيل في موضع تعارفوا ذلك يفتى بالجواز (الهداية) وفي حاشيتها . لم يعلم القائل من عبارة ، وفي الاسعاف ما نصه وفي فتاوى الخاصي عن محمد بن عبدالله الانصاري من اصحاب زفر انه يجوز وقف الدراهم والطعام الخ (الهندية وحاشيتها كتاب الوقف اوائل الباب الثاني ۲ ، ۳۶۲

(۲) وقف وقفاً مؤبداً واستثنى لنفسه ان ينفق من غلة الوقف على نفسه وعياله وحشمه مادام حياً جاز الوقف (عالمگیریه كتاب الوقف، ج ۲ ص ۳۹۹ ماجديه)

(۳) قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما فان كنت لا بد فاعلاً فاصنع الشجر و ما لا روح فيه متفق عليه (مشكوة المصابيح ، باب التصاوير ، الفصل الاول ، ص ۳۸۵ سعيد)

(۴) لان الملك ما من شانه ان يتصرف فيه بوصف الاختصاص . رد المحتار ، كتاب البيوع ، ج ۴ / ۵۰۲ ، سعيد

اور واقف کے مذہب کے اصول سے قربت ہو۔ جیسے سرائے، کنواں، محتاجوں کی خوراک و امداد کے لئے وقف ہو تو درست ہے۔ لیکن کافر کی طرف سے مسجد کے لئے وقف اس لئے صحیح نہیں کہ مسجد اسلام کے نزدیک قربت ہے مگر ہندو مذہب کے اصول سے قربت نہیں۔ اگر کافر مسلمان کو زمین ہبہ کردے اور مسلمان مسجد کے لئے وقف کردے تو جائز ہے مگر کافر کی طرف سے براہ راست مسجد کے لئے وقف صحیح نہیں۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

رفاہی اخراجات کی خاطر ملک میں دی ہوئی زمین وقف نہیں ہے

(سوال) سرکار کی طرف سے ایک زمانہ میں ایک قطعہ زمین مویشیوں کو پانی پلانے کی جگہ رکھنے کے لئے اور اس میں پانی مہیا رکھنے کے لئے ایک شخص کو دی گئی تھی تاکہ وہ اس کی آمدنی کے عوض سب کام کرے۔ اس زمین پر پہلے کوئی ٹیکس نہیں تھا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد سرکار نے قانون بدل دیا۔ اور اس زمین کا اس شخص مذکور کو مالک بنادیا اور زمین پر ٹیکس قائم کردیا اور پانی کے عوض میں نقد روپیہ دینا شروع کردیا۔ پھر اس شخص نے اس زمین پر قرضہ لے کر تمام زمین کو قرضہ میں منتقل کردیا۔ اور گاؤں والوں نے چندہ کرکے وہ زمین بار قرض سے چھڑائی اور اس کو خرید لیا۔ اس کے بعد سرکاری نقد امداد مذکور اور اس زمین کی آمدنی سے پانی کا انتظام ہوتا رہا۔ اور پھر جب سرکار نے امداد بند کردی تو فقط اسی زمین کی آمدنی سے ایک عرصہ تک پانی کا انتظام قائم رہا۔ اور اس زمین کا ایک خاص حصہ بعد میں فروخت کردیا جس کو خریدنے والے یہی صاحب تھے جنہوں نے بعد کو واٹر ورکس قائم کی۔ پھر سال گزشتہ ایک شخص نے اپنے اخراجات سے ہمارے گاؤں میں واٹر ورکس قائم کرنا چاہا اور گاؤں والوں سے کہا کہ میں گاؤں کے بڑے کنویں پر واٹر ورکس بناتا ہوں تمام گاؤں میں بغیر کسی ٹیکس کے نل لگادوں گا جس سے تم کو اور مویشیوں کو کسی طرح کی تکلیف نہ رہے گی۔ چنانچہ گاؤں والوں نے اس کو بڑے کنویں پر واٹر ورکس قائم کرنے کی اجازت دے دی اور شخص مذکور نے اپنی تجویز کو عملی صورت دے دی لیکن اس کے بعد اس نے کہا کہ مویشیوں کے لئے پانی کا انتظام میں اس وقت کروں گا کہ زمین مذکور کی آمدنی مجھ کو دی جائے اس کا تمام اختیار مجھ کو حاصل ہو۔ گاؤں والوں نے کہا کہ ہم نے گاؤں کے کنویں کو استعمال کرنے کی اجازت اسی لئے دی تھی کہ ہمارے مویشیوں کو بھی بلا کسی خرچ کے پانی وغیرہ ملے گا۔ اور ہم اس زمین کو تمہارے سپرد نہیں کریں گے بلکہ اس کی آمدنی کو دوسرے رفاہ عام کے کاموں میں صرف کریں گے۔ گاؤں والوں نے واٹر ورکس بننے سے قبل ایک مرتبہ متفقہ طور سے یہ طے کیا تھا کہ اس زمین کی آمدنی سے آگ بجھانے کے بمبے اور تالاب پر جنگلہ لگائیں گے۔ لیکن پھر یہ کام جنگلہ کا سرکاری طرف سے ہوگیا۔ غرض اس آمدنی کو پہلے بھی دوسرے کاموں میں لگانے کی تجویز ہوئی تھی اور اب بھی گاؤں والوں کا ارادہ ہے کہ اس سے تالاب کو پختہ بنادیں تاکہ اس کا برساتی پانی عرصہ

---

(۱) اما شرائط (فمنها العقل والبلوغ) .. ومنها قربة في ذاته وعند التصرف، فلا يصح وقف المسلم او الذمي على البيعة والكنيسة . ولو جعل ذمي داره مسجدا للمسلمين، وبناه كما يبني المسلمون واذن لهم بالصلاة فيه فصلوا فيه ثم مات يصير ميراثا لورثته، وهذا قول الكل، كذا في جواهر الاخلاطي (الهندية، كتاب الوقف، الباب الاول، ص ۳۵۳/۲ ط. ماجدية)

تک کار آمد رہے اور گاؤں کے لوگوں کو مستقل فائدہ پہنچے۔ لہذا سوال یہ ہے کہ آیا یہ زمین جو گاؤں والوں نے خریدی تھی وہ شرعاً فقط پانی کے لئے وقف تصور ہوگی یا نہیں۔ نیز اگر وہ اس کی آمدنی کو تالاب کے پختہ کرنے میں صرف کریں تو یہ بھی درست ہے یا نہیں۔ یہ بھی بتلایا جائے کہ جس شخص نے واٹر ورکس قائم کیا ہے اس کی یہ ضد کرنا شرعاً کیسا ہے کہ میں مویشیوں کے لئے پانی کا انتظام اس وقت تک نہ کروں گا جب تک گاؤں والے اس زمین کی آمدنی میری سپرد نہ کریں گے۔ اگر گاؤں والے اس شخص کو یہ زمین حوالے نہ کریں تو اس میں شرعاً کچھ حرج تو نہیں ہے۔

المستفتی نمبر ۲۴۲۷ عبدالحی پٹیل ڈابھیل (ضلع سورت) ۵ رجب ۱۳۵۶ھ ستمبر ۱۹۳۷ء

جواب (از مولانا حبیب المرسلین نائب مفتی مدرسہ امینیہ) صرف پانی کے لئے زمین خریدنے سے زمین وقف نہیں ہو سکتی۔ بلکہ چندہ دہندگان و مشتریان کو اختیار حاصل ہوگا کہ اس کی آمدنی کو جس کار خیر میں صرف کرنا چاہیں گے تو صرف کر سکیں گے اور مشتریان کو یہ شخص مجبور نہیں کر سکتا اس زمین کے حوالے کر دینے پر۔ فقط واللہ اعلم۔
جابہ وکتبہ حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

(جواب ۲۱۶) (از حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ) سوال سے ثابت ہوتا ہے کہ سرکار نے زمین کی تملیک کردی تھی اور وہ مملوکہ زمین ہوگئی۔ اور گاؤں کی آمدنی مویشیوں کو پانی پلانے کے اخراجات میں صرف ہوتی رہی مگر مالک کی طرف سے اس کو وقف کرنے کا ذکر نہیں۔ پس جب تک وقف ہونا ثابت نہ ہو اس وقت تک اس کی آمدنی کا مصرف مالک کی مرضی پر رہے گا۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ہندو کی بنوائی ہوئی مسجد میں نماز پڑھنے کا حکم

(سوال) دو بھائی ہندو مالدار ہیں۔ ان میں سے ایک بھائی نے ایک مندر بنوایا۔ دوسرے بھائی نے اپنی خوشی سے بغیر درخواست کسی مسلمان کے اسی مندر کے قریب اپنے ذاتی روپے سے ایک مسجد بنوائی اور مسجد بناتے وقت کہا کہ میں مسلمانوں کے لئے بنواتا ہوں مسلمان اس میں نماز پڑھیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ مسجد بالکل تیار ہوگئی تو مسلمانوں سے کہا کہ تم اس میں نماز پڑھا کرو ہمیشہ کے لئے اور اس مسجد کی تعمیر سے مسلمانوں پر کسی قسم کا احسان نہیں جتایا۔ نہ کوئی اختیار اپنا مسجد پر رکھا۔ لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس مسجد میں نماز جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۰۷۶ عبدالغفار (دہلی) ۲ رجب ۱۳۵۶ھ م ۸ ستمبر ۱۹۳۷ء

جواب (از مولانا حبیب المرسلین نائب مفتی) جب اس ہندو نے مسجد تعمیر کروا کر مسلمانوں کے سپرد کردی نماز پڑھنے کے لئے ہمیشہ کے واسطے تو اس مسجد میں نماز پڑھنی جائز ہوگی اور یہ مسجد ہمیشہ کے لئے مسجد ہی رہے گی۔ نمازیوں کو اس میں مسجد ہی کی فضیلت کا ثواب ملے گا۔(۲) فقط واللہ اعلم حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

---

(۱) ارض فی ید رجل یدعی انہا لہ ، ادعی قوم انہا لیست لہ بل فلان وقفہا علیہم لم یستحقوا شیئاً لانہ قد یقض فلا یملک

(۲) وقف کی صحت کے لئے ضروری ہے کہ واقف کے نزدیک قربت ہو، اہل اسلام کے نزدیک تو تعمیر مساجد قربت کا کام ہے ہی ہندو کے ہاں بھی مسلمانوں کی مسجد تعمیر کرنا کار ثواب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بیت اللہ شریف کی کافروں والی تعمیر برقرار رکھا گیا۔ مزید فتاویٰ میں ہے ”کی طرح ہنود و کفار ہندوستان کے نزدیک مساجد و مستحقین میں صرف کرنا قربت ہے، جیسا کہ ان کے احوال و معاملات سے مشاہد ہے“ (کتاب الوقف واحکام مساجد ج ۲۳۶)

(جواب ۲۱۷) (از حضرت مفتی اعظم نور اللہ مرقدہ) اگر ہندو یہ مسجد مسلمانوں کو دے دے اور خود مسجد کے حق ملکیت، حق تولیت اور حق نگرانی اور ہر قسم کے حقوق سے دست برداری کر دے اور مسلمان اس پر ہر طرح قابض و مختار ہو جائیں تو اس میں نماز جائز ہے اور وہ مسجد ہمیشہ کے لئے مسجد ہو جائے گی۔ محمد کفایت اللہ

پڑوس کے مکان کے نیچے مسجد کی زمین لینا ضروری ہے

(سوال) ایک مسجد کی قدرے زمین مسجد کے پڑوس کے مکان میں مسجد کی بنا کے بعد دب گئی ہے۔ وریافت ہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس حصہ پر (جو پڑوس کے مکان میں دبا ہوا ہے) مسجد کا قبضہ نہیں ہوا اور اس وجہ سے غالباً یہ زمین دبائی گئی ہے اور اس مکان پر جو پڑوس میں ہے مختلف مالکان ہندو مسلم بدلتے چلے آئے ہیں۔ کافی عرصہ یعنی اب تک یہ علم نہیں ہوا یعنی واقعی جس قدر زمین موقوفہ مسجد کی تھی وہ فی الحال پوری مقبوضہ مسجد نہیں بلکہ کچھ حصہ مسجد کی زمین کا پڑوس میں دبا ہوا ہے آیا اب اس صاحب مکان سے جو فی الحال ہے اس مسجد کی زمین کے ٹکڑے کی قیمت جو اس کے مکان میں دبا ہوا ہے لینی جائز ہے یا نہیں۔ نابر شق ثانی حکم ہدم مکان ہے یا کوئی اور صورت۔

(نوٹ) یہ زمین مسجد کی جس میں مسجد کی تعمیر ہے شہر کی بنیاد کے وقت والی ریاست مسلم کی جانب سے دی ہوئی ہے۔ المستفتی نمبر ۱۸۰۵ انعام الدین (بہاولپور) ۷ رجب ۱۳۵۶ھ ۲۳ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۱۸) وہ زمین غالباً مسجد کی ملحقہ موقوفہ زمین ہے یعنی موضع مبنی للصلوۃ میں داخل نہیں ہے اور اس پر عرصہ دراز سے دوسروں کا قبضہ ہے اور مالک بدلتے چلے آتے ہیں۔ ان حالات میں ہدم مکان اور واپسی زمین کا مطالبہ مشکل ہے بلکہ اس کی قیمت موجودہ مالک سے لی جا سکتی ہے اور یہ مالک سابق بائع سے لے سکتا ہے وعلی ہذا اصل غاصب تک یہ سلسلہ جا سکتا ہے۔ اس حاصل شدہ رقم سے دوسری زمین خرید کر وقف کر دی جائے۔(۱)
فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ہندوؤں اور مسلمانوں کے مشترکہ روپوں سے قبرستان کی زمین خریدنے کا حکم

(سوال) ملک برار ضلع امراؤتی میں مقام چاندور بازار میں نوٹیفائیڈ ایریا کمیٹی ہے مسلمانوں کی تعداد اس قصبہ میں تقریباً ایک ہزار ہے اور دیگر اقوام کی مردم شماری تقریباً پانچ ہزار ہوگی۔ مسلمانوں کی حالت ہر اعتبار سے ناگفتہ بہ ہے۔ بد قسمتی سے تمام مسلمانوں کے قبرستان کے لئے ایک جگہ حاصل کی گئی تھی جواب قریب قریب پر ہو چکی ہے۔ قبرستان کے اطراف میں کوئی سرکاری جگہ نہیں ہے اور نہ بستی کے باہر کسی گوشہ میں کوئی سرکاری بنجر زمین ہے جو حاصل کی جائے۔ البتہ قبرستان سے ملحق کاشتکاروں کے کھیت ہیں۔ اگر ان کی قیمت ادا کی گئی تو وہ

---

(۱) ان غصب الارض الموقوفة رجل قيمتها الف درهم ثم غصبها من الغاصب رجل آخر بعد ما صارت قيمتها الفي درهم، فالقيم لا يتبع الغاصب الثاني اذا كان الثاني مليا يريد به اذا غصبها رجل آخر من الغاصب الثاني و تعذر استردادها من الثالث و ان كان الاول املى من الثاني يتبع الاول، واذا اتبع القيم احدهما الضمان برئ الآخر واذا اخذ القيمة من احدهما يشتري بها ارضا اخرى فيقفها مكانها، كذا في الذخيرة (عالمگيريه، كتاب الوقف، الباب التاسع، ۲/ ۴۴۸ ط ماجدية)

قبرستان میں شامل کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن جگہ خریدنے کے لئے روپے کی فراہمی ناممکن ہے اس لئے کوشش کی جارہی ہے کہ نوٹیفائیڈ ایریا کمیٹی جس میں ہندوؤں مسلمانوں کی آمدنی کا روپیہ ہے فوراً مسلمانوں کی درخواست کو قبولیت دے کر جگہ خرید کردے تو بہتر ہوگا۔ مسلمانوں کو کمیٹی مذکورہ کی جانب سے امید ہے کوشش کے بعد جگہ خریدنے کے لئے رقم مل جائے گی۔ کیونکہ کمیٹی نے ہندوؤں کے مرگھٹ کے لئے بھی ایک بیگھہ منظور فرمائی ہے۔ لیکن سوال صرف یہ ہے کہ چند مسلمان حضرات کو شک ہے کہ آیا کمیٹی کا روپیہ قبرستان کے لئے زمین خریدنے کے واسطے جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۸۷۰ قاضی سید حسین حاجی ضلع امراؤتی برار، ۴ شعبان ۱۳۵۶ھ م ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۱۹) ہاں نوٹیفائیڈ ایریا کمیٹی سے قبرستان کے لئے روپیہ لینا اور اس سے زمین خریدنا اور مسلمانوں کے اموات کے دفن کے لئے استعمال کرنا جائز ہے اس میں شبہ کی کوئی وجہ نہیں ہے ان کمیٹیوں میں اس قسم کی پبلک ضروریات کے لئے روپیہ فراہم کیا جاتا ہے اور اس مصرف میں اس کو صرف کرنا جائز ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

وقف تام یا شہادت کے بغیر وقف کرنے اور وقف کی رقم تعزیہ داری پر خرچ کرنے کا حکم

(سوال) جائیداد غیر منقولہ کا کثیر حصہ وقف شدہ ٹھہرایا جاتا ہے لیکن کوئی مستند ثبوت نہیں۔ نہ کوئی وقف نامہ لکھا گیا ہے اور نہ ان کے پاس کوئی اسناد موجود ہیں زبانی جمع خرچ ہے۔ کیا ایسی صورت میں جائیداد موقوفہ قرار دی جاسکتی ہے یا وقف کے لئے وقف نامہ یا شہادت کی ضرورت ہے اور جن کے سامنے وقف کی گئی۔ جائیداد موقوفہ کی آمدنی غیر محل مثلاً تعزیہ داری وغیرہ میں خرچ کی جاتی ہے۔ دریں صورت عنداللہ موتی کے لئے موجب عقاب ہے یا ثواب۔ ورثاء حیت سے ایسی صورت میں مواخذہ تو نہیں ہوگا۔ علاوہ ازیں جائیداد موقوفہ کو واپس لے کر ایسی جگہ جو موتی کے لئے باعث ثواب ہے مورث حیت کو وقف کرنے کا حق ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۰۸۸ مولانا عبدالرحیم صاحب ڈابھیلی (چھاؤنی نیمچ) ۲۹ رمضان ۱۳۵۶ھ

۴ دسمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۲۰) وقف کا ثبوت دستاویز یا شہادت سے ہو سکتا ہے خواہ وہ ثبوت وقف قدیم میں بالتسامع ہی ہو۔(۲)

تعزیہ(۱) داری ناجائز ہے اور اس میں رقم خرچ کرنا موجب ثواب نہیں بلکہ موجب عذاب ہے تعزیہ داری میں جو رقم خرچ کی جاتی ہے اسے کسی کار خیر میں صرف کرنا چاہئے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

( ) والوقوف التی تقدم امرہا ومات وارثہا ومات الشہود فان کانت لہ رسوم فی دواوین القضاۃ یعمل علیہا (الہندیۃ، کتاب الوقف ۲/ ۴۳۹) وفیہا. وتقبل الشہادۃ علی الشہادۃ فی الوقف، وکذا شہادۃ النساء مع الرجال کذا فی الظہیریۃ وکذا الشہادۃ بالتسامع (الہندیۃ کتاب الوقف، الباب السادس ۲ ۴۳۸ ط. ماجدیۃ)

(۲) وذالک لما نہی عنہ علیہ السلام ذکر فی صحیح مسلم: عن ام عطیۃ قالت اخذ علینا رسول اللہ علیہ السلام مع البیعۃ ان لا ننوح (رواہ مسلم کتاب الجنائز؟ فصل فی نہی النساء عن النیاحۃ، ۱، ۳۴۰ ط. قدیمی کتب خانہ)

(۱) ماتم: غیرہ کا انتظام کرنا۔ فیروز اللغات

(۱) بھتیجوں کی موجودگی میں بھانجوں کا وقف صحیح نہیں ہے

(۲) کیا مکان کو خانقاہ کے نام پر دینے سے وقف ہو جائے گا؟

(۳) بطیب خاطر بشمول خانقاہ وقف کیا کہنے سے وقف ہو جائے گا

(سوال) زید ایک شیخ کامل مکمل تھے جنہوں نے ایسی جگہ جہاں ان کا کوئی وارث نہ تھا دو ملحقہ مکانات خرید کئے اور سکونت پذیر ہو کر اپنے مریدوں اور طالبان حق کو تعلیم طریقہ باطنی دی۔ بعد انتقال زید کے عمرو کی تحریک دائیہ سے جو خلیفہ سند یافتہ زید کے ہیں بکر منتہی مرید زید کے جانشین ہوئے مکان زید کو بہ وفور محبت و حسن عقیدت سب مریدین زید کی خانقاہ سے تعبیر کرنے لگے ہونے تک خانقاہ کے نام سے موسوم ہے اور جس میں پانچ سال تک بکر تعلیم و تلقین کرتے رہے ان کی جانشینی کے زمانہ میں زید کے انتقال کے بعد زید کے دو بھتیجے وطن زید سے آئے اور اپنے مورث زید کا سامان اپنے قبضہ میں لے کر ہر دو مکانات مذکور عمرو بکر کے سپرد کر کے اور عمرو کو ان کی شکست و ریخت و کمی و بیشی کا اختیار دے کر واپس وطن چلے گئے۔ اسی اجازت کی بنا پر منجملہ ہر دو مکانات زید کا ایک قطعہ مکان عمرو کے مشورہ سے فروخت کیا گیا اور بقیہ میں اور اضافہ کر کے دوسری اراضی جو ملحق مکان زید تھی خرید کر کے اس میں ایک عمارت بکر نے بنوائی جس میں عمرو نے بھی کچھ رقم امداداً بکر کو دی۔ بکر کے انتقال کے بعد خود عمرو سال ڈیڑھ سال اس مکان میں مقیم ہوئے اور مریدوں کو تعلیم دی۔ عمرو نے بھی اس سال ڈیڑھ سال کے قیام میں ایک دوسری اراضی ملحقہ مکان زید موسومہ خانقاہ خرید کر مکان موسومہ مذکورہ خانقاہ میں شامل کر دی اور پھر خالد کو جو زید کے دوسرے منتہی مرید تھے جانشین کر کے اپنی خرید کردہ اراضی مذکورہ مشمولہ خانقاہ ہذا کے بیعنامہ رجسٹری شدہ کی پشت پر یہ عبارت اپنی قلم سے تحریر کر کے کہ مکان ہم نے بطیب خاطر بشمول خانقاہ وقف کیا خالد کے حوالے کر دیا۔ خالد نے بیس بائیس سال خدمت تعلیم و تلقین انجام دی۔ خالد کی جانشینی کے زمانہ میں ایک اہل ثروت صاحب دولت و اقبال کی امداد سے کہنہ عمارت مکان زید جو خانقاہ کے لقب سے موسوم ہے منہدم کرا کر از سر نو تعمیر کرائی گئی۔ بعد انتقال خالد مکان مذکور موسومہ خانقاہ پر عمرو نے بدستور قبضہ کر کے باقیہ حصہ عمارت کہنہ کو جو گر گیا تھا عمرو نے اپنے ذاتی مصارف سے از سر نو دوسرے وضع پر تعمیر کرا دیا۔ اور اس مکان مذکورہ موسومہ خانقاہ پر قبضہ رکھتے ہوئے زید مورث مکان کے حقیقی بھتیجے جو جائز وارث زید کے ہیں۔ عمرو نے باضابطہ مکان مذکورہ کو خرید کر کے بیعنامہ رجسٹری کرا لیا تاکہ اپنی جائز تولیت میں مکان مذکورہ کو جو خانقاہ کے لقب سے موسوم ہے رکھ کر اس میں تعلیم و تلقین طریقہ باطنی کا سلسلہ قائم رکھیں۔ اب چند امور قابل استفسار ہیں۔

(۱) کیا زید کے دو بھانجوں ذوی الارحام کی زبانی سپرد کر دینے سے یہ مکان وقف سمجھا جا سکتا ہے۔ حالانکہ نہ کوئی وقف نامہ ہے۔ نہ محکمہ اوقاف میں اس کا اندراج ہے۔ بالفرض اگر وقف گن بھی لیا جائے تو بکر کی جانشینی کے زمانہ میں اس وقف سے تیس بتیس سال پہلے اس مکان کا ملحقہ دوسرا قطعہ مکان جو بھی حیثیت رکھتا تھا فروخت کیا جانا کیا اثر و حکم رکھتا ہے اور وقف کی تعریف شرعاً کیا ہے؟

(۲) اس مکان کو جو مریدین نے بعد انتقال زید (مالک مکان) کے بہ وفور محبت و حسن عقیدت خانقاہ کے لقب سے

موسوم کر دیا ہے اس لقب اور مسمی سے شرعاً وقف ہونے کا استدلال کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟“

(۳) عمرو نے تقریباً سال ڈیڑھ سال سے قیام میں اراضی خرید کر کے شامل مکان مذکور غیر موقوفہ موسومہ خانقاہ کی ہے اور پھر خالد کو جانشین کر کے بیعنامہ اراضی کی پشت پر بہ وفور محبت اور عقیدت مندی از جانب پیر یہ عبارت تحریر کی ہے کہ ہم نے یہ مکان بطیب خاطر بشمول خانقاہ وقف کیا۔ اس کا شرعاً کیا حکم و اثر ہے؟

المستفتی نمبر ۲۱۸۲ جناب حکیم مولوی عبدالعلی صاحب (بھوپال) ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ
۱۶ جنوری ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۲۱) (۱) جب کہ زید مرحوم کا حقیقی بھتیجا موجود ہے تو بھانجے وارث نہیں اور ان کا کوئی تصرف جائز نہیں۔(۱) (۲) اس عمل سے مکان کا وقف ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔(۲)

(۳) عمرو کا نیا زر خرید حصہ وقف ہو گیا خانقاہ وقف نہیں ہوئی۔ کیونکہ عمرو جائز وارث نہ تھا وہ زید کے بھتیجے کا حق ہے(۳) اور اگر خانقاہ بھی بیع میں داخل تھی اور زید کے بھتیجے نے خانقاہ بھی بیچ دی تھی اور پھر عمرو نے سب کو وقف کیا تو وقف صحیح اور جائز ہے(۴) اور صرف عمرو کی یہ تحریر بشرطیکہ عمرو کی تحریر ہونا ثابت ہو صحت وقف کے لئے کافی ہے۔(۵)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

سرکار سے عیدگاہ کے لئے عارضی زمین کی بجائے مستقل ہمیشہ کے لئے قبول کرنا چاہئے

(سوال) بر مسلمانان رعایا کی درخواست پر سرکار نے بلا اخذ قیمت ایک قطعہ اراضی صرف سو پانچ روپے شکرانہ کے لے کر قبالہ عطا کیا جس میں حسب قانون جدید یہ شرط ذیل درج ہے اور ہر فرد قبالہ میں یہ شرط مطبوعہ موجود ہیں۔ اگر اس زمین کو رفاہ عام کے لئے ضرورت ہوگی تو کلکٹری دربار اس کو واپس لے لیویں گے اور پٹہ دار کو وہ زمین واپس چھوڑنا پڑے گی۔ اس کے عوض میں اس کا معاوضہ مندرجہ ذیل طریقہ پر ملے گا۔ جو آخر تک شق قبالہ میں درج ہے۔ اس قطعہ اراضی کو مسلمانوں نے عام چندے کے خرچہ سے ہموار کر لیا اور عرصہ تین چار سال سے نماز عیدین بفضلہ اس قطعہ زمین میں ادا کی جا رہی ہے بوجہ قرب آبادی کے شمشان بھومی یا مرگھٹ اس صحرا میں لائے جانے کی تجاویز سرکاری قرار پا چکی ہے۔ چنانچہ گزٹ میں اطلاع سرکاری شائع ہو کر اطلاع دے دی گئی۔ اور اس میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ اگر کسی کو کچھ عذر ہو تو ظاہر کرے اس لئے استفتاء بخدمت حضرت علمائے دین مع نقل قبالہ ارسال خدمت ہے۔

---

(۱) کیونکہ وراثت میں عصبات کے ہوتے ہوئے ذوی الارحام محروم ہوتے ہیں اور مذکورہ صورت میں بھتیجا عصبات میں سے ہے اور بھانجے ذوی الارحام میں سے ہے، اس لئے تصرف کا اختیار بھتیجے کو ہے نہ کہ بھانجوں کو۔ واما العصبات فهم اربعة وعشرون صنفا فاولهم الابن [illegible] بني الاخ لاب وام [illegible] واما ذوو الارحام فهم اثنان وعشرون صنفا اولاد البنات (النتف في الفتاوى، كتاب الفرائض ص ٥١٤، ٥١٥، بيروت)

(۲) اس لئے کہ وقف کے لئے ضروری ہے کہ واقف وقت وقف [illegible] کا مالک ہو، اور صورت مسئولہ میں ملک مکان زید مرحوم [illegible] انہوں نے وقف درست نہیں ہو۔

(۳) واما شرائطه فمنها العقل [illegible] ومنها الملك وقت الوقف (عالمگیریہ، كتاب الوقف، الباب الاول، ج: ۲ ص ۳۵۲، ۳۵۳)

(۴) لان الملك ما من شانه ان يتصرف فيه بوصف الاختصاص (رد المحتار، كتاب البيوع، ج: ٤ ص ٥٠٢، سعيد)

(۵) الكتاب على ثلاث مراتب مستبين مرسوم وهو ان يكون معنونا وهو ان يكتب في صدره من فلان الى فلان على ما جرت به العادة فهذا كالنطق فلزم حجة (رد المحتار، مسائل شتى ج ٦ ص ٣٧ سعيد)

صورت موجودہ مستفسرہ میں عیدگاہ کے لئے دوسرا قطعہ اراضی ہم کو ملے تو شرعاً اس کا قبول جائز ہے یا نہیں؟ بموجب احکام شریعت مطہرہ مستفید فرمائیں۔

المستفتی نمبر ۲۲۳۳ عبدالصمد (جودھپور) ۲۴ صفر ۱۳۵۷ھ ۲۵ اپریل ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۲۲) پٹہ کی نقل دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ زمین بطور تملیک دوامی کے نہیں دی گئی بلکہ شرط واپسی عندالضرورۃ موجود ہے۔ اس لئے مسلمان اگر اس کے معاوضہ میں دوسری زمین لے لیں تو مباح ہوگا۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

صحت کی حالت میں وقف کی ہوئی چیز کو وقف کے وارث واپس نہیں لے سکتے

(سوال) مسماۃ سکینہ بیگم بنت قاضی شمس الدین مرحوم اپنی جائیداد سکنی و زرعی کو کسی مسجد و مدرسہ کے نام وقف کرنا چاہتی ہے تاکہ ثواب جاریہ رہے۔ جائیداد مذکورہ سکینہ بیگم کو اپنے والد و والدہ و ہمشیرہ حقیقی و دادی حقیقی سے ترکہ میں پہنچی ہے اور اس شرط پر وقف کرنا چاہتی ہے کہ تاحیات اس کی آمدنی اپنے اوپر اور جس پر میں چاہوں گی خرچ کروں گی۔ بعد میرے منتظم مدرسہ فلاں و مسجد فلاں اس کے متولی رہیں۔ سکینہ بیگم کی ایک لڑکی رئیسہ بیگم ہے جس کی عمر سات آٹھ سال کی ہے اور ایک شوہر جمیل الدین ہے۔ سکینہ بیگم کی والدہ نے بیوہ ہونے پر عقد ثانی کر لیا تھا اس سے ایک لڑکی محمودہ بیگم اور سکینہ بیگم کے والد مرحوم کے حقیقی چچازاد بھائی کے تین لڑکے و ایک لڑکی یعنی قاضی رفیع الدین و قاضی بشیر الدین و قاضی شرف الدین و مسماۃ بسم اللہ بیگم۔ تو اس صورت میں مندرجہ بالا حضرات وقف کے تمام ہونے کے بعد وقف کو توڑ سکتے ہیں یا نہیں اور سکینہ بیگم اپنی حیات میں کل جائیداد کو وقف کر سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۲۹۶ قاضی محمد رفیع الدین صاحب (میرٹھ) ۷ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ ۷ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۲۳) سکینہ بیگم اپنی حیات اور صحت میں اپنی کل جائیداد وقف کرنے کی مجاز ہے۔ اگر بحالت صحت کل جائیداد وقف کر دی تو جائیداد وقف ہو جائے گی اور پھر اس کی وفات کے بعد وارثوں کو وقف کے توڑنے کا کوئی حق نہ ہوگا۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

رضامندی سے وقف کی ہوئی چیز کو واپس لینے کا حکم جائز نہیں ہے

(سوال) ایک شخص مسمی احمد بخش ساکن تبتر محلہ ڈھوزی چھاؤنی نے اپنا مکان اپنی خواہش و رضامندی سے مسجد کے نام وقف کیا اور وقف نامہ تحریری رجسٹری شدہ موجود ہے اور کئی مہینہ تک زید اپنے اقرار پر قائم رہا۔ اب اس نے مسجد کے نام عدالت میں دعویٰ باقاعدہ دائر کیا ہوا ہے اور امام جامع مسجد کے نام بھی دعویٰ دائر کیا ہوا

---

(۱) قال فی العالمگیریة: رجل له ساحة لا بناء فیها امر قوما ان یصلوا فیها بجماعة اما ان وقت الامر بالیوم او الشهر او السنة ففی هذا الوجه لا تصیر الساحة مسجدا لو مات یورث عنه (الفتاوی العالمگیریة، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر ۲ / ۴۵۵ ط ماجدیة)

(۲) هو حبسها علی حکم ملك الله تعالی وصرف منفعتها علی من احب ولو غنیا فیلزم فلا یجوز له ابطاله، ولا یورث عنه، وعلیه فتوی ابن الکمال وابن الشحنة (تنویر الابصار مع الدرالمختار، کتاب الوقف، ج ۴ ص ۳۳۹ سعید)

ہے اور دعویٰ یہ تحریر کیا ہوا ہے کہ مجھ کو دھوکہ دے کر یہ وقف نامہ تحریر کرایا گیا ہے۔ لہذا ازروئے شرع کیا حکم ہے۔ علاوہ اس کے جو شخص مسجد اور علمائے دین کی توہین کرے اس کے حق میں کیا حکم ہے اور چند شخص اس کے موافق ہیں اور اس کو مدد دیتے ہیں۔ ان کے لئے کیا حکم ہے؟

المستفتی نمبر ۲۳۳۵ سید لطف اللہ صاحب ڈلہوزی چھاؤنی ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ ۲۳ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۲٤) اگر اس شخص نے اپنی خوشی اور رضامندی سے مکان وقف کیا تھا اور کسی نے اس پر جبر نہیں کیا تھا اور دھوکہ نہیں دیا تھا تو وہ وقف جائز اور صحیح ہو گیا اور اس کو واپس لینے کا اسے حق نہیں ہے۔(۱) علمائے دین کی عالم ہونے کی جہت سے توہین کرنا کفر ہے اور اس کی امداد کرنے والے بھی سخت گنہگار اور ظالم ہوں گے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

وقف کے متعلق چند سوالات کی تصدیق

(سوال) نقل تحریر بنام پارلیمنٹری سکریٹری ریونیو منسٹر گورنمنٹ یوپی لکھنؤ

جناب عالی۔ یوپی اسمبلی کے گزشتہ اجلاس میں مزارعہ بل کو ایک مجلس منتخبہ کے سپرد کیا گیا ہے اور پبلک کو اس کا حق دیا گیا ہے کہ وہ اس بل کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرے اور ۳۱ مئی تک جناب والا کو اس کی اطلاع دے دے۔ لہذا جناب والا کی وساطت سے ممبران سلکٹ کمیٹی کی خدمت میں اوقاف اسلامی کے متعلق جمعیت تحفظ اوقاف نگرام ضلع لکھنؤ چند ضروری امور عرض کرنا چاہتی ہے۔ ہم کو امید ہے کہ مزارعہ بل پر ممبران مجلس منتخبہ غور کرتے وقت ان معروضات پر کافی غور کریں گے۔ معروضات حسب ذیل ہیں

(۱) بموجب شریعت اسلام موقوفہ جائیدادیں انسانی ملکیت سے خارج ہو کر خاص خداوند تعالیٰ کی ملکیت کے حکم میں داخل ہو جاتی ہیں اور کسی کو ان پر مالکانہ دخل و تصرف رکھنے کا اختیار باقی نہیں رہتا۔

(۲) مالکانہ دخل و تصرف تو ایک طرف اگر کسی فعل سے ملکیت کا شائبہ بھی پیدا ہوتا ہو تو شریعت اسلام اس کو بھی روا نہیں رکھتی ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر مزارعہ اراضیات کو کسی طویل مدت کے لئے معاہدے کی رو سے کسی کو دے دینا جائز نہیں قرار دیا گیا ہے

(۳) موقوفہ جائیداد کے نظم و نسق کے لئے واقف نے جو شرائط وقف نامہ میں قرار دیئے ہوں انہیں کی پابندی ضروری ہے اور (بجز خاص حالات کے) اسلامی حکومت کے عمال کو جائیداد کے نظم و نسق کا کوئی حق نہیں دیا گیا ہے۔

(۴) بموجب شریعت اسلام وقف علی الاولاد کی بھی وہی حیثیت ہے جو عام وقف کی ہے اس کی حیثیت میں بلحاظ احکام کوئی فرق و امتیاز نہیں ہے۔

---

(۱) وحکمه متی صح الوقف لا یملك بیعه ولا یورث عنه (عالمگیریه کتاب الوقف، الباب الاول ۲/ ۳۵۲ ماجدیه)

(۲) ویخاف علیه الکفر اذا شتم عالماً او فقیهاً من غیر سبب (عالمگیریه، کتاب السیر الباب التاسع، مطلب موجبات الکفر، ج ۲، ۲۷۰ ماجدیه)

اوقاف اسلامی کے متعلق مندرجہ بالا جو احکام و مسائل درج کئے گئے ہیں وہ اسلام کی مشہور مستند و مسلم کتب سے اخذ کر کے لکھے گئے ہیں۔ جمہور اہل اسلام انہیں احکام کے پابند ہیں اور انہیں پر ان کے سے پابندی لازمی ہے اور ان کی عین خواہش یہی ہو سکتی ہے۔ کہ ہندوستانی اوقاف اسلامی پر انہیں احکام کا نفاذ کیا جائے۔ فی الحال سلیکٹ کمیٹی سے ہماری خواہش یہ ہے کہ وہ اوقاف اسلامی کے لئے ہماری معروضات ذیل کو قبول کرے۔

(الف) موقوفہ اراضیات پر کسی کاشتکار کو حقوق مالکانہ کسی حال اور کسی وقت میں نہ دیئے جائیں۔

(ب) موقوفہ اراضیات کو کاشتکاروں کے حقوق موروثی یا حین حیاتی کے عام حق سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔

(ج) موقوفہ اراضیات کے نظم و نسق کے جملہ اختیارات متولیات وقف ہی کے سپرد رہیں پٹہ کی میعاد کا تقرر تشخیص و تخفیف و التواء و معافی لگان وغیرہ جملہ مراحل متولی وقف بموجب احکام شریعت اسلام انجام دے مسلمانوں کی ذمہ دار جماعتیں اس کی نگرانی کرتی رہیں۔

(د) اوقاف خواہ کسی قسم کے ہوں ان پر کوئی جدید ٹیکس حکومت کی جانب سے عائد نہ کیا جائے مجھے امید ہے کہ میری معروضات پر کافی توجہ کی جائے گی اور ان کو قبول فرما کر اسلامی جماعت کو شکریہ کا موقع دیا جائے گا۔

المستفتی نمبر ۲۳۴۳ مولانا محمد انیس صاحب ناظم جمعیت تحفظ اوقاف و مہتمم مدرسہ معدن العلوم نگرام ضلع لکھنؤ ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ م ۲۶ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۲۵) اوقاف اسلامیہ کے متعلق جو احکام شرعیہ تحریر میں ذکر کئے گئے ہیں وہ صحیح ہیں اور ان احکام کی بنا پر جو مطالبات پیش کئے گئے ہیں وہ معقول و واجب القبول ہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

شروط فاسدہ کے ساتھ وقف کرنا

(سوال) زید نے اپنا مکان بغرض تعمیر مسجد اس شرط پر وقف کیا کہ اس مکان پر خالد اپنے روپے سے مسجد تعمیر کر دے اور اس کے دو مختلف حصوں پر دو دکانیں تعمیر کرے جس میں سے ایک دوکان کرایہ پر دی جائے اور اس کا کرایہ مسجد میں صرف ہو اور دوسری دکان میں زید خود بلا کرایہ اپنی زندگی بھر آباد رہے اور اس کے بعد اس کے دو لڑکے کرم الٰہی اور احسان الٰہی کو چار روپے ماہوار پر دی جائے اور کرایہ مسجد میں صرف ہو۔ لیکن ان کو دکان سے علیحدہ کرنے کا اختیار کسی کو نہ ہوگا۔ اور اگر خالد اس مکان پر اپنے خرچ سے مسجد تعمیر نہ کرے تو وقف نامہ کالعدم ہو جائے گا اور میں خود اپنے مکان کا مالک ہوں گا۔ نیز یہ وقف نامہ سخت مریض ہونے کی حالت میں لکھا گیا ہے۔ اور اس مکان کے سوا اور کوئی مال بھی نہیں ہے۔

(جواب ۲۲۶) وقف اگر کسی نامعلوم شرط پر معلق کیا جائے تو وقف صحیح نہیں ہوتا۔ وان یکون منجزا غیر معلق (عالمگیری) (۱) پس صورت مسئولہ میں اگر زید نے مکان اس شرط پر مسجد کے لئے وقف کیا ہے کہ خالد

---

(۱) [illegible]

اپنے روپے سے مسجد تعمیر کرائے ورنہ زید اپنا مکان واپس لے لے گا اور وقف نامہ کالعدم ہوگا۔ تو یہ وقف صحیح نہیں ہوا۔ اسی طرح مکان کا ایک حصہ یعنی جس پر دکان تعمیر کی جائے اپنے رہنے کے لئے بلا کرایہ مخصوص کرنا وقف مسجد کے منافی ہے۔ اور چونکہ وہ حصہ مشاع ہے اس لئے مکان کا وقف للمسجد صحیح نہ ہوا کیونکہ وقف مسجد کے لئے شیوع منافی ہے۔ واتفقا علی عدم جعل المشاع مسجدا او مقبرة مطلقا سواء کان مما لا یحتمل القسمة او یحتملها (هکذا فی فتح القدیر عالمگیری)(۱) تیسرے یہ کہ مریض کے تصرفات تبرع ثلث میں جاری ہوتے ہیں۔ پس جب کہ زید مریض تھا تو وقف علی المسجد ثلث میں جاری ہوتا اور ثلث میں جاری ہونے کے وقت مشاع ہونا لازم آتا ہے پس تمام کا وقف باطل ہوگیا۔ مریض جعل دارہ مسجدا ومات ولم یخرج من الثلث ولم تجز الورثة صار کله میراثا وبطل جعله مسجداً لان للورثة فیه حقاً فلم یکن مفرزا عن حقوق العباد فقد جعل المسجد جزءا شائعاً فیبطل الخ (عالمگیری)(۲) بہر حال صورت مسئولہ میں وقف صحیح نہیں ہوا اور مکان زید کی ملکیت میں باقی ہے۔ محمد کفایت اللہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

مسلمان ہندو سے زمین خرید کر مسجد بنا سکتا ہے

(الجمعیة مورخہ ۹ جنوری ۱۹۲۷ء)

(سوال) ایک ہندو سے زمین خرید کر اس زمین پر مسجد بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

(جواب ۲۲۷) ہندو کی زمین مسلمان خریدے تو پھر اسے اختیار ہے کہ اس پر مسجد بنا لے اس میں کچھ حرج نہیں۔ (۳) محمد کفایت اللہ

ساتواں باب
مصارف وقف

مسجد کی آمدنی قبرستان پر خرچ کرنا اور تجارت کرنے کا حکم

(سوال) محلہ رائی تالاب (سورت) میں بز قصابوں کی مسجد ہے اور اس مسجد کے متولی اسی جماعت کے لوگ ہیں۔ یہ لوگ بکریوں کی تجارت کرتے ہیں۔ ان کے یہاں یہ دستور ہے کہ فی کوڑی یعنی بیس عدد بکری فروخت ہونے سے آٹھ آنے مسجد کے نام سے تاجروں سے وصول کرتے ہیں۔ اور مذبح میں جو جانور ذبح ہوتے ہیں ان کے رو

---

(۱) (عالمگیریہ، کتاب الوقف، الباب الثانی فصل فی وقف المشاع ۲/ ۳۶۵ ط ماجدیہ)
(۲) (عالمگیریہ، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر، الفصل الاول ۲/ ۴۵۶ ط ماجدیہ)
(۳) مسلمان نے جب زمین خرید لی تو اس کا مالک ہو گیا اور مالک کو اپنی ملکیت میں ہر طرح کے تصرف کرنے کا اختیار ہے "لان الملک ما من شانه ان یتصرف فیه بوصف الاختصاص۔" (ردالمحتار، کتاب البیوع ج ۴/ ۵۰۲ سعید) اس لئے مذکورہ صورت میں مسلمان کا وقف صحیح اور درست ہو جائے گا۔

دے یعنی آنتیں جو فروخت ہوتی ہیں اس کی قیمت اور جماعت کے مکان جو کرایہ پر دیئے جاتے ہیں اس کا کرایہ اور جماعت میں جب کسی شخص پر کسی قصور کی وجہ سے جرمانہ کیا جاتا ہے اور جماعت کے برتن جو تانبے کے ہیں کرایہ پر دیئے جاتے ہیں ان کا کرایہ۔ یہ سب اخراجات اسی مد میں خرچ ہوتے ہیں۔ مسجد کے پیشوا و مؤذن اور رمضان شریف میں حافظ کو اجرت تراویح اور مسجد میں روشنی و وعظ و نصائح اور مسجد کی مرمت اور قبرستان کے حصار کی تعمیر اور جماعت کے املاک کی تعمیر و مرمت۔ اور یتیموں اور مساکین، بیواؤں اور لاوارث میت کے کفن دفن اور جماعت کا کوئی جھگڑا اگر سرکاری کورٹ میں ہو اس کا خرچ۔ اور جو منشی اس مسجد کا دفتر لکھتا ہے۔ اور کبھی کبھی مسجد کے چندوں میں وغیرہ۔ اب اس رقم سے تجارت کا ارادہ ہے تو کیا جماعت والے اس رقم سے تجارت کر سکتے ہیں؟ اور یہ تمام مصرف شرع شریف کے مطابق ہیں یا نہیں؟

(جواب ۲۲۸) فی کوڑی بکری فروخت ہونے پر ٹکہ آنہ مسجد کے لئے دینا۔ رودہ یعنی آنتیں مسجد کے لئے دینا۔ دینے والوں کا تبرع ہے جب کہ وہ اپنی خوشی سے بغیر کسی جبر کے دیں تو جائز ہے مکانات اگر مسجد کے لئے وقف ہیں تو ان کا کرایہ بے شک مسجد کی ملک ہے اور اگر کسی شخص کی ملک میں تو اس کی خوشی اور اجازت سے مسجد میں صرف ہو سکتا ہے۔ اور اگر کسی دوسری چیز کے لئے وقف ہیں تو اسی چیز میں ان کا کرایہ صرف ہو سکتا ہے نہ کہ مسجد میں۔(۱) کسی شخص پر کسی قصور کی وجہ سے مالی جرمانہ کرنا جائز نہیں ہے۔(۲) مسجد کی وہ آمدنی جو کسی خاص جہت کے لئے مخصوص نہ ہو امام مؤذن بقدر ضرورت روشنی مرمت میں فرش لوٹے پانی وغیرہ میں خرچ ہو سکتی ہے۔(۳) اس میں تراویح کے حافظ امام کو دینا قبرستان کی مرمت اور حصار میں لگانا۔ یتیموں، بیواؤں، مسکینوں، لاوارث اموات کے کفن دفن میں لگانا جائز نہیں۔(۴) اگر مسجد کی ضروریات مقتضی ہوں تو دفتر کے لئے منشی رکھ سکتے ہیں اور اس کو مسجد کے مال سے تنخواہ دے سکتے ہیں۔(۵) مسجد کا جمع شدہ مال تجارت میں لگانا جائز نہیں۔ کیونکہ تجارت میں نفع ہونا لازم نہیں۔ نقصان بھی ہو جاتا ہے۔ اور ایسے تصرفات جن میں نقصان کا احتمال ہو ناجائز ہیں۔(۶) واللہ اعلم بالصواب

---

(۱) في الهندية سئل نجم الدين قد تداعت حيطان المقبرة إلى الخراب يصرف إليها أو إلى المسجد قال إلى ما هي وقف عليه (٢/ ٤٧٦) سئل شمس الأئمة الحلواني سعى لخوص عن العمارة وهناك مسجد محتاج إلى العمارة هل يجوز للقاضي صرف وقف ما استغنى عن العمارة إلى العمارة ما هو محتاج إلى العمارة قال لا، كذا في المحيط (عالمگيريه، كتاب الوقف، الباب الثاني عشر الباب الثالث عشر ٢/ ٤٧٦، ٤٧٨ ط ماجدية)

(۲) لا يأخذ مال في المذهب بحر قوله لا بأخذ مال في المذهب، قال في الفتح وعن أبي يوسف يجوز التعزير للسلطان بأخذ المال، وعندهما وباقي الأئمة لا يجوز، ومثله في المعراج، وظاهره أن ذلك رواية ضعيفة عن أبي يوسف قال في الشرنبلالية. ولا يفتى بهذا لما فيه من تسليط الظلمة على أخذ مال الناس فيأكلونه (الدر المختار مع رد المحتار، مطلب في التعزير بأخذ المال، ج. ٤، ص ٦١ سعيد)

(۳) مسجد له مستغلات وأوقاف أراد المتولي أن يشتري من غلة الوقف للمسجد دهنا أو حصيرا أو حشيشا أو آجرا لفرش المسجد أو حصى، قالوا إن وسع الواقف ذلك للقيم وقال تفعل ما ترى من مصلحة المسجد كان له أن يشتري للمسجد ما شاء (الهندية) (وفيه) وللمتولي أن يستأجر من يخدم المسجد (الهندية كتاب الوقف، الباب الحادي عشر، الفصل الثاني، ٢/ ٤٦١ ط ماجدية)

(۴) ليس لقيم المسجد أن يشتري جنازة وإن ذكر الواقف أن القيم يشتري جنازة ولو اشترى القيم بغلة المسجد ثوبا أو دفع إلى المساكين لا يجوز وعليه ضمان ما نقد من مال الوقف كذا في فتاوى قاضيخان (الفتاوى الهندية، كتاب الوقف الباب الحادي عشر، ٢/ ٤٦٢ ط ماجدية)

(۵) في الهندية وللمتولي أن يستأجر من يخدم المسجد بكنسه ونحو ذلك بأجر مثله أو زيادة لا يتغابن فيها (كتاب الوقف، الباب الحادي عشر الفصل الثاني ٢/ ٤٦١، ماجدية)

(۶) سئل القاضي الإمام شمس الإسلام محمود الأوزجندي رحمه الله تعالى عن المسجد تصرفوا في أوقاف المسجد يعني اجروا المستغل ولهم فتوى قال لا يصح تصرفهم (عالمگيريه كتاب الوقف، الباب الحادي عشر ٢/ ٤٦٣ ماجدية)

حالت صحت میں وقف کی ہوئی جائیداد سے محتاج ورثوں کو دینے کا حکم

(سوال) ہندہ نے اپنی حیات میں کل جائیداد اپنے تین وارثین (ماں آمنہ، بھائی عابد، بیٹا زاہد) پر تقسیم کر دی جس میں سے ایک مکان کو ہندہ وقف کر دیا اور اس کا متولی زاہد کو مقرر کیا۔ زاہد بڑا مالدار ہے۔ پھر بھی بعد وفات ہندہ اس وقف کی آمدنی کسی نیک موقع پر خرچ نہیں کرتا۔ ہندہ کے بھائی ماں نہایت ہی غریب ہیں یعنی آمنہ و عابد اس وقف کی آمدنی میں ان دونوں میں سے کسی کا شرعاً کچھ حق ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

(جواب ۲۲۹) صورت مسئولہ میں آمنہ اور عابد بحیثیت محتاج ہونے کے اس وقف کی آمدنی سے مستفید ہونے کے مستحق ہیں بشرطیکہ یہ وقف حالت صحت میں کیا ہو۔ فان احتاج بعض قرابته او ولده الی ذلک والوقف فی الصحة فههنا احکام احدها ان صرف الغلة الی فقراء القرابة اولی فان فضل منها شئی یصرف الی الاجانب الخ (ہندیہ) (۱) اور زاہد اگر آمدنی وقف کی کسی نیک موقع پر خرچ نہیں کرتا تو بجائے اس کے کوئی دوسرا امانت دار متولی مقرر کیا جا سکتا ہے۔ وینزع وجوباً لو الواقف فغیرہ اولی غیر مامون او عاجزاً الخ (در مختار) (۲)

مسجد کی رقم دوسرے مصارف میں خرچ کرنے کا حکم

(سوال) مدراس بڑی مسجد کے اہل جماعت اپنی اپنی تجارت گاہوں میں فی ہزار روپیہ چار آنے کی شرح سے مسجد کی خیرات کے نام سے ایک مد تخمیناً تیس سال سے جاری کئے اور بالاتفاق اس مد سے مسجد کے امام، موذن وچراغ وحصیر وپانی ومرمت وغیرہ کے خرچ بھی ادا کرتے رہے اور اسی سے مسافرین وغرباء کی امداد ہمیشہ سے دیتے اور خاص دینی مدرسہ اور اہل اسلام کے دینی اور دنیوی تعلیم کو انجمن کو ماہانہ چندہ دیتے رہے تھے۔ اور علاوہ بریں مجروحین بلقان کی امداد کیلئے بھی اور دیگر ضروریات ورفاہ اہل اسلام پر موقع بموقع کچھ تھوڑا بھی اسی سے دیتے ہوئے آئے۔ اب دو سال سے وہ جماعت اپنے قواعد وقوانین رجسٹری کرا کر مذکور کارروائی جاری رکھی تھی۔ جس میں یہ امر صاف رجسٹری شدہ ہے کہ اہل اسلام کے مذہب کی ترقی اس مد سے کی جائے۔ اب چند روز سے مذکور اہل جماعت کے بعض ممبرین میں یہ خدشہ پیدا ہوا ہے کہ مذکورہ مد سوائے مسجد کے خراجات کے دوسرے امور پر خرچ کرنا مسجد کے نام پر وقف ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ اور بعض دیگر ممبرین جماعت کہتے ہیں کہ یہ مد مذکور وقف کی کسی قسم میں داخل نہیں ہو سکتی۔ نام سے کچھ نہیں ہوتا۔ اس مد کو وقف نہیں کہہ سکتے۔ اہل اسلام کی نیت کہ سب امور متبرکہ حسنہ میں خرچ کرنے کی ہو تو سب بھی ہر جگہ صرف کر سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ مد اور اس کی آمد روزمرہ جدید ہے اور یہ مد مستقلی منقول وغیر منقول مستقل وغیر مستقل کی بحث میں کہ اختلافی وقف بھی ہو نہیں سکتی۔ اور اس میں دہندگان کی نیت کا اعتبار ہے یا نہیں ان میں فریق اول صواب پر ہیں یا فریق ثانی؟

(جواب ۲۳۰) یہ صورت وقف کی نہیں ہے بلکہ دینے والوں کا ایک تبرع ہے جو وقف سے جداگانہ حیثیت رکھتا

---

(۱) (الہندیۃ، کتاب الوقف، الباب الثالث، الفصل الثانی ۲/ ۳۹۵ ط ماجدیہ)

(۲) (الدر المختار، کتاب الوقف، مطلب یأثم بتولیۃ الخائن ۴/ ۳۸۰ ط سعید)

ہے اور دینے والوں کی نیت کا اعتبار ہے۔ اور جب کہ ان کی نیت اسلام کو ترقی دینے والے کاموں میں خرچ کرنے کی ہے جیسا کہ انہوں نے قوانین و قواعد کی رجسٹری میں لکھدیا ہے اور جیسے کہ پہلے سے اس پر عمل درآمد ہو رہا ہے تو اب بھی انہیں جائز ہے کہ وہ اسلام کی ترقی کے اسباب پر اس رقم کا کوئی حصہ خرچ کریں۔ صرف مسجد سے ساتھ اس رقم کا اختصاص نہیں ہے۔ وہ مسجد پر وقف ہے۔ واللہ اعلم

مسجد کے لئے چندہ کرنے کی ایک صورت

(سوال) یہاں ایک قدیمی مسجد ہے جو کہ عام مسلمانوں کے چندے سے بنائی گئی ہے۔ مسجد کے تعمیر ہونے کے بعد ایک شخص بطور متولی مسجد کا کاروبار چلاتے اور ضروری انتظام کیا کرتے تھے۔ متولی مذکور نے اپنے ذاتی مال سے یا کسی دوسرے شخص کے مال سے جو ان کے پاس ہو مسجد کا انتظام بہت عرصہ تک کیا۔ اس کے بعد تقریباً ایک سال سے اہل جماعت نے مسجد کے ضروری خرچ کے کرنے کے لئے یہ کیا کہ اہل جماعت تجارت پیشہ جس قدر مال فروخت کریں اس پر فی صدی چار آنے مال لینے والوں سے مسجد کے لئے لئے جائیں۔ اور چار آنے فی صدی مال بیچنے والے اپنی طرف سے دیں۔ اس طرح گویا آٹھ آنے فی صدی حق مسجد اہل جماعت ادا کریں۔ اس قرارداد پر سب کا اتفاق ہوا۔ اور سب لوگوں نے اس تحریری قرارداد پر دستخط کئے۔ دو تین مہینے یہ انتظام برابر چلتا رہا۔ اور فیصدی آٹھ آنے ہر ایک سے وصول ہوتا رہا۔ چند روز کے بعد اہل جماعت کی رائیں آپس میں مختلف ہوگئیں کہ اس قسم کے انتظام سے ہر ایک شخص کی مالی حالت اور تجارت کے راز اور لین دین کی پوری کیفیت ظاہر ہو جاتی ہے۔ اس واسطے موجودہ قرارداد مناسب نہیں ہے۔ بجائے اس کے ایسا کرنا چاہئے کہ اہل جماعت آپس میں اتفاق کر کے ایک عام چندہ مسجد کے ضروری خرچ چلانے کے لئے اور دوسرے کاموں کے لئے کریں اس رقم سے ضروری خرچ چلانے کے علاوہ ہمیشہ کی آمدنی کی بھی کوئی صورت کرلی جائے۔ لہذا پہلی قرارداد کو بالکل باطل ٹھہرا کر اہل جماعت میں سے ہر ایک سے ایک غیر معین رقم ایک دفعہ بطور چندہ کے وصول کی جائے اور اس سے کوئی ہمیشہ کی آمدنی کی شکل کرلی جائے۔ اس دوسری تجویز پر اہل جماعت کا اتفاق نہیں ہوا اور پہلا انتظام بھی ٹوٹ گیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد دوسری تجویز بتانے والوں نے پہلی قرارداد کے موافق فیصدی آٹھ آنے کے حساب سے کچھ رقم جمع کر کے مسجد کے متولی کو دینا چاہا۔ اس وقت متولی نے اس رقم کے لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ تمہارا روپیہ مسجد میں نہیں لیا جائے گا۔ اب یہ روپیہ ان لوگوں کے پاس جمع ہے وہ کہتے ہیں کہ اس مسجد میں خرچ کرنے کی نیت سے یہ روپیہ ہم لوگوں نے الگ کر رکھا ہے۔ لیکن متولیوں کو مسجد میں لینے سے ہر طرح انکار ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ لوگوں نے جو پہلا انتظام کیا تھا وہ از روئے شرع ٹھیک ہے یا دوسرا انتظام ٹھیک ہے۔ پہلے انتظام کے بموجب کیا ہر تاجر اپنے خریدار سے فیصدی چار آنے لے سکتا ہے یا نہیں؟ اور قرارداد سے پھر جانے کا گناہ ہوا یا نہیں؟ اور اگر دوسرا انتظام ٹھیک ہے تو وہ لوگ جو اس دوسرے انتظام کو چاہتے ہیں انہوں نے پہلی قرارداد کے موافق جو روپیہ اسی مسجد کے خرچ کے لئے الگ کر رکھا ہے جس کو متولی لینے سے انکار کرتے ہیں۔ یہ روپیہ کہاں خرچ کیا جائے جو متولی مسجد کے لئے یہ روپیہ نہیں لیتے ان کو اس نہ لینے سے کوئی گناہ ہوگا یا نہیں؟ اگر اس مسجد میں یہ روپیہ خرچ نہ کیا جائے بلکہ کسی اور مسجد یا کسی کار خیر مثل مدارس وغیرہ کے

خرچ کیا جائے تو ازروئے شرع شریف جائز ہوگا یا نہیں ؟

(جواب ۲۳۱) ان الحکم الا للہ۔ جب مسجد کے مصرف کے لئے جو چندہ جمع کریں ان کا تبرع ہے اور جس انداز سے جمع کرنے پر باہم قرارداد کریں، انہیں اختیار ہے بشرطیکہ وہ قرارداد اصول شرعیہ سے متصادم نہ ہو۔ اور کسی پر جبر نہ ہو۔ پہلی قرارداد مذکورہ سوال میں چار آنے فی صدی خریداروں سے مسجد کے لئے لینا خلاف شرع ہے اور شرط فاسد موجب فساد بیع ہے اور چار آنے فیصدی اپنے پاس سے دینا جائز ہے۔ اور پہلی قرارداد سے منحرف کرنا اگر اس وجہ سے ہو کہ اس کی وجہ سے ایک محذور شرعی کا ارتکاب لازم آتا ہے تو اس انحراف کا کوئی مضائقہ نہیں۔ مگر اس سے بچنے کی یہ صورت ہو سکتی تھی کہ آٹھ آنے فی صدی اپنے پاس سے ہی دیدیتے۔ اور خریدار سے ہی اگر چار آنے وصول کرنے تھے تو ان چار آنے کو ثمن میں داخل کرکے بیع کیا کرتے۔ مثلاً سو روپے کی چیز بیع کرتے وقت بجائے اس طور پر عقد کرنے کے کہ سو روپے اس چیز کی قیمت دو اور چار آنے مسجد کے لئے علیحدہ دینے ہوں گے اس طرح بیع کرتے کہ ایک سو روپے چار آنے اس چیز کی قیمت ہے تو پھر کوئی خرابی نہیں رہتی۔ لیکن پہلی قرارداد کو اپنی تجارتی مصلحت سے توڑنا بھی کوئی گناہ نہیں سوائے اس کے کہ ایک عہد اور وعدہ کا خلاف ہے۔ تو جب کہ وہ مسجد کو اسی قدر یا اس سے زیادہ فائدہ مجموعی چندہ سے پہنچانا چاہتے ہیں تو اس میں چنداں خلاف وعدگی کا بھی مضائقہ نہیں دوسرا انتظام بے تردد جائز ہے۔ پہلے انتظام کے بموجب جو چندہ جمع کر رکھا ہے وہ ابھی تک مسجد کی ملک نہیں ہوا ہے۔ مالکوں کو اختیار ہے کہ جس کار خیر میں چاہیں صرف کردیں خواہ کسی دوسری مسجد میں یا کسی دینی مدرسہ میں یا کسی دوسرے نیک مقصد میں لگادیں متولیوں کا مسجد کے لئے روپیہ نہ دینا موجب مواخذہ ہے۔ رجل اعطی درهما فی عمارة المسجد او نفقة المسجد او مصالح المسجد صح لانه وان کان لا یمکن تصحیحه تملیکا بالهبة للمسجد فاثبات الملک للمسجد علی هذا الوجه صحیح فیتم بالقبض کذا فی الواقعات الحسامیه . ولو قال وهبت داری للمسجد او اعطیتها له صح ویکون تملیکا فیشترط التسلیم کما لو قال وقفت هذه المائة للمسجد یصح بطریق التملیک اذا سلمه للقیم کذا فی فتاوی العتابیه ولو قال هذه الشجرة للمسجد لا تصیر للمسجد حتی تسلم الی قیم المسجد کذا فی المحیط (عالمگیری) ( )ان تمام روایات سے ظاہر ہے کہ وہ رقم ابھی تک مالکوں کی ملک میں داخل ہے مسجد کی ملک نہیں ہوئی۔ انہیں اختیار ہے جس کار خیر میں چاہیں صرف کریں۔

مدرسہ کے چندہ کو واپس لینے یا خاص مد پر خرچ کرنے کا حکم

(سوال) ایک انجمن اسلامیہ نے زنانہ مدرسہ کی تعمیر کے لئے چندہ جمع کیا اور اس سے کچھ سامان خریدا گیا۔ لیکن انجمن مدرسہ تعمیر نہیں کرسکی اور نہ آئندہ اس کی تعمیر کی کوئی امید ہے۔ ایسے سامان کے متعلق دریافت ہے کہ

( )(الفتاوی العالمگیریة، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر، الفصل الثانی ۲ ٤٦٠ ط ماجدیة، کوئٹہ)

اس کو انجمن فروخت کر کے کسی دوسرے اسلامی مدرسہ کی مد تعلیم میں خرچ کر سکتی ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں کر سکتی تو انجمن اس سامان کو کیا کرے۔ ایسی صورت میں کیا جائز ہے کہ اہل چندہ اپنا چندہ واپس لے کر اپنے ذاتی مصرف میں لائیں یا کسی دیگر نیک کام میں صرف کریں۔ یعنی بصورت عدم تعمیر مدرسہ کیا اہل چندہ کو حق واپسی چندہ ہے یا نہیں ؟

(جواب ۲۳۲) جو چندہ کہ لوگوں نے زنانہ مدرسہ کی تعمیر کے لئے دیا ہے وہ ابھی تک مالکوں کی ملک میں داخل ہے۔ انجمن کے کارکن ان کے وکیل ہیں۔ اگر زنانہ مدرسہ کی تعمیر کسی وجہ سے ملتوی ہو گئی تو چندہ اہل چندہ کو واپس دیا جائے یا ان کی اجازت سے کسی دوسرے کام میں صرف کیا جائے۔(۱)

صدقہ کے جانور کو فروخت کر کے اس کی رقم مدرسہ پر لگانے کا حکم

(سوال) مدرسہ اسلامیہ اور یتیم خانوں میں اکثر مسلمان لوگ بکرا یا بھیڑ بطور صدقہ طلبہ کے لئے دیتے ہیں۔ بعض وقت مدرسہ میں اس قدر گوشت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بجائے اس جانور کے ذبح کرنے کے مہتمم مدرسہ یہ چاہے کہ اس کو میں کسی قصاب سے فروخت کر دوں اور اس کی قیمت طلبہ کی روزانہ کی خوراک میں صرف کروں یہ اس مہتمم کے لئے جائز ہے یا نہیں ؟ اور صدقہ کا جانور جو مدرسہ میں آئے اس کا فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۲۳۳) اگر دینے والوں کی طرف سے صراحۃً یا دلالۃً اس کی اجازت ہو تو جواز میں کوئی شبہ نہیں۔ لیکن اگر ان کی طرف سے اس امر کی اجازت نہ ہو تو مہتمم مدرسہ جانور کو فروخت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ دینے والے کا وکیل ہے اور وکیل کو تصرف کا اختیار اسی صورت سے ہوتا ہے جس طرح موکل معین کر دے۔ اور ممکن ہے کہ دینے والے نے جو جانور بھیجا ہے وہ نذر کا ہو یا کسی اور وجہ سے اس کا مقصود تقرب بالاراقۃ ہو۔ محض گوشت تقسیم کرنا منظور نہ ہو۔ ورنہ ممکن تھا کہ بجائے جانور بھیجنے کے وہ گوشت خرید کر بھیج دیتا اور ایسی حالت میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مہتمم کا یہ تصرف خلاف الی الخیر ہے۔ کیونکہ تقرب بالاراقۃ اور چیز ہے اور طلبہ کو ان کی حاجت کے اوقات میں کھلا دینا اور چیز ہے۔ الحاصل جب تک جانور دینے والوں کی صراحۃً یا دلالۃً اجازت نہ ہو مہتمم کو ایسا کرنا جائز نہیں۔(۲)

کیا مظلوموں کیلئے جمع کئے چندہ کو مدرسہ یا مسجد پر خرچ کر سکتے ہیں؟

(سوال) اہل اسلام نے چندہ اس غرض سے جمع کیا تھا کہ مظلومان آرہ پر تقسیم کیا جائے۔ اب ان لوگوں کی تقسیم کے بعد کچھ روپیہ باقی ہے اس کا کیا کیا جائے۔ آیا مسجد یا تعمیر مدرسہ یا تعلیم دینی میں صرف کر سکتے ہیں یا نہیں اب وہ روپیہ کس کام میں لائیں ؟

---

(۱) سئل عن وقف انهدم ولم يكن له شئ يعمر منه ، ولا امكن اجارته ولا تعميره ، هل تباع انقاضه من حجر وطوب وخشب ؟ اجاب اذا كان الامر كذلك صح بيعه بامر الحاكم ، ويشترى بثمنه وقف مكانه ، فاذا لم يمكن رده الى ورثة الواقف ان وجدوا ولا يصرف للفقراء (رد المحتار ، كتاب الوقف ، مطلب في الوقف اذا خرب ولم يمكن عمارته ، ج : ٤ ص ٣٧٦ ، سعيد)

(۲) اذا شرط الواقف ان لا يؤاجر اكثر من سنة . فليس للقيم ان يؤاجرها اكثر من سنة ، (رد المحتار ، كتاب الوقف ٤/ ٤٠٠ سعيد)

(جواب ۲۳۴) یہ لوگ جن کے پاس چندہ جمع ہے چندہ دینے والوں کے وکیل ہیں اور دینے والوں نے انہیں یہ چندہ مظلومین بہار پر خرچ کرنے کے لئے دیا ہے اس لئے انہیں لازم ہے کہ انہیں مظلوموں پر خرچ کریں ورنہ باوجود اس کے کہ مظلومین بہار کو اس روپے کی حاجت ہو دوسرے موقع پر خرچ کرنے سے یہ ضامن ہوں گے۔(۱) ہاں اگر چندہ دینے والے دوسری جگہ خرچ کرنے کی اجازت دے دیں یا مظلومین بہار کو احتیاج باقی نہ رہی ہو تو پھر یہ لوگ اس روپے کو دوسری جگہ کے مساکین یا طلبہ پر خرچ کر سکتے ہیں۔ لیکن تعمیر مسجد و مدرسہ پر خرچ کرنا کسی طرح جائز نہیں(۲)۔(۳)

بدکاری کی اجرت سے زمین وقف کرنا

(سوال) ایک عورت بدافعال بازاری تھی اس نے کچھ زمین خرید کر مسجد کے اخراجات کے لئے وقف کر دی۔ عرصہ بارہ سال کا ہوا اس عرصہ میں مسجد کا خرچ اسی کے ذریعہ سے پورا ہوتا رہا۔ اب اس کے وارث کہتے ہیں کہ یہ زمین چونکہ اسی پیسہ سے متوفیہ نے خریدی تھی جو کہ زنا کے پیشہ سے اس نے پیدا کیا تھا اور متوفیہ کی کوئی آمدنی سوائے اس کے نہ تھی۔ اب یہ زمین آیا مسجد کے صرف کے لئے جائز ہے؟

(جواب ۲۳۵) جو زمین کہ متوفیہ نے خرید کر مسجد کے لئے وقف کی ہے ظاہر ہے کہ خود وہ زمین زنا کے بدلے میں اس نے حاصل نہیں کی ہے بلکہ خرید کر اس کی ملک بنی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ زمین کی خرید میں بوقت عقد کسی مخصوص مشار الیہ روپے کی طرف اشارہ نہیں ہوتا۔ نیز دراہم و دنانیر عقد بیع میں غیر متعین ہوتے ہیں پس بیع سے متوفیہ اس زمین کی مالک تو ہو گئی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر بوقت عقد خاص حرام روپے کی طرف اشارہ کیا ہو کہ ان روپوں سے خریدتی ہوں یا اس کی نیت میں یہ بات ہو کہ حرام روپے سے قیمت ادا کروں گی تو ملک میں خبث آ گیا اور اگرچہ متوفیہ کی اور کوئی حلال کمائی ظاہر اور معلوم نہ ہو تاہم ممکن ہے کہ اس نے زمین کی قیمت ادا کرنے کے لئے کسی سے روپیہ قرض لے لیا ہو جیسا کہ اکثر حرام کمائی والے نیک کاموں میں خرچ کرنے کے وقت کرتے ہیں اور قرض سے حاصل کیا ہوا روپیہ زمین کی قیمت میں دے دیا ہو۔ پس ان صورتوں میں حکم یہ ہے کہ اس زمین کے وقف کی صحت کا قضاءً حکم دیا جائے گا اور حکماً کوئی اس وقف کو باطل نہیں کر سکتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ دیانۃً چونکہ ظاہر یہی ہے کہ حرام کمائی کے ذریعہ سے وہ زمین حاصل کی گئی ہے اور اس میں بھی ایک قسم کا خبث ہے اور خبیث چیز کو طاعت و عبادت کی جگہ صرف کرنا مذموم ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ وہ روپیہ مسجد میں نہ لگایا جائے۔ لیکن اگر مسجد کی کوئی اور آمدنی نہ ہو صرف اسی روپے سے اس کی ضروریات پوری

---

(۱) مسجد له مستغلات واوقاف اراد المتولي ان يشتري من غلة الوقف للمسجد دهنا او حصيرا او حشيشا ان وسع الواقف ذلك للقيم و ان لم يوسع ولكنه وقف لبناء المسجد وعمارة المسجد ليس للقيم ان يشتري ما ذكرنا (الهندية، كتاب الوقف، الباب الحادي عشر، الفصل الثاني ۲/ ۴۶۱ ط. ماجدية) (قلت علم بهذا ان الوكيل لا يجوز له الخلاف فيما امره الموكل)

(۲) ولو ان قوما بنوا مسجدا وفضل من خشبهم شيء قالوا يصرف الفاضل في بنائه ولا يصرف الى الدهن والحصير، هذا اذا سلموه الى المتولي ليبني به المسجد والا يكون الفاضل لهم يصنعون به ما شاؤا (الهندية، كتاب الوقف، الباب الحادي عشر، ۲/ ۴۶۴ ط ماجدية)

(۳) ولو استثنى فقال لا تؤجر اكثر من سنة الا اذا كان انفع للفقراء، فللقيم ذلك اذا رآه خيرا بلا اذن القاضي (رد المحتار، كتاب الوقف ۴/ ۴۰۰ ط. سعيد)

ہوتی ہوں تو اس کے خرچ کرنے کی گنجائش نکلتی ہے اگرچہ مکروہ ہے۔ قال تاج الشريعة اما لو انفق في ذلك مالا خبيثا اومالا سببه الخبيث والطيب فيكره لان الله تعالى لا يقبل الا الطيب فيكره تلويث بيته بما لا يقبله اه شرنبلاليه (ردالمحتار)

مسجد کی ضرورت سے زائد آمدنی کو دوسری مساجد پر خرچ کرنا

(سوال) کسی مسجد میں آمدنی اس قدر زیادہ ہو کہ اس کی حاجت مسجد مذکور میں کبھی نہیں ہوگی بلکہ حاجت سے از حد زیادہ ہے اور دوسری مسجدیں بہت تنگ حالت میں ہوں اس قدر کہ اگر ان مسجدوں میں خرچ نہ کیا جائے اور مرمت نہ ہو تو یہ مسجدیں بالکل تلف ہو جائیں اور مسجد اول الذکر تونگر کا روپیہ ان مسجدوں میں نہ لیں تو وہ حادثے در پیش ہوتے ہوں کہ ظلما وہ مال غیر عبادت اور غیر نیک کام میں ضائع ہو جائے۔ بہذا صورت مذکورہ میں تونگر مسجد کا روپیہ دوسری حاجت مند اور مفلس مسجدوں میں خرچ کرنا درست اور نیک ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ مورخہ ۹ جنوری ۱۹۱۷ء

(جواب ۲۳۶) حنفیہ کا اصل مذہب تو یہی ہے کہ ایک وقف کا مال دوسرے میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے اور یہ حکم تمام متون و شروح و فتاویٰ میں موجود ہے۔ لیکن فقہاء کی بعض تصریحات اور فتاویٰ کی بعض جزئیات سے اتنی گنجائش نکلتی ہے کہ اگر کوئی وقف زمین یا مکان یا مسجد ویران ہو جائے اور اس کی حاجت بھی نہ رہے تو اس کے مال و اسباب کو کسی دوسری محتاج مسجد میں نقل کیا جا سکتا ہے۔ قال في رد المحتار بعد مانقل عن شمس الائمة الحلواني وغيره جواز نقل اوقاف المسجد اذا خرب المسجد ووقع الاستغناء عنه الى مسجد آخر مانصه والذي ينبغي متابعة المشائخ المذكورين في جواز النقل بلا فرق بين مسجد اوحوض كما افتى به الامام ابو شجاع والامام الحلواني وكفى بهما قدوة ولا سيما في زماننا فان المسجد او غيره من رباط اوحوض اذا لم ينقل يأخذ انقاضه اللصوص والمتغلبون كما هو مشاهد وكذالك اوقافه، يأكلها النظار او غيرهم ويلزم من عدم النقل خراب المسجد الأخر المحتاج الى النقل الخ انتهىٰ (ردالمحتار)(۱) اور صورت مسئولہ میں اگرچہ یہ صورت نہیں ہے کہ مسجد موقوف علیہ ویران ہو گئی اور اس کی حاجت نہ رہی۔ لیکن اس کا غنی ہونا اور جمع شدہ مال کی طرف محتاج نہ ہونا اور جمع شدہ مال کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہونا۔ یہ سب امور ایسے ہیں کہ ان کی وجہ سے جواز نقل کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔ قلت ومما يستانس به لجواز النقل في هذه الصورة مافي الدر المختار لا باس بنقشه خلا محرابه بجص وماء ذهب لو بماله لا من مال الوقف فانه حرام وضمن متوليه لو فعل النقش اوالبياض الا اذا خيف طمع الظلمة فلا بأس به كافي انتهى مختصراً (۲) وفي رد المحتار قوله الا اذا خيف اى بان اجتمعت عنده، اموال المسجد وهو مستغن عن العمارة والا فيضمنها كما في القهستاني عن النهاية انتهىٰ۔ (۳) پس جب کہ مسجد موقوف علیہ کا مال اس قدر جمع ہو جائے کہ مسجد کو نہ فی الحال اس کی

---

(۱) رد المحتار كتاب الوقف، مطلب في نقل انقاض المسجد، ٤ ٣٦٠ ط سعيد)
(۲) الدر المختار كتاب الصلاة، مطلب كلمة لا باس دليل على ان المستحب غيره لان الباس الشدة ١/ ٦٥٨ ط. سعيد)
(۳) (رد المحتار، كتاب الصلاة مطلب كلمة لا باس دليل على ان المستحب غيره ١/ ٦٥٨ ط. سعيد)

ضرورت ہو ورنہ آئندہ ضرورت پڑنے کا اندیشہ ہو اور جمع رہنے میں مال کے تلف ہو جانے کا ظن غالب خوف ہو اور دوسری مسجد کو تعمیر کی حاجت ہو کہ بغیر تعمیر اس کی ویرانی کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں مسجد اول الذکر کا مال اقرب المساجد المحتاجة الی العمارة میں لگا دینا جائز ہے۔ واللہ اعلم

کتبہ محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرس مدرسہ امینیہ سنہری مسجد دہلی (مہر دارالافتا مدرسہ امینیہ عربیہ اسلامیہ (دہلی) الجواب صواب۔ بندہ محمد امین عفی عنہ مدرسہ امینیہ دہلی۔ الجواب صحیح بندہ ضیاء الحق عفی عنہ مدرسہ امینیہ دہلی۔ محمد عبدالغفور دہلوی۔ محمد قاسم عفی عنہ مدرس مدرسہ امینیہ۔ انظار حسین عفی عنہ مدرسہ امینیہ۔ احمد سعید عفا اللہ عنہ۔

مسجد کی زائد از ضرورت آمدنی کو دوسری مسجد یا مدرسہ پر خرچ کرنے کا حکم

(سوال) اس طرف بعض مساجد کے اوقاف کی آمدنی اس قدر زیادہ ہے کہ مسجد میں کبھی خرچ نہیں ہوتی۔ مثلاً مسجد کا خرچ سو ۱۰۰ روپے ماہوار ہے اور آمدنی ہزار روپے ماہوار ہے۔ اس جہت سے ہزاروں لاکھوں روپیہ جمع ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات اس جمع شدہ روپے سے اور جائیداد خریدی جاتی ہے حالانکہ اس جمع شدہ روپے اور خرید کردہ جائیداد کی مسجد کو نہ فی الحال حاجت ہے اور نہ بظن غالب فی المآل۔ اور اکثر اوقات متولی یا اور اشخاص اس جمع شدہ مال کو کھا جاتے ہیں اور بجائے کسی دینی یا رفاہ عام کے کام میں خرچ ہونے کے ان کی ناجائز خواہشات میں یہ مال خرچ ہو جاتا ہے۔ پس ان اموال کے متعلق سوالات ذیل جواب طلب ہیں۔

(۱) کیا یہ اموال زائد از حاجت کسی دوسری مسجد محتاج میں خرچ ہو سکتے ہیں؟

(۲) کیا یہ اموال فاضلہ کسی ایسے دینی مدرسہ میں جس میں علوم مذہبیہ قرآن مجید، تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ کا درس ہوتا ہے صرف کئے جا سکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۲۳۷) ان الحكم الا لله رعاية شرط الواقف ضرورية حتى قال الفقهاء شرط الواقف كنص الشارع كما في الاشباه والدر المختار (۱) وغيرهما وفرعوا على هذا الاصل فروعاً كثيرة مهمة ثم الشرط قد يثبت صراحة كما ان الواقف وقف شيئاً على مسجد مثلا ونص على انه لا يصرف في غيره وقد يثبت دلالة بحكم العرف كما انه سمى في الوقف المسجد المعين ولم ينص على انه هل يصرف في غيره ام لا وهذا حكم ظاهر على من له نظر في كتب الفقه. ثم رأيناهم اختلفوا في فاضل الوقف انه هل يصرف الى موضع آخر

(جواب) ان الحکم الا للہ۔ شرط واقف کی رعایت ضروری ہے۔ یہاں تک کہ فقہا نے فرمایا ہے۔ ”شرط واقف مثل نص شارع کے ہے۔“ یہ تصریح اشباہ اور در مختار وغیرہ میں مذکور ہے اور اسی قاعدہ پر فقہا نے بہت سے احکام جزئیہ مہمہ متفرع کئے ہیں۔ پھر شرط کبھی تو صراحۃً ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً واقف نے ایک شئی کسی مسجد معین پر وقف کر کے تصریح کر دی کہ دوسری چیز پر صرف نہ کی جائے۔ اور کبھی شرط کا ثبوت دلالۃً بحکم

---

(۱) الدر المختار، کتاب الوقف، مطلب فی قولہم شرط الواقف کنص الشارع، ۴، ۴۳۳ ط سعید

عرف ہوتا ہے جیسے واقف نے کسی مسجد معین پر جائیداد وقف کردی اور یہ تصریح نہ کی کہ کسی دوسری چیز میں صرف کی جائے یا نہ کی جائے۔ اور یہ حکم ماہرین فقہ پر ظاہر ہے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اوقاف کی زائد از حاجت آمدنی کے بارے میں کہ آیا وہ فاضل آمدنی کسی دوسرے مصرف میں خرچ ہو سکتی ہے یا نہیں فقہا کا اختلاف !

ام لا فمنهم من منع مطلقا ومنهم من اجاز لكن بشرط اتحاد الواقف والجهة ومنهم من قال بالجواز بحسب مايراه الا مام من المصلحة . فهؤلآء ثلث فرق احتلفوا على ثلٰثة اقوال۔

فالفر قة الا ولى اخذت بالقاعدة المذكورة وعضت عليها بالنواجذ فلم تجوز خلافها والفرقة الثانية ارخت العنان لكن مراعية للجهتين اى رعاية القاعدة المارة وصيانة الفاضل عن الضياع . والفرقة الثالثة اطلقت الا مر فللامام وراعت غرض الواقفين اذلا شك ان غرض الواقفين انه تصرف اوقافهم فى امور الخير وفى سبيل الله ولا تترك سدىً فتضيع وياكلها المتغلبون۔

وما ذهبت اليه الفرقتان الاولى والثانية لا خفاء فى انه امرجلى و مذهب قوى بحسب الروايات الفقهية واحدهما اقوى من الاخر . فمن ادلة المانعين مطلقامافى الا شباه حيث قال صرح فى البزازية وتبعه فى الدرر والغرر بانه لا يصرف فاضل ہے۔ بعض فقہاء تو مطلقاً منع کرتے ہیں اور بعض اس شرط سے اجازت دیتے ہیں کہ دونوں وقفوں کا واقف اور جہت وقف متحد ہو تو ایک کی فاضل آمدنی دوسرے پر خرچ ہو سکتی ہے۔ اور بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ امام جیسی مصلحت دیکھے اس کے موافق خرچ کر سکتا ہے تو فقہا کے یہ تین گروہ اور ان کے یہ تین قول ہو گئے۔ فرقہ اولیٰ نے تو قاعدہ مذکورہ بالا کو لیا اور اس پر نہایت سختی سے عمل کیا اور اس کے خلاف کی اجازت نہ دی اور فرقہ ثانیہ نے ذرا نرمی برتی لیکن دونوں جانب کی رعایت مد نظر رکھی یعنی قاعدہ مذکورہ کا بھی لحاظ کیا۔ اور محاصل اوقاف کو ضائع ہونے سے بھی محفوظ رکھنے کا خیال کیا اور فرقہ ثالثہ نے امام اور حاکم اسلام کو مختار بنا دیا کہ وہ غرض واقفین کو ملحوظ رکھتے ہوئے جہاں مناسب سمجھے خرچ کرے۔ کیونکہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وقف کرنے والوں کی غرض یہی ہوتی ہے کہ ان کے اوقاف امور خیر اور خدا کی راہ میں خرچ ہوں اور متغلبین کے کھانے کے لئے یا ضائع ہونے کے لئے نہ چھوڑ دیئے جائیں۔ فرقہ اولیٰ اور فرقہ ثانیہ کے قول تو نہایت صاف اور ظاہر ہیں اور روایات فقہیہ کے لحاظ سے نہایت قوی و مستحکم۔ اور پھر ایک قول دوسرے سے اقویٰ ہے۔ مانعین کی دلیلوں میں سے اشباہ کی یہ عبارت ہے کہ "بزازیہ میں تصریح ہے اور درر و غرر میں بھی اس کا اتباع کیا ہے کہ ایک وقف کی فاضل۔ وقف لوقف اخر . اتحد واقفها او اختلف انتهى(۱)

ومن ادلة المجوزين بشرط اتحاد الواقف والجهة مافى الدرالمختار حيث قال اتحد الواقف والجهة و قل مرسوم بعض الموقوف عليه بسبب خراب وقف احدهما جاز للحاكم ان يصرف من فاضل الوقف الاٰخر عليه لا نهما حينئذ كشئى واحد انتهىٰ۔(۲)

---

(۱)(الدر المختار ، كتاب الوقف، مطلب فى نقل انقاض المسجد و نحوه ۴/ ۳۶۰ ط سعيد)
(۲) تنوير الابصار مع لدر المختار كتاب الوقف ، ج ۴ ۳۶۰

ومن ادلة المجوزين مطلقا اى اتحد الواقف والجهة او اختلفا للامام بحسب مايراه من المصلحة مافى حاشية الحموى على الا شباه حيث قال ويعارضه مافى فتاوى الا مام قاضى خان من الناظر له صرف فائض الوقف الى جهات بر بحسب مايراه انتهى.

وتبين بهذا ان المسئلة خلافية اختلف فيها الفقهاء لكنا اذا امعنا النظر عنّ لنا وجه يجمع هذه الا قوال وهو ان المانعين لعلهم يمنعون اذا احتاج الموقوف عليه الى العمارة وغيرها كما يشير اليه مافى الحاشية الحموية حيث قال

آمدنی دوسرے میں خرچ نہ کی جائے خواہ دونوں کا واقف ایک ہو یا مختلف۔ انتہی۔ اور جو لوگ کہ متحد واقف وجہت وقف کی صورت میں اجازت دیتے ہیں منجملہ ان کی دلیلوں کے در مختار کی یہ عبارت ہے۔ "واقف اور جہت وقف متحد ہو اور ایک وقف کی آمدنی کم ہو جانے سے اس کے موقوف علیہم کا وظیفہ کم ہو جائے تو حاکم کو جائز ہے کہ دوسرے وقف کی بچی ہوئی آمدنی سے خرچ کر دے۔ کیونکہ اس صورت میں دونوں وقف شئی واحد کا حکم رکھتے ہیں۔ انتہی۔

اور جو لوگ کہ امام کو مطلقاً اجازت دیتے ہیں ان کی دلیلوں میں سے حاشیہ حموی علی الاشباہ کی یہ عبارت ہے "اور اس حکم منع کا معارض وہ حکم ہے جو فتاوی قاضی خاں میں ہے وہ یہ کہ ناظر کو جائز ہے کہ وقف کی فاضل آمدنی کی جہت خیر میں جس طرح مناسب سمجھے خرچ کر دے۔" انتہی

اس تمام بیان سے ظاہر ہو گیا کہ مسئلہ اختلافی ہے۔ لیکن جب ہم نے اس پر اچھی طرح غور کیا تو ان اقوال مختلفہ کو جمع کرنے کی ایک صورت ہماری سمجھ میں آگئی۔ وہ یہ کہ مانعین غالباً اس صورت میں منع کرتے ہیں کہ مسجد موقوف علیہ تعمیر کی محتاج ہو (خواہ فی الحال یا فی المآل) جیسا کہ حاشیہ حموی میں اس کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ حاشیہ مذکورہ کی عبارت یہ ہے کہ "اور بعضوں نے کہا کہ تاتارخانیہ میں یہ مذکور ہے کہ قاضی

وقال بعضهم الذى فيها (اى فى التاتارخانية) لا يصرف القاضى الفاضل من وقف المسجد اھ۔

ثم قال والظاهر ان ذلك لجواز احتياج المسجد الى عمارة كثيرة فينبغى ان يعتدلها ما صرف اليها بشراء مستغل وينبغى ان يكون اوقاف المدارس والرباط فى حكمه بخلاف ماليس من هذا القبيل انتهى

قلت. فانظر كيف علل حكم المنع باستظهار ان ذلك لجواز احتياج المسجد ثم قوله ينبغى يشير الى ان لا عداد امر مستحسن لا واجب وذلك لا ن الحاجة وان كانت ممكنة الوجود دائماً فانها معدومة حالاً والا لم يكن المال فائضاً بل مشغولاً

وان المجوزين يجوزون اذا استغنى الموقوف عليه ثم اختلفوا فبعضهم (اى الفرقة الثانية التى تعتبر اتحاد الواقف والجهة) اجاز لكن مع رعاية شرط الواقف بحسب ما امكن وذلك هو المراد بقولهم اتحد الواقف والجهة (الى) لانهما حينئذ كشئ واحد وبعضهم

وقف مسجد کی فاضل آمدنی خرچ نہ کرے۔ پھر محشی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ ممانعت کا حکم اس لئے ہے کہ مسجد

کے محتاج تعمیر ہونے کا امکان ہے اس لئے مناسب ہے کہ عمارت ممکنہ کے لئے اس قدر روپیہ رکھا جائے کہ بوقت ضرورت صرف کیا جا سکے اور مناسب ہے کہ مدارس اور رباط کے وقف بھی اسی حکم میں ہوں۔ بخلاف ان اوقاف کے جو اس قسم کے نہیں۔ انتہیٰ

خاکسار کہتا ہے کہ دیکھئے اس عبارت میں ممانعت کے حکم کو معلل باحتیاج مسجد ہونا بیان کیا ہے۔ پھر محشی کا یہ قول "مناسب ہے" اس امر کی جانب مشیر ہے کہ عمارت ممکنہ کے لئے روپیہ جمع رکھنا مستحسن ہے واجب نہیں۔ کیونکہ حاجت اگرچہ مآلاً ممکن الوجود ہے لیکن فی الحال تو معدوم ہے ورنہ وہ مال فاضل نہیں بلکہ مشغول ہوگا۔ اور مجوزین جو اجازت دیتے ہیں وہ اس صورت میں کہ وقف مستغنی ہو۔ پھر ان میں دو فریق ہوگئے۔ ایک فریق نے بصورت استغنا اجازت تو دی لیکن اتحاد واقف وجہت وقف کا لحاظ مد نظر رکھا؛ تاکہ حتی الامکان شرط واقف کی رعایت ہو سکے اور دوسرے فریق نے حفاظت مال وقف کے خیال کو مقدم سمجھا اور غرض واقف کی رعایت کی کہ اس کا مال خدا کی راہ میں خرچ ہو اور فضول برباد نہ ہو جائے۔ و اس صورت میں بعض اقوال کو بعض پر ترجیح دینے کی حاجت نہیں کیونکہ ہر فریق کی نظر ایک خاص شرعی امر پر ہے۔

قدمه جهة الصيانة وراعى غرضه الذى هو الانفاق فى سبيل الله وعلى هذا لا حاجة الى ترجيح بعض هذه الاقوال على بعض فكل يعمل على شاكلته ولكل وجهة هو موليها فاستبقوا الخيرات.

فللمفتى ان يفتى بالجواز فى واقعة السؤال صيانة لاموال الله عن الضياع وانقاذا لها عن ايدى الظلمة المتغلبة الذين يأكلون اموال الله ولا يبالون.

ومع ذلك ان اشتهيت معرفة مايستانس به للقول الثالث فعليك بهذه الروايات الحديثية والفقهية۔

قال السيد الحموى فى حاشية الاشباه بعد مانقل قول المانعين و يعارضه ما فى فتاوى الامام قاضى خان من ان الناظر له صرف فائض الوقف الى جهات بحسب مايراه انتهىٰ

وفى الهندية اصابه البرد الشديد فى الطريق فدخل مسجداً فيه خشب الغير لو لم يوقد نارا يهلك فحطب المسجد فى الايقاد اولى من غيره انتهىٰ

قب لما جاز صرف مال المسجد لضرورة احياء نفس واحدة فلان

اور ہر ایک کا قبلہ توجہ ایک امر مستحسن ہے تو بھلائی اور خیر کی طرف سبقت کرو۔ پس مفتی کو گنجائش ہے کہ وہ واقعہ سوال میں جواز نقل کا فتویٰ دے تاکہ خدا کے مال ضائع ہونے سے بچیں اور ظالمین متغلبین کے ہاتھ سے محفوظ رہیں جو کہ اوقاف کے مال بیباکی سے ہضم کر جاتے ہیں اور ڈکار بھی نہیں لیتے۔ پھر اگر تم چاہتے ہو کہ فریق ثالث کے قول کے مؤیدات معلوم کرو تو ان روایات حدیثیہ اور فقہیہ کو بغور ملاحظہ کرو۔

روایات فقہیہ

سید حموی نے حاشیہ اشباہ میں مانعین کا قول نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اس حکم ممانعت کے معارض

وہ حکم ہے جو فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ ناظر وقف کو اختیار ہے کہ وقف کی فاضل آمدنی کو جہت خیر میں جیسے مناسب سمجھے خرچ کرے انتہی اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ کسی کو راستہ میں سخت سردی لگی وہ کسی مسجد میں داخل ہوا۔ مسجد میں کسی شخص کی لکڑیاں رکھی تھیں اس کی حالت یہ تھی کہ اگر آگ نہ سلگائے تو ہلاک ہو جائے تو مسجد کی لکڑیاں سلگانا اولیٰ ہے اس سے کہ کسی غیر شخص کی لکڑیاں جلائے۔ انتہی۔ خاکسار کہتا ہے کہ جب ایک شخص کی جان بچانے کے لئے مسجد کی لکڑیاں سلگانے کی اجازت دے دی گئی تو اگر ایک جماعت مسلمین کی جان بچانے کے لئے اموال مسجد خرچ کئے جائیں تو بدرجہ اولیٰ

یجوز لضرورۃ احیاء نفوس جماعۃ من المسلمین اولی

وفی الہندیۃ یجوز ادخال الحبوب واثاث البیت فی المسجد للخوف فی الفتنۃ العامۃ کذافی القنیہ انتہی (١)

قلت فانظر کیف جاز استعمال المسجد عند الضرورۃ لغرض لم یبن لہ

وفی الدر المختار لا بأس بنقشہ خلا محرابہ بجص وماء ذہب لو بمالہ لا من مال الوقف فانہ حرام وضمن متولیہ لو فعل النقش او البیاض الا اذا خیف طمع الظلمۃ فلا بأس بہ کافی انتہی مختصراً۔(٢)

وفی رد المحتار قولہ الا اذا خیف ای بان اجتمعت عندہ اموال المسجد وہو مستغن عن العمارۃ والا فیضمنہ کما فی القہستانی عن النہایۃ انتہی

قلت. فانظر کیف اباح صرف الاموال المجتمعۃ فی وجہ محظور حین الاستغناء عنہ وطمع الظلمۃ فیہا

وفی رد المحتار بعد مانقل عن شمس الائمۃ الحلوانی وغیرہ جواز نقل اوقاف المسجد اذا خرب المسجد ووقع الاستغناء عنہ الی مسجد آخر نصہ والذی ینبغی

جائز ہوگا۔ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ عام فتنہ کے وقت جائز ہے کہ مسلمان اپنے گھروں کے سامان لے کر مسجد میں گھس جائیں کذافی القنیہ۔ انتہی

خاکسار کہتا ہے کہ دیکھو ضرورت شدیدہ کے وقت مسجد کو ایک ایسے کام کے لئے استعمال کرنا جائز ہو گیا جو غرض مسجد کے خلاف ہے۔ اور در مختار میں ہے کہ "مسجد میں نقش و نگار سوائے محراب کے اور جگہوں میں بنانے کا مضائقہ نہیں ہے۔ چونے سے یا سونے کے پانی سے۔ بشرطیکہ بنانے والا اپنے مال سے بنائے نہ مال وقف سے کہ یہ حرام ہے۔ اور اگر متولی مال وقف سے نقش و نگار بنوائے یا سفیدی کرائے تو ضامن

( ) الدر المختار، کتاب الصلاۃ، مطلب کلمۃ لا بأس دلیل علی ان المستحب غیرہ لان البأس الشدۃ: ١ ٦٥٨ ط سعید)

(٢) ایضاً بحوالہ بالا

ہوگا ہاں اگر ظالموں کی طمع کا خوف ہو تو مضائقہ نہیں (کافی) انتہی۔ اور رد المحتار شامی میں ہے کہ مصنف کا یہ قول کہ طمع کا خوف ہو الخ یعنی جب کہ متولی کے پاس مسجد کا مال جمع ہو جائے اور مسجد کو تعمیر کی حاجت نہ ہو ورنہ متولی ضامن ہوگا جیسا کہ قہستانی میں نہایہ سے منقول ہے۔ انتہی۔ خاکسار کہتا ہے کہ دیکھو مسجد کے استغنا عن العمرۃ اور مال کے ضائع ہونے کے خوف کی صورت میں ایک ایسے کام میں خرچ کرنے کی جرأت دے دی بصورت عدم خوف ہلاک اس میں خرچ کرنے سے متولی ضامن ہوتا تھا۔ اور رد المحتار شامی میں پہلے شمس الائمہ حلوانی وغیرہ سے نقل کیا کہ جب کوئی مسجد ویران ہو جائے اور اس کی حاجت نہ رہے تو اس کے اوقاف دوسری مس

متابعة المشائخ المذكورين في جواز النقل بلا فرق بين مسجد او حوض كما افتى به الامام ابو شجاع و الامام الحلوانی وكفى بهما قدوة ولا سيما في زماننا فان المسجد او غيره من رباط او حوض اذا لم ينقل يا خذ انقاضه اللصوص و المتغلبون كما هو مشاهد و كذالك اوقافه يا كلها النظار او غير هم ويلزم من عدم النقل خراب المسجد الاخر المحتاج الى النقل الخ انتهى۔ ( )

وفي الهندية مال موقوف على سبيل الخير وعلى الفقراء بغير اعيانهم . ومال موقوف على المسجد الجامع و اجتمعت من غلتهما ثم نابت الا سلام نائبة مثل حادثة الروم واحتيج الى النفقة في تلك الحادثة اما المال الموقوف على المسجد الجامع ان لم يكن للمسجد حاجة للحال فللقاضي ان يصرف في ذلك لكن على وجه القرض فيكون دينا في مال الفيئ . واما المال الموقوف على الفقراء فهذا على ثلثة اوجه . اما ان يصرف الى المحتاجين اوالى الا غنياء من ابناء السبيل اوالى الاغنياء من غير ابناء السبيل۔

مسجد کی جانب منتقل کرنا جائز ہے۔ پھر فرمایا۔ مناسب یہی ہے کہ جواز نقل میں مشائخ مذکورین کا اتباع کیا جائے اور مسجد اور حوض کا فرق نہ کیا جائے جیسا کہ امام حلوانی اور امام ابو شجاع نے فتویٰ دیا ہے اور ان دونوں کی اقتدا کافی ہے بالخصوص اس ہمارے زمانہ میں۔ کیونکہ مسجد یا رباط یا حوض خراب شدہ کا اسباب اگر نقل نہ کیا جائے تو چور اور متغلبین اسے اٹھالے جاتے ہیں جیسا کہ مشاہدہ ہو رہا ہے اور اس کے اوقاف کو خود متولی یا اور اشخاص کھا جاتے ہیں اور اس کا اسباب نقل نہ کرنے سے دوسری محتاج مسجدیں بھی ویران رہ جاتی ہیں الخ انتہی۔ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ کچھ مال ہے جو سبیل خیر کے لئے اور غیر معین فقراء کے لئے وقف ہے۔ اور کچھ مال مسجد جامع کے لئے وقف ہے اور ان دونوں کی آمدنی جمع ہے۔ پھر اسلام کو کوئی حادثہ پیش آیا جیسے کہ روم کا حادثہ اور اس حادثہ میں خرچ کی حاجت ہوئی تو مسجد جامع کا جو مال ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر مسجد کو فی الحال اس کی حاجت نہ ہو تو قاضی کو اختیار ہے کہ اس مال کو اس اسلامی حادثہ میں بہ طور قرض خرچ کرلے اور پھر مال غنیمت میں سے ادا کردے اور مال موقوف علی الفقراء کی تین صورتیں ہیں کہ یا تو وہ محتاجین میں صرف کیا جائے یا اغنیائے مسافرین میں یا اغنیائے غیر مسافرین میں۔ پہلی اور دوسری صورت میں بغیر لحاظ قرض خرچ کرنا جائز

---

(۱)(رد المحتار، کتاب الوقف، مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوہ ٤/ ٣٦٠ ط. سعید)

ہے اور تیسری صورت

ففی الوجه الاول والثانی جازلا علی وجه القرض وفی الوجه الثالث المسئلة علی قسمین اما ان رأی قاض من قضاة المسلمین جواز ذلك او لم یر ففی القسم الاول جاز الصرف لا بطریق القرض وفی القسم الثانی یصرف علی وجه القرض فیکون دینا فی مال الفئی کذا فی الواقعات الحسامیه انتهی۔ (۱)

قلت یستانس بقوله ان لم تکن للمسجد حاجة للحال انه ان لم تکن له حاجة للحال ولا فی المال جاز الصرف لا علی وجه القرض ایضا وکذا جواز صرف وقف الفقراء الی الاغنیاء یدل علی ماقلنا وکذا جوازه برؤیةقاض یدل علی ان المسئله مجتهد فیها وکل ذلك عند الضرورة الشدیدة والنوائب العظیمة والله اعلم

اما الروایات الحدیثیة فمنها ما اخرجه الامام مسلم فی صحیحه عن عائشة رضی الله عنها قالت سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لولا ان قومك حدیث عهد بجاهلیة اوقال بکفر لا نفقت کنز الکعبة فی سبیل الله ۔ (۲)

میں پھر دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ کوئی قاضی اغنیاء غیر مسافرین میں خرچ کرنا جائز سمجھتا ہو تو بے بلا لحاظ قرض خرچ کرنا جائز ہے۔ دوسرے یہ کہ قاضی اسے ناجائز سمجھتا ہو تو بطور قرض خرچ کرلے اور مال غنیمت پر دین رہے (واقعات حسامیہ) انتہی۔

خاکسار کہتا ہے کہ اس قول سے کہ مسجد کو فی الحال حاجت نہ ہو یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ اگر مسجد کو فی المآل بھی حاجت نہ ہو تو بلا لحاظ قرض بھی خرچ کرنا جائز ہوگا۔ اسی طرح وقف فقراء کا اغنیاء پر خرچ کردینا بھی اسی کا مؤید ہے۔ نیز کسی قاضی کے جائز سمجھنے سے خرچ کرنے کی اجازت دے دینا اس بات کی دلیل ہے کہ مسئلہ مجتہد فیہا ہے مگر یہ سب باتیں ضرورت شدیدہ اور نائبہ عظیمہ پیش آنے کی حالت میں ہیں۔

روایات حدیثیہ

منجملہ روایات حدیثیہ کے یہ روایت ہے جو امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ فرماتے تھے کہ اگر تمہاری قوم ابھی قریب العہد بکفر نہ ہوتی تو میں کعبہ کا خزانہ سبیل خدا میں خرچ کردیتا۔

اور منجملہ ان کے وہ روایت ہے جو امام بخاریؒ نے

ومنها ما اخرجه البخاری فی صحیحه عن ابی وائل قال جلست مع شیبة علی الکرسی فی الکعبة فقال لقد جلس هذا المجلس عمر فقال لقد هممت ان لا ادع فیها صفراء ولا بیضاء الا قسمته الحدیث(۳)

---

(۱)(الفتاوی الهندية كتاب الوقف، الباب الحادی عشر ، الفصل الثانی ، ۲/ ٤٦٤ ط ماجدية)
(۲)(رواه مسلم فی كتاب الحج، باب نقض الكعبة وبنائها ، ۱/ ٤٢٩ ط قديمی كتب خانه)
(۳) صحيح البخاری . كتاب المناسك، باب كسوة الكعبة ۱/ ۲۱۷ ط . قديمی)

قلت ارادة التقسيم من عمر رضي الله عنه يدل على تعيين معنى قوله عليه السلام في حديث مسلم لا نفقت كنز الكعبة في سبيل الله

وبه يزاح ما يعرض لبعض الاوهام ان محض الهم من عمر لا يقوم حجة فانه نفسه رضي الله تعالىٰ عنه ترك هذا الهم لما قال له شيبة رضي الله تعالىٰ عنه صاحباك لم يفعلا فقال عمر رضي الله تعالى عنه هما المرأن نقتدي بهما فدل ذلك على ان ترك التقسيم هو المرضي المتلقى عن الشارع عليه السلام والتقسيم كان محظورا و لذا تركوه.

وجه الازاحة ان هذا الترك من النبي صلى الله عليه وسلم كان لعلة خاصة هي حداثة عهد القريش بكفر كما نص عليه في حديث مسلم فهم عمر يحذو همه عليه السلام و تركه،

سفہ فی صحیح میں ابو وائلؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں شیبہؓ کے ساتھ کعبہ میں کرسی پر بیٹھا تھا تو انہوں نے کہا کہ اسی مقام پر حضرت عمرؓ بیٹھے تھے اور فرمایا تھا کہ میرا ارادہ ہوتا ہے کہ اس میں نہ چاندی چھوڑوں نہ سونا، سب تقسیم کردوں الخ۔

خاکسار کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ کا تقسیم مال کعبہ کا ارادہ کرنا پہلی حدیث کے ان الفاظ کی تفسیر کرتا ہے جو آنحضرت ﷺ نے فرمائے تھے کہ کعبہ کا خزانہ راہ خدا میں خرچ کردیتا۔ اور اس تقریر سے یہ وہم بھی دور ہوجاتا ہے کہ حضرت عمر کا ارادہ محض حجت نہیں کیونکہ انہوں نے خود اس ارادے کو چھوڑ دیا جب کہ شیبہؓ نے کہا کہ تمہارے دونوں ساتھیوں نے ایسا نہیں کیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ وہ دونوں شخص ایسے ہیں کہ ان کی اقتدا کی جاتی ہے تو حضرت عمرؓ کا یہ فرمانا اس پر دال ہے کہ تقسیم نہ کرنا ہی فعل پسندیدہ اور شارع علیہ السلام کی مرضی کے موافق تھا اور تقسیم کرنا ممنوع تھا اس لئے حضرت عمرؓ نے بھی تقسیم نہ کیا۔ وجہ اس وہم کے دور ہونے کی یہ ہے کہ ترک انفاق آنحضرت ﷺ نے ایک خاص علت سے کیا تھا اور وہ قریش کا قریب العہد بکفر ہونا ہے جیسا کہ مسلم کی روایت میں اس کی تصریح ہے تو حضرت عمرؓ کا ارادہ آنحضرت ﷺ کے ارادہ کے مطابق اور ان کا ترک آنحضرت صلعم کے ترک کے موافق واقع ہوا ۔

تركه، فتطابقا هماً وتركاً وان كان ترك النبي صلى الله عليه وسلم لمصلحة لم تكن موجودة في زمان عمر رضي الله تعالى عنه فترك عمر لم يكن الا شدة حرصه على اقتفاء آثاره صلى الله عليه وسلم۔

قال العلامة العيني قال ابن الصلاح الامر فيها الى الامام يصرف في مصارف بيت المال بيعاً وعطاءً واحتج بما ذكره الازرقي ان عمر رضي الله تعالى عنه كان ينزع كسوة الكعبة كل سنة فيقسمها على الحاج انتهىٰ

قلت انما كان يقسمها عمر رضي الله تعالى عنه لان الكعبة كانت مستغنية عنها فانها كانت تكسى كل سنة كسوة جديدة ولو لم تقسم كسوتها المنزوعة لضاعت او باعتها الحجبة

شيء حوائجهم والمراد بالصفراء والبيضاء في قول عمر رضي الله تعالى عنه هو الكنز الذي كان مدفونا في الكعبة من الاموال التي كانت تهدىٰ اليها فتصرف عليها وما زاد على الحاجة دفنوا فيها كما نص عليه العيني نقلاً عن القرطبي رحمة الله عليه

وهذا في اوقاف المساجد وما في حكمها اما في اوقاف غيرها فالامر فيها واسع للامام كما هو ظاهر على المتتبع

فهذا ما تمسكت به للقول الثالث من الاحاديث والروايات الفقهية وبه يسوغ للمفتي ان يفتي بهذا القول اذا راٰه اصلح للوقف وانفع للعامة.

كما قال العلامة الشامي بجواز نقل انقاض المسجد اتباعاً للحلواني وابي شجاع رحمهما الله مع تصريحه بحصره على الراجح من المذهب وما هذا الا لضرورة دعت اليه والله اعلم۔ (۱)

اگرچہ آنحضرت صلعم نے ترک کی وجہ اور تھی اور وہ وجہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں موجود نہ تھی۔ لیکن انہوں نے بوجہ شدت شوق اتباع اور پیغمبر ﷺ آپ کا اتباع کیا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ابن صلاح نے فرمایا کہ امام کو اختیار ہے کہ (غلاف کعبہ کو) بیچے یا یونہی مسلمانوں کو عطا کر دے اور انہوں نے استدلال کیا اس واقعہ سے جو ازرقی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ ہر سال غلاف کعبہ اتارتے اور حجاج کو تقسیم کر دیتے تھے۔ انتہی۔

خاکسار کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ غلاف کعبہ کو اس لئے تقسیم کر دیتے تھے کہ کعبہ کو اس کی حاجت نہ تھی کیونکہ اس پر تو ہر سال نیا غلاف چڑھایا جاتا ہے تو اترا ہوا غلاف اگر تقسیم نہ کیا جاتا تو ضائع ہو جاتا یا دربان بیچ کر اپنی حاجتوں میں خرچ کر لیتے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول میں چاندی سونے سے مراد وہ خزانہ ہے جو خانہ کعبہ میں مدفون تھا کعبہ کو جو مال دیئے جاتے تھے وہ اس پر خرچ ہوتے تھے اور جو بچتا تھا وہ اس میں دفن کر دیا جاتا تھا جیسا کہ علامہ عینی نے قرطبی سے نقل کیا ہے۔ یہ تو اوقاف مساجد اور اس کے مثل کا حکم تھا۔ رہے اوقاف تو اس میں حاکم اسلام کو بڑا تصرف وسیع ہے جیسا کہ متتبع پر ظاہر ہے۔

یہ تھیں وہ روایات حدیثیہ وفقہیہ جن سے قول ثالث کے لئے استناد واستیناس کیا جا سکتا ہے اور ان کی وجہ سے مفتی کو گنجائش ہے کہ وہ اس قول پر فتویٰ دے دے۔

بشرطیکہ اس کو وقف کے لئے بہتر اور عامہ مسلمین کے لئے نافع سمجھے۔ جیسے کہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے سامان شکستہ مسجد کے نقل کرنے کے بارے میں امام حلوانی اور امام ابو شجاع کے قول کو قابل اتباع بتایا ہے باوجودیکہ اصل مذہب عدم جواز نقل ہے۔

اور یہ کیوں؟ صرف ضرورت شدیدہ کی وجہ سے۔ واللہ اعلم

(نوٹ) مذکورہ بالا ترجمہ اصل فتویٰ میں موجود ہے۔ واصف عفی عنہ

---

(۱) رد المحتار، کتاب الوقف، مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوه، ۴/ ۳۶۰ ط سعید۔

مذکورہ بالا تحقیق کی بنا پر ایسی حالت میں کہ مسجد کے اموال کثیرہ جمع ہوں اور مسجد کو نہ فی الحال ان کی حاجت ہو اور نہ بظن غالب فی المآل۔ اور ان اموال کے اسی طرح جمع رہنے میں ضائع ہو جانے اور متعلقین کے کھا جانے کا اندیشہ ہو تو یہ زائد از حاجت اموال جمع شدہ کسی دوسری محتاج مسجد میں خرچ ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح کسی ایسے دینی مدرسہ میں جو علوم شریعت تفسیر حدیث فقہ وغیرہ کی تعلیم دیتا ہو خرچ کرنا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم کتبہ الراجی عفو مولاہ محمد کفایت اللہ اوصلہ ربہ الی ما یرضاہ۔ ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ۔ الجواب حق صحیح عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی مدرسہ عربیہ دیوبند ۸ محرم ۱۳۳۱ھ بندہ محمود عفی عنہ۔ محمد انور عفا اللہ عنہ دارالعلوم دیوبند۔ بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفی عنہ خادم طلبہ دارالعلوم دیوبند۔ عبدالسمیع مدرس مدرسہ دارالعلوم دیوبند۔ سراج احمد عفی عنہ خادم طلبہ دیوبند خادم الطلبہ محمد اعزاز علی غفرلہ۔ محمد رسول غفرلہ، مدرس مدرسہ دیوبند۔ محمد عبدالغفور عارف دہلوی کان اللہ لہ۔ نظار حسین مدرس مدرسہ امینیہ دہلی۔ شبیر احمد عفا اللہ عنہ مدرس دارالعلوم دیوبند۔ محمد یونس عفا اللہ عنہ مہتمم انجمن ہدایۃ الاسلام دہلی۔ محمد عبدالحق (دہلی) محمد قاسم مدرس فتحپوری دہلی۔ محمد عبدالمنان مدرس مدرسہ فتحپوری۔ قطب الدین عفی عنہ مدرس دوم فتح پوری۔ مشتاق احمد حنفی عفی عنہ۔ محمد شفیع عفی عنہ مدرس مدرسہ عبدالرب دہلی۔ عبدالرحمن عفی عنہ دہلی مدرسہ عبدالرب رحمۃ اللہ علیہ۔

مسجد کی ضرورت سے زائد آمدنی کو دوسری مساجد پر خرچ کرنا

(سوال) رائے سینا (نئی دہلی) میں بہت سی مسجدیں قدیمی موجود ہیں۔ بعض مسجدوں کو گورنمنٹ نے شہید کر دیا ہے۔ اس وقت تک تخمیناً بیس مسجدوں کی اہل شہر نے مرمت کرا کے ان میں امام مقرر کر دیئے ہیں۔ مسجد فتح پوری کی طرف سے پچیس روپے ماہوار برائے تنخواہ محافظان مساجد مقرر ہو گئے ہیں۔ ایک درخواست جامع مسجد میں بھی دی گئی ہے کہ پچیس روپے ماہوار جامع مسجد سے بھی مقرر ہو جائیں تاکہ یہ مسجدیں ہمیشہ آباد اور محفوظ رہیں۔ جامع مسجد کی آمدنی تقریباً اٹھارہ سو روپے ماہوار ہو گی۔ خرچ نصف آمدنی سے پورا ہو جاتا ہے۔ نیز دہلی میں جامع مسجد اور مسجد فتح پوری کے علاوہ اور کوئی وقف ایسا نہیں ہے جو اس خرچ کا کفیل ہو سکے۔ اگر اہل شہر سے کہا جائے کہ یہ بار تم اپنے ذمہ لے لو تو شاید دو ایک ماہ تک دے کر انکار کر دیں گے۔ مگر یہ دونوں اوقاف اس بار کے ہمیشہ کفیل ہو سکتے ہیں۔ جامع مسجد کے ایک ممبر نے ان مسجدوں کے بارے میں کہا کہ یہ مسجدیں بر غیر تھوخیر کی ہیں۔ ہم اس کو منظور نہیں کرتے۔ اگرچہ بالفعل جامع مسجد کو خود مرمت کی ضرورت ہے چنانچہ پانسو روپے ماہوار منتظمہ کمیٹی نے ایک سال کے واسطے مرمت کے لئے منظور کئے ہیں۔ یہ رقم مرمت کے منہا کرنے کے بعد بھی چار پانسو روپے ماہوار کی بچت ہو سکتی ہے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ کمیٹی جامع مسجد کو ان مسجدوں کی حفاظت اور سرپرستی لازم ہے یا نہیں۔ اگر جامع مسجد کے ممبران مسجدوں کی حفاظت کا ذمہ لیں تو ان سے شرعاً کوئی مواخذہ تو نہ ہوگا۔

(جواب ۲۳۸) اس صورت میں کہ مسجد جامع کی آمدنی اس کی ضروریات موجودہ اور متوقعہ سے زیادہ ہے اور

کسی وقت اس کو یہ خطرہ نہیں کہ روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کی ضروریات کو پورا کرنا مشکل ہوگا جائز ہے کہ اس کی فاضل مقدار آمدنی سے ان محتاج مسجدوں کی معاونت کی جائے جو بوجہ ناداری کے قریب بانہدام ہیں یا متعصبین ان کو منہدم کرنے کی تاک میں ہیں۔ وقف کا اسباب اور مساجد مستغنی عنہ کا مال دوسری مساجد محتاجہ قریبہ میں بوقت حاجت و ضرورت کے وقت خرچ کرنا جائز ہے۔ كما صرح الفقهاء بجواز نقل المسجد من مال المسجد اذا خيف ضياعه للتعطل او لغيره فاذا جاز صرفه لصيانة المال فجواز صرفه لصيانة المسجد اولى۔(۱) محمد کفایت اللہ غفر لہ،

مسجد کی ضرورت سے زائد آمدنی دوسری مساجد کی تعمیر میں لگانے کا حکم

(سوال) انجمن اسلامیہ و اوقاف کے پاس جامع مسجد کوہ چھروتہ کی آمدنی حسب ذیل طریقہ پر ہے۔ پانچ روپیہ جامع مسجد کی جائیداد کی آمدنی ہے۔ اور چھ روپیہ ماہواری چندہ سے وصول ہوتا ہے اور انجمن کے تعلق میں تین چار مسجدیں اور بھی ہیں۔ لیکن ان مسجدوں میں کسی قسم کی آمدنی نہیں ہے اور وہ مسجدیں پہاڑی علاقہ میں ویران پڑی ہوئی ہیں۔ وہاں پر پیش امام کی ضرورت بھی محسوس ہوتی ہے۔ وہاں کے لوگ بہت غریب ہیں۔ اس لئے انجمن مذکور چاہتی ہے کہ جامع مسجد کوہ چھروتہ کو جو کچھ سالانہ آمدنی ہوتی ہے اس آمدنی میں سے جامع مسجد کا خرچ نکال کر کافی روپیہ بچتا ہے اگر اس روپے کو ان ویران مسجدوں پر صرف کر دیا جائے یا اس روپے سے ان مسجدوں میں پیش امام رکھا جائے تو اس کے لئے شرع کیا حکم دیتی ہے؟

(جواب ۲۳۹) انجمن اسلامیہ و اوقاف جو روپیہ ماہواری چندہ سے وصول کرتی ہے اگر وہ خاص جامع مسجد کے نام سے وصول نہیں کرتی بلکہ مصرف خیر یا مساجد زیر نگرانی انجمن کے نام سے وصول کرتی ہے تو اس آمدنی کو ان غیر آباد مساجد کے آباد کرنے پر بلا تکلف خرچ کر سکتی ہے۔ لیکن اگر خاص جامع مسجد کے نام سے وصول کرتی ہے تو آئندہ اعلان کر دے کہ وصول شدہ رقم مساجد زیر نگرانی پر بھی خرچ کی جائے گی۔ اور دونوں صورتیں نہ ہوں اور نہ ہو سکیں تو شرط یہ کہ جامع مسجد کو بچے ہوئے روپے کی فی الحال بھی حاجت نہ ہو اور مستقبل میں حاجت ہونے کا اندیشہ بھی نہ ہو فاضل رقم ان غیر آباد مساجد پر بقدر ضرورت خرچ ہو سکتی ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

مسجد کی ضرورت سے زائد آمدنی کو یتامیٰ اور بیواؤں پر خرچ کرنے کا حکم

(سوال) اگر کسی مسجد پر کوئی جائداد وقف ہو اور اس کی آمدنی مسجد کے اخراجات سے بہت زیادہ ہو کہ ہزاروں روپیہ کا بیکار جمع رہتا ہو مسجد کو اس روپے کی فی الحال حاجت ہو اور آئندہ بھی حاجت کا اندیشہ نہ ہو تو یہ

---

(۱) رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب كلمة لا بأس دليل على أن المستحب غيره لأن البأس الشدة ۱/ ٦٥٧ ط سعيد
(۲) سئل شمس الأئمة الحلواني عن مسجد أو حوض خرب ولا يحتاج إليه لتفرق الناس هل للقاضي أن يصرف أوقافه إلى مسجد آخر أو حوض آخر؟ قال نعم (الفتاوى العالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الثالث عشر ۲/ ٤٧٨ ط ماجدية)

کسی دینی ضرورت اور اسلامی مصیبت میں مثلاً آج کل ترکوں کے مجروحین و یتامیٰ و بیوگان کی امداد میں اسے خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

دوم یہ کہ مسجد کے اصل وقف کی آمدنی سے متولیان وقف نے کچھ جائیداد اور خرید لی تھی جو حسب واقف کے وقف سے زیادہ اسی وقف کی آمدنی سے خرید ہوئی ہے تو مذکورہ بالا ضرورت میں اس زائد از اصل جائیداد کو فروخت کر کے اس کا روپیہ دے دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

(جواب ٢٤٠) اگر مسجد کا مال اس قدر جمع ہو کہ مسجد اس کی نہ فی الحال محتاج ہو اور نہ بظن غالب فی المآل۔ اور اس رقم کے اسی طرح جمع رہنے کی حالت میں طمع طامعین اور تصرف متغلبین کا اندیشہ ہو تو بے شک یہ رقم موجودہ ضرورت میں جو اسلام اور مسلمین کے لئے ایک حادثۂ عظمیٰ و نائبۂ کبریٰ ہے خرچ ہو سکتی ہے۔ یعنی ترک مجروحین و یتامیٰ و بیوگان کی امداد کے لئے بھیجی جا سکتی ہے۔ حکم مذکور کے لئے ان روایات فقہیہ سے استیناس کیا جا سکتا ہے۔ اصابه البرد الشديد فى الطريق فد حل مسجد افيه حشب العير و لو لم يوقدنار ، يهلك فخشب المسجدا ولى فى الا يقادمن عيره . انتهىٰ (عالمگيرى)( ) قلت لما جار صرف مال المسجد لضرورة احياء نفس واحدة فلان يحوز لا حياء نفوس حماعة من المسلمين اولى وفى الهندية ايضا يحور ادخال الحبوب واثاث البيت فى المسجد للخوف فى الفتنة العامة كذا فى القنية ( ) انتهى وفى الدرالمحتار لاباس بنقشه حلا محرابه بجص وماء ذهب بماله لا من مال الوقف وضمن متوليه لو فعل النقش او البياض الا اذا خيف طمع الظلمة فلا باس به كافى انتهى مختصراً (٣) وفى رد المحتار قوله الا اذا حيف الخ بان اجتمعت عنده اموال المسجد وهو مستغن عن العمارة والا فيضمنها كما فى القهستانى عن النهاية انتهى (٤) قلت الحكم بجواز الصرف عند خوف طمع الظلمة وضياع المال فى وجه محذور دليل على ما قلنا والله اعلم وفى رد المحتار والذى يسعى متابعة المشائخ المذكورين فى جواز النقل بلا فرق بين مسجد او حوض كما افتى به الا مام ابو شجاع والا مام الحلوانى وكفى بهما قدوة ولا سيما فى زماننا فان المسجد او غيره من رباط او حوض اذا لم ينقل يا خذ انقاضه اللصوص والمتغلبون كما هو مشاهد و كذالك اوقافه يأكلها النظار او غيرهم ويلزم من عدم النقل خراب المسجد الاخر المحتاج الى النقل اليه الخ انتهى۔ (٥) وفى الهندية مال موقوف على سبيل الخير و على الفقراء بغير اعيانهم ومال موقوف على المسجد الجامع و اجتمعت من غلتهما ثم نابت الا سلام نائبة مثل حادثة الروم واحتيج الى النفقة فى تلك الحادثة اما المال الموقوف على المسجد الجامع ان لم يكن للمسجد حاجة

…………

---

(٣) (الدر المحتار، كتاب الصلاة . مطلب كلمة لا باس دليل على ان المستحب غيره لان البأس الشدة ١/ ٦٥٨ ط سعيد)

(٤) ايضاً

(٥) (رد المحتار ، كتاب الوقف ، مطلب فى نقل انقاض المسجد و نحوه ٤ / ٣٦٠ ط سعيد)

للحال فللقاضي ان يصرف في ذلك لكن على وجه القرض فيكون دينا في مال الفئ واما المال الموقوف على الفقراء فهذا على ثلثة اوجه اما ان يصرف الى المحتاجين او الى الاغنياء من ابناء السبيل او الى الاغنياء من غير ابناء السبيل ففي الوجه الاول و الثاني جاز لا على وجه القرض وفي الوجه الثالث المسئلة على قسمين اما ان راى قاض من قضاة المسلمين جواز ذلك اولم ير ففي القسم الاول جاز الصرف لا بطريق القرض وفي القسم الثاني يصرف على وجه القرض فيصير دينا في مال الفئ. كذا في الواقعات الحسامية انتهى (۱) والله اعلم۔

(۲) مسجد کے اصل وقف کی آمدنی سے جو جائیداد خریدی گئی ہے اسے بوقت ضرورت فروخت کردینا جائز ہے۔ (القيم اذا اشترى من غلة المسجد حانوتا او دارا ان يستغل ويباع عند الحاجة جاز ان كان له ولاية الشراء واذا جاز . له ان يبيعه كذا في السراجية انتهى —عالمگیری) (۲) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ الراجی رحمۃ مولاہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی۔ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ۔ اصاب المجیب محمد ناظر حسن مدرس چھتاری ضلع بلند شہر۔ بندہ عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی مدرسہ عربیہ دیوبند ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ۔ محمد انور عفا اللہ عنہ مدرس دارالعلوم دیوبند۔ شبیر احمد عفا اللہ عنہ مدرس دارالعلوم دیوبند۔ بندہ محمود عفی عنہ مدرس اعلیٰ دارالعلوم دیوبند۔ بندہ محمد امین عفی عنہ مدرسہ امینیہ دہلی۔ مہر مولانا محمد ضیاء الحق صاحب مدرس مدرسہ امینیہ۔ مہر مولوی محمد قاسم مدرس مدرسہ امینیہ۔ مہر مولوی سید ناظر حسین مدرس مدرسہ امینیہ۔

ویران غیر آباد مسجد کو دوسری مسجد پر لگانے کا حکم

(سوال) ویران اور غیر آباد مسجد کے سامان مثلاً اینٹ پتھر وغیرہ کو کسی آباد مسجد کی تعمیر میں لگانا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲ محمد عبدالمجید خاں۔ سرونج مالوہ ۸ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ م یکم اگست ۱۹۳۳ء

(جواب ۲٤۱) اگر اس مسجد میں کام نہ آسکیں جس کی اینٹیں ہیں تو کسی دوسری حاجت مند مسجد میں لگانی درست ہیں۔ (۳) محمد کفایت اللہ

مسجد کے فنڈ سے قادیانی جماعت کو دینا جائز نہیں

(سوال) آگرہ کی جامع مسجد شہنشاہ ہند شاہ جہاں صاحب قرآن ثانی کی صاحبزادی کی تعمیر کردہ ہے۔ شہزادی مرحومہ سنی المذہب عقائد کی پابند تھیں۔ مسجد مذکور کی زیرین دکانات کی آمدنی قیام وبقائے مسجد و دیگر اخراجات مسجد کے کام آتی ہے۔ اس آمدنی سے مبلغ پانچ سو روپے متولیان مسجد نے قادیانی مشن کو دیئے جو یورپ میں تبلیغ اسلام کا مدعی ہے۔ یہ فعل متولیان کا کس حد تک جائز ہو سکتا ہے؟

---

(۱) (فتاوى عالمگیریہ ، کتاب الوقف ، باب الحادي عشر ، الفصل الثاني ۲ ، ٤٦٤ ط ماجدية)
(۲) (فتاوى عالمگیرية ، كتاب الوقف ، الباب الحادي عشر ، الفصل الثاني ، ۲ ٤٦٢ ط ماجدية)
(۳) سئل شمس الائمة الحلواني عن مسجد او حوض خرب ولا يحتاج اليه لتفرق الناس هل للقاضي ان يصرف اوقافه الى مسجد آخر او حوض آخر ؟ قال نعم (فتاوى عالمگيرية ، كتاب الوقف الباب الثالث عشر ۲/ ٤٧٨ ط . ماجدية)

المستفتی نمبر ۰۷ محمد نواب مرزا آگرہ۔ ۲۵ جمادی الآخر ۱۳۵۲ھ م ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۲۴۲) قادیانی فرقہ جمہور علمائے اسلام کے نزدیک کافر ہے۔ اور تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ اپنے عقائد باطلہ کی ترویج و اشاعت سے کسی حالت میں نہیں چوکتے۔ اس لئے مسجد کے فنڈ سے کسی قادیانی احمدی مرزائی جماعت کو روپیہ دینا جائز نہیں۔ اگرچہ وہ کتنا ہی اطمینان دلائیں کہ وہ اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک اسلام کے مفہوم میں مرزا غلام احمد کو نبی یا کم از کم مجدد اور مسیح و مہدی ماننا بھی داخل ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کفر و ضلال کی تبلیغ ہے۔ اس صورت میں کمیٹی خود اس رقم کی ضامن ہوگی۔ فقط(۱) محمد کفایت اللہ

مسجد کی بے کار چیزوں کو بیچ کر اس کی قیمت مسجد میں لگانا

(سوال) مسجد کی کوئی چیز مثلاً پتھر، لکڑی وغیرہ بالکل نکمی پڑی ہوئی ہو اور کام میں نہ آسکتی ہو تو اس کو بیچ کر وہ پیسے مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۸۸ محمد عبدالعزیز کاٹھیاواڑ۔ جوناگڑھ ۱۱ شوال ۱۳۵۲ھ، ۲۷ جنوری ۱۹۳۴ء

(جواب) مسجد سے نکلی ہوئی اشیاء اور اسباب جو مسجد کے کام میں نہ آسکے فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد میں انہیں شیء کے مثل کام میں خرچ کر دی جائے تو جائز ہے۔ ونقضه يصرف الى عمارته والا بيع وصرف ثمنه۔(۲) محمد کفایت اللہ۔

مدرسہ کی آمدنی سے ہندوؤں کی تعلیم و تربیت پر خرچ کرنا

(سوال) قصبہ مئوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ میں ایک مدرسہ دارالعلوم نامی صرف قرآن پاک اور دینی تعلیم کی غرض سے صدقات اور قربت چرم اضحیہ و مفلس و بے کس غریب نادار مسلمانوں کی پاک کمائی سے جاری ہے۔ اگرچہ چند روز سے بطور امداد منجانب سرکاری انگلشیہ بھی مبلغ پچاس روپے ماہوار اور وہ بھی خاص عربی تعلیم کے لئے ملتے ہیں۔ اب اس کے اندر تھوڑے روز سے چند نا عاقبت اندیش مسلمانوں کے مشورے سے ایک ہندو مدرس رکھا گیا ہے اور کفار اشرار کے بیسیوں لڑکے ہندی حساب کتاب کی تعلیم پاتے ہیں۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۲۴۴) چندہ کا روپیہ اسی کام میں صرف ہو سکتا ہے جس کے لئے دینے والوں نے دیا ہے۔ اس کے علاوہ خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ جو خرچ کرے گا وہ ضامن ہوگا۔ حساب کتاب وغیرہ کی تعلیم مسلمانوں اور کافروں کے بچوں کو دینا ناجائز نہیں مگر اس کام کے لئے وہ روپیہ خرچ نہیں کیا جا سکتا جو خاص دینی تعلیم یا خاص مسلمانوں کے بچوں کی تعلیم کے لئے دیا گیا ہو۔ مدرسہ کے کارکن چندہ دینے والوں کے وکیل ہیں اور وکیل اگر اپنے موکل

---

(۱) ولو اشترى القيم بغلة المسجد ثوبا ودفع الى المساكين لايجوز وعليه ضمان ما نقد من مال الوقف، كذا فى فتاوى قاضيخان (الفتاوى الهندية، الباب الحادى عشر، الفصل الثانى، ج ۲/ ۴۶۲ ط. ماجدية)

(۲) یہ عبارت مفتی صاحب کی اپنی عبارت ہے جو کہ فقہی عبارات سے مقتبس ہے۔ اصل عبارت یوں ہے وصرف نقضه الى عمارته ان احتاج و الا حفظه ليحتاج الا اذا خاف ضياعه فيبيعه ويمسك ثمنه ليحتاج (تنوير الابصار مع الدر المختار، ج ۴ ۳۶۷، ۳۷۷، سعيد)

کے حکم اور اجازت کے خلاف خرچ کرے تو خود ضامن ہوتا ہے۔ الوکیل اذا خالف ان خلافا الی خیر فی الجنس کبیع بالف درهم فباعه بالف ومائة نفذ ولو بمائة دینار لا ولو خیرا خلاصه و درر (در مختار) (۱)

جمعیت علماء ہند کے مسودہ میں دفعہ ۳۲ حرف ”د“ کا مطلب

(سوال) جمعیت علمائے ہند کا ترمیم کیا ہوا مسودہ قانون اوقاف اخبار مدینہ بجنور میں شائع ہوا۔ دفعہ ۳۲ حرف د میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن اوقاف کا روپیہ تحویل میں موجود ہے وہ کسی منفعت میں لگایا جا سکتا ہے۔ براہ کرم آپ اس دفعہ میں مناسب ترمیم کی کوشش فرمایئے کہ ہم لوگ جو واقف جائیداد ہیں اور متولی بھی ہیں اور جن کی غرض اور عقیدہ مسئلہ سود کی آمیزش سے بچنا چاہئے۔ دفعہ ۳۲ حرف د کا مطلب آپ حضرات کے ذہن میں کیا ہے اور آیا اس دفعہ کے موجود رہنے سے آئندہ اس کا احتمال ہے کہ رقم محفوظ جو اخراجات وقف کے بعد باقی رہتی ہے وہ بینک میں جمع کرنے سے ناظر وقف متولیان کو سود لینے پر مجبور نہیں کریں گے؟

المستفتی نمبر ۳۰۹ سید امیر احمد وانیس احمد۔ امر پور ضلع سیتاپور ۲۱ صفر ۱۳۵۳ھ مطابق ۵ جون ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۴۵) دفعہ ۳۲ حرف د کا مطلب ہمارے پیش نظر یہ تھا کہ اگر کسی وقت سرمایہ وقف کافی ہو جائے اور متولی مناسب سمجھے کہ اس میں وقف اور مستحقین وقف کے لئے کوئی تجارت کرے تو ناظر یا مرکزی بورڈ کی اجازت سے کر سکے۔ ربا سودی معاملہ تو وہ مسلمان کیسے کر سکتا ہے۔ اور کوئی تصرف جو احکام شرعیہ کے خلاف ہو وہ کسی طرح بھی جائز نہیں ہو سکتا۔ (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

مسجد کی آمدنی مدرسے کے لئے خرچ کرنے کا حکم

(سوال) مسجد کا روپیہ یا ایسے مکانات کا کرایہ جن کو مسجد کے روپے سے تعمیر کیا گیا ہے دینی تعلیم کے مدارس میں صرف کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۳۲۰ محمد حسین سیمانی بیکانیر ۵ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ م ۱۸ جون ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۴۶) اگر دینی تعلیم اسی مسجد میں ہوتی ہو جس کا روپیہ ہے تو دینی تعلیم میں خرچ کرنا جائز ہے اور اگر دینی تعلیم کا مدرسہ اس مسجد سے علیحدہ جگہ میں ہے تو اگر مسجد کے وقف میں اس کی اجازت واقف نے دی ہو یا یہ مسجد مستغنی ہو کہ اس روپے کی اسے فی الحال یا فی المآل حاجت نہ ہو تو خرچ کرنے کی گنجائش ہے۔ فقط (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

( ) الدر المختار، کتاب الوکالة، آخر باب الوکالة بالبیع والشراء ۵/ ۵۲۱ ط ایچ ایم سعید)

(۲) فی الدر المختار: ویقرض القاضی مال الوقف والغائب) واللقطة حیث لا وصی ولا من یقبله مضاربة. وفی رد المحتار: ان للمتولی اقراض مال المسجد بامر القاضی الخ (ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب للقاضی قرض مال الیتیم ونحوه، ۴/ ۴۱۷ ط سعید)
وقد مر الدلیل التفصیلی فی ما ص)

(۳) فی الدر المختار: لا بأس بنقشه خلا محرابه بجص وماء ذهب لو بماله لا من مال الوقف فانه حرام، وضمن متولیه لو فعل النقش او البیاض الا اذا خیف طمع الظلمة فلا بأس به اه مختصرا وفی ردالمحتار. (قوله الا اذا خیف) ای بان اجتمعت عنده اموال المسجد وهو مستغن عن العمارة والا فیضمنها کما فی القهستانی عن النهایة اه (کتاب الصلاة، مطلب کلمة لا بأس دلیل علی ان المستحب غیره ص ۱/ ۶۵۸ ط سعید)

مسجد میں ضرورت سے زائد قرآن پاک دوسری مسجد یا مدرسہ میں منتقل کرنا

(سوال) ہمارے یہاں کاٹھیاواڑ میں ایک مسجد میں محلہ کی ضرورت سے زائد قرآن مجید موجود ہیں۔ رمضان مبارک کے مہینہ میں بھی قرآن مجیدوں کے پڑھنے کا نمبر نہیں آتا ہے۔ ہم یہ دیکھ کر حیران ہیں کہ جب قرآن مجید پڑھنے میں نہیں آتے تو پھر کیا کریں۔ اس لئے دریافت طلب یہ ہے کہ زائد قرآن مجید کو دوسری مسجد یا مدرسہ میں دے سکتے ہیں یا ان کو ہدیہ کر کے اس رقم کو مسجد کے خزانہ میں جمع کر سکتے ہیں یا نہیں؟

اگر مسجد میں اس قدر روپیہ ہو کہ اس سے تمام ضرورت رفع ہو جائے اور پھر بھی کافی روپیہ بچتا رہے تو ایسی صورت میں دوسری ان مسجدوں میں جن میں پیسے کی بہت کمی ہے اور خرچ نہ ہونے کی وجہ سے مسجد خیر آباد ہے مثلاً بغیر پیسے کے نہیں رہتا پانی کی تکلیف ہے تو اب دولت مند مسجد کا روپیہ برضا مندی متولیان کی دوسری مسجد میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۳۲۸ حاجی عبدالغنی سوداگر رام گنج اٹاوہ ۷ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ م ۲۰ جون ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۴۷) زائد قرآن مجیدوں کو دوسری مساجد یا مدرسوں میں پڑھنے کے لئے دے دیا جائے کیونکہ ان کے وقف کرنے والوں کی غرض یہی ہے کہ ان قرآن مجیدوں میں تلاوت کی جائے۔(۱) ایسی حالت میں کہ مسجد کا خزانہ مستغنی ہو متولی دوسری مسجد میں زائد روپیہ خرچ کر سکتے ہیں۔(۲)

عیدگاہ کی آمدنی سے لاؤڈ اسپیکر لگانے جائز ہے

(سوال) عیدگاہ واقع رنگون کے وسیع رقبہ میں بوجہ ہجوم و کثرت نمازیان عید دور والے خطبہ عید سننے سے محروم رہتے ہیں اور بجز معدودہ چند اکثر حاضرین چلے جاتے ہیں۔ لہذا ٹرسٹین عیدگاہ مذکور کا ارادہ ہوا ہے کہ اگر ترتیب گنجائش ہو تو کلکتہ، بمبئی کی طرح لاؤڈ اسپیکر لگا دیں تو عیدگاہ مذکور کی آمدنی سے لاؤڈ اسپیکر لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر دوسرے اصحاب ہمت اپنے پاس سے خرچ کر کے لگا دیں تو درست ہو گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی نمبر ۴۲۹ مولوی عبدالخالق رنگون۔ ۳ رمضان ۱۳۵۳ھ م ۱۱ دسمبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۴۸) خطبہ عید کے لئے لاؤڈ اسپیکر لگا کر خطبہ پڑھنے میں کوئی وجہ مانع جواز نہیں ہے اس کے ذریعہ سے دور و قریب کے تمام حاضرین خطبہ سن سکیں گے لیکن شرعی طور پر یہ کوئی لازمی بات نہیں ہے کہ تمام حاضرین کو خطبہ سنانے کا انتظام ضرور کیا جائے۔ اگر کوئی شخص اپنے صرف سے لگوا دے تو اس میں تو کوئی سوال باقی نہیں رہتا۔ مسجد کے مال میں سے ایک غیر ضروری چیز پر صرف کرنے میں شبہ ہو سکتا ہے۔ لیکن اس میں یہ

---

(۱) وقف مصحفا على أهل مسجد للقراءة إن يحصون جاز وإن وقف على المسجد جاز ويقرأ فيه ولا يكون محصورا على هذا المسجد وبه عرف حكم نقل كتب الأوقاف من محالها للانتفاع بها. (الدر المختار، كتاب الوقف، مطلب متى ذكر للوقف مصرفا، ٤/ ٣٦٥ ط سعيد)

(۲) في الدر المختار: لا بأس بنقشه خلا محرابه بجص وماء ذهب لو بماله لا من مال الوقف فإنه حرام وضمن متوليه لو فعل النقش والبياض إلا إذا خيف ضياع الظلمة فلا بأس به اهـ مختصرا وفي رد المحتار: (قوله إلا إذا خيف) أي بأن اجتمعت عنده أموال المسجد وهو مستغن عن العمارة وإلا فيضمنها كما في القهستاني عن المضمرات اهـ (كتاب الصلاة، مطلب كلمة لا بأس دليل على أن المستحب غيره ص ١/ ٦٥٨ ط سعيد)

تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ مسجد یعنی عیدگاہ مسجد رہو اور اس کی رقم اس کے ضروری مصارف سے فاضل بچی رہتی ہو اور اس خرچ سے اس کے کسی ضروری امر میں نقصان نہ پہنچے تو یہ خرچ اس میں سے بھی کیا جا سکتا ہے جس طرح برقی پنکھے اور فرش وغیرہ کے مصارف کئے جاتے ہیں۔ اور اگر عیدگاہ کی رقم ضروری مصارف سے زائد نہ ہو تو یہ خرچ اس کی رقم میں سے نہیں کیا جا سکتا۔ (۱) واللہ اعلم۔ محمد کفایت اللہ

سلور جوبلی منانے کے لئے مساجد کو ان کی آمدنی سے مزین کرنے کا حکم

(سوال) ملک معظم کی سلور جوبلی کے سلسلہ میں مساجد کو بقعہ نور بنانا جس کا صرف خواہ مسجد کی رقوم موقوفہ سے ہو یا عامۃ المسلمین کے چندہ سے یا کسی شخص کی جیب خاص سے ہو جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو مسجد کے جن متولیوں نے مسجد میں روشنی کا انتظام کیا اور خوب چراغاں منایا وہ شرعاً مجرم ہوئے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۴۸۷ حمد محمد اچھا (رنگون) ۲۸ صفر ۱۳۵۴ھ م یکم جون ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۴۹) سلور جوبلی یا گولڈن جوبلی یا اور کسی ایسی تقریب میں جس کا منشا اعلائے کلمۂ توحید یا اظہار شوکت اسلام نہیں بلکہ کسی خاص شخص کے بقائے اقتدار و امتداد حکومت کی خوشی میں مظاہرہ کرنا ہو۔ ایسی تقریبات میں مساجد کا روپیہ صرف کرنا جائز نہیں۔ اور نہ مساجد اس قسم کے مظاہرات کے لئے موزوں ہیں۔ متولیوں نے مساجد کو اس مظاہرے کے لئے استعمال کرنے میں غلطی کی اور روشنی کے مصارف کے بھی وہ خود ضامن ہوں گے۔ (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

کیا مسجد کے پودوں کے گملے متولی اپنی مرضی سے استعمال کر سکتا ہے؟

(سوال) مسجد کا سامان زینت مثلاً پودوں کے گملے وغیرہ (دراں حالیکہ ان کی آب پاشی اور کھاد وغیرہ وقف مسجد سے ہو) یا اور کوئی ایسا سامان کیا متولی اپنی رائے سے لے جانے یا کسی کو عاریتہ دینے کا مجاز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۶۱۲ حکیم عبد حسین (جالندھر) ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ م ۱۸ ستمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۵۰) گملے اگر مسجد کی ملک ہیں تو ان کو متولی اپنی مرضی سے استعمال نہیں کر سکتا۔ بلکہ مسجد کی زینت کیلئے ہی استعمال ہو سکتے ہیں۔ (۳) اور اگر متولی کی ملک ہیں تو ان کا مسجد میں رکھنا اور مسجد کے پانی سے سیراب کرنا جائز نہیں۔ (۴) محمد کفایت اللہ

---

(۱) فی الدر المختار: ولا بأس بنقشه خلا محرابه بجص وماء ذهب لو بماله لا من مال الوقف فإنه حرام وضمن متوليه لو فعل النقش او البياض إلا إذا خيف طمع الظلمة فلا بأس به مختصراً وفي رد المحتار (قوله إلا إذا خيف) أي بأن اجتمعت عنده أموال المسجد وهو مستغن عن العمارة وإلا فيضمنها (رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب كلمة لا بأس يدل على أن المستحب غيره ۱/ ۶۵۸ ط. سعيد)

(۲) لا بأس بنقشه خلا محرابه بجص وماء ذهب لو بماله لا من مال الوقف فإنه حرام، وضمن متوليه لو فعل النقش او البياض (الدر المختار، كتاب الوقف، مطلب كلمة لا بأس دليل على أن المستحب غيره ۱/ ۶۵۸ ط سعيد)

(۳) متولي المسجد ليس له أن يحمل سراج المسجد إلى بيته (عالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الحادي عشر الفصل الثاني، ۲/ ۴۶۲ ط ماجدية)

(۴) وإذا وقف للوضوء لا يجوز الشرب منه وكل ما أعد للشرب حتى الحياض لا يجوز منها التوضؤ كذا في خزانة المفتين. (الفتاوى عالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الثاني عشر ۲، ۴۶۵ ط. ماجدية)

کیا وقف کی آمدنی سے دیئے ہوئے دیوان واپس لئے جائیں گے ؟

(سوال) زید نے سامی وقف کو (جس پر واقف کے اہل خاندان قابض ہو کر تنسیخ وقف کی کوشش کر رہے تھے) مسلسل سولہ سال مقدمہ بازی کے بعد وقف ثابت کرایا۔ اور اگرچہ مصارف مقدمہ کے لئے اپنے بعض احباب سے چندہ بھی لیا تاہم خود زید کے بھی ہزار ہا روپے پیروی مقدمہ میں صرف ہوئے اس کے علاوہ مقدمہ کی مصروفیت و انہماک کے باعث زید کے کاروبار کو بہت نقصان پہنچا۔ بعد فراغت مقدمہ زید جائیداد موقوفہ پر بحیثیت متولی قابض ہو کر اس کی آمدنی وصول کرتا رہا۔ چونکہ سولہ سال مقدمہ چلتا رہا اس دوران میں جائیداد وقف کی حالت نہایت خراب ہوگئی تھی۔ زید نے آمدنی وقف سے اس کی مرمت و درستی کرائی اور دو بنگلے پختہ از سر نو تعمیر کرائے اور ایک مکان بھی تعمیر کرایا۔ جس وقت جائیداد وقف پر زید کو قبضہ ملا ایک سو تئیس روپے ماہوار آمدنی تھی لیکن زید کی سعی و تدبیر سے پانسو تیس روپے ماہوار آمدنی ہونے لگی۔ زید نے آمدنی وقف سے نہ مصارف مقدمہ وصول کئے نہ اپنے کاروبار کے نقصان کا کوئی معاوضہ لیا۔ بلکہ باوجود ہدایت وقف نامہ وقف سے اپنی تنخواہ لینا بھی گوارا نہ کی، اور چونکہ زید نہایت رقیق القلب اور نیک نفس واقع ہوا ہے اس لئے وقتی اور مصنوعی اہل حاجات اس کے پاس آ کر اپنے دردناک حالات بیان کر کر کے اس کی ذاتی چھ سات سو روپے ماہوار آمدنی کا ایک بڑا حصہ اور آمدنی وقف اس سے وصول کرتے رہے لیکن اس نے ان مصارف کو حساب وقف میں شامل و درج نہیں کیا، جس کے باعث وقف کی ایک بڑی رقم زید کے ذمہ واجب الادا ہوگئی، بالآخر زید عہدہ تولیت سے مستعفی ہوگیا، اور مسلمانوں نے زید کی جگہ عمرو کو متولی مقرر کر دیا، اب زید کی اولاد عمرو سے یہ چاہتی ہے کہ وقف کی جو رقم زید کے ذمہ واجب الادا ہے اس میں سے تخمیناً پانچواں حصہ کم کر کے وصول کرے اگر کمی نہ کی تو زید کے حالات نازک ہو جانے کا اندیشہ ہے عام طور پر قرض خواہ مدیوں کے تعلقات و خصوصیات کو ملحوظ رکھ کر کمی پر معاملہ کر لیتے ہیں، عدالتوں میں اس قسم کے فیصلے ہوتے رہتے ہیں، اگر متولی راضی ہو کر حاکم سے رضا ظاہر کر دے تو وہ بھی مان لے گا، ان حالات میں عمرو کو زید سے کسی کمی پر مصالحت کر لینی چاہئے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ٧٦٩ محمد خلیل الرحمان مطبع نظامی کانپور۔ ٢٤ ذیقعدہ ١٣٥٤ھ ١٨ فروری ١٩٣٦ء

(جواب ٣٥١) ذاتی دیون میں دائن کا مدیون سے کمی پر فیصلہ کر لینا بلا شبہ جائز اور مستحسن ہے۔ مگر وقف کا معاملہ اور متولی کے اختیارات جداگانہ نوعیت رکھتے ہیں۔ اس کو حق نہیں کہ متولی سابق کے ذمہ وقف کی جو رقم ہے اس میں سے کچھ چھوڑ دے۔ (١) ہاں صورت مذکورہ میں اگر بیان سائل صحیح ہے تو متولی سابق نے جو رقوم خرچ کی ہیں وہ خرچ تو مصرف وقف میں کیں مگر ان کو اپنی نیک نفسی کی وجہ سے وقف کے حساب میں نہیں لکھا۔ متولی حال ایسی رقوم کو وقف کے حساب میں شامل کر کے مطالبہ میں سے منہا کر سکتا ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

---

(١) قرآن مجید میں ہے "وان كان ذو عسرة فنظرة الى ميسرة . وان تصدقوا خير لكم ان كنتم تعلمون" (سورة البقرہ، الآیہ: ٢٨٠)

(۱) امام کا مشاہرہ بھی مصالح مسجد میں داخل ہے
(۲) خیانت ظاہر نہ ہونے کی صورت میں متولی کو معزول کرنا
(۳) کیا متولی مسجد متولیین اوقاف کی مرضی کے مطابق ہی خرچ کر سکتا ہے
(۴) خطیب کی تنخواہ اجرت یا وظیفہ
(۵) کیا خطیب کے پاس مسجد کی آمدنی کا حساب دینا ضروری ہے؟
(۶) کیا خطیب کی تنخواہ متولی روک سکتا ہے؟
(۷) امام اور خطیب کی حیثیت
(۸) امام اور خطیب کو بقدر کفایت دینے کا مطلب
(۹) ماھو اقرب للعمارۃ واعم للمصلحۃ کی بنا پر مقدم کون ہوگا؟
(۱۰) ماھو اقرب للعمارۃ کی تفصیل
(۱۱) امام اعم للمصلحۃ میں داخل ہے یا اقرب للعمارۃ میں؟

(سوال) شہر میں ایک مسجد جو زمانہ شاہی کی تعمیر شدہ ہے اور بڑی مسجد ہے اور کنارہ شہر پر فضا مقام پر واقع ہے بانی نے اگرچہ اس کو بہ نیت جامع مسجد نہ بنایا تھا لیکن جب شہر کی آبادی زیادہ ہوگئی تو بعد میں باشندگان شہر نے اس کو جامع مسجد قرار دے دیا اور اس میں وقتاً فوقتاً بہت کی توسیعات بھی کی گئی ہیں۔ اس مسجد کو جامع مسجد کے لقب سے ملقب کرنے والے اس شہر کے ایک بزرگ معتبر عالم تھے۔ وہ اپنے زمانہ حیات میں مسلمانوں کی توجہ اس مسجد کی طرف منعطف کرنے کی کوشش فرماتے رہے اور وہی وجہ للہ امامت بھی فرماتے تھے۔ ان کے وصال کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے رحمۃ اللہ علیہ جو ان کے صحیح جانشین تھے اپنے والد بزرگوار کی جگہ امامت وانتظام فرماتے رہے ۱۸۹۶ء کے کاغذات سے جن میں بعض رجسٹری شدہ بھی ہیں یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ اس مسجد کا کام بحیثیت متولی مولانا ممدوح کے ہمراہ زید بھی کرتا رہا ہے جو اس وقت تک زندہ ہے یہ ہر دو صاحب وجہ للہ جملہ خدمت مسجد مثل فراہمی ضروریات تعمیر وآبادی برابر فرماتے رہے۔ اس مسجد کے متعلق چند اوقاف ہیں جن کے متولی علیحدہ علیحدہ ہیں۔ بعض اوقاف کی جداگانہ متولی کے قبضہ میں نہیں بلکہ مولانا مذکور الصدر ان کی آمدنی تحصیل وصول فرماتے تھے۔ اور چند اوقاف کا متولی واقفین کی طرف سے زید ہے۔ بقیہ اوقاف کے متعلق زید اور مولانا کے علاوہ یہ لوگ ہیں جن کو ان کے واقفین نے کیا۔ دستور العمل یہ ہے کہ دیگر اوقاف کی آمدنی جن کا جزو مسجد مذکور کے لئے ہے ان کے متولی کبھی بطور خود صرف کر دیتے تھے اور ہیں اور کبھی زید متولی کو دے دیا کرتے تھے اور ہیں۔ اور اس میں دو طریقے تھے اور ہیں کہ جزو آمدنی متعلقہ مسجد مذکور زید کو دیتے وقت کوئی ہدایت منجانب متولیین نہیں ہوتی تھی اور کبھی اس کے مصارف خاص کر دیئے جاتے تھے کہ یہ رقم فلاں چیز میں صرف کی جاوے۔ چنانچہ حسب ہدایت متولیان مذکور زید اس کو صرف کیا کرتا تھا اور ہے۔ پس اوقاف مذکورہ چار قسم پر ہوئے۔

(۱) جن کی تحصیل وصول حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ (۲) وہ جن کا باقاعدہ متولی زید ہے۔ (۳) وہ

جن کے متولی دیگر اصحاب ہیں۔ (۴) وہ جن کے متولی باضابطہ زید اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ بعد وصال مولانا ممدوح کوئی شخص باضابطہ بحیثیت متولیانہ ان کا قائم مقام نہیں ہوا۔ البتہ ان کی وفات کے بعد تقریباً ڈیڑھ سال تک ان کے خلف اکبر مرحوم امامت اور وقف نمبر ایک کا کام لوجہ اللہ فرماتے رہے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے عم بزرگوار مدظلہ، وہ بھی اپنے فضل و کمال میں مرجع خلائق ہیں۔ مثل خلف اکبر مذکور مولانا ممدوح خدمات مسجد لوجہ اللہ فرماتے رہے۔ لیکن بوجہ پیرانہ سالی اور ضعف کے انہوں نے اس خدمت کی انجام دہی اپنے برادر زادہ کے سپرد کردی۔ اب عرصہ بیس سال سے یہ اس کو انجام دے رہے ہیں اور امامت نماز جمعہ بھی ان کے متعلق ہے اور وہی وقف نمبر ایک کی تحصیل وصول فرماکر زید متولی کے حوالے کبھی کبھی کرتے تھے۔ کچھ عرصہ ہوا کہ امام صاحب ممدوح نے اپنی ضروریات دنیوی سے مجبور ہوکر تلاش معاش کے لئے باہر جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا تو زید متولی نے بوجہ احترام خاندان امام ممدوح کی خدمت کو ضروری جانتے ہوئے مبلغ بیس روپے ماہوار تنخواہ از منافع وقف مقرر کردی اور مبلغ دس روپے دوسری جگہ سے مقرر کرادیئے اور باہر جانے سے ان کو روک لیا۔ اور یہ بھی اس کے ساتھ عرض کردیا کہ جس طرح آپ کے والد ماجد کا یہ معمول تھا کہ بعد نماز جمعہ تا عصر وعظ اور رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن پاک سنانا ان دونوں امور کا التزام بھی آپ کے ذمہ رہے گا کہ آپ بذات خود اس کو انجام دیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جس جائیداد کا متولی زید ہے اس کی ماہوار آمدنی کل ۴۸ روپے ہے۔ مسجد میں علاوہ دیگر مصارف مثل چٹائی لوٹا اور پانی کا انتظام و مرمت مسجد و دیگر ترمیمات ضروری چند ملازمین کی تنخواہ بھی ہے جو حسب ذیل ہیں۔ ایک امام جمعہ ایک امام پنجگانہ۔ جاروب کش و فراش و سقہ و خاکروب و موذن وغیرہ۔ بس علاوہ تنخواہ خطیب و دیگر ملازمین و نیز دیگر ضروریات مفصلہ بالا میں ۳۰ روپے مقررہ طور سے صرف میں آتے ہیں۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ خطیب صاحب ممدوح نے تیس روپے ماہوار کے علاوہ آمدنی وقف نمبر ایک جو ان کے قبضہ میں ہے وصول کی اور زید متولی کو عرصہ سے نہیں دی ورنہ اس کا کوئی حساب معلوم ہو سکا۔ اب کچھ عرصہ سے خطیب صاحب ممدوح نے جامع مسجد فنڈ کے نام سے ہر جمعہ کو جامع مسجد میں ایک دولک فراہمی چندہ کی غرض سے رکھوادی ہیں ان کی آمدنی بھی خطیب صاحب نے اپنے ہی پاس رکھی اور اس کا بھی کوئی حساب معلوم نہ ہو سکا۔ زید متولی نے خطیب صاحب کی خدمت میں یہ خواہش پیش کی کہ مجمع عام میں اپنے حسابات کو پیش کرکے اپنے اس تقدس کو جو خطیب اور امام کے لئے ضروری ہے صاف فرمالیں تاکہ کوئی بدگمانی کا موقع نہ رہے لیکن انہوں نے کوئی توجہ نہ فرمائی۔ کچھ عرصہ انتظار کے بعد زید متولی مذکور نے ان کا ماہانہ ۲۰ روپے ماہوار مذکورہ بالا بند کردیا اور یہ کہہ دیا کہ جب تک مذکورہ بالا آمدنی جو آپ کے قبضہ میں رہتی ہے اس کا حساب لوگوں پر پیش نہ کریں گے اس وقت تک مواخذہ شرعی سے بچنے کی غرض سے میں وہ مقررہ تنخواہ آپ کو نہ دوں گا۔ ان جملہ حالات کو پیش کرنے کے بعد مفصلہ ذیل امور قابل دریافت ہیں۔

( ) زید متولی آمدنی وقف متذکرہ۔ تعدادی روپے کو جب کہ واقفین نے مصارف متعین نہ کئے ہوں تو

بحالات مذکورہ کس تفصیل سے خرچ کرنے کا ذمہ دار ہے۔ خصوصاً اس صورت میں کہ اگر وضو و فرش و صفائی وغیرہ کا بندوبست نہ ہو تو مسجد کی موجودہ رونق اور نمازیوں کی کثرت نہ رہتی ہو تو اس صورت میں یہ مصارف مقدم ہوں گے یا امام کو مشاہرہ دینا؟

(۲) زید متولی موجودہ امام کے والد کے زمانہ سے نیز ان کے ابا کے حکم سے اس وقت تک زید نے موقوفہ متذکرہ بالا کو ہر ایک مصرف میں صرف کر کے اس کا حساب باضابطہ رکھا ہے اور کسی قسم کی اس میں خیانت اس وقت تک ظہور میں نہ آئی تو کیا ایسی صورت میں اس کو خیانت کے ساتھ متہم کر کے اس نظم کو دوسرے کے سپرد کرنا حق بجانب ہوگا؟ یا نفسانیت پر محمول ہوگا اور اس تفویض کا اختیار بھی ہوگا یا نہیں؟

(۳) دیگر متولیین اوقاف جن ہدایات سے اپنی اپنی آمدنی زید متولی کو دیں آیا زید انہیں ہدایت کی پابندی کے ساتھ خرچ کرنے کا ذمہ دار ہے یا ان کو بطور خود خرچ کرنے کا مختار ہے؟

(۴) زید نے جو تنخواہ مبلغ دس ۱۰ روپے وقف سے خطیب کی مقرر کی تھی وہ اجارہ ہے یا وظیفہ؟ اگر اجارہ ہے تو زید کو اختیارات زیادتی و کمی و منسوخ حسب پابندی یا خلاف ورزی شرائط مذکورہ حاصل ہیں یا نہیں؟

(۵) زید کا مطالبہ دربارہ صفائی خطیب صاحب سے مطالبہ شرعی ہے یا نہیں؟ اور خطیب صاحب کو اس کا پورا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ خطیب صاحب کے مددومعاون ہیں کہ خطیب صاحب حساب نہ دیں اور جس طرح سے وہ خرچ کرتے ہیں خرچ کرتے رہیں۔ یہ لوگ حق بجانب ہیں یا نہیں۔ تو ان کا شریعت میں کیا حکم ہے اور ایسے لوگوں کا امام موجود یا دوسرے کسی امام کے متعلق رائے دینا شرعاً معتبر ہوگا یا نہیں؟

(۶) اگر خطیب صاحب واقعات بالا کو پورا نہ فرمادیں تو زید پر ان کی تنخواہ کا دینا ضروری یا جائز ہے یا نہیں؟

(۷) امام پنج وقتی اور خطیب صاحب یعنی امام جمعہ میں مصارف وقف کے لحاظ سے کون مقدم ہے یا دونوں مساوی ہیں؟

(۸) کتب فقہ میں جو یہ مذکور ہے کہ امام و خطیب کا مشاہرہ بقدر کفایہ ہونا چاہئے اور فی زمانہ عام معمول میں امام و خطیب کی تنخواہ حسب رضامندی امام و خطیب مقرر کی جاتی ہے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ بقدر کفایت ہو نہ ہو تو یہ تعامل عبارت فقہیہ کے موافق ہے یا مخالف؟ اور اس صورت میں امام و خطیب اجیر لازم ہوگا اور شرائط کا پابند ہوگا؟ یا لازم نہ سمجھا جائے گا چاہے وہ پابندی کرے یا نہ کرے جیسا کہ امام مذکور پابندی نہیں کرتے تو پھر مشاہرہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۹) ثم ماھو اقرب للعمارۃ واھم للمصلحۃ میں بحسب المصارف کون مقدم ہوگا؟

(۱۰) ماھو اقرب للعمارۃ کی تفصیل کیا ہے؟

(۱۱) اعم للمصلحۃ کالامام میں امام اعم للمصلحۃ میں داخل ہے یا اقرب للعمارۃ میں؟

المستفتی نمبر ۸۴۹ حافظ محمد یحییٰ محمد حامد (مرادآباد) ۱۹ محرم ۱۳۵۵ھ م ۱۲ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۵۲) (۱) امام و خطیب بھی مسجد کے مصالح و ضروریات میں ہے۔ کمی آمدنی کی صورت میں تمام

مصالح کا لحاظ رکھنا اور حصہ رسدی سب کو مہیا کرنا مناسب ہوگا۔(۱)

(۲) بغیر ظہور خیانت و نااہلیت معزول کرنا درست نہیں۔ مگر یہ جب کہ متولی کا تقرر واقف کی شرط یا وصیت کے ماتحت ہو۔ اور اگر یہ بات نہیں ہے اور عام مسلمانوں نے کسی کو متولی بنایا ہے یا کوئی شخص خود مسجد کی خدمت تبرعاً کر رہا ہے تو اس کو قائم رکھنا ضروری نہیں ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ خواہ مخواہ اس کو علیحدہ کرنا بھی زیبا نہیں۔(۲)

(۳) دیگر اوقاف کے متولیان جو روپیہ کہ زید کو دے کر پابند کریں فلاں مصرف میں صرف کرو اگر وہ پابندی شرائط وقف کے ماتحت ہو یا واقف نے متولیوں کو پابند کرنے کا حق دیا ہو تو ان کی عائد کی ہوئی پابندی لازم ہوگی ورنہ لازم نہ ہوگی۔(۳)

(۴) اگر تنخواہ مذکورہ کسی خاص وقف سے شرط واقف کے بموجب دی جاتی ہو تو وظیفہ ہے ورنہ اجرہ قرار پائے گی۔ اور اس میں اجرہ کے احکام جاری ہوں گے۔ بشرطیکہ امام نے بھی اس حیثیت کو منظور کیا ہو۔(۴)

(۵) اگر خطیب صاحب کے طرز عمل اور ان کی صلاحیت پر مسلمانوں کو بھروسہ ہو اور خیانت کا شبہ نہ ہو تو خطیب صاحب سے تفصیل حساب طلب کرنا نہیں چاہئے۔(۵)

(۶) اگر عقد اجارہ تھا تو ظاہر ہے کہ کام نہ کرنے کی صورت میں تنخواہ کا استحقاق نہیں۔ اور اگر وظیفہ تھا تو اس کو روکنے کا متولی کو حق نہیں۔(۶)

(۷) یہ دونوں ضروری ہونے میں مساوی ہیں۔ ويدخل تحت الامام الخطيب لانه امام الجامع۔(۷)

(۸) بقدر کفایت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اتنا مقرر کیا جائے جو اس کی معاشی ضرورتوں کے پورا کرنے کے لئے اوسط درجے کے لحاظ سے کافی ہو۔ اور معاشی ضرورتیں مختلف ہوتی ہیں۔ کسی کی پچاس روپے میں پوری ہو سکتی ہیں اور کسی کی اسی روپے میں۔ اس لئے کسی رقم سے اس کی تعیین ہونی مشکل ہے۔ اور اگر

---

(۱) والذي يبدأ به من ارتفاع الوقف اي من غلته عمارته شرط الواقف اولا، ثم ما هو اقرب الى العمارة، واعم للمصلحة كالامام للمسجد، والمدرس للمدرسة يصرف اليهم الى قدر كفايتهم (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب يبدأ العمارة بما هو اقرب اليها ٤ ، ٣٦٧ ط سعيد)

(۲) لا يجوز للقاضي عزل الناظر المشروط له النظر بلا خيانة ولو عزله لا يصير الثاني متوليا، ويصح عزله لو منصوب القاضي في البحر اخذ منه عدم العزل لصاحب وظيفة الا بجنحة او عدم اهلية (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب ليس للقاضي عزل الناظر ، ٤ ، ٤٣٨ ط. سعيد

(۳) شرط الواقف كنص الشارع في المفهوم والدلالة ووجوب العمل (الدر المختار كتاب الوقف مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع ٤ ' ٤٣٣ ، ٤٣٤ ط. سعيد

(۴) ليس للقاضي ان يقرر وظيفة في الوقف بغير شرط الواقف. ولا يحل للمقرر الاخذ الا النظر على الوقف باجرة مثله، (الدر المختار، كتاب الوقف مطلب ليس للقاضي ان يقرر وظيفة في الوقف ٤ ٤٣٥ ، ٤٣٦ ، ٤ ط. سعيد)

(۵) لا تلزم المحاسبة في كل عام، ويكتفي القاضي منه بالاجمال لو معروفا بالامانة (الدر المختار كتاب الوقف، مطلب في محاسبة المتولي وتحليفه ، ٤/ ٤٤٨ ط سعيد)

(۶) لا يصح عزل صاحب وظيفة بلا جنحة وعدم اهلية (رد المحتار ، مطلب لا يصح عزل صاحب وظيفة ، ٤ ، ٣٨٢ ط سعيد)

(۷) رد المحتار ، كتاب الوقف. مطلب بعد العمارة بما هو اقرب اليها، ٤/ ٣٦٧ ط سعيد)

اوقاف عامہ کی آمدنی سے عمل کے مقابلہ میں تعیین رقم کی جائے تو وہ اجارہ کی شکل ہے اور اس میں عمل کرنا استحقاق اجرت کے لئے شرط ہے(۱) ایسی صورت جو متعارف و معہود ہو کہ ترک عمل ہوتا ہے اور تنخواہ دی جاتی ہے وہ استحقاق سے مانع نہ ہوں۔(۲)

(۹) ماھو اقرب للعمارة ۔ عمارت میں وہ تمام مصارف داخل ہوں گے جن سے جائیداد موقوفہ سے بقدر امکان کام کا فائدہ حاصل کیا جائے۔ یعنی وقف کی ظاہری حیثیت باقی رہے اور مستحکم ہو۔ اس کا مطلب صرف عمارت بنانا یا توڑ کر از سر نو تعمیر کرنا نہیں ہے۔ بلکہ معنوی عمارت اصل غرض کا وجود ہے۔ اس لئے جو مصارف اصل غرض کے لئے مفید ہوں (۳) ماھو اقرب للعمارة و اعم للمصلحة میں ایسے تمام مصارف داخل ہوں گے۔ امام مسجد و مدرس مدرسہ کو تو صراحۃً ماھو اقرب لعمارته میں داخل کیا ہے کہ ان کے وجود سے مسجد و مدرسہ کی اصل آبادی ہوتی ہے۔(۴)

(۱۰) اقرب للعمارة میں امام اور خطیب داخل ہیں۔(۵)

(۱۱) اعم للمصلحة کالامام ۔ جیسا کہ لامام بمثال اقرب للعمارة کی ہے جیسے کہ درمختار میں اس کی تصریح ہے۔ ثم ماھو اقرب للعمارة کامام مسجد و مدرس مدرسة ۔(۶) اور اعم للمصلحة میں چراغ بتی صفائی موذن وغیرہ داخل ہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

مساجد کے اوقاف مکاتب پر خرچ کرنے کا حکم

(سوال) مساجد شملہ کے اوقاف کا روپیہ حسن نیت مدرسہ پر (جو انجمن نصرۃ المسلمین کے ماتحت ہے) صرف کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اس امر کی بھی وضاحت فرمائیں کہ اس آمدنی میں سے صرف شملہ کے دینیاتی مکاتب ہی کو حق پہنچتا ہے یا دیگر اضلاع کے مکاتب کو بھی؟ مساجد شملہ کے اوقاف کی آمدنی بفضل خدا اتنی ہے کہ مساجد کی جملہ ضروریات پوری کر چکنے کے بعد بھی کافی روپیہ جمع رہتا ہے۔

المستفتی نمبر ۹۹۱ محمد یٰسین سیکرٹری انجمن نصرۃ المسلمین شملہ۔ ۲۵ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ م ۱۶ جون ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۵۳) اگر مساجد کی آمدنی مسجد کے مصارف کو پورا کرنے کے بعد جس قدر فاضل رہے اگر مسجد کو اس کی فی الحال حاجت ہو اور نہ آئندہ اس کا خوف ہو کہ مسجد اس کی حاجت مند ہوگی تو ایسی فاضل جمع شدہ رقم تعلیم میں خرچ کرنے کی گنجائش ہے۔(۱) دینی تعلیم کا مدرسہ مسجد میں ہی قائم ہو تو اس کی فاضل آمدنی کو اس

---

(۱) فمعنى ان معنى ليوم البطالة المتعارفة قرينة ماذكر في مقابلة من الدراسة على العرف، فحيث كانت البطالة معروفة في يوم الثلاثاء و الجمعة وفي رمضان و العيدين يحل الاخذ (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب في استحقاق القاضي والمدرس الوظيفة في يوم البطالة، ۴ / ۳۷۲ ط سعيد)

(۳، ۴، ۵) ثم ماهو اقرب الى العمارة واعم للمصلحة كامام مسجد ومدرس مدرسة (الدر المختار، كتاب الوقف، مطلب ما يبدأ بعد العمارة ماهو اقرب ۴ / ۳۶۷ ط سعيد)

(۵) وفي الشامية ويدخل تحت الامام الخطيب لانه امام الجمعة ۴ / ص ۳۶۷

(۲) ان كان الواقف قدر للمدرس لكل يوم مبلغا فلم يدرس يوم الجمعة او الثلاثاء لا يحل له ان ياخذ (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب في استحقاق القاضي والمدرس الوظيفة في يوم البطالة ۴ / ۳۷۲ ط سعيد)

مدرسہ میں خرچ کرنا ایک طرح مسجد کی تعمیر معنوی میں داخل ہے۔ اور اگر مسجد سے خارج مدرسہ قائم ہو تو متولیان مسجد کی اس متفقہ رائے سے خرچ ہو سکتی ہے کہ مسجد اس سے مستغنی ہے فقط۔(۱) **محمد کفایت اللہ**

کیا مسجد کی آمدنی سے بضرورت مسجد کو شہید کر کے دوبارہ تعمیر کیا جا سکتا ہے؟

(سوال)(۱) قصبہ کھنڈوہ کے محلہ املی پورہ میں ایک مسجد ہے جو محلہ املی پورہ مسجد کے نام سے موسوم ہے جس کی ڈیڑھ منزلہ عمارت پر کھپریل چھائے ہوئے ہیں۔ دیواریں اینٹ گارے کی جوڑائی کی اور دیواروں پر چونے کا پلاسٹر ہے۔ فرش پتھر کا ہے۔ عمارت مذکور کی حالت کسی طرح مخدوش نہیں ہے جس سے اس کے منہدم ہونے کا اندیشہ ہو۔ مسجد کا نقشہ جس میں اس کی لمبائی اور چوڑائی وغیرہ و دیگر ضروری کیفیت مفصل طور پر درج ہے منسلکہ تحریر ہذا ہے۔

(۲) سرکاری کاغذات نقشہ نزول بندوبست ۱۸۶۸ء کے نقشے و دفتروں کے معائنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بہت بڑا وسیع رقبہ آبادی کی زمین کا حق مسجد مذکور وقف ہے، مگر جو ۱۹۲۲ء، ۱۹۲۳ء میں جدید بندوبست ہوا اس میں رقبہ کم ہو کر صرف ۳۱۷۸۷ مربع فٹ رقبہ قائم رہا کاغذات سرکاری سے یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ یہ زمین کب اور کس نے اور کن شرائط پر وقف کی تھی۔

(۳) ۱۹۱۸ء کے قبل تک مسجد کا کچھ سرمایہ تھا نہ کوئی آمدنی کے ذرائع تھے۔ صرف ساٹھ ستر روپے سالانہ کی آمدنی تھی اور اس کا خرچ رمضان شریف میں صرف ہو جاتا یا بیت کیا جاتا تھا۔ مگر ۱۹۱۹ء سے رقبہ مذکور الصدر سے حصول آمدنی کے لئے قاعدہ و انتظام قائم کیا گیا جس کا باقاعدہ ریکارڈ ہے اور آمد و صرف کا حساب بھی قاعدہ کے مطابق ترتیب دیا جاتا ہے اور وقف ایکٹ نمبر ۴۲ کے مطابق ڈسٹرکٹ جج صاحب کے اجلاس میں سالانہ حساب پیش بابت ۱۹۲۹ء سے ۱۹۳۵ء تک کا حساب پیش ہو چکا ہے۔

چند پلاٹ ایسے تھے جن پر اکثر اشخاص کے مکانات مالک سے بنے ہوئے تھے ان پر سالانہ ڈلاپ کرایہ تشخیص کر کے قائم کیا گیا۔ چند پلاٹ جو موقع موقع کے تھے وہ وقف لیے گئے اور قرض حسنہ حاصل کر کے دوکان پر حق مسجد عمارتیں تیار کرا کے بابت کرایہ پر جاری کی گئیں جس کی وجہ سے آمدنی ایزادی یہ ہو گئی کہ کچھ نہیں کہ ضروری مصارف ماہ و شوال کے لئے مدد ملے۔ تنخواہ مؤذن، بجلی کی روشنی ضروری مرمت کے بعد مکانات متعلقہ مسجد وغیرہ کی آمدنی اب موجودہ سے قرض بھی ادا ہو گیا، نیز بذریعہ جدید مکانات بھی ۱۹۳۵ء تک تعمیر ہو چکے ہیں۔

(۴) ۱۹۱۵ء میں اہل محلہ بمشورہ باتفاق رائے یہ طے کیا گیا کہ موجودہ مسجد کی عمارت کو منہدم کر کے اس پر ایک عالی شان پختہ عمارت تعمیر کرائی جائے اور اس کے خرچ کا تخمینہ تقریباً تیس ہزار روپے سے زیادہ رقم کے وعدہ ہاں سے

---

(۱) [illegible] المذكورين في حوائج الشامل لا فرق بين مسجد وحوض ... لا سيما في زمننا فإن المسجد أو غيره من رباط وحوض إذا لم ينقل يأخذ أنقاضه اللصوص والمتغلبون كما هو مشاهد وكذلك أوقافه يأكلها النظار أو غيرهم ويلزم من عدم النقل خراب المسجد الآخر المحتاج إلى النقل إليه وفيه أن يصرف من فاضل وقف المصالح والعمارة إلى الإمام والمؤذن باستصواب أهل الصلاح من أهل المحلة إن كان الوقف متحدا لأن غرضه إحياء وقفه (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب في نقل أنقاض المسجد ونحوه، ج ٤، ص ٣٦٠، سعيد)

فہرست چندہ بھی مرتب ہوگئی۔ لیکن ۱۹۲۰ء تک [illegible] روپے وصول ہوسکے جو سرمایہ مسجد کے ساتھ اس وقت تک کار امانت جمع ہیں۔ ۱۹۳۴ء میں اہل محلہ نے مسجد کمیٹی سے بذریعہ تحریری درخواست استدعا کی کہ پیش امام صاحب کا [illegible] روپیہ ماہوار جو حال میں مقرر عمل میں آیا ہے وہ تا تعمیر مسجد ملتوی کردیا جائے۔ ہم لوگ محلہ کی پنچایت کرکے چندہ وصول کرنے کی جلد کوشش کریں گے تاکہ تعمیر مسجد کا کام جلد جاری ہو سکے۔ اس درخواست کی ایک معزز ہستی نے بھی تائید کی اور پیش امام صاحب علیحدہ کردیئے گئے اور فہرست چندہ مرتب ہوئی اور یہ طے ہوگیا کہ موجودہ مسجد کے رقبہ کے ساتھ دس فٹ چوڑی زمین اور شامل کرکے یہ کل رقبہ صحن مسجد قرار دیا جائے اور مسجد کی مغربی سمت کی زمین جس پر میر نجن کا قبضہ مثل کرایہ دار کی حیثیت سے ہے حاصل کرکے اس پر مسجد تعمیر کی جائے۔ ان تمام مصارف کا اندازہ اس حالت میں چھ ہزار روپے سے کم نہیں ہو سکتا۔ مگر جن صاحب کے پاس ۱۹۳۶ء کے وعدوں کا چندہ جمع ہو رہا ہے انہوں نے ۳ اپریل ۱۹۳۶ء کو بعد جمعہ مسجد میں جو اعلان یہ فرمایا کہ ان کے پاس تقریباً [illegible] روپے جمع ہوئے ہیں۔ چند اراکین مسجد کمیٹی کا یہ خیال ہوا کہ سرمایہ مسجد کی رقم ان صاحب کو جن کے پاس ۱۹۳۴ء کے وعدوں کا روپیہ جمع ہو رہا ہے ایک ماہ کے اندر دے دیا جائے کہ وہ جلد از جلد تعمیر مسجد کا کام شروع کردیں۔ حالانکہ ابھی تک تعمیر مسجد کے لئے کوئی خاص جگہ مخصوص کی گئی ہے نہ اتنے بڑے کام کا کوئی نقشہ وغیرہ مرتب ہو کر مسجد کمیٹی میں پیش ہوا ہے نہ ظاہر کوئی سرمایہ کی تکمیل ہے۔ یکم مئی ۱۹۳۶ء کو مسجد کے سرمایہ کی رقم [illegible] اور چندہ وصول شدہ ۱۹۲۰ء کی [illegible] روپے ہے۔

(۵) نقشہ منسلکہ نیز کیفیت مندرجہ نقشہ کے ملاحظہ سے مسجد کی موجودہ وسعت اور نمازیوں کی تعداد نیز نمازیوں کے آرام و تکلیف کا اندازہ ہوگا۔ ان تکالیف اور دقتوں کو محسوس کرتے ہوئے جو خصوصاً نماز جمعہ و رمضان شریف میں نماز تراویح کی جماعت میں بعض اوقات دھوپ و بارش کی وجہ سے نمازیوں کو ہوا کرتی ہے جس کی کہ جماعت بھی شاہد ہے مسجد کمیٹی میں یہ تجویز پیش ہوئی کہ مسجد کے جنوب کی طرف جو ۱۲ فٹ زمین تمام جنوب افتادہ پڑی ہے اس کو مکان مسجد سے ملحق کرکے وہ حصے مسجد کی توسیع کرلی جائے۔ اس کام میں جو مصارف ہوں وہ مسجد کی جائیداد کے محاصل سے نہ لئے جائیں بلکہ اس رقم سے ہوں جو ۱۹۲۰ء میں چندہ سے جدید تعمیر مسجد کے لئے فراہم ہوا تھا۔ اور قلیل رقم ہونے کے سبب اب تک سرمایہ مسجد کے ساتھ امانت جمع ہے۔ جن لوگوں نے وہ چندہ کی رقم دی تھی ان میں سے چار نے اس کام میں صرف کردینے کی خوشی سے تحریری اجازت دے دی ہے۔ اس سے یہ توسیع کا کام کرایا جائے اور اس کام میں زیادہ سے زیادہ سو سوا سو روپے خرچ ہوں گے۔ جدید تعمیر مسجد کا کام جاری ہونے کی تجویز ہے تو پھر اس سے اس توسیع کے کام میں یہ روپیہ صرف کیا جائے اور چندہ دہندگان کے اصرار کے ساتھ یہ خواہش ہے کہ ایک موہوم امید پر بنیاد ہوئیں اور جدید چندہ کی فہرستیں بھی مرتب ہوئیں لیکن آج تک ایک بھی تحریک حد تکمیل کو نہیں پہنچی ہرگز توسیع کا کام نہ روکا جائے اور ہمارا دیا ہوا چندہ اس توسیع کے کام میں صرف کردیا جائے۔

واقعات مندرجہ بالا پیش کرنے کے بعد ملتمس ہے کہ حسب ذیل سوالات کے جوابات شرع سے

مطابق تحریر فرمائے جائیں۔

(الف) وقف جائیداد کی ترقی آمدنی کے لئے جو ذرائع اختیار کئے گئے تھے جن کا ذکر فقرہ نمبر ۳ میں ہے آیا وہ شرعاً جائز تھے یا ناجائز؟ اور آئندہ وہ طریقہ جاری رکھا جائے یا بند کر دیا جائے یعنی ترقی آمدنی کے نئے جدید تعمیر مکانات کی بغرض فراہمی کرایہ جاری رکھی جائے یا نہیں؟

(ب) مسجد مذکور جو کسی طرح مخدوش حالت میں نہیں ہے جس سے اس کے منہدم ہونے کا اندیشہ ہو۔ کیا اس کو شہید کر کے اس کی عمارت کو وسیع اور شاندار بنانا چاہیں اور اس میں وہ رقم صرف کریں جو جائیداد متعلقہ مسجد مذکور سے وصول ہوتی ہے جس کا ذکر فقرہ نمبر ۱، ۲، ۳ میں ہے کیا جدید تعمیر میں محاصل مسجد کی رقم صرف میں لانے کی شرعاً اجازت ہے؟ غایۃ الاوطار جلد دوم ص ۲۷۵ میں ہے کہ مسجد کے متعلق جو وقف کی جائیداد ہو اس کے ذریعہ سے جو آمدنی ہو اس کو پہلے وقف کی مرمت میں خرچ کیا جائے۔ اس کے بعد جو عمارت سے نزدیک تر ہو جیسے مسجد کا امام وغیرہ اور ابتدائی عمارت لازم نہیں مگر جب خوف ہو وقف کی ویرانی کا۔ اور تعمیر اسی قدر مستحق ہے جس صفت پر واقف نے وقف کیا تھا اور اس سے زیادہ تعمیر کرنا مستحق نہیں۔ اس عبارت کی تائید اردو ترجمہ فتاوی عالمگیری جلد چہارم ص ۷۱ میں بدین الفاظ ہے۔ "اس مسئلہ کی تاویل یہ ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب وہ بنانے والا اس محلہ کا نہ ہو اور اگر محلہ کا ہو تو محلہ والوں کو اختیار ہے کہ اگر کر جدید تعمیر سے اس کو زیادہ کریں اور اس میں بوریا کا فرش بچھائیں اور قندیلیں لگائیں۔ لیکن اپنے ذاتی مال سے ایسا کریں گے اور اگر مسجد کے مال سے ایسا کرنا چاہیں تو ان کو یہ اختیار نہیں ہے یعنی جو مسجد پر وقف ہے اس کے محاصل سے صرف نہیں کر سکتے۔

(ج) اراکین مسجد کمیٹی یا اہل محلہ یہ چاہیں کہ وقف جائیداد متعلقہ مسجد مذکور کو بیع یا رہن کر کے رقم حاصل کرنے کے بعد موجودہ مسجد کو شہید کر کے مسجد کی عمارت کو حسب دلخواہ بنائیں تو کیا شرعاً وہ ایسا کر سکتے ہیں۔ جن لوگوں نے تعمیر جدید کے لئے ۱۹۲۰ء میں چندہ دیا ہے اور اب تک امانت جمع ہے وہی لوگ اپنی عطا کردہ رقم کو توسیع مسجد کے کام میں صرف کرنے کی بخوشی اجازت دیتے ہیں اس میں سوا سو سے زائد صرف نہ ہوگا۔ تفصیل فقرہ نمبر ۵ میں درج ہے۔ کیا وہ رقم توسیع مسجد کے کام میں شرعاً صرف ہو سکتی ہے؟

المستفتی نمبر ۱۰۰۰ عبدالعزیز خان ٹھیکیدار (کھنڈوہ ضلع نمار) ۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ م ۱۷ جون ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۵٤) (الف) ان ذرائع کو اختیار کرنا جائز تھا اور جاری رکھنا بھی جائز ہے۔(۱) (ب) اگر کوئی شخص اپنے روپے سے جدید تعمیر مسجد بنانا چاہے یا جو چندہ جدید تعمیر بنانے کی غرض سے ہی دیا جائے اس روپے سے جدید تعمیر بنانی جائز ہے لیکن جب تک جدید تعمیر کے لائق رقم نہ ہو جائے موجودہ عمارت منہدم نہ کی جائے۔ جائیداد مسجد سے جو رقم وصول ہوتی ہے اس کو ضروریات مسجد میں خرچ کرنا چاہئے۔(۲) (ج) اگر تجدید تعمیر ضروری نہیں ہے تو جائیداد موقوفہ مسجد کو بیع یا رہن کرنا جائز نہیں۔(۳) اور اگر تعمیر ضروری ہو جائے مثلاً مسجد منہدم

---

(۱) ولا تجوز اجارۃ الوقف الا باجرۃ المثل كذا في محيط السرخسي (عالمگیریہ، کتاب الوقف، ج ۲ ص ٤١٩ ماجدیہ) روي عن محمد رحمه الله تعالى انه يؤذن للناس بالنزول سنة ويواجر سنة اخرى ويرم من اجرته (عالمگیریہ، کتاب الوقف، الباب الثانی، ج ۲ ص ٤٦٦ ماجدیہ)

(۲) اما اهل تلك المحلة فلهم ان يهدموه ويجددوا بناءه لكن من مال انفسهم اما من مال المسجد فليس لهم ذلك (الفتاوى الهندية، كتاب الوقف، الباب الحادي عشر، الفصل الاول ۲ / ٤٥٧ ط ماجدية)

(۳) المتولي اذا رهن الوقف بدين لا يصح (الهندية، كتاب الوقف، الباب الخامس ۲ / ٤٢٠ ط ماجدية)

ہو جائے تو اس وقت بھی کرایہ پر دینا جائز ہوتا ہے بیع جائز نہیں ہوتی۔ ہاں ان کی رقم توسیع میں صرف کرنا بھی جائز ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

مسجد کے تمام مال کی قیمت دوسری مسجد پر لگائے

(سوال) خام مسجد توڑ کر پختہ مسجد بنائی جاری ہے تو اس کا کٹہرا یا کوئی سامان فروخت کرنا اس غرض سے کہ اس کی قیمت مسجد ہی میں لگائی جائے گی جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۰۱۹ ایم۔ عمر صاحب انصاری مقام بھاگا۔ ڈاک خانہ تھاوی ضلع سارن ۳ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ م ۲۴ جون ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۵۵) مسجد کا پرانا سامان جو مسجد میں کام نہ آسکے فروخت کردینا اور اس کی قیمت مسجد میں خرچ کرنا جائز ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

صرف خیر کے لئے وقف مکان کی آمدنی کو واقف کے پڑپوتوں پر خرچ کرنے کا حکم

(سوال) مسماۃ مغل جان عرف نانم صاحبہ نے انتقال کیا اور کچھ جائیداد ترکہ میں چھوڑی۔ مسماۃ مذکورہ نے اپنی زندگی میں یہ وصیت کی تھی کہ منجملہ جائیداد کے ایک مکان واسطے صرف خیر کے رکھا جائے۔ چنانچہ حسب وصیت مرحومہ مذکور ایک مکان صرف خیر کے لئے علیحدہ کردیا گیا اور ان کے ورثاء اس مکان کو صرف خیر کے کام میں لاتے رہے۔ اب جب کہ ان ورثاء کا انتقال ہوگیا جو اس کام کو انجام دیتے رہے اور مکان مذکور کو صرف خیر میں لاتے رہے تو اب کوئی نہیں رہا جو اس مکان کو صرف خیر میں لائے۔ نیز مسماۃ مرحومہ کے پڑپوتے کی اولاد بوجہ تنگدستی اور غربت کے اس حالت میں موجود ہے کہ اگر شریعت اجازت دے تو اس مکان کی آمدنی (جو صرف خیر کے لئے علیحدہ کردیا گیا تھا) ان کی امداد و اعانت کی جائے۔ پس دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا مکان مذکور کی آمدنی کا کوئی حصہ کل یا جزء مرحومہ کے پڑپوتے کی اولاد پر صرف کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۱۵۵ احمد عثمان صاحب نیاو (دہلی) ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۳۰ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۵۶) صرف خیر میں اس کے ماتحت واقف یا وصیت کرنے والے کی اولاد در اولاد کا بالخصوص محتاج ہو زیادہ مستحق ہے کہ ان کی حاجت روائی کی جائے۔ پس اس مکان کی آمدنی میں سے مرحومہ کے پڑپوتے کی محتاج اولاد کی امداد کرنا جائز ہے۔(۳) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) [illegible] في الذخيرة [illegible] روي عن محمد رحمه الله تعالى [illegible] [illegible] كتاب الوقف الباب الثاني عشر ٢ / ٤٦٦ ط ماجدية)

(۲) [illegible] مسجد القرية الى الخراب وبعض المسجد يسئلون على حسب [illegible] هل للقيم [illegible] ان يبيع الخشب [illegible] الهندية كتاب الوقف الباب الحادي عشر ٢ / ٤٧٨ ، ٤٧٩ ط ماجدية [illegible] على عمارة المسجد [illegible] الهندية، الباب الحادي عشر ٢ / ٤٥٩ ط ماجدية)

(۳) [illegible] صدقة موقوفة على الفقراء والمساكين فاحتاج بعض قرابته او بعض ولده الى ذلك [illegible] الهندية كتاب الوقف [illegible] ٢ / ٣٥٥ ط ماجدية)

مسجد کے سقہ کو مسجد کی آمدنی سے تنخواہ دینا اور صدقہ جاریہ میں مصرف کیا ہے

(سوال) (۱) جو سقہ مسجد میں پانی بھرتا ہے نمازیوں کے وضو وغیرہ کے لئے اس کو آمدنی وقف میں سے معاوضہ دے سکتا ہے یا نہیں؟ (۲) کسی مرحومہ کی امانت صدقہ جاریہ میں کسی مدرسہ میں کس مد میں دینی چاہئے۔ (۳) کچھ وقف علی الاولاد میں اور کچھ صدقہ جاریہ میں اور کچھ تعمیر بنی وغیرہ میں اپنی طرف سے اور والدین اور ہمشیرگان کی طرف سے کسی مدرسہ میں دینا چاہتا ہوں تو اس کی نیت کر لینا کافی ہے یا تحریر میں لانا بھی ضروری ہے اور اس مذکورہ وقف میں سے کس مد میں دینی چاہئے؟

المستفتی نمبر ۲۶ حاجی منور علی صاحب۔ موضع جڑودہ (ضلع میرٹھ) ۹ شوال ۱۳۵۵ھ م ۲۴ دسمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۵۷) (۱) پانی بھرنے کی اجرت آمدنی وقف میں سے دینی جائز ہے۔(۱) (۲) صدقہ جاریہ کی رقم مدرسہ کے لئے دینیات کی کتابیں دینے کی صورت میں خرچ ہو سکتی ہیں۔ (۳) صدقہ جاریہ تو وہ صورتیں ہوتی ہیں جن میں وہ چیز باقی رہے اور اس سے نفع اٹھایا جاتا رہے مسجد کے لئے فرش، مدرسہ کے لئے کتابیں اور فرش، کنواں، حوض سرائے۔ یہ چیزیں صدقہ جاریہ میں داخل ہیں۔ وقف علی الاولاد میں اس کی تصریح کر دینی لازم ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

یتیموں پر وقف کی ہوئی آمدنی سے وقف کے محتاج بھانجوں کو دی جا سکتی ہے

(سوال) مسماۃ حافظہ بی بی بنت اسمٰعیل داؤجی پٹیل نے اپنی حیاتی میں اپنی جائداد کو حسب ذیل امور پر صرف کرنے کے لئے وقف کیا۔

(۱) مکان موقوفہ کی آمدنی کا ایک چوتھائی حصہ جمع رکھا جائے۔ باقی آمدنی جو رہے اس کو حسب ذیل امور پر صرف کریں۔ (۲) کچھ رقم ایک مسجد خاص میں دی جائے۔ (۳) کچھ رقم ایک مخصوص مدرسہ میں دی جائے۔ (۴) کچھ رقم لاوارثوں کی تجہیز و تکفین میں صرف کی جائے۔ (۵) کچھ رقم بیواؤں کی مد میں صرف کریں۔ (۶) کچھ رقم یتیم و مساکین کو دی جائے (۷) ماہ رمضان المبارک میں غربا کو پانچ سو ۵۰۰ روپیہ تقسیم کیا جائے۔ (۱) مذکورۃ الصدر امور پر مخصوص رقم دیتے ہوئے جائداد کی آمدنی میں بچت ہو تو مذکورۃ الصدر امور پر حسب حصص بچی ہوئی رقم کو تقسیم کیا جائے۔

سوال یہ ہے کہ مسماۃ کی حیات میں ان کے عزیزوں میں کوئی غریب نہ تھا۔ مگر ان کی وفات کے بعد ان کے بھتیجے غریب ہو گئے۔ انہوں نے جائداد کے ٹرسٹیوں سے درخواست کی کہ مسماۃ کے اوقاف میں سے

---

(۱) یدخل فی وقف المصالح قیم وامام وخطیب والمؤذن یعبر الشعائر التی تقدم شرط ام لم یشرط بعد العمارة هی امام وخطیب ومدرس وثمن زیت وقنادیل وحصر وماء وضوء وکلفة نقله لمیضاة (الدر المختار، کتاب الوقف، مطلب یبدأ بعد العمارة بما هو اقرب الیها ٤/ ٣٧١ ط سعید)

(۲) قال الشارح فی شرحه علی الملتقی: وقد نظم شیخنا الشیخ عبدالباقی الحنبلی المحدث ثلاثة عشر ممن یجری علیه الاجر بعد الموت علی ما جاء فی الاحادیث فقال:

اذا مات ابن آدم جاء یجری، علیه الاجر عد ثلاث عشر علوم بثها ودعاء نجل
وغرس النخل والصدقات تجری وراثة مصحف ورباط ثغر، وحفر البئر واجراء نهر

(رد المحتار، کتاب الجهاد، مطلب فی بیان من یجری علیهم الاجر بعد الموت، ج ٤ ص ١٢٢، سعید)

ہمیں حصہ ملنا چاہئے مگر ٹرسٹیان اوقاف کہتے ہیں کہ جائداد موقوفہ میں سے آپ لوگوں کو دینے کی کوئی گنجائش نہیں۔ کیا مذکورالصدر امور میں جو مخصوص رقم ہے اس میں تخفیف کر کے بھانجوں کو دینا یا جو پانچ ۵۰۰ صد روپیہ غرباء کو دینے کے ہیں وہ رقم خاص بھانجوں کو دے دی جائے تو شرائط اوقاف میں کوئی شرعی نقص آتا ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۵۳۷ محمد سلیمان پٹیل ناخدا صاحب (ریو ضلع سورت) ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ م ۲۶ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۵۸) مرحومہ واقفہ کے محتاج بھانجے اس وقف میں سے امداد پانے کے مستحق ہیں اور وہ نمبر ۶ اور نمبر ۷ میں داخل ہو سکتے ہیں۔ نمبر ۶ میں یہ الفاظ ہیں۔ کچھ رقم یتیم و مساکین کو دی جائے۔ مساکین میں وہ بھی شامل ہو سکتے ہیں اور اس مد میں سے ان کو رقم دی جا سکتی ہے۔ اسی طرح نمبر ۷ میں رمضان کے مہینہ میں ان کو بھی شامل کر کے امداد دی جا سکتی ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد کے فاضل روپیہ کو دوسری مسجد پر خرچ کرنا

(سوال) ایک مسجد مالدار ہے اس کی آمدنی خرچ سے بہت زیادہ ہے اور خرچ سے باقی ماندہ روپیہ لاکھوں کی تعداد تک پہنچ گیا ہے اور اب کوئی کام مسجد میں ایسا باقی نہیں جس میں روپیہ صرف کیا جا سکے۔ کیا اس مسجد کا فاضل روپیہ کسی دوسری مسجد کی مرمت یا دیگر ضروریات کے لئے صرف کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ اگر صرف کیا جا سکتا ہے تو کس حد تک؟

المستفتی نمبر ۱۷۸۶ راغب حسن (کولمبو) ۵ رجب ۱۳۵۶ھ م ۲ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۵۹) جب کہ مسجد کی جمع شدہ رقم مسجد کی حاجت سے زیادہ ہو اور آئندہ بھی مسجد کو بظن غالب اس رقم کی حاجت پڑنے کا احتمال نہ ہو تو دوسری محتاج مسجد پر یہ رقم صرف کی جا سکتی ہے۔ اس اجازت میں وہ مقدار شامل ہوگی جس سے مسجد حالاً و مآلاً مستغنی ہو۔(۲) واللہ اعلم۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد میں کم آمدنی پر رکھے ہوئے ملازم کی جگہ زیادہ آمدنی والا ملازم رکھنا

(سوال) یہاں ایک شاہی مسجد ہے جو بہت ہی عالیشان عہد بادشاہ غازی عالمگیر کی ساختہ شدہ ہے۔ مسجد ہذا کے نیچے بادن ۵۲ دکانیں ہیں۔ ان میں سے پانچ اہل ہنود کے قبضہ میں ہیں۔ بقیہ سینتالیس ۴۷ دکانیں مسجد ہذا کے تحت میں ہیں۔ مسجد کی کمیٹی چودہ ممبران پر مشتمل ہے۔ پریذیڈنٹ شہر ہذا کے مجسٹریٹ ہیں خواہ اہل ہنود ہو یا اہل اسلام۔ اب سوال یہ ہے کہ کمیٹی نے ایک نویسندہ مقرر پانچ روپے ماہوار میں کیا ہے۔ مسجد کا حساب آمد کرایہ

---

(۱) رجل جعل ارضا صدقة موقوفة على الفقراء والمساكين فاحتاج بعض قرابته او بعض ولده الى ذالك والوقف في الصحة ففيها احكام احدها ان صرف الغلة الى فقراء القرابة اولى (الهندية، كتاب الوقف، الباب الثالث، اوائل الفصل الثاني ۲: ۳۹۵ ط ماجدیہ)

(۲) ويضمن متوليه لو فعل النقش او البياض الا اذا خيف طمع الظلمة فلا بأس به قوله الا اذا خيف اي بان اجتمعت عنده اموال المسجد وهو مستغن عن العمارة والا فيضمنها (الدر المختار مع رد المحتار، مطلب كلمة لا بأس دليل على ان المستحب غيره ج ۱ ۶۵۸، سعيد)

نامہ وغیرہ لکھتا رہے۔ ب نویسندہ نمبر ۱۰ روپے ماہوار طلب کرتا ہے۔ حالانکہ قابل معتبر نویسندہ پانچ روپے ماہوار میں کام کرنے کو تیار ہے۔ کچھ ممبران نویسندہ مقررہ کو ۱۰ روپے ماہوار دینے پر تیار ہیں اور کچھ ممبران خلاف ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ جب پانچ روپے ماہوار میں قابل نویسندہ رہنے اور کام کرنے کو تیار ہے تو ۱۰ روپے کا نویسندہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟

المستفتی نمبر ۷۸۸ سید عبدالغفور صاحب ممبر کمیٹی (مارواڑ) ۱۵ رجب ۱۳۵۶ھ م ۲۱ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۶۰) مسلمانوں کو لازم ہے کہ پانچ دکانیں جو غیر مسلم افراد کے قبضہ میں ہیں ان کو مسجد کے لئے حاصل کرنے کی سعی کریں خواہ ان کی قیمت ادا کرنی پڑے اور یہ بھی سعی کریں کہ کمیٹی کا صدر (پریذیڈنٹ) بھی مسلمان ہو کوئی غیر مسلم نہ ہو۔(۱) اور جب کہ پانچ روپے ماہوار پر حساب لکھنے والا مل سکتا ہے تو ۱۰ روپے دینا جائز نہیں ہے۔(۲) ہاں اگر پانچ روپے والا کام ٹھیک نہ کرتا ہو اور ضرورت ہو کہ دوسرا ملازم رکھا جائے اور دوسرا ملازم ۱۰ روپے سے کم میں نہ ملے تو اس وقت دس روپے دینا جائز ہوگا فقط۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد کے لئے دس آنے پر مزدور مہیا ہوتے ہوئے ایک روپیہ پر مزدور مقرر کرنا

(سوال) ایک مسجد اور اس سے ملحقہ جائیداد کے ٹرسٹی مسجد یا مسجد کی جائیداد کی مرمت کے کام کے لئے اپنی قوم کے غریب مزدور مقرر کرتے ہیں مگر ان کو دیگر قوم کے مزدوروں کی نسبت زیادہ مزدوری دیتے ہیں۔ مثلاً اگر دیگر اقوام کے مزدور دس آنے بارہ آنے روزانہ لے کر کام کرتے ہیں۔ تو وہ ٹرسٹی اپنی قوم کے مزدوروں کو ایک روپیہ یا ایک روپیہ دو آنے روزانہ دیتے ہیں۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ وقف کی ملکیت کا اسراف ہے تو وہ ایک جواب دیتے ہیں کہ یہ قوم پروری ہے تو کیا از روئے شرح شریف وقف کے مال سے اس طرح ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا جائز ہے۔ اگر جائز ہے تو فبہا اور اگر ناجائز ہے تو ایسے خرچ کرنے والوں کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

المستفتی نمبر ۱۹۲۸ محمد حسین صاحب بمبئی ۲۴ رجب ۱۳۵۶ھ ۳۰ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۶۱) قوم پروری اپنے مال سے کی جا سکتی ہے۔ مسجد کا مال قوم پروری کے لئے نہیں ہے۔ جتنی مزدوری پر مزدور مل سکتے ہیں اس سے زیادہ دینا جائز نہیں ہے۔ دینے والے خود اس رقم کے ضامن ہوں گے جو زیادہ دی جائے گی۔ فقط۔ (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

چھوٹی مسجدوں کو ختم کر کے ایک بڑی مسجد بنانے کا حکم

(سوال) چند مسجدوں کو توڑ کر ایک جگہ ایک بڑی مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں اور فائدہ عام بھی ہے اور صورت جامع بھی ہے اور جائے مساجد کلکواہ میں اگر پنجگانہ بھی نہ ہو تو فقط حفاظت کافی ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۹۶۱ محمد انصار الدین صاحب۔ آسام۔ ۲۵ شعبان ۱۳۵۶ھ م ۳۱ اکتوبر ۱۹۳۷ء

---

(۱) قرآن مجید میں ہے ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ شاہدین علی انفسہم بالکفر سورۃ التوبہ، رقم الآیۃ: ۱۷

(۲) وللمتولی ان یستاجر من یخدم المسجد باجر مثلہ وزیادۃ یتغابن فیہ، ویضمن لو دفع من مال الوقف. (عالمگیریہ، کتاب الوقف، ج: ۲، ۴۶۱، ماجدیہ)

(۳) وللمتولی ان یستاجر من یخدم المسجد باجر مثلہ اوزیادۃ یتغابن فیہا ویضمن لو دفع من مال الوقف (عالمگیریۃ، کتاب الوقف ج ۲/۴۶۱، ماجدیہ)

(جواب ۲۶۲) مساجد اگر ایسی حالت میں ہو جائیں کہ ان میں پنجگانہ جماعت نہیں ہوتی اور ان کی حاجت نہیں رہی تو ان کو محفوظ مقفل کر کے چھوڑ دیا جائے اور یہ اندیشہ ہو کہ لوگ اس کا سامان چرا کر لے جائیں گے تو ایسی چیزوں کو جو چرائی جا سکتی ہوں دوسری قریب ترین مسجد میں منتقل کر دینا چاہئے۔ اور جب تک کوئی مسجد رفاہ عام کے کاموں میں لی جا سکے اس کو منہدم کرنا درست نہیں۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد کی آمدنی یا یتیموں کے جمع کی ہوئی مدرسہ پر خرچ کرنا

(سوال) (۱) مسجد کی موقوفہ جائیداد کا روپیہ کسی مکتب یا مدرسہ پر خرچ کرنا جائز ہے؟ (۲) زید نے ایک مکتب قائم کر رکھا ہے اور روپیہ و غلہ یتیموں اور مسکینوں کے نام سے وصول کرتا ہے۔ حالانکہ مکتب میں کوئی یتیم و مسکین طالب علم نہیں ہے بلکہ اپنے ذاتی احباب اور دوست پر خرچ کرتا ہے۔ ایسے شخص کو چندہ و غلہ وصول کرنا اور چندہ و غلہ دینا جائز ہے؟

المستفتی نمبر ۰۳۹ شیخ حاجی مینگو محمد مصطفیٰ سلطان پور (اودھ) ۱۱ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۶ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۶۳) مسجد کا روپیہ کسی شخص کی ملکیت پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ مدرسہ اگر اسی مسجد میں ہو اور روپیہ وافر ہو تو اس پر خرچ ہو سکتا ہے (۲) ایسے شخص کو چندہ اور غلہ دینا ہرگز جائز نہیں جو یتیموں کے نام سے وصول کرے اور خود کھائے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

بوسیدہ مسجد کی لکڑیاں دوسری مسجد کے لئے وقف شدہ مکانات پر لگائی جا سکتی ہیں

(سوال) ایک مسجد جو کہ گر گئی ہو اور اس کی لکڑیاں بیکار پڑی ہوں تو وہ لکڑیاں ایک دوسری مسجد کے وقف شدہ مکانات میں (جن میں کرایہ دار غیر مسلم بھی رہتے ہیں) استعمال کی جا سکتی ہیں یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۰۷ فرزند علی صاحب (برما) ۲۴ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۲۹ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۶۴) مسجد منہدم شدہ میں اگر وہ لکڑیاں کام میں نہ آسکیں تو دوسری مسجد میں مسجد کے موقوفہ مکانات میں استعمال کی جا سکتی ہیں خواہ مکانات میں کرایہ دار مسلمان ہو یا غیر مسلم۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

(۱) مساجد کی ضرورت سے زائد آمدنی کو کہاں صرف کیا جائے؟

(سوال) یہاں پر بعض مساجد کی آمد اس قدر زائد ہے کہ ضروری اور غیر ضروری مصارف کے باوجود سالانہ کافی رقم کی بچت ہوتی ہے اور سال بہ سال اس آمد میں اضافہ ہو رہا ہے تو کیا اس باقی ماندہ رقم سے کچھ رقم کو کسی اور

---

(۱) فی رد المحتار: اذا خرب المسجد و وقع الاستغناء عنه الی مسجد آخر ما نصه والذی ینبغی متابعة المشایخ المذکورین فی جواز النقل فان المسجد اذا لم ینقل یاخذ انقاضه اللصوص (رد المحتار، کتاب الوقف، مطلب فی نقل انقاض المسجد ٤ / ٣٦٠ ط سعید)

(۲) کالسابق نمبر ص ۲۶۴

(۳) سئل شیخ الاسلام عن اهل قریة افترقوا و تداعی مسجد القریة الی الخراب وبعض المتغلبة یستولون علی خشب المسجد وینقلونه الی دارهم هل لواحد من اهل القریة ان یبیع الخشب بامر القاضی ویمسك الثمن لیصرفه الی بعض المساجد او الی هذا المسجد؟ قال نعم (الهندیة، کتاب الوقف، الباب الثالث عشر، ۲ / ۴۷۸، ۴۷۹ ط ماجدیة)

اسلامی کاموں پر صرف کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ اگر کیا جا سکتا ہے تو وہ کون سے امور ہیں؟

المستفتی نمبر ۲۳۲۸ چنار واڑ مسجد۔ راندیر (سورت) ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ ۲۱ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۶۵) جب مسجد کی آمدنی اس قدر کثیر ہو کہ مسجد کو اس کی نہ فی الحال حاجت ہو اور نہ فی المآل تو ایسی حالت میں جمع شدہ زائد رقم کو کسی دوسری محتاج مسجد میں یا دینی تعلیم میں خرچ کیا جا سکتا ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد کی ضرورت سے زائد آمدنی کو مساجد پر ہی خرچ کیا جائے

(سوال) ہندوستان کی اکثر مساجد جن کے مصارف کی کفایت اسلامی حکومت کرتی تھی لیکن اسلامی حکومت کے زوال کے بعد مسجدوں کے مصارف غیر اسلامی حکومت کے خزانہ سے بند کر دیئے گئے ہیں اور مسجد کے قریب رہنے والے مسلمانوں نے مسجد کی آبادی کو فریضہ اسلامی سمجھ کر مصارف کا انتظام اپنے ذمہ لے لیا اور مصارف مسجد کے لئے ذرائع آمدنی پیدا کرنے کی یہ ترکیب نکالی کہ مسجد کے آس پاس کی زمین پر جو بنائے مسجد کے بعد برسا برس سے خالی پڑی تھی اور جس کا کوئی مالک نہ تھا یا مسجد کے قریب بعض مسلمانوں کی افتادہ زمین پر دوکانیں تعمیر کی گئیں اور غیر اسلامی حکومت نے ان دونوں قسموں کی زمینوں سے اس لئے کوئی واسطہ نہیں رکھا اور اعتنا نہ کیا کہ وہ غیر قوموں کے معابد اور مذہبی امور کے انتظام و انصرام سے گریز کی روش اختیار کئے ہوئے تھے۔ رفتہ رفتہ تعمیر شدہ دوکانوں کے کرایہ سے اس قدر آمدنی ہونے لگی کہ امام و مؤذن کی تنخواہ، جائے نمازیں، روشنی، پانی مٹکے، بدھنے، رمضان شریف میں ختم قرآن پر حافظ کے وقت کی اجرت، تقسیم شیرینی، مسجد کی قلعی اور مرمت مسجد کی جائیداد کی مرمت کے بعد روپیہ پس انداز ہونے لگا۔ حتیٰ کہ بعض مساجد میں اس روپیہ کی تعداد کئی ہزار تک نوبت پہنچی ہے۔

مذکورہ بالا قسم کی آمدنی سے ضروریات مسجد کی تکمیل، جائیداد کی نگرانی، نئی جائیداد کی خریداری اور مدخل کی حفاظت و تحویل اہل محلہ کی ایک مجلس انتظامیہ کے سپرد ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا قسم کی آمدنی سے جو ضرورت مسجد کی تکمیل اور تکفیل کے بعد بچی رہتی ہے بہ نیت تبلیغ و توسیع علم دین (۱) تفسیر (۲) حدیث (۳) فقہ (۴) کلام (۵) سیر۔ (۶) تاریخ (۷) اخلاق (۸) تصوف کی کتابیں خرید کر عامۃ المسلمین کے لئے ایک دارالمطالعہ اور کتب خانہ کا قیام جائز ہے یا نہیں قرآن شریف اور مسائل ضروریہ کی تعلیم کے لئے اہل محلہ کے بچوں کے واسطے کسی معلم کو مقرر کر کے مذکورہ بالا آمدنی سے تنخواہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

اور اگر مذکورہ بالا امدات پر یہ رقم صرف کرنا از روئے شرع جائز نہیں ہے تو بتلایا جائے کہ مسجد کی ضروریات سے بچی ہوئی رقم و دولت کا مصرف خیر فی زمانہ کیا ہو سکتا ہے۔ کیا ہر سال ربیع الاول کے مہینہ میں دو تین سو روپے خرچ کر کے مولود شریف پڑھوا دیا کریں یا محرم الحرام کے مہینہ میں تعزیہ بنوا کر مرثیہ خوانی کی

---

(۱) [illegible]

مجالس میں پانچ چھ سو روپے خرچ کر دیا کریں یا یہ رقم انجمن تبلیغ اسلام مسلم لیگ اور جماعت احرار کے چندہ میں دے دیا کریں یا یتیموں اور بیوگان کو تقسیم کر دی جائے یا مظلومین فلسطین کے لئے ہندوستان سے باہر بھیج دی جائے۔ برطانوی ہند میں مسلمانوں کے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے استفتا کا مدلل جواب مرحمت فرمایا جاوے واجرہ علی اللہ

المستفتی نمبر ۲۴۵۲ محمد عبدالرشید خاں صاحب ایم اے (اجمیر شریف) ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ م ۱۲ فروری ۱۹۳۹ء

(جواب ۲۶۶) بوبالموفق۔ مذکورہ سوال رقوم جو اوقاف متعلقہ مساجد کی آمدنی میں سے ضروریات مساجد پوری ہونے کے بعد فاضل بچی ہوئی ہیں اور بظاہر مساجد کو ان رقوم کی نہ فی الحال حاجت ہے اور نہ آئندہ احتیاج کا خطرہ ہے۔ ایسی رقوم سے مساجد میں مدارس دینیہ کا اجرا یا دینی ضرورتوں کے ماتحت دارالمطالعہ کا قیام جائز ہے۔ مسجد یا اس کی متعلقہ وقف عمارت میں تعلیم کا اجراء مسجد کی تعمیر معنوی میں داخل ہے اور تعمیر مسجد شعائر اللہ میں شمار کی گئی ہے اور مصرف وقف مسجد میں شامل ہے ایسی رقوم کو مولود شریف یا تعزیہ یا مرثیہ خوانی پر خرچ کرنا جائز نہیں۔ اور کسی انجمن کی دینی ضروریات میں دینا اگر جائز بھی ہو۔ تاہم تعلیم پر خرچ کرنا بہتر اور افضل ہے۔(۱)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

مسجد کی ضرورت سے زائد آمدنی سے علوم معاشیہ کے طلبہ پر خرچ کرنے کا حکم

(سوال) شہر بمبئی میں بعض ایسی مساجد ہیں جن کے تمام لازمی وغیر لازمی فرض و واجب مسنون مستحب اور شرعی مصارف کے بعد بھی ان کی آمدنی سے ایک فاضل رقم بچ جایا کرتی ہے جو بیکار و معطل پڑی رہتی ہے اور مسلمانوں کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، اور مساجد کو نہ تو فی الحال اس کی ضرورت ہے نہ مستقبل میں ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ کیا ایسی فاضل رقم سے غریب مسلمان طلبہ علوم معاشیہ کیلئے جیسے ہائی اسکول، کالج، یونیورسٹی، صنعتی اداروں اور دینی درسگاہوں میں تعلیم کے لئے وظائف دیئے جا سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی ۲۲۸۲ حاجی غلام حسین صاحب بمبئی ۳ ۲۵ صفر ۱۳۵۹ھ م ۱۲ اپریل ۱۹۳۹ء

(الجواب ۲۶۷) مساجد کے وقف کی آمدنی در اصل تو مساجد کے مصارف کیلئے ہوتی ہے۔ مگر جب آمدنی تمام مصارف پورے کرنے کے بعد بھی فاضل بچ جائے اور مساجد کو اس کی فی الحال بھی حاجت نہ ہو اور آئندہ حاجت پڑنے کا خوف بھی نہ ہو تو ایسی فاضل آمدنی نادار اور غیر مستطیع دینی طلبہ کو امداد ی وظائف میں دی جا سکتی ہے۔ نیز جائز اور مباح علوم معاشیہ کے نادار اور غیر مستطیع طلبہ کو بھی دینا جائز ہے۔ دینی علوم کے نادار طلبہ زیادہ مستحق ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔

---

(۱) یصرف الی عمارة المسجد ودهنه وحصيره وما فيه مصلحة المسجد على ان للقيم ان يتصرف في ذلك على مايرى (عالمگیریہ ، کتاب الوقف ، ج ۲ / ۴۶۰ ، ماجدیہ) والاصح ماقال الامام ظهير الدين ان الوقف على عمارة المسجد وعلى مصالح المسجد سواء (عالمگیریہ، کتاب الوقف، ج ۲/ ۴۶۲ ، ماجدیہ)

(۲) واذا استغنى هذا المسجد يصرف الى فقراء المسلمين فيجوز ذلك. كذا في الظهيرية. (عالمگیریہ ، کتاب الوقف ، ج ۲/ ۴۶۰ ماجدیہ)

ایک مزید گزارش

مجھے معلوم ہوا ہے کہ بمبئی کی مساجد کی رقوم بینکوں میں یا سرکاری تمسکوں کی صورت میں رکھی جاتی ہیں اور ان کا سود نہیں لیا جاتا۔ یہ بات بڑی خطرناک ہے یا تو رقوم بینکوں میں رکھی نہ جائیں اور نہ سرکاری تمسک خریدے جائیں یا پھر ان کا سود ضرور وصول کر لیا جائے تاکہ وہ مسیحی مشنریوں کے ہاتھ نہ لگے اور عیسائیت کی تبلیغ میں کام نہ آئے۔ اس سود کی تمام رقوم کو آپ تعلیمی وظائف میں خرچ کر دیا کریں اس رقم میں سے مسجد میں ایک پیسہ بھی خرچ نہ کریں۔ سب خیراتی اور تعلیمی امور پر خرچ کر دیں مگر بینک کے پاس یا سرکار کے پاس ہر گز نہ چھوڑیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد کی فاضل آمدنی سے علوم مغربی و مشرقی سیکھنے والے طلباء کو وظیفہ دینا

(سوال) شہر بمبئی و مضافات میں متعدد ایسی مساجد ہیں جن کے ساتھ عرصہ مدید سے ایسے مدارس قائم و وابستہ ہیں جن میں دینیات کے علاوہ علوم تاریخ جغرافیہ، حساب، منطق، گجراتی، اردو، انگریزی اور بعض میں صنعت و حرفت جیسے خیاطی و نجاری کی تعلیم مفت غریب مسلمان بچوں کو دی جاتی ہے اور اس تعلیم کے تمام یا بعض مصارف مساجد کی ان فاضل رقوم سے برداشت کئے جاتے ہیں جو مساجد کے تمام لازمی و غیر لازمی، فرض، واجب، مسنون، مستحسن اور شرعی اخراجات کے بعد باقی رہ جاتی ہیں لیکن اس کے بعد بھی ان مساجد کے اوقاف کی آمدنی کی ایک بہت بڑی رقم ہر سال بچ جاتی ہے جو بیکار اور معطل رہتی ہے اور مسلمانوں کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ مہربانی فرما کر یہ بتایئے کہ

(۱) اس فاضل رقم سے غریب مسلمان طلباء کو لسانیات، صنعت، علوم مغربی و مشرقی کی تعلیم کیلئے وظائف دیئے جا سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) یہ فاضل رقم اگر تعلیمی وظائف کیلئے نہ دی جائے تو پھر کسی اور شکل سے غریب مسلمانوں کے تعلیمی امور میں صرف کی جا سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۴۸۲ حاجی غلام حسین بمبئی ۲۵ صفر ۱۳۵۸ھ ۱۶ اپریل ۱۹۳۹ء

(جواب ۲۶۸) یہ فاضل رقم جس کی مسجد کو نہ فی الحال حاجت ہے نہ فی المآل اندیشہ احتیاج ہے تعلیمی وظائف میں دی جا سکتی ہے۔ علوم شرعیہ کے طلباء اس کے مستحق ہیں اور علوم معاشیہ جو شرعی نہ ہوں ان کے طلباء کو بھی وظائف دیئے جا سکتے ہیں۔ (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

آل اولاد پر وقف کی صورت میں کون سی اولاد زیادہ مستحق ہے؟

(سوال) ایک شخص سنی المذہب مسلمان نے اپنے ایک وقف نامہ میں مندرجہ ذیل عبارت تحریر کی ہے اگر خد

---

(۱) یصرف الی عمارۃ المسجد ودھنہ وحصیرہ واذا استغنی هذا المسجد یصرف الی فقراء المسلمین فیجوز ذلک کذافی الظهیریة (عالمگیریہ، کتاب الوقف، ج: ۲، ۴۶۰، ماجدیہ)

نخواستہ ہماری آل اولاد میں سے کوئی غربت و تنگ حالت میں آجائے تو ان کو حصہ موافق دیا کرے کہ محتاج نہ ہو اس موافق دیا کرنا۔ مندرجہ بالا عبارت کا لحاظ کرتے ہوئے کس کو مستحق سمجھا جائے؟

المستفتی نمبر ۲۴۸۷ محمد علی صاحب (برما) ۳ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ م ۲۴ اپریل ۱۹۳۹ء

(جواب ۲۶۹) اس عبارت کا مطلب تو یہ ہے کہ واقف کے خاندان میں سے جو لوگ حاجت مند ہو جائیں ان کو وقف کی آمدنی میں سے اس قدر دیا جائے کہ وہ حاجت مند نہ رہیں خاندان سے مراد یہ ہے کہ واقف اور اس کے باپ دادا، پردادا کی اولاد میں سے جو لوگ ہوں وہ واقف کے خاندان کے ہیں عورتوں کی وہ اولاد جس کے باپ غیر خاندان کے ہوں اس میں شامل نہ ہوگی۔( ) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مساجد کی آمدنی قبرستان پر لگانے کا حکم

(سوال) کس مپرسی و غیر ذی استطاعت قبرستان مسلمانان شملہ میں چند اوقاف یعنی مسجد و جنازہ گاہ کا وجود محض بہی خواہ اسلام اور حضور نظام خلد اللہ ملکہ کی مساعی جمیلہ و اعانت کا نتیجہ ہیں۔ یعنی مسجد کے بعض دیگر لوازمات مثلاً غسل خانہ گورکن کے مکان کی توسیع و ترمیم وغیرہ اس امر کے متقاضی ہیں کہ ان کی طرف جلد از جلد توجہ مبذول کی جائے۔ لیکن اوقاف مذکور کا کوئی ذریعہ آمد نہیں اور نہ مسلمانوں کی اس جانب کوئی توجہ منعطف ہوتی ہے۔ بایں ہمہ دیگر مساجد شملہ کے خزانہ میں ہزارہا روپیہ پس انداز اور خرچ جات سے کئی گنی زائد سالانہ آمدنی ہے حتیٰ کہ بعض مساجد نے بونڈ بھی خرید کیے ہوئے ہیں۔

منتظم قبرستان مذکور متمول مساجد سے یا مسجد قطب سے قبرستان مذکور کی ضروریات کی تکمیل کے لیے متمنی استمداد ہیں۔ کیا حالات مذکورہ بالا کے پیش نظر مساجد شملہ جن کے کوئی وقف نامہ موجود نہیں اور جن کا روپیہ بینک میں جمع ہے اور آمدنی خرچ سے مضاعف ہے بروئے شریعت اسلام قبرستان مذکور کی ضروریات کی تکمیل کے لیے کوئی رقم بطور امداد دے سکتے ہیں۔

المستفتی نمبر ۲۶۲۳ محمد عمر نعمانی (شملہ) ۲۳ جمادی الاول ۱۳۵۹ھ م ۳۰ جون ۱۹۴۰ء

(جواب ۲۷۰) مسجد کے اوقاف کی آمدنی کا اصل حکم یہ ہے کہ اسی مسجد پر صرف کی جائے جس کے لیے وقف ہے البتہ اگر آمدنی اتنی زیادہ اور رقم اتنی جمع ہو گئی ہو کہ مسجد کو نہ فی الحال اس رقم کی حاجت ہے اور نہ اس کا اندیشہ ہے کہ آئندہ مسجد کو اس رقم کی حاجت پڑے گی تو اس زائد از حاجت رقم میں سے کسی دوسری محتاج مسجد کو امداد دی جا سکتی ہے۔(۲) قبرستان کی مسجد یا جنازہ گاہ یا ان کی متعلقہ ضروریات میں کسی دوسری مسجد کی زائد

( ) قوم الرجل أقرباؤه الذين يجتمعون معه في جد واحد (المنجد عربي، ص ٦٦٤ ط بيروت) وفي الهندية: إذا وقف أرضه على أهل بيته دخل تحت الوقف كل من يتصل به من قبل آبائه إلى أقصى أب له في الإسلام يستوي فيه المسلم والكافر والذكر والأنثى والمحرم وغير المحرم والقريب والبعيد ويدخل فيه ولد الواقف وولده ولا يدخل أولاد البنات وأولاد الأخوات وكذلك أولاد من سواهن من الإناث إلا إذا كان أزواجهن من بني أعمام الواقف (الهندية، كتاب الوقف، الباب الثالث، الفصل السادس، ٢/٣٩١ ط. ماجدية)

٢ المسجد إذا خرب واستغنى عنه أهل القرية فرفع ذلك إلى القاضي فباع الخشب وصرف الثمن إلى مسجد آخر جاز" رد المحتار، كتاب الوقف، ج ٤/٣٥٩، سعيد

از حاجت رقم سے امداد کرنا متولیان مسجد کے لئے سخت ضرورت کے وقت جائز ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ

کسی مسجد کو کوئی چیز کم قیمت پر یا مفت میں دوسری مساجد کو دینے کا حکم

(سوال) ایک چیز تقریباً چار سال سے ایک مسجد میں بیکار ہے اور ہے بھی اسی مسجد کی۔ کیا متولیان مسجد اس چیز کو وہاں سے منتقل کر سکتے ہیں۔ ایک چیز سو روپے کی ہے اس کو کم قیمت پر دوسری مسجد میں یا مدرسہ میں دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اب چیز کی اس مسجد میں ضرورت بھی نہیں۔ اگر روپیہ ہو کسی مسجد کا تو اس کو بھی کسی دوسری مسجد یا مدرسہ میں دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ المستفتی نمبر ۲۸۱۵

(جواب ۲۷۱) جس مسجد کی وہ چیز ہے اگر اس مسجد میں کام نہیں آسکتی اور نہ اس کی قیمت کی اس مسجد کو ضرورت ہے کہ مسجد مالدار ہے تو اس چیز کو کسی دوسری مسجد میں دے دینا جائز ہے۔(۲) اگر جس مسجد کی ہے اس کو قیمت کی حاجت ہے تو پھر وہ چیز پوری قیمت سے فروخت کر کے اسی مسجد میں قیمت خرچ کی جائے۔(۳) اگر کسی مسجد کا روپیہ ہے اور اس کو اس روپے کی بالکل حاجت نہیں نہ فی الحال، نہ آئندہ حاجت پڑنے کا اندیشہ تو روپیہ کسی غریب مسجد کے کام میں لگایا جا سکتا ہے۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(سوال) متعلقہ استعمال مال مسجد۔

(جواب ۲۷۲) عمرو کو بڑی بتی جلانا نماز کے بعد درست نہیں۔ اگر وہ قرآن شریف مسجد ہی میں پڑھنا چاہے تو چھوٹی بتی میں پڑھے ورنہ اپنے گھر جا کر تلاوت کرے۔(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

امام مقرر کرنے میں نمازیوں کی رائے کب معتبر ہوگی؟

(سوال) (۱) مصلیوں کی رائے امام کے مقرر کرنے میں کس وقت کی جائے گی۔ (۲) مسجد کے مال وقف سے پیش امام کے وارثوں کو وظیفہ دینا پرورش یا تعلیم کے واسطے (باوجودیکہ واقف نے وقف نامے میں اس کا کچھ تذکرہ نہ کیا ہو) جائز ہے یا نہیں"

المستفتی نمبر ۱۵۷۴ عبدالحامد خاں (آگرہ) ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ م ۲ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۷۳) اگر متولیوں کا اختلاف ہو تو پھر نمازیوں کی رائے سے امام مقرر کرنا مناسب ہے۔(۶) اگر واقف نے تصریح نہ کی ہو اور متولیان سابق کا طرز عمل بھی ثابت نہ ہو تو پرورش یا تعلیم کے لیے وظیفہ وقف کی

---

(۱) وحبس متوليه لو فعل النقش او البناء الا اذا خيف طمع الظلمة فلا بأس، قوله الا اذا خيف اي بان اجتمعت عنده اموال للمسجد وهو مستغن عن العمارة (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب كلمة لا بأس دليل على ان المستحب غيره، ج ۱ ص ۶۵۸، سعید)

(۲، ۳) بحوالہ سابق ج ۲ ص ۳۷۶

(۴) اتحد الواقف والجهة ... جاز للحاكم ان يصرف من فاضل الوقف الآخر عليه، لانهما حينئذ كشيء واحد (تنوير الابصار مع الدر المختار، كتاب الوقف، ج ۴ ص ۳۶۰، سعيد)

(۵) ولو وقف على دهن السراج للمسجد لا يجوز وضعه جميع الليل بل بقدر حاجة المصلين (عالمگیریہ، کتاب الوقف، ج ۲ ص ۴۵۹، ماجدیہ)

(۶) فان اجتمعت هذه الخصال في رجلين يقرع بينهما او الخيار الى القوم. كذا في الخلاصة (عالمگیریہ، کتاب الصلاة، الباب الخامس ج ۱ ص ۸۳، ماجدیہ)

آمدنی میں سے نہ دیا جائے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

وقف کی آمدنی سے خریدی ہوئی جائیداد کو فروخت کرنے کا حکم

(سوال) مسجد کے وقف کی آمدنی سے خریدی ہوئی جائیداد کو فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۲۷۴) مسجد کے اوقاف کی آمدنی سے خریدی ہوئی جائیداد بوقت ضرورت فروخت ہو سکتی ہے۔ وہ اصل وقف میں داخل نہیں ہوتی۔ فی الهندية متولی المسجد اذا اشترى بمال المسجد حانوتا ودارا ثم باعها جاز اذا كانت له ولاية الشراء هذه المسئلة بناءً على مسئلة اخرى ان المتولي للمسجد اذا اشترى من غلة المسجد دارا او حانوتا فهذه الدار وهذه الحانوت هل تلتحق بالحوانيت الموقوفة على المسجد ومعناه هل تصير وقفاً؟ اختلف المشائخ رحمهم الله قال الصدر الشهيد المختار انه لا يلتحق ولكن يصير مستغلا للمسجد كذا في المضمرات انتهى وكذا في الاشباه والنظائر والفتاوى السراجية والتاتارخانية (كما نقل عنها العلامة الشامي) والدر المختار، والله اعلم وعلمه اتم واحكم۔ (۲)

محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرسہ امینیہ دہلی۔ ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ

مسجد کی آمدنی سے اظہار شوکتِ اسلام کی خاطر مسجد میں چراغاں کرنا

(الجمعیۃ مورخہ ۱۸ مئی ۱۹۲۷ء)

(سوال) کیا ایسی ضرورت کے وقت عامۃ المسلمین ایک اسلامی یادگار کے قیام و اظہار کی خوشی۔ نیت اظہار شوکت اسلام اپنے گھروں میں چراغاں کریں تو آمدنی وقف جو آرائش و روشنی مساجد میں روزانہ خرچ کی جاتی ہے مذکورہ بالا موقع پر بھی روشنی کرنے میں صرف کی جا سکتی ہے یا نہیں۔ مثلاً ایک تقریب پیش کی گئی کہ حضرت محمد بن قاسم کی یادگار یوم آمد ہند کی خوشی میں وقف کی آمدنی سے چراغاں کیا جائے۔

(جواب ۲۷۵) کسی اسلامی قومی خوشی کی عام تقریب میں حد اعتدال کے اندر روشنی کرنا تو مباح ہے لیکن روشنی کرنے والے اپنے روپے سے کر سکتے ہیں۔ وقف کا روپیہ ایسے کاموں میں خرچ نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں اگر واقف نے صراحۃً متولی کو اس کی اجازت دی ہو تو جائز ہوگا۔ ورنہ یہ تقریب جس کا سوال میں ذکر ہے یہ تو کوئی صحیح محل بھی روشنی کرنے کا نہیں ہے۔ (۳) واللہ اعلم۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

( ) ومن اختلاف الجهة ما اذا كان الوقف منزلين احدهما للسكنى والآخر للاستغلال فلا يصرف احدهما للآخر وهي واقعة الفتوى. (رد المحتار، كتاب الوقف، ج ٤، ٣٦٠، سعيد)

(۲) الفتاوى الهندية، كتاب الوقف، الباب الخامس، ۲/ ٤١٧، ٤١٨ ط ماجدية

(۳) لا بأس بنقشه خلا محرابه بجص وماء ذهب لو بماله لا من مال الوقف فانه حرام وضمن متوليه لو فعل. (الدر المختار، كتاب الصلاة، مطلب كلمة لا بأس دليل على ان المستحب غيره ١/ ٦٥٨ ط سعيد)

آٹھواں باب

تصرف فی الوقف

مدرسہ کے لئے وقف شدہ زمین کو فروخت کر کے کسی دوسرے کار خیر میں بدلنا

(سوال) زید نے ایک قطعہ زمین واسطے تعمیر مدرسہ بحق عمرو و بکر منتظمان وقف کی آیا عمرو و بکر اس قطعہ زمین کو بلا علم یا بلا رضامندی زید فروخت کر کے زر قیمت کسی دوسرے کار خیر میں صرف کر سکتے ہیں یا نہیں ؟

(جواب ۲۷۶) جب کہ زید نے وہ زمین مدرسہ کے لئے وقف کر دی اور متولیوں کے سپرد کر دی تو اس زمین کا وقف صحیح ہو گیا اور زید کو کوئی حق تصرف مالکانہ کا اس پر نہیں رہا۔(۱) اب متولیوں کو لازم ہے کہ اس زمین پر مدرسہ تعمیر کریں۔ لیکن اگر مدرسہ تعمیر کرنے کے لئے روپیہ نہ ہو یا اور کسی وجہ سے تعمیر مدرسہ غیر ممکن یا غیر مفید ہو تو ایسی حالت میں جائز ہے کہ اس زمین پر کوئی عمارت بنا کر کرایہ پر دی جائے اور اس کا کرایہ کسی دوسرے اسلامی مدرسہ پر صرف کیا جائے تاکہ حتی الامکان جہت وقف کی رعایت رہے۔(۲) اور جب تک کہ کسی صورت سے نفس موقوف علیہ کے کام میں آسکے یا اس کے مثل میں منتفع بہ ہو بیچنے اس کو فروخت کرنا جائز ہے۔(۳)

کیا مکان موقوفہ کو بعد دکانوں سے بدلا جا سکتا ہے ؟

(سوال) زید نے اپنی جائیداد کو اپنی اولاد کے واپر وقف کیا۔ خلاصہ وقف نامہ یہ ہے۔

میں چونکہ عمر طبعی کو پہنچ چکا ہوں اس لئے مناسب سمجھتا ہوں کہ اپنی جائیداد جو کہ میری مملوکہ ہے اور جملہ دیون شرعی و قانونی سے پاک و صاف ہے۔ اس کا ایسا انتظام کر دوں جس سے اللہ و رسول کی رضامندی حاصل ہو۔ اس لئے جائیداد محدودہ مفصلہ ذیل کو وقف دوام گرفتہ اللہ تعالیٰ کرتا ہوں جس سے اجرا امور خیر کا اور پرورش اولاد کی ہمیشہ ہمیشہ ہوتی رہے تاکہ میرے لئے اجر ہو اور بعد میرے نزاع وارثان میں نہ ہو اس لئے میں نے برضا و رغبت قلبی و حواس خمسہ بلا جبر و اکراہ فلاں جائیداد کو وقف کر کے ملکیت میں قادر حقیقی حی القیوم کے کر دیا۔ اور میں بذات خود تاحیات اس کا متولی رہوں گا اور باختیار خود جس طرح مناسب خیال کروں گا اس جائیداد کی آمدنی صرف کروں گا اور مجھ کو یہ بھی اختیار رہے گا کہ اگر اور کوئی جائیداد اس سے زیادہ آمدنی کی کہیں فروخت ہوتی ہو گی تو اس جائیداد کے جزو یا کل کو فروخت کر کے خرید لوں تاکہ آمدنی وقف میں اضافہ ہو جائے۔ مگر جائیداد جدید خرید کردہ بھی وقف ہی رہے گی اور جملہ اختیار شکست و ریخت، میرے اختیار سے بحیثیت متولیانہ ہوں گے اور بعد میرے میرے بیٹے عمرو و بکر کو ہوں گے۔ الا مکان مسکونہ واقع محلّہ چاہ نرگس پر اختیار محض بکر کو جملہ اقسام کا رہے گا۔ وہ اس مکان میں موجودہ نسل سے جس کو چاہیں رکھیں یا نہ رکھیں۔ اور بعد میرے اپنی حیات تک

(۱، ۳) وعندهما حبس العين على حكم ملك الله تعالى على وجه تعود منفعته الى العباد ، فيلزم ولا يباع ولا يوهب ولا يورث كذا في الهداية وفي العيون واليتيمة ان الفتوى على قولهما كذا في شرح الشيخ ابي المكارم للنقاية . (عالمگیریہ ، كتاب الوقف الباب الاول ۲/ ۳۵۰ ط ماجدية)

(۲) ر سابق نمبر ۱ ص ۲۷۸

یہ دونوں متولی رہیں گے ان کے بعد وہ شخص جو ان کی اولاد میں سے متولی ہوگا۔ جس کو بہ شرط دین متولی بنائیں مگر ان کو رہن و بیع کا اختیار نہ ہوگا اور ہمیشہ جائیداد وقف ہی آباد و دوامی رہے گی اور اس وقف نامہ کو رجسٹری بھی کرا دیا گیا۔ اس کی چند مدت بعد زید نے مکان مسکونہ کا جس کو خاص بکر کے قبضہ میں بذریعہ وقف نامہ رجسٹری شدہ مذکورہ بالا دے دیا تھا اس کو بکر کی ذاتی دکانات سے تبادلہ کر لیا اور تبادلہ نامہ کا حاصل یہ ہے ۔

مجھ کو وقف نامہ مذکورہ میں حق حاصل ہے کہ مکان مذکورہ کو بیع کر دوں اور کوئی دوسری حقیقت خرید لوں۔ لہذا میں نے صاحب جج بہادر سے اجازت حاصل کی ہے کہ جائیداد موقوفہ کو بیع کر کے اور کوئی دوسری حقیقت خرید لی جاوے جو کہ حیثیت کی ہوگی۔ مکان کا کرایہ مبلغ پچیس (۲۵) روپے ہے اور دکانات کا مبلغ پینتیس روپے آٹھ آنے ہے اور مکان دوکانات آپس میں ہم حیثیت ہیں۔ اس لئے بحالت ثبات عقل و ہوش میں نے اپنا نفع نیک کر کے میں نے مکان کا دکانات سے تبادلہ کر لیا جو موقوف متصور ہوں گی۔ پھر نیچے حدود اربعہ تبادلہ نامہ میں تحریر ہے کہ دکانات جس کو میں نے اپنے قبضہ میں لیا ہے جو بمنزلہ مکان موقوفہ ہیں۔ اب چونکہ یہ دکانات قائم مقام مکان کے ہیں اور مکان فقط بکر کے واسطے ہی وقف تھا لہذا دکانات بھی بکر ہی کے واسطے وقف ہونی چاہئیں اب سوال یہ ہے ۔

(۱) یہ دکانات حسب تصریح تبادلہ نامہ رجسٹری شدہ بمنزلہ مکان موقوفہ کے قائم مقام بحق بکر ہی وقف رہیں گی جیسا کہ تبادلہ نامہ سے بحق بکر ہی ہے۔ صاف ظاہر ہے یا وہ مثل دیگر اوقاف زید کے متصور ہوں گی۔

(۲) زید نے بکر کی اجازت اور رضامندی سے بکر کے مکان مسکونہ کو جس کو زید نے بکر کی ملکیت اور انتظام میں دے دیا تھا بذریعہ وقف نامہ اپنی رائے سے فروخت کر دیا اس لئے زید نے مرض الموت میں بحق پدر نے اپنے حق میں قرضہ تصور کرتے ہوئے بکر کو بارہ ہزار روپے واسطے خرید مکان کے دینے چاہے جس میں آٹھ ہزار نقد دیا اور چار ہزار روپے کا بشرط حیات دینے کا وعدہ کیا مگر بعد وفات زید ورثاء نے اس رقم کو بکر کے حق میں ناجائز قرار دیا۔ ایسی صورت میں از روئے شرع کیا حکم ہے؟

المستفتی نمبر ۱۲۶ حاجی عبدالاحد عبدالرحمن (مراد آباد) ۸ محرم ۱۳۵۵ھ م ۱ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۷۷) تمام کاغذات یعنی وقف نامہ مورخہ ۲۳ جنوری ۱۹۲۷ء اور نقل تبادلہ نامہ مورخہ ۹ نومبر ۱۹۳۳ء اور نقل رسید مبلغ آٹھ ہزار روپے مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۳۴ء اور نقل یادداشت مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۳۴ء میں نے دیکھے۔ ان کے مطالعہ سے امور ذیل معلوم ہوئے۔

( ) وقف نامہ میں جو جائیداد وقف کی تھی اس میں مکان مسکونہ محلہ چاہ نرگس بھی شامل ہے اس لئے وہ بھی وقف ہوا۔

(۲) بحیثیت وقف ہونے کے وہ کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہو سکتا۔ (۱)

(۳) وقف نامہ میں حاجی عبدالاحد کو مکان مسکونہ کے انتظام اور سکونت کا حق دیا گیا تھا۔

(۴) اس یادداشت مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۳۴ء میں یہ لکھنا کہ "بالکل تمہاری ملکیت اور انتظام

---

(۱) حوالہ سابق نمبر ۱ ص ۲۷۹

میں دے دیا تھا" غلط ہے۔ کیونکہ ملکیت میں دینے کا نہ وقف نامہ میں ذکر ہے اور نہ وقف ہونے کے بعد کسی کی ملکیت میں دینا متصور ہے۔

(۵) تبادلہ نامہ میں جب مکان کو بعوض دکانات مملوکہ حاجی عبدالاحد فروخت کیا گیا تو اس سے ثابت ہے کہ مکان عبدالاحد کی ملکیت نہ تھا ورنہ عبدالاحد کی ملکیت کو عبدالاحد کی دوسری ملکیت سے بدلنے کے کیا معنی؟

(۶) نیز تبادلہ نامہ میں یہ ظاہر کیا گیا کہ اس تبادلہ میں واقف یا وقف کا فائدہ ہے کہ مکان کا کرایہ کم ہے اور دکانوں کا زیادہ ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ دکانیں وقف میں شامل ہوگئیں اور ان کا فائدہ موقوف علیہم کو پہنچے گا۔ اگر تنہا عبدالاحد کو یہ فائدہ پہنچتا تو تبادلہ بیکار و لایعنی ہوتا۔

(۷) یہ تبادلہ وقف کی شرط تبادلہ کے ماتحت صحیح ہوگیا۔ (اس سے مکان مسکونہ عبدالاحد کی ملکیت ہوگیا اور دکانات وقف میں شامل ہوگئیں۔

(۸) انتظام کا جو حق کہ وقف نامہ میں مکان مسکونہ پر عبدالاحد کو دیا گیا تھا وہ ختم ہوگیا۔ کیونکہ اب مکان مسکونہ وقف میں داخل نہیں رہا۔

(۹) دکانات وقف میں شامل ہوگئیں اور ان کا فائدہ عام موقوف علیہم کو پہنچے گا اور تبادلہ نامہ میں اس کی تصریح نہیں کی گئی کہ ان کا انتظام بھی عبدالاحد کے ہاتھ میں رہے گا اس لئے وہ متولیان وقف کے زیر انتظام آجائیں گی۔

(۱۰) آٹھ ہزار روپے کا ہبہ جو عبدالاحد کو کیا گیا وہ اگر مرض الموت میں ہوا ہے تو بدون رضامندی دیگر ورثہ کے درست نہیں ہوا۔ نیز اس ہبہ کی یادداشت اس امر کی بھی دلیل ہے کہ عبدالاحد سے مکان مسکونہ کا انتفاع جو ان کی رضامندی سے واپس لیا گیا اس انتفاع کے قائم مقام دکانوں کا انتظام دراصل نہیں ہوا۔ ورنہ واقف اس کی تلافی کرنے اور اس کو اپنے ذمہ قرض سمجھنے کی تصریح نہ کرتا۔

بہر حال اس تمام روداد پر صورت مذکورہ کا جواب یہ ہے کہ دکانات واقف کی موقوفہ جائیداد میں شامل ہوگئیں اور متولیان وقف کے زیر انتظام آگئیں۔ حاجی عبدالاحد کا وہ خصوصی اختیار جو مکان پر ان کو دیا گیا تھا ان دکانوں کے ساتھ متعلق نہیں رہا۔ آٹھ ہزار روپے کا ہبہ مرض الموت میں ہوا ہے تو صحیح نہیں ہوا۔ کیونکہ مرض الموت کا ہبہ وصیت کے حکم میں ہوتا ہے اور وارث کے لئے وصیت بدون رضامندی دیگر ورثاء کے درست نہیں۔(۲) محمد کفایت اللہ

مسجد کے لئے وقف کھیت کو دوسرے کھیت سے تبدیل کرنے کا حکم

(سوال) کسی شخص نے ایک کھیت مسجد میں وقف کردیا اور اس کو کسی نے ناجائز دبا دیا۔ دوسروں کے کہنے سے وہ

---

(۱) واما الاستبدال ولو للمساکین آل بدون الشرط فلا یملکہ الا القاضی (الدر المختار کتاب الوقف ج ۴ ص ۲۸۶، سعید)

(۲) ولو اوصی لوارثہ ولاجنبی صح حصۃ الاجنبی ویتوقف فی حصۃ الوارث علی اجازۃ الورثۃ ان اجازوا جاز وان لم یجیزوا بطل (عالمگیریہ، کتاب الوصایا ج ۶ ص ۹۱ ماجدیہ)

شخص کہتا ہے کہ کھیت کے بدلے مسجد میں دوسرا کھیت دوں۔ کیا دینے والے کو کچھ گناہ تو نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۷۷ عبدالرحیم صاحب۔ ضلع احمد آباد (گجرات) ۲۱ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۹ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۷۸) جو کھیت مسجد میں وقف کر دیا وہ وقف ہو گیا۔ اس کے بدلے میں دوسرا کھیت نہیں بلکہ وہی کھیت دینا چاہئے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

امام کو خیانت ظاہر ہوئے بغیر امامت سے معزول کرنے کا حکم

(سوال) ایک شخص آزادی کا حامی ایک مسجد میں متعین ہے اور اس کے متعلق کچھ تعلیم دین بھی ہے جمعہ میں وہ خطبہ بھی دیتا ہے۔ فلسطین میں عربوں پر انسانیت سوز مظالم سے متاثر ہو کر وہ حکومت کے خلاف مظاہرہ کرتا ہے اور شرکاء جمعہ کو تقریر سے آگاہ کر کے فلسطین کے مظلوم عربوں کے ساتھ ہمدردی پر ابھارتا ہے وزیرستان پر مظالم کا بے پناہ سلسلہ ہے اس کے صدمے میں وہ ظلم کی فریاد کرتا ہے۔ اور مسلم خون کی دردبھری داستان سے پر اشک ہے اور ظالموں کو نفرت کی نظر سے دیکھتا ہے پبلک کو اس صدمہ میں شریک غم بناتا ہے۔ غریب کی ہمدردی میں سرمایہ دار کی چیرہ دستیوں کی شکایت کرتا ہے۔ اور غریب کو اس کے حقوق سے آگاہ کرتا ہے اور حکومت کے رویہ پر نرم نکتہ چینی کرتا ہے اور مسلمانوں کو ابھارتا ہے کہ وہ ہر انسانی غلامی سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی غلامی کریں اور جہاں انسان اور خدا کے احکام میں ٹکر ہو جائے اللہ تعالیٰ کا ہو جائے۔ کانگریس کا ممبر بن چکا ہے۔ جمعیۃ العلماء، مجلس احرار اسلام کے مقاصد اور تحریک تبلیغ سے اس کو ہمدردی ہے اور ان میں کامیابی کا [illegible] ہے۔ جس مدرسہ سے اس کا تعلق ملازمت ہے اس کا بانی زندہ ہے۔ اس نے کچھ جائیداد اخراجات مدرسہ کے لئے وقف کی ہوئی ہے اور وقف نامہ میں یہ حق اپنا سمجھتا ہے کہ اس وقف کو روک لے یا دوسرے کسی ادارے میں وقف منتقل کر دے اور امام کو مذکورہ بالا جذبات و اقدامات کے سبب مدرسہ و مسجد کی ملازمت سے علیحدہ کر دے اور چاہتا ہے کہ لوگ اس واقف اور بانی مسجد کے ہم نوا ہوں جس میں وہ زور زر سے کامیاب ہو سکتا ہے۔ کیا ایسے امام و مدرس کو مذکورہ وجوہات کے باعث مسجد کی امامت و خطابت سے علیحدہ کیا جا سکتا ہے اور شرعاً اس کا بانی مسجد کو کوئی حق حاصل ہے۔ نیز کیا وہ بانی وقف کی آمدنی کو محض اس وجہ سے صرف سے روک سکتا ہے اور کیا اس وقف کو کسی دوسرے ادارے میں منتقل کر سکتا ہے؟

المستفتی نمبر ۲۰۳۱ سکریٹری انجمن رحمانیہ (ملتان) ۱۷ نومبر ۱۹۳۷ء م ۱۲ رمضان ۱۳۵۶ھ

(جواب ۲۷۹) امام کے ان افعال کی بنا پر اس کو امامت یا خدمت سے علیحدہ کرنا ظلم ہے۔ اور اس جائیداد وقف کو کسی دیگر ادارے میں منتقل کرنا اس کے اختیار سے باہر ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) ولو كان مسجد في محلة ضاق على اهله ولا يسعهم ان يزيدوا فيه فسألهم بعض الجيران ان يجعلوا ذلك المسجد له ليدخله في داره ويعطيهم مكانه عوضا ما هو خير له فيسع فيه اهل المحلة. قال محمد رحمة الله عليه لا يسعهم ذلك. كذا في الذخيرة. (عالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الحادي عشر ۲/۴۵۷ ط ماجدية)

(۲) استفيد من عدم صحة عزل الناظر بلا جنحة عدمها لصاحب وظيفة في وقف بغير جنحة وعدم اهلية [illegible] من الاشباه اذا ولى السلطان مدرسا ليس باهل لم تصح توليته [illegible] قال الا اهل لم يعزل وصرح البزازي في الصلح بان السلطان اذا اعطى غير المستحق فقد ظلم مرتين بمنع المستحق واعطائه غير المستحق (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب لا يصح عزل صاحب وظيفة بلا جنحة وعدم اهلية ۴/۳۸۲ ط سعيد) سئل شمس الائمة الحلواني عن مسجد او حوض [illegible] وهناك مسجد محتاج الى العمارة او على العكس هل يجوز للقاضي صرف وقف ما استغنى عن العمارة الى عمارة ما هو محتاج الى العمارة؟ قال لا كذا في المحيط (الهندية، كتاب الوقف، الباب الثالث عشر ۲/۴۷۸ ط ماجدية)

قبرستان کی خرید و فروخت کا حکم

(سوال) قبرستان کا خرید و فروخت ممنوع ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہ میں مسطور ہے کہ اگر کسی نے قبریں فروخت کیں تو شریعت محمدی نے اس کے لئے کیا تعزیر مقرر فرمائی اور بھٹہ خشت ہائے پختہ کے لئے کس قدر فاصلہ محدود کر کے بنایا جائے قبرستان سے۔

المستفتی نمبر ۲۴۳۶ غلام مصطفی صاحب (سرحد) ۲۴ ذی قعدہ ۱۳۵۷ھ م ۱۲ جنوری ۱۹۳۹ء

(جواب ۲۸۰) قبرستان اور ہر موقوفہ شے کی بیع و شرا ناجائز ہے۔ بائع اور مشتری دونوں قابل تعزیر ہیں۔(۱) بھٹہ قبرستان سے اتنے فاصلہ پر ہو کہ اس کی گرمی اور بدبو قبرستان تک نہ پہنچے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

تولیت کی ترتیب، وقف میں ردوبدل اور وقف کے ایک سے زیادہ مصارف کا حکم

(سوال) (۱) ایک شخص نے اپنی جائیداد کو وقف کیا اور وقف نامہ میں اغراض وقف یہ تحریر کیں کہ ایک مدرسہ جاری کیا جاوے جس میں مسلمان بچوں کو تعلیم دین کے ساتھ علم معاش کی بھی تعلیم دی جایا کرے جو ضرورت وقت کے لحاظ سے ضروری ہو آمدنی جائیداد موقوفہ سے مدرسہ کی مرمت، مدرسین کی تنخواہ طالب علموں کے وظائف، کتابوں کی فراہمی کی جایا کرے۔ ان اغراض کے بعد وہ وقف نامہ میں تحریر کرتا ہے (الفاظ واقف) اگر کسی وقت اس کی یا اس میں سے بعض کی ضرورت نہ ہو تو کل آمدنی موقوفہ یا اس کا جزو جیسی کہ صورت ہو عام فقراء مساکین، مریضوں اور مسافروں کے لئے صدقہ ہے جو ان کی امداد و حاجت روائی میں صرف کی جائے گی۔ وقف ہونے کے بعد واقف نے مدرسہ جاری کر دیا جو کہ چلتا رہا پھر واقف نے اپنے مرنے سے قبل یہ ترمیم جدید کیا کہ مدرسہ بھی چلتا رہے اور بقیہ آمدنی موقوفہ سے فقراء مساکین، مریضوں اور مسافروں کے لئے بھی انتظام امداد کر دیا لہذا سوال یہ ہے کہ واقف نے جو اپنی وفات سے قبل یہ انتظام کہ مدرسہ بھی چلے اور بقیہ آمدنی فقراء مساکین، مریضوں، مسافروں کی امداد میں صرف کی جائے گی لہذا یہ فعل اور انتظام واقف کا کرنا شرعاً جائز اور درست ہے یا نہیں؟

(۲) واقف نے ایک وقف کیا اور موقوفہ کا متولی اپنی بیوی کو مقرر کیا اور بیوی کے بعد ایک نابالغ لڑکے کو متولی مقرر کیا یعنی یہ کہ اپنی زندگی تک بیوی متولی رہے گی اور بیوی کی وفات کے بعد یہ لڑکا متولی موقوفہ کا ہوگا۔ اب سوال یہ ہے کہ ایک واقف یکے بعد دیگرے اپنی حیات تک متولی موقوفہ کے مقرر کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۳) ایک واقف نے ایک وقف کیا اور وقف نامہ میں تولیت کے متعلق یہ تحریر کیا۔ (الفاظ واقف) "تولیت اس وقف کی میری حیات تک مجھ سے متعلق رہے گی اور میرے بعد جس کو میں بذریعہ تحریر متولی مقرر کر جاؤں اور پھر اس کے بعد جس کو وہ مقرر کرے۔" کچھ عرصہ بعد واقف نے ایک شخص زید کو اپنی زندگی میں متولی موقوفہ کا

---

(۱) وعندهما حبس العين على حكم ملك الله تعالى على وجه تعود منفعته الى العباد فيلزم ولا يباع ولا يوهب ولا يورث والفتوى على قولهما (عالمگیریہ، کتاب الوقف، الباب الاول ۲ / ۳۵۰ ط ماجدیة)

(۲) چونکہ حدیث شریف میں ہے اذى المؤمن في موته كاذاه في حياته مرقاة ج ۱ ۵۸۲

مقرر کر دیا اور پھر کچھ عرصہ بعد ایک شخص عمر کو زید کی وفات کے بعد متولی ہونا تحریر کر دیا یعنی یہ کہ (زید) اپنی حیات تک متولی رہے گا اور زید کی وفات پر عمر متولی ہوگا۔ اب واقف تو مر گیا ہے۔ اب زید یہ کہتا ہے کہ میں موجودہ متولی ہوں اور حسب شرائط وقف نامہ جیسا کہ الفاظ وقف نامہ میں تحریر ہیں۔ (الفاظ واقف) جس کو میں بذریعہ تحریر متولی مقرر کر دوں اور پھر وہ جس کو متولی مقرر کرے (عمر) یہ کہتا ہے (زید) سے کہ تمہارے بعد واقف نے مجھ کو متولی مقرر کیا ہے اب سوال یہ ہے کہ زید موجودہ متولی کا مقرر کردہ شخص زید کی وفات پر متولی ہوگا یا واقف کا۔ زید کی وفات پر عمر مقرر کردہ متولی ہوگا۔

(۴) ایک واقف نے جو شرط یا نظام تولیت کے بارے میں وقف نامہ میں مقرر کیا ہے کیا واقف اپنی زندگی میں اس کو تبدیل یا ردوبدل کر سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۴۶۲ ناصر حسین صاحب انصاری (آگرہ) ۲۷ محرم ۱۳۵۸ھ م ۱۹ مارچ ۱۹۳۹ء

(جواب ۲۸۱) (۱) جب کہ مدرسہ بھی جاری ہے یعنی اغراض متقدمہ بھی پورے ہو رہے ہیں اور ان کے ساتھ امداد یتامی و مساکین بھی جاری کر دی تو یہ تصرف جائز ہوا۔(۱)

(۲) تولیت کی ترتیب واقف معین کر سکتا ہے اور اگر کوئی بات صریح طور پر مفاد وقف کے خلاف نہ ہو تو اس کی معین کردہ ترتیب قائم رکھی جائے گی۔(۲)

(۳) واقف کی آخری تحریر یا آخری تجویز پر عمل ہوگا۔ پہلی تحریر آخری تحریر سے منسوخ ہو گئی۔(۳)

(۴) شرائط وقف میں سے جو شرائط کہ تولیت اور متولی کے متعلق ہوں ان کو واقف بدل سکتا ہے۔(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

الجواب صحیح فقیر محمد یوسف دہلوی۔ مدرسہ امینیہ دہلی

کیا منشاء واقف وقف میں ردوبدل ہو سکتا ہے؟

(سوال) حسب منشائے وقف جائیداد موقوفہ کے اندر انتظام و انصرام ضروری ہے یا وقتاً فوقتاً مصلحت و ضرورت وقت کا لحاظ کر کے ردوبدل کی گنجائش منتظم و کارکنان کو حاصل ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۴۸۳ حافظ محمد رفیق الدین صاحب۔ بہار شریف (پٹنہ) ۲۵ صفر ۱۳۵۸ھ م ۱۶ اپریل ۱۹۳۹ء

---

(۱) اذا جعل داره او بنى دارا وجعلها لطلبة العلم والقرآن واشترط على نفسه ولعقبه والخير يسكنونها فهو جائز (النتف في الفتوى كتاب الوقف ص ۳۱۹)

(۲) ولاية نصب القيم الى الواقف ثم لوصيه (تنوير الابصار، كتاب الوقف، ۴ / ۴۲۱ ط سعيد) وفي الشامية: لو شرط الواقف كون المتولي من اولاده و اولاد اولاده ليس للقاضي ان يولي غيرهم بلا خيانة، ولو فعل لا يصير متوليا (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب لا يجعل الناظر من غير اهل الوقف، ۴ / ۴۲۵ ط سعيد)

(۳، ۴) اراد المتولي اقامة غيره مقامه في حياته ان كان التفويض له عاما صح ولا يملك عزله (الدر المختار) وفي الشامية (قوله ولا يملك عزله الخ) بخلاف الواقف فان له عزل القيم وان لم يشترطه، والقيم لا يملكه كالوكيل (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب للناظر ان يوكل غيره، ۴ / ۴۲۵ ط سعيد)

(جواب ۲۸۲) منشاء واقف کا لحاظ ضروری ہے۔ ایسا تغیر و تبدل جو اصول منشاء واقف کے خلاف نہ ہو جائز ہو سکتا ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) مسجد اور مدرسہ کی آمدنی سے زمین خرید کر اپنی اور اپنے اولاد کے تولیت کا قبالہ لکھوانے سے وقف صحیح ہے

(۲) مسجد شرعی میں نماز پڑھنے سے روکنا درست نہیں

(سوال) ساؤتھ افریقہ میں ایک بزرگ نے مسلمانوں سے چندہ فراہم کر کے ساؤتھ افریقہ کے اکثر مقامات میں مساجد و مدارس بنوانے کے لئے زمین اپنے نام پر خریدی اور اس میں اسی پیسہ سے مساجد و مدارس بنوائے اور قبالہ اس طرح کا تحریر فرمایا کہ مذکورہ مسجدوں اور مدرسوں کے متولی خود ہیں۔ بانی مسجد کے انتقال کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے پھر بڑے صاحبزادے کے بعد پوتے علیٰ ہذا القیاس اگر بڑے صاحبزادے کے کوئی [illegible] نہ رہے تو اس وقت مسجد کے اطراف تین میل کے سنی مسلمانوں کو یہ حق ہوگا کہ وہ بانی مسجد کی دیگر اولاد کو مسجد کی تولیت کے لئے انتخاب کریں خواہ بیٹے پوتے نواسے ہوں۔ بہر حال قبالہ کی رو سے تولیت کا حق موصوف اور نسل موصوف کو ہے تاہم اکثر مسجدیں اور مدارس قبالہ کی تبدیلی کے بغیر مسلمانوں کے سپرد ہیں۔ متولی صاحب اس میں کچھ تعرض نہیں کرتے۔ جس مسجد کے متعلق فساد برپا ہے وہ موصوف بزرگ (نانا) سے متعلق ہے۔ مسلمانوں کا یہ اعتراض ہے کہ چونکہ قبالہ اس صورت کا ہے اس لئے مسجد وقف نہیں اور موصوف کی بنائی ہوئی مسجدوں میں نماز صحیح نہیں الخ مذکورہ مسجد کے علاوہ دوسری سب مسجدوں میں نماز ہوتی ہے۔ سب اس کے متعلق چند سوالات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) اس صورت کا قبالہ ہونے سے مسجد وقف ہے یا نہیں؟

(۲) اگر وقف نہیں تو وقف کی کون سی صورت ہے؟

(۳) مذکورہ طریقہ کا قبالہ نانا از روئے شرع درست ہے یا نہیں؟

(۴) اس مسجد کی نسبت ایسی کارروائی کرنا جو مسجد کے شایان شان نہ ہو یعنی عام مسلمانوں سے مسجد کے خلاف دستخط کرنا اور ان کو مسجد میں آنے سے روکنا اور یہ کہنا کہ بانی مسجد نے قبالہ میں یعنی ٹرسٹ ڈیڈ میں خود اور اپنی اولاد کا حق تولیت رکھا ہے اس لئے یہ بانی مسجد کی ملکیت ہے جب تک دوسرے مسلمانوں کو تولیت میں شامل نہ کریں اس وقت تک اس مسجد میں نماز نہ پڑھیں اور مسجد کا بائیکاٹ کریں۔ یہ ہے ان کا مطالبہ چنانچہ معدودے چند لوگ ہیں جو صرف جمعہ کو آتے ہیں۔ مخالف بھی معدودے چند ہیں لیکن مخالفوں نے عام مسلمانوں کو بھکا کر دستخط کرا لیے ہیں تو ایسی حرکات کی نسبت شرعاً کیا حکم ہے؟

(۵) مذکورہ بالا مطالبہ یعنی قبالہ کو مطلق بدل دیا جائے تو صحیح ہے یا نہیں؟

---

(۱) شرط الواقف کنص الشارع ای فی المفهوم والدلالة و وجوب العمل به (الدر المختار، کتاب الوقف، مطلب فی

(۶) مسجد ہی کے متصل مسجد کی زمین میں گھر بھی ہیں جس میں متولی صاحب رہتے ہیں تو متولی صاحب رہنے کے مستحق ہیں یا نہیں؟

(۷) بانی مسجد کا انتقال ہوئے پچیس چھبیس سال کا عرصہ ہو گیا اب ان کے بڑے صاحبزادے متولی ہیں جو بمبئی میں مقیم ہیں۔ موصوف کے دوسرے بھائیوں کے زیر نگرانی بعض مسجدیں ہیں۔ اور بعض مسلمانوں کے سپرد ہیں۔ اوپر لکھ دیا ہے۔ اس طرح کی نگرانی کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(۸) ان مسجدوں سے تو کوئی مستقل آمدنی نہیں مگر تنگ کر مسجد اور مدرسہ کی ضروریات کو بھی پورا کر کے اور متولی صاحب اپنے اہل و عیال پر بھی صرف کریں۔ چنانچہ قبالہ میں بھی یہی لکھا ہے کہ یہ مسجدیں اور مدرسہ مسلمانوں کے مذہبی امور کے لئے ہیں اور چندہ سے جو آمدنی ہوگی وہ مسجد اور مدرسہ کے کام میں صرف کریں اور اس سے اپنا نفقہ بھی پورا کریں تو متولی صاحب اس آمدنی کو اپنے اہل و عیال کے لئے صرف کرنے کے مستحق ہیں یا نہیں؟ اگر آپ قبالہ ملاحظہ کرنا چاہتے ہوں تو جواب ملتے ہی فوراً خدمت میں بھیج دوں گا۔

نوٹ۔ ہم مسجد اور مدرسہ بلا کسی شرط پر مسجد کے تمام کاروبار مسلمانوں کو دینے کے لئے تیار ہیں، لیکن وہ ضد کر رہے ہیں کہ قبالہ کو بھی بدل دیا جائے جب لیں گے ورنہ نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۵۰۷ عبدالمجید صاحب (افریقہ) ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ ۱۲ جون ۱۹۳۹ء

(جواب ۲۸۳) مسجد اور مدرسہ اور اس کے متعلقہ مکانات وغیرہ کے قبالوں میں اگر اس کی تصریح کر دی گئی ہو کہ یہ تمام وقف ہیں کوئی ذاتی ملکیت کا ذکر نہ ہو ورنہ یہ اندیشہ ہو کہ ذاتی ملکیت کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے تو اس صورت میں قبالہ بدلنا لازم نہ ہوگا صرف اتنی بات سے کہ تولیت کا حق واقف یا بانی کی اولاد کے لئے رکھا ہے وقف میں کوئی خرابی نہیں آتی۔(۱)

چندے کی رقم میں سے متولی اپنی تنخواہ یعنی عمل کی اجرت لے تو جائز ہے۔ مسجد کے متعلق وقف مکان میں متولی رہ سکتا ہے مگر یہ بھی اس طرح کہ گویا مکان کا کرایہ اس کی تنخواہ میں شامل ہے۔(۲)

لیکن اگر قبالہ اس قسم کا ہو کہ اس کی وجہ سے کسی وقت ذاتی ملکیت کا دعویٰ ہو سکتا ہو اور قبالہ کو بطور حجت کے پیش کیا جا سکتا ہو تو پھر قبالہ کو بدلوانا ضروری ہوگا اور جب کہ یہ تمام اشیاء مسجد، مدرسہ، مکانات فی الحقیقت وقف ہیں تو قبالہ کو بدلوانے میں کیا تامل ہے۔

متولی کو چاہئے کہ وہ مسلمانوں کے اطمینان کے لئے قبالہ کو تبدیل کر دے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

امامت سے معزول ہونے کے بعد مسجد کی زمین سے نفع اٹھانے کا حکم

(سوال) جامع مسجد محلہ قلعہ واقعہ قصبہ دیوبند جو کہ سلطان سکندر شاہ بن بہلول شاہ کے زمانہ کی تعمیر شدہ ہے

---

(۱) (لا يجعل القيم فيه من الأجانب ما وجد في ولد الواقف وأهل بيته من يصلح لذلك (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب لا يجعل الناظر من غير أهل الواقف، ٤/ ٤٢٤ ط سعيد)

(۲) أما الناظر بشرط الواقف فله ما عينه له الواقف ، ولو أكثر من أجر المثل كما في البحر ولو عين له أقل فللقاضي أن يكمل له أجر المثل بطلبه (رد المحتار، مطلب المراد من العشر للمتولي أجر المثل ٤/ ٤٣٦ ط سعيد)

جیسا کہ اسکی پیشانی کے کندہ پتھر سے ظاہر ہوتا ہے۔ اسی زمانہ سے کچھ زمین کی مال گذاری سرکاری جس کی مقدار ۳۵ صہ ۸ سالانہ ہے اس مسجد کے اخراجات کے لئے وقف ہے۔ اس مسجد کا احاطہ بہت بڑا وسیع تھا۔ اسی احاطہ میں جنوبی جانب کو کسی زمانہ میں کسی اہل خیر یا اہل محلہ نے کچھ حجرے امام و مؤذن کے لئے تعمیر کر دیئے۔ کچھ عرصہ کے بعد ان حجروں کا پردہ کر کے بصورت مکان بنا کر کسی امام کو مقرر کر کے رکھ دیا گیا۔ وہی امامت کرتا اور مکان میں رہائش کرتا رہا اور اس زمین کی صہ ۸ سالانہ آمدنی اور کچھ اہل محلہ کی خیر و خیرات سے گذر اوقات کرتا رہا۔ مسجد کا خرچ اہل محلہ لوٹے، صف وغیرہ کا برداشت کرتے رہے۔ جب امام مقرر کردہ کا انتقال ہوا تو مسجد کی جنوبی جانب ہی میں اس کو دفن کر دیا گیا جو درگاہ کے نام سے موسوم ہے۔ امامت اسی خاندان میں نسلاً بعد نسل چلتی رہی۔ اور رہائش اسی مکان میں رہی۔ اس درمیان میں جو بھی بندوبست سرکاری ہوا اس زمین میں امام کا نام بسلسلہ تولیت و اہتمام درج ہوتا رہا جس کی مالگذاری وقف ہے۔ مسجد کی جنوبی جانب متصل درگاہ دو عدد دکان بھی کسی صاحب خیر نے تعمیر کرادی جس کی آمدنی بھی امام بصرف خود لاتا رہا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ امام سابق کی اولاد میں سے کوئی امامت یا کار تولیت کے قابل نہ رہا بلکہ سرکاری ملازمت اختیار کر لی تو اہل محلہ نے مدرسہ عربی کے طالب علم کو امامت کے لئے مقرر کر لیا اور طالب علم ہی یکے بعد دیگرے امام ہوتا رہا۔ باقی تمام انتظام اہل محلہ کرتے رہے۔ لیکن اہل محلہ کی غفلت و سستی سے اس مکان میں امام سابق کی اولاد ہی رہتی رہی اور زمین میں ان کا ہی نام درج ہوتا رہا۔ اگرچہ تمام انتظام اہل محلہ کی سعی و اہتمام سے مسجد کا ہوتا رہا۔ امام سابق کی اولاد میں سے ایک شخص نے جو مکان پر قابض تھا ان حجرات کو جو بشکل مکان بنائے گئے تھے توڑ پھوڑ کر اور کچھ زمین اور احاطہ مسجد سے شامل کر کے ایک بہت بڑا مکان از سر نو بنا لیا۔ تمام ملبہ سابق کو بھی اس میں لگا لیا۔ اگرچہ بعض اہل محلہ نے کچھ تعرض بھی کیا لیکن بعض دوسروں نے اس کا ساتھ دیا اور مکان بنوا دیا۔ امام سابق کی اولاد برابر اسی مکان میں رہتی ہے زمین میں جس کی مال گذاری وقف ہے انہیں کا نام چلا آرہا ہے۔ صہ ۸ سالانہ میں سے آج تک ایک حبہ بھی مسجد کے کسی کام میں صرف نہیں ہوا۔

ادھر اہل محلہ کی سعی و اہتمام اور چندہ سے مسجد کی شمالی جانب چند دکانات تعمیر کرادی گئیں جن کی آمدنی سے مسجد کا انتظام اور جملہ اخراجات پورے ہوتے ہیں اور نیز اہل محلہ نے تمام شہر دیوبند و بیرون شہر سے چندہ کر کے غربی جانب میں ایک بہت بڑا وسیع درجہ تعمیر کرا کر سابق دیوار میں تین در کھول دیئے جس سے مسجد بہت شاندار ہو گئی۔ صحن مسجد بڑھانے کی گرچہ ضرورت ہے لیکن یہ مکان متنازعہ صحن کے وسیع کرنے میں حارج ہے۔

۲۵ء میں اس سابق امام کی اولاد نے اس مکان اور درگاہ اور دو عدد دکان متصل درگاہ اور زمین وغیرہ کی مالکیت کا اور اپنی تولیت کا دعویٰ کر دیا اور محلہ کے بڑے بڑے سر بر آوردہ لوگوں کو مدعا علیہ قرار دیا۔ اہل محلہ کی سعی تمام سے وہ مقدمہ بعد ملاحظہ کرانے احاطہ مسجد کے سہارنپور کی ججی سے موافق مسجد کے فیصل ہو گیا۔ اور تولیت مسجد سے اس کا کوئی تعلق نہ رہا مکان مسجد کا قرار دیا گیا۔ اس کا اپیل مخالف نے الہ آباد دائر کیا۔ وہاں سے بھی خارج ہو گیا۔ اس کے باوجود اہل محلہ کی غفلت اور سستی سے بدستور سابق وہی قابض و ساکن رہا اور اب تک ہے۔

نہ ہی زمین مسجد کی آمدنی مسجد میں صرف ہوتی ہے۔ سنا دوبارہ اہل محلّہ کی طرف سے اس پر دعویٰ کیا گیا تو وہ بھی موافق مسجد کے فیصل ہو گیا لیکن اس نے پھر اپیل الہ آباد کر دیا اور یہ بھی چاہتا ہے کہ فیصلہ کر لیا جائے یعنی صلح۔ تو اب آنجناب سے دریافت طلب یہ امر ہے کہ از روئے شرع کس طرح فیصلہ کیا جائے کہ جس سے کارکنان مسجد پر کوئی بار اخروی نہ رہے۔

ان امور کا خاص طور سے لحاظ فرمایا جائے۔

(۱) جب سے کہ امامت و تولیت سے کوئی تعلق نہیں، مکان مسجد میں کہ جس کی زمین تو یقیناً وقف ہی ہے بلا کرایہ رہنا۔

(۲) زمین مسجد کی آمدنی اب تک مسجد میں صرف نہ ہونا جس کو تقریباً پچیس سال یا کچھ زائد ہوئے ہیں۔

(۳) مکان سابق کے ملبہ اینٹ، کڑی، کیواڑ وغیرہ کو شامل تعمیر مکان کر لینا۔

(۴) مسجد کے صحن کی توسیع بوجہ مکان متنازعہ نہ ہو سکنا۔ فقط والسلام

المستفتی نمبر ۲۳۲۳ سید اختر حسین عفی عنہ۔ دیوبند یکم جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ م ۱۵ جون ۱۹۴۲ء

(جواب ۲۸٤) مسجد کے ساتھ اس کے احاطہ میں جو زمین موضع مہیا للصلوٰۃ کے علاوہ ہوتی ہے وہ بھی مصالح مسجد پر وقف ہوتی ہے۔ امام جب تک امامت کے فرائض ادا کرتا رہا اس وقت تک اس مسجد سے نیز مسجد کے دوسرے وقف کی آمدنی سے اور مکان سے انتفاع اس کیلئے جواز کی حد میں آسکتا تھا۔(۱) لیکن جس وقت سے کہ امامت کے فرائض ادا کرنے چھوڑ دیئے اس وقت سے نہ وہ اس آمدنی کا مستحق تھا اور نہ مسجد کی زمین سے سکونت کا فائدہ حاصل کر سکتا تھا۔ اس وقت سے اس کے ذمہ کرایہ ادا بھی لازم ہے اور مکان بھی مسجد کو واپس کرنا لازم ہے۔(۲) یہ مسجد کی زمین کو خالی کرنا یا اپنے مکان کی قیمت (جو منہدم و مقلوعا سامان و ملبہ کی قیمت ہو) لے کر مکان مسجد کو دیدینا لازم ہے اس میں سے اس سامان و ملبہ کی قیمت وضع ہو جائے گی۔ جو خود مسجد کا تھا اور اس نے اپنے مکان میں لگا لیا تھا۔(۳) جب اس کا تعلق مکان سے منقطع ہو جائے تو اہل مسجد مکان کو منہدم کر کے صحن کو وسیع کر سکتے ہیں۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) (ويبدأ من غلته بعمارته) ثم ما هو أقرب لعمارته كإمام مسجد ومدرس مدرسة يعطون بقدر كفايتهم (الدر المختار كتاب الوقف، مطلب يبدأ بعد العمارة بما هو أقرب إليها ٤/ ٣٦٧ ط سعيد)

(۲) سكنه المتولي بلا أجر كان على الساكن أجر المثل ولو غير معد للاستغلال به يفتى (الدر المختار) (قوله كان على الساكن أجر المثل) ودخل ما لو كان الوقف مسجدا أو مدرسة سكن فيه فتجب أجرة المثل، (رد المحتار كتاب الوقف، مطلب سكن المشتري دار الوقف، ٤/ ٤٠٨ ط سعيد)

(۳) وإن كان الغاصب زاد في الأرض من عنده إن كانت الزيادة مالا متقوما كالبناء والشجر يؤمر الغاصب برفع البناء وقلع الأشجار ورد الأرض إن لم يضر ذلك بالوقف وإن كان يضر بالوقف لم يكن للغاصب أن يرفع البناء ويقلع الأشجار إلا أن القيم يضمن ذلك للوقف قيمة البناء مرفوعا (فتاوى عالمگيريه، كتاب الوقف، الباب التاسع، ۲/ ٤٤٧ ط ماجديه)

(۴) في الكبرى مسجد أراد أهله أن يجعلوا الرحبة مسجدا والمسجد رحبة فلهم ذلك (عالمگيريه، كتاب الوقف، الباب الحادي عشر، الفصل الأول ۲/ ٤٥٦ ط ماجديه)

وقف کردہ چیز کو اپنے قبضے اور تصرف میں لانے کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۲۷ء)

(سوال) وقف کردہ چیز کو اپنے قبضہ میں لانا اور اپنے تصرف میں لانا، تصرف کرنے سے باز نہ آنا کیسا ہے۔ جو شخص تصرف بیجا کرتا ہے اس کا حقیقی بھائی سودی کاروبار بھی کرتا ہے۔ ایسے لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنا کیسا ہے؟

(جواب ۲۸۵) مال وقف میں خلاف شرط واقف تصرف کرنا حرام ہے۔ اور جو شخص کہ مال وقف کو اپنے تصرف میں ناحق لائے اس کے ذمہ ضمان واجب الادا ہوگا۔(۱) سود خوار شخص سے زجراً ترک تعلقات کرنا جائز ہے۔ جب تک وہ توبہ نہ کرے، اس وقت تک مقاطعہ جاری رکھنا چاہئے۔ محمد کفایت اللہ غفر لہ، دہلی

کیا متولی مسجد مؤذن اور امام کو مسجد کی آمدنی سے قرض دے سکتا ہے؟

(الجمعیۃ مورخہ ۲۸ ستمبر ۱۹۳۳ء)

(سوال) خادمان مسجد (مثلاً مؤذن وامام) کو بوقت ضرورت متولیان مسجد مسجد کے وقف مال سے قرض حسنہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

(جواب ۲۸۶) متولی مسجد کو اختیار ہے کہ وہ مسجد کے خادموں کو ان کی ضروریات کے وقت مسجد کے فنڈ سے روپیہ قرض دے دے۔ لیکن یہ شرط ہے کہ قرض کی وصولیابی کی طرف سے اطمینان ہو۔ ضائع ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

مسجد کے لئے وقف شدہ زمین پر سڑک بنانا

(الجمعیۃ مورخہ ۱۸ اگست ۱۹۲۷ء)

(سوال) یہاں گورنمنٹ ہائی اسکول (امراؤتی) کو گورنمنٹ نے ایک قطعہ زمین اس غرض سے عطا فرمایا تھا کہ اس میں مسلمان اپنے خرچ سے مسجد بنا لیں۔ چنانچہ مسلمانوں نے چندہ کر کے ایک عظیم الشان مسجد بنوالی ہے مگر مسجد کے ارد گرد افتادہ زمین بھی ہے جو مسجد کی ملک اور قبضہ میں ہے۔ اور اس کا احاطہ بھی کر دیا گیا ہے۔ اب میونسپل کو نئی سڑک کے لئے کچھ زمین کی ضرورت ہے تو اس افتادہ مگر مملوکہ واحاطہ شدہ زمین سے کچھ حصہ دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

(جواب ۲۸۷) اگر یہ افتادہ زمین مسجد کی ملک ہے اور مسجد کے کام آسکتی ہے تو اسے سڑک کے لئے معاوضہ یا بلامعاوضہ دینا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ وقف مسجد کے ابدال یا بیع یا ہبہ کا حق متولی کو نہیں ہوتا۔(۳) محمد کفایت اللہ

---

(۱) متولی المسجد لیس له ان یحمل سراج المسجد الی بیته لو اشتری القیم بغلة المسجد ثوبا و دفع الی المساکین لا یجوز (عالمگیریه، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر، الفصل الثانی ۲/ ۴۶۲ ط ماجدیه)

(۲) مال موقوف علی المسجد الجامع واجتمعت من غلاتها ثم نابت الاسلام نائبة .. واحتیج الی النفقة فی تلک الحادثة ان لم تکن للمسجد حاجة للحال فللقاضی ان یصرف فی ذالک لکن علی وجه القرض . (عالمگیریة، کتاب الوقف، الحادی عشر، الفصل الثانی ۲/ ۴۶۴ ط ماجدیة)

(۳) (واما) الاستبدال ولو للمساکین آل (بدون الشرط فلا یملکه الا القاضی) درر و شرط فی البحر خروجه عن الانتفاع بالکلیة و کون البدل عقارا والمستبدل قاضی الجنة المفسر بذی العلم والعمل (الدر المختار کتاب الوقف، مطلب فی شروط الاستبدال ۴/ ۳۸۶ ط سعید)

نواں باب

وقف علی الاولاد

اپنی بعض اولاد پر وقف کرنے کا حکم

(سوال) جائیداد کو وقف علی الاولاد کرنا اور کسی وارث کو محروم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۴۴۱ محمد اسماعیل صاحب (آگرہ) ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ م ۲۶ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۸۸) جائیداد کو وقف علی الاولاد کرنا جائز ہے۔ مگر وقف میں بعض وارثوں کا حصہ مقرر کرنا اور بعض کو محروم کر دینا جائز نہیں ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

کیا وقف شدہ جائیداد واقف کی موت کے بعد شرعی اعتبار سے ورثاء میں تقسیم ہوگی؟

(سوال) زید نے اپنی جائیداد میں سے کچھ حصہ وقف اولاد کیا۔ زید کے تین لڑکے چار لڑکیاں ایک زوجہ ہے۔ وقف اولاد میں ان کا حق دار حصہ شرعی قرار دیا لیکن اپنی حیات میں حصہ مساوی دیتا رہا اور بہی کھاتہ میں اندراج بھی کرتا رہا۔ خود تقریباً چار سال تک متولی بھی رہا۔ اپنی حیات میں ہی اپنے متولی ہونے سے سبکدوش ہو کر لڑکے کو متولی بنا دیا۔ وہ بھی مساوی حصہ دیتا رہا اور اندراج بہی کھاتہ میں مساوی حصہ کا کرتا رہا۔ جائیداد وقف اولاد کرنے سے پیشتر زید کی تین لڑکیاں فوت ہو گئی تھیں۔ زید نے ان کی اولاد کے لئے اس جائیداد کی آمدنی میں آٹھ بچوں کے لئے جس میں دو لڑکے اور چھ لڑکیاں نابالغ ہیں فی کس پچیس روپیہ یعنی کل دو سو روپیہ ماہوار تینوں مرحومہ لڑکیوں کی اولاد کے لئے تاحیات مرحومین کی اولاد کے لئے بھی لکھا اب زید کا انتقال ہو گیا۔

(۱) زید کی حیات میں حصہ شرعی جائز تھا یا نہیں یا مساوی جائز تھا؟ (۲) زید کے انتقال کے بعد حصہ شرعی رہے گا یا مساوی۔ (۳) مرحوم اولاد کے لئے جو ماہوار مقرر کیا ہے کہ مرحوم کی اولاد جب تک زندہ رہے فی کس روپے ماہوار اس وقف اولاد میں سے دیا جائے جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۴۴۵ حاجی محمد یعقوب صاحب (دہلی) ۴ ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ م ۲۶ جنوری ۱۹۳۹ء

(جواب ۲۸۹) زید اپنی زندگی میں جس طرح دیتا رہا اور زید کے بعد اس کا لڑکا زید کی حیات میں دیتا رہا یعنی برابر کا حصہ اور مرحومہ لڑکیوں کی اولاد کو فی کس پچیس روپئے اسی طرح زید کی وفات کے بعد بھی دیا جائے گا۔ جب کہ جائیداد وقف ہو گئی تو اب اس میں بقاعدہ میراث حصہ جاری نہ ہوگا۔ بلکہ شرعی حصہ سے برابر حصہ ہی برابر ہوگا۔(۲) کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

وقف شدہ جائیداد میں تقسیم کرنے کا طریقہ

(سوال) زید نے اپنی جائیداد کا کچھ حصہ وقف اولاد کیا۔ زید کے تین لڑکے چار لڑکیاں ایک بیوی ہے۔ وقف

(۱، ۲) رجل قال ارضی صدقة موقوفة علی ولدی ونسلی فالوقف صحیح يدخل فيه الذكور والاناث من ولده وولد ولده ومن قربت ولادته ومن بعدت ويسوى فيه ولد البنين والبنات (عالمگیریة، كتاب الوقف، الباب الثالث الفصل الثانی، ص ۲ ۳۷۵ ط ماجدیه)

اولاد میں تحریر کیا ہے کہ سب کو شرعی حصہ دیا جائے اور خود متولی ہو کر لڑکی سے لڑکے کو دو چند دیتا رہا۔ کچھ حصہ حق دار لیتے رہے۔ کچھ حق داروں کا بہی کھاتے میں جمع کرتا رہا۔ تقریباً چار سال تک خود متولی رہا۔ اپنی حیات ہی میں اپنے لڑکے کو متولی کر دیا۔ حیات میں چونکہ شرعی حصہ مساوی ہوتا ہے اس لئے متولی کا لڑکا تقریباً تین سال تک مساوی دیتا رہا اور کھاتہ میں بھی مساوی اندراج کرتا رہا۔ جائیداد وقف کرنے سے پہلے زید کی تین لڑکیاں فوت ہو گئیں۔ تینوں فوت شدہ لڑکیوں نے آٹھ بچے چھوڑے جس میں دو لڑکے چھ لڑکیاں نابالغ۔ زید نے ان آٹھ بچوں کے لئے مندرجہ بالا وقف اول د جائیداد کی آمدنی میں سے دو سو روپیہ ماہوار مساوی حصہ ان بچوں کو یعنی پچیس روپے فی کس تقسیم کر کے دینے کو بھی لکھا ہے۔ اب زید کا انتقال ہو گیا۔

(۱) زید اپنے متولی ہونے کے زمانہ میں لڑکوں کو لڑکیوں سے دو چند دیتا رہا۔ وہ رقم جو زائد لڑکوں کو پہنچی ہے لڑکیاں اب ان سے لینے کی حق دار ہیں (یعنی لڑکوں سے) یا نہیں۔

(۲) زید کا لڑکا متولی ہونے کی صورت میں زید کی حیات میں اپنے بھائی بہنوں کو حصہ مساوی دیتا رہا اب کیونکر دیا جائے۔

(۳) زید کی فوت شدہ لڑکیوں کے آٹھ نابالغ بچوں کو دو سو روپے ماہوار مندرجہ بالا وقف جائیداد میں سے مساوی یعنی فی کس پچیس ۲۵ روپے ماہوار دینے کو لکھا ہے وہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۴۴۴ جناب محمد یعقوب صاحب دہلی۔ ۴ ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ ۲۶ جنوری ۱۹۳۹ء

(جواب ۲۹۰) زید نے وقف نامہ میں اگر یہ لکھا تھا کہ اولاد ذکور و اناث کو شرعی حصہ دیا جائے تو موقوفہ جائیداد میں شرعی حصہ وہ ہونا چاہئے جو واقف اپنی شرط سے معین کرے۔ اگر واقف نے وقف نامہ میں کوئی شرط اور تصریح نہیں کی تو اس کے طرز عمل سے تعیین کی جائے گی۔ اس کا عمل اس سوال میں یہ بتایا گیا ہے کہ لڑکوں کو دوہرا اور لڑکیوں کو اکہرا دیتا تھا اور اسی واقعہ کے متعلق اس سے پہلے جو سوال کیا گیا تھا اس میں یہ بتایا تھا کہ لڑکوں لڑکیوں کو برابر دیتا رہا۔ یہ بات دونوں سوال یکساں ظاہر کرتے ہیں کہ اس نے اپنی زندگی میں اپنے لڑکے کو متولی بنا دیا اور لڑکا اپنے بھائیوں بہنوں کو برابر دیتا رہا اور ظاہر یہ ہے کہ زید کو اس معاملہ کی خبر ضرور ہو گی۔ پس اگر اسے خبر تھی اور اس نے اپنے لڑکے کو برابر برابر دینے سے روکا نہیں تو یہ دلیل اس بات کی ہو گی کہ اس نے لڑکوں لڑکیوں کو برابر برابر دینا آخر الامر قرار دیا۔ پس اس کے انتقال کے بعد بھی وہی عمل جاری رہے گا اور اس کے نواسوں اور نواسیوں کو بھی اسی طرح روپے برابر ملتا رہے گا۔ زید کے انتقال کے بعد اس کا ترکہ اولاد ذکور و اناث میں دوہرا اکہرا تقسیم ہوتا مگر جائیداد موقوفہ کی آمدنی اب ترکہ زید نہیں ہے کہ اس میں میراث کے قاعدہ سے شرعی حصہ قائم کیا جائے وہ تو وقف ہے اور وقف میں شرعی حصہ وہ ہے جو واقف کی تعیین قولی یا فعلی یا تقریری سے ثابت ہو اور زید کی آخری حالت میں برابر حصہ دیا جاتا تھا لہذا وہی جاری رہنا چاہئے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) وفي الوقف على القريب تقسم الغلة على الرؤس الصغير والكبير والذكر والانثى والفقير والغني سواء لمساواة الكل في الاسم. (عالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الثالث ۲ ۳۷۹، ط ماجدية)

دسواں باب
متفرقات

شہیدوں کی قبروں کو مسجد میں شامل کرنا

(سوال) ایک مسجد کے حوض کے کنارے پر دو قبریں شہیدوں کی ہیں۔ اس کا صحن کشادہ کرنے کے لئے زمین برابر کر سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۷۵۰ محمد طاہر محمودی صاحب۔ قصبہ کڑی ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ م ۲۰ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۹۱) اگر قبریں بناء مسجد سے پہلے کی ہیں تو ان کو برابر کرنا جائز نہیں کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ ان کی زمین وقف مسجد میں شامل نہیں اور اگر بناء مسجد کے بعد مسجد کی زمین میں شہیدوں کو دفن کر دیا تھا تو ان کو مسجد میں ملا لینا جائز ہے۔( ) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

زمین کھودنے سے انسانی ہڈیاں نکلیں تو ان کا حکم

(سوال) (۱) زید ایک خریدی ہوئی زمین میں کنواں لگوانے کی خاطر کھدوائی شروع کرتا ہے اور چار پانچ فٹ کی گہرائی سے ایک سالم انسانی پنجر برآمد ہوتا ہے۔ دوسرے پنجر کی کھوپڑی کی ہڈی۔ دو تین دانت اور بازو کی ہڈیاں بھی نکلتی ہیں۔ دوسرے پنجر کا بقایا حصہ نا حال نامکمل کنویں کی کچی دیوار میں موجود ہے اور دکھائی دیتا ہے۔ کیا ایسے ناتمام کنویں کو مکمل کیا جانا اسلامی شریعت کے نزدیک جائز ہے۔

(۲) جو انسانی ہڈیاں برآمد ہوئیں ان کا کوئی احترام نہیں کیا گیا بلکہ کوڑا کرکٹ سمجھتے ہوئے باہر پھینک دی گئیں۔ کنواں لگوانے والے نے خود دیکھیں اور اس کو اس کا علم ہے۔ اس آدمی کے بارے میں شریعت کیا حکم رکھتی ہے۔ شخص مذکور اہل سنت و جماعت کے زمرے میں خود کو تسلیم کرتا ہے۔

(۳) اگر استفتا نمبر ۱، ۲ کا دیدہ و دانستہ مرتکب امام مسجد اور خطیب ہو تو اس کی امامت میں نماز ادا کرنے کے بارے میں شریعت کیا حکم رکھتی ہے۔ دراں حالیکہ وہ ایسے جرم سے دیدہ و دانستہ توبہ نہیں کرتا۔ بلکہ اسے جائز سمجھتے ہوئے اپنی ضد پر قائم ہے۔

(۴) کیا وہ لوگ جو اس بات کے عینی شاہد ہیں اور وہ جس کو اس کا علم بھی ہے کسی ذریعہ سے اس امام مسجد او خطیب کو کنواں لگوانے سے باز رکھ سکتے ہیں۔ کیوں کہ ان کے دلوں میں اس بے حرمتی کا از حد رنج ہے۔ کیا کوئی قانونی صورت ایسی ہے جس کی رو سے کنواں لگوایا جانا بند ہو سکے فقط۔

المستفتی نمبر ۱۶۰۸ ابلاغ علی صاحب (ضلع گجرات) ۹ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ م ۱۸ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۹۲) یہ زمین اگر مملوک ہے تو اس میں یہ قبریں، یک مملوک زمین میں دفن واقع ہونے کے طور پر

---

(۱) اذا دفن المیت فی ارض غیره بغیر اذن مالکها فالمالک بالخیار ان شاء باخراج المیت و ان شاء سوی الارض و زرع فیها کذا فی التجنیس (عالمگیریہ، کتاب الصلاة، الباب الحادی و العشرون، الفصل السادس، ۱ / ۱۶۷ ط ماجدیة)

بھی ہوں گی۔ اس صورت میں مالک زمین کو یہ حق ہوتا ہے کہ جب لاشیں بالکل مٹی ہو جائیں تو اس زمین کو اپنے کام میں لے آئے۔(۱) لیکن اگر پہلے سے علم نہ ہو کہ یہاں پر قبریں تھیں اور لاعلمی میں زمین کھودی گئی اور لاشیں نکلیں تو لازم تھا کہ زمین کو برابر کر دیا جاتا یا ہڈیوں کو احترام کے ساتھ دوسری جگہ دفن کر دیا جاتا۔(۲)

ہاں اگر اس امر کا ثبوت موجود ہو کہ قبریں مسلمانوں کی نہ تھیں اور لاشیں کفار کی ہیں تو ان کا وہ احترام جو مسلمان کی لاش کا ہوتا ہے۔ واجب نہیں۔ ہندوستان کے کفار اپنے مردے دفن نہیں کرتے جلاتے ہیں۔ مگر عیسائی دفن کرتے ہیں۔ بہر حال اگر معاملہ مشتبہ ہے تو لازم ہے کہ اس جگہ کنواں نہ کھدوایا جائے(۳)۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

آندی میں لوگوں کی سہولت کے لئے سہ درہ بنانا کار خیر ہے

(سوال) زید نابینا اور معذور ہے اس کے پاس اراضی زرعی ہے۔ وہ لا ولد بغیر زوجہ بھی ہے۔ زید اپنی تمام اراضی زرعی بکر کے حق میں جو زید کا حقیقی چچا ہے بعوض زر بدل منتقل کر کے اس زر بدل سے شارع عام پر بغرض حصول ثواب دارین ایک مکان سہ درہ نزد چاہ آبنوشی بنا دیا۔ جس میں آیندگان و روندگان عام موسم گرما و سرما و باران میں آرام پاتے ہیں۔ آیا یہ عمارت عام وقف منجانب زید بہ فروختگی جائیداد خود شرعاً جائز داخل حسنات ہے؟

المستفتی نمبر ۲۱۸۳ امیر خاں صاحب (پٹیالہ) ۱۳ ذی قعدہ ۱۳۵۶ھ ۱۶ جنوری ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۹۳) زید کو اختیار تھا کہ اپنی مملوکہ جائیداد کو اپنی زندگی اور صحت میں کسی نیک کام میں لگا دے اور مسافروں کے آرام کے لئے سہ درہ بنانا بھی کار خیر ہے اس لئے زید کا یہ فعل جائز ہے اور سہ درہ وقف عام ہو گیا۔ اب اس کو واپس لینے کا زید کو بھی حق نہیں ہے۔ اراد ان یجعل مالہ فی جهة القربة فبناء الرباط للمسلمين افضل (الی قوله) ولو كان مكان الدار ضيعة فالوقف افضل (عالمگیری)(۴) محمد کفایت اللہ، دہلی

کیا آمدنی وقف کرنے کے لئے لفظ وقف بولنا ضروری ہے؟

(سوال) ایک شخص حیات اور صحت کی حالت میں اپنے دوست کو مبلغ ایک ہزار روپیہ نقد دیتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ایک تحریر دیتا ہے کہ مذکورہ روپیہ سے شیئر (حصہ) خرید کر اس کی آمدنی میری حیات تک مجھے دے۔ میرے بعد میری بڑی لڑکی کو دے۔ اس کی وفات کے بعد آمدنی مذکورہ میرے چھوٹے بچوں کو دے۔ اس تحریر میں یہ ظاہر نہیں کرتا کہ روپیہ مذکورہ وقف ہے۔ وہی شخص ایک وصیت نامہ لکھتا ہے کہ میرے بعد میرا مال میرے ورثہ پر شرعی طریقہ سے تقسیم کیا جائے۔ اب استفسار طلب امر یہ ہے کہ وہ ایک ہزار روپیہ اور اس

---

(۱) ولا ينبغي اخراج الميت من القبر الا اذا كانت الارض مغصوبة ... اذا دفن الميت في ارض غيره بغير اذن مالكها فالمالك بالخيار ان شاء امر باخراج الميت، وان شاء سوى الارض وزرع فيها (عالمگيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون، الفصل السادس، ١/ ١٦٧ ط. ماجدية)

(۲) مقبرة كانت للمشركين ارادوا ان يجعلوها مقبرة للمسلمين، فان كانت آثارهم قد اندرست فلا بأس بذلك وان بقيت آثارهم بان بقي من عظامهم شئ ينبش ... ثم يجعل مقبرة للمسلمين الخ (الهندية، كتاب الوقف، الباب الثاني عشر ٢/ ٤٦٩ ط ماجدية)

(۳) حدیث شریف میں ہے كسر العظم الميت ككسره حيا قال العيني اشارة الى انه لا يهان الميت كما لا يهان الحي عزيز ص ۵۸۲

(۴) كتاب الوقف، الباب الرابع عشر في المتفرقات، ٢/ ٤٨١، ٤٨٢ ط ماجدية)

کی آمدنی مرحوم مذکور کے ترکہ میں شمار کرکے تمام ورثاء پر حصہ رسد تقسیم ہوگا یا اس کی تحریر کے موافق اس کا انتظام کیا جائے۔

المستفتی نمبر ۲۱۹۳ مولانا عبدالحق صاحب (سورت) ۵ ذی قعدہ ۱۳۵۶ھ ۱۸ جنوری ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۹٤) اگر مرحوم نے اس تحریر میں یہ نہیں لکھا کہ چھوٹے بچوں کے نہ رہنے کی صورت میں فقراء کو دی جائے اور تحریر میں لفظ وقف بھی نہیں آیا تو اس کے انتقال کے بعد یہ رقم یا شیرز ترکہ میں شامل ہو کر ورثاء پر تقسیم ہوں گے یعنی وقف قرار نہ دیئے جائیں گے۔( )

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد، مدرسہ، یا وقف جائیداد پر ٹیکس کا حکم

(سوال) میونسپل بورڈ بجنور نے جملہ عمارات و مکانات و اراضیات پر پانچ روپیہ ماہوار کی حیثیت کے مکان پر حسب ذیل ہاؤس ٹیکس تجویز کرکے غرض رائے عامہ مشتہر کیا ہے۔

(۱) جملہ مکانات و عمارات و اراضیات پر جن کی کرایہ کی حیثیت پانچ روپے ماہوار ہے شرح تین روپے ساڑھے چودہ آنے فی صدی ٹیکس عائد کیا جائے گا۔

(۲) جملہ مکانات و عمارات و اراضیات جو صرف عبادت کے لئے مستعمل ہوتے ہیں بشمول گرجا گھر، مندر، مسجد، امام باڑہ، ٹھاکر دوارہ مستثنیات میں سے ہیں لیکن ان کے متعلق ایسی اراضیات مکانات عمارات جن سے کوئی آمدنی بشکل کرایہ گھاس و بہر باغ و دیگر پیداوار کے ہوتی ہے ان پر بشرطیکہ وہ حیثیت مندرجہ بالا میں آتی ہوں ٹیکس عائد کیا جائے گا۔ چونکہ مسجد کے مکانات و اراضیات موقوفہ جن کی آمدنی سے مسجد کے پانی، چٹائی و لوٹے و روشنی و دیگر اخراجات پورے ہوتے ہیں ٹیکس سے بری نہیں ہوتے۔ کیا مذہبی نقطہ نظر سے جائیداد موقوفہ پر یہ ٹیکس جائز ہے یا ناجائز۔ اگر ناجائز ہے تو مسلمانوں کو اس کے خلاف کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہئے۔

المستفتی نمبر ۲۲۹۳ عبدالوحید ایڈیٹر اخبار الواحد بجنور۔ ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ ۱۰ اگست ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۹۵) تمام اوقاف کو ٹیکس سے مستثنیٰ کرانے کی سعی کرنا چاہئے۔ کسی وقف جائیداد پر بعد وقف ہونے کے کوئی جدید ٹیکس عائد نہ ہونا چاہئے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

کفار کی بنی ہوئی مسجد کے عوض دوسری مسجد بنوانا

(سوال) یہاں جو جامع مسجد کے درد زد کو وسیع کرنے پر فوئرنگ ہوا اس کی بابت سٹیٹ کے حکام یعنی خان بہادر عبدالعزیز خاں یہ فرماتے ہیں کہ راجہ بہادر کی یہ مرضی ہے کہ مسلمانان جے پور کے لئے ایک لاکھ روپیہ لگا

---

(۱) رجل قال ارضي صدقة موقوفة على نفسي يجوز هذا الوقف على المختار كذا في خزانة المفتين ولو قال وقف على نفسي ثم من بعدي على فلان ثم على الفقراء جاز عند ابي يوسف رحمة الله عليه (الهندية، كتاب الوقف، الباب الثالث، الفصل الثاني ۲/۳۷۱ ط. ماجدية) قال في الشامية: لو وقف على الاغنياء وحدهم لم يجز لانه ليس بقربة، اما لو جعل آخره للفقراء فانه يكون قربة في الجملة. (الشامية، كتاب الوقف، مطلب على الاغنياء وحدهم لم يجز، ٤/ ۳۳۸ ط سعيد)

(۲) اذا جعل الرجل ارضه الخراجية مقبرة او خانا للغلة او مسكنا للفقراء سقط الخراج عالمگيرية، كتاب السير، الباب السابع، ۲/ ۲٤۲ ط ماجدية)

کر دوسری مسجد بنوادی جائے۔ شریعت سے اس کی بابت کیا حکم ہے۔ کہ کفار راجہ کے پیسہ سے مسجد بنی ہوئی میں نماز جائز ہے یا نہیں۔ اور اس مسجد کے معاوضہ میں دوسری مسجد بھی جائز ہے یا نہیں۔ اس پر ۱۵ مارچ کو بہت جلد جواب طلب ہے۔

المستفتی نمبر ۲۴۶۵ امام صاحب مسجد لوہارن (جے پور) ۲۲ محرم ۱۳۵۸ھ م ۱۴ مارچ ۱۹۳۹ء

(جواب ۲۹۶) اس مسجد کے معاوضہ میں دوسری مسجد بنوانے کا اگر مطلب یہ ہے کہ موجودہ مسجد سے مسلمان دست بردار ہو جائیں اور یہ مسجد ریاست کو دیدیں اور دوسری مسجد بنوالیں تو یہ قطعاً ناجائز اور مسلمانوں کو ایسی تبدیلی منظور کرنا حرام ہے(۱) اور اگر یہ مسجد قدیم قائم رہے اس کی مسجدیت میں کوئی فرق نہ آئے اور ریاست دوسری مسجد کسی وسیع مقام پر بنادے اور مسلمانوں کو دے دے تو اس نئی مسجد میں نماز جائز ہوگی بشرطیکہ اس نئی مسجد کی عمارت یا زمین سے ریاست کے حقوق مالکانہ یا تبدیل و تغیر کے اختیارات متعلق نہ رہیں اور بالکلیہ مسلمانوں کو دے دی جائے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

خاص جگہ کے فقراء کے لئے وقف کی ہوئی آمدنی کا حکم

(سوال) ایک شخص نے اس طور پر وقف کیا ہے کہ اپنے وقف کی آمدنی کے ایک سو حصے کئے ہیں جس میں مکہ شریف کے لئے پچیس حصے، مدینہ شریف کے لئے پچیس حصے، بغداد شریف کے لئے دس حصے اور اپنے وطن اصلی کے لئے دس حصے اور جہاں وہ شخص اس وقت تجارت کرتا تھا اور وفات پائی وہاں کے لئے تیس حصے یعنی اللہ واسطے ان مقامات میں غرباء پر یہ رقم آمدنی کی خرچ کی جاوے اور وطن اور جہاں وفات پائی وہ حصے آمدنی کے اقرباو غربا پر خرچ کی جائے۔ جب جائیداد وقف کی تھی آمدنی کم تھی اور اب اس وقت آمدنی بہت بڑھ گئی ہے۔ مرحوم واقف کے اقارب بہت زیادہ غریب ہیں متولیوں کا ایسا خیال ہے کہ مکہ، مدینہ، بغداد کی رقوم سب جگہ کی یا بعض کی موقوف کر کے خویش و اقارب پر خرچ کریں کیونکہ وہ بہت حاجت مند ہیں۔ مرحوم واقف بعد وقف کرنے کے بہت مدت تک حیات تھا۔ اس نے بغداد کبھی رقم نہیں بھیجی۔ سوال یہ ہے کہ کیا بعض مقامات کی رقوم موقوف کر کے اقارب پر خرچ کرنے کا متولیوں کو اختیار ہے یا کل آمدنی کے لئے جیسا واقف نے لکھا ہے ویسا ہی کرنا لازم ہے۔

المستفتی نمبر ۲۵۴۷ جامعہ حسینیہ۔ راندیر (سورت) ۲۷ شعبان ۱۳۵۸ھ م ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۹ء

(جواب ۲۹۷) جیسا کہ واقف نے لکھا ہے ویسا ہی کرنا ہوگا بشرطیکہ حد جواز سے باہر نہ ہو۔ شرط الواقف کنص الشارع (۱) نذر میں تو تخصیص مکان بس وقت لغو قرار دی جاتی ہے مگر وقف کا یہ حکم نہیں ہے بلکہ اگر مرحوم نے اپنی زندگی میں مدت دراز تک بغداد رقم نہیں بھیجی تو یہ تخصیص اس کے اپنے عمل کی وجہ سے منسوخ

---

(۱) کیونکہ جس جگہ مسجد بنادی جائے وہ قیامت تک مسجد کے حکم ہوگی۔ اور اس کے آداب کی رعایت لازم ہے اور ریاست کو دینے سے مسجد کے آداب کو بجا نہیں لایا جائے گا بلکہ اپنی مرضی سے دوسری ضروریات کے لئے استعمال کی جائے گی۔

(۲) مسئلہ مذکورہ "فصل دوازدہم غیر مسلم کا مال مسجد میں لگانا" میں تفصیل سے مذکور ہے لہذا وہاں مراجعت کی جائے۔

(۱) الدر المختار، کتاب الوقف، مطلب فی قولہم شرط الواقف کنص الشارع، ۴، ۴۳۳ ط سعید

سمجھ لینے کی گنجائش ہے۔ (۱) واللہ اعلم۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

کیا موقوفہ زمین کا مال گذاری ادا نہ کرنے کی وجہ سے نیلام ہونا متولی کی خیانت ہے؟

(سوال) حضرت مخدومی و مطاعی دامت فیوضکم السلام علیکم ورحمة الله و برکاته۔ مزاج گرامی! موقوفہ زمین کی آمدنی کی کمی کی وجہ سے اگر زمین موقوفہ کی مال گذاری زمیندار کو ادا نہ ہو اور متولی نہ دے اور اس کی وجہ سے موقوفہ زمین نیلام ہو جائے تو یہ متولی کی خیانت کو مستلزم ہوگا یا نہیں؟ اور کیا ایسی صورت میں متولی پر شرعاً واجب ہے کہ اپنی ذاتی جائیداد سے مال گذاری موقوفہ زمین کی ادا کرے۔ اس کے متعلق فتوے کی ضرورت ہے۔ جس میں فقہ کی عبارت کی نشان دہی بھی کی جائے میرے علم میں کوئی جزئی نہیں ہے اس لئے حضور کی طرف رجوع کر رہا ہوں۔ جواب سے مع عبارت فقہ کے نوازش فرمائی جائے۔

المستفتی نمبر ۲۶۷۸ مولانا عبدالصمد صاحب رحمانی دفتر امارت شرعیہ۔ پھلواری شریف پٹنہ (بہار) ۲ رجب ۱۳۶۰ھ م ۲۸ جولائی ۱۹۴۱ء

(جواب ۲۹۸) متولی پر یہ بات تو کسی طرح لازم نہیں کہ مطالبات سرکاری اپنے پاس سے تبرعاً ادا کرے۔ ہاں یہ بات اس کے لئے بہتر تھی کہ وقف کو بچانے کے لئے قرض لے کر ادا کر دیتا۔ یہ قرض لینا باجازت حاکم اور بغیر اجازت حاکم دونوں طرح اس کے لئے دیانۃً جائز تھا مگر واجب نہ تھا۔ اس لئے اگر اس نے قرض نہ لیا اور وقف کو سرکار نے نیلام کر دیا تو اس میں متولی کی طرف سے کوئی خیانت نہیں پائی گئی۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ وقف میں کچھ آمدنی نہیں ہوئی۔ لیکن اگر آمدنی ہوئی تھی اور وہ متولی نے دوسرے مصارف میں خرچ کر دی اور سرکاری مطالبہ ادا نہ کیا اور اس میں وقف نیلام ہو گیا تو یہ متولی کی خیانت ہوگی۔ اس پر لازم تھا کہ سرکاری مطالبے پہلے ادا کرتا۔ کیونکہ اس میں وقف کے ہلاک اور ضائع ہونے کا خوف تھا۔ دوسرے اخراجات ملتوی کرنے میں یہ خوف نہ تھا۔ قال هلال رحمه الله في وقفه اذا استرمت الصدقة وليس في يد القيم مايرمها فليس له ان يستدين عليها وعن الفقيه ابي جعفر رحمه الله تعالیٰ ان القياس هكذا لكن يترك القياس فيما فيه ضرورة نحو ان يكون في ارض الوقف زرع ياكله الجراد و يحتاج القيم الى النفقة او طالبه السلطان بالخراج جاز له الاستدانة والاحوط في هذه الضرورات ان يستدين بامر الحاكم الا ان يكون بعيدا منه ولا يمكنه الحضور فحينئذ لا باس بان يستدين بنفسه كذا في الظهيرية هذا اذا لم تكن في تلك السنة غلة فاما اذا كانت فصرف القيم الغلة على المساكين ولم يمسك للخراج شيئاً فانه يضمن حصة الخراج كذافي الذخيرة قيم وقف طلب منه الخراج والجبايات وليس في يده شئ من مال الوقف فاراد ان يستدين قال ان امر الواقف بالاستدانة له

---

(۱) ليس له اعطاء الغلة لغير من عينه لخروج الوقف عن ملكه بالتسجيل اه فانه صريح في عدم صحة الرجوع عن الشروط في الجواب التولية خارجة عن حكم سائر الشروط لان له فيها التغيير كما بيناه (رد المحتار كتاب الوقف مطلب لا يجوز الرجوع عن الشروط ٤/٤٥٩ ط سعيد)

ذلك وان لم يامره تكلموا فيه والا صح انه ان لم يكن له بد منه يرفع الامر الى القاضي حتى يامر بالاستدانة كذا قال الفقيه رحمه الله تعالىٰ ثم يرجع في الغلة كذا في المضمرات (فتاوى هنديه ص ٤١٨ ج ٢)(۱) کتبہ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

آبادی پر بمباری کی صورت میں چند متفرق مسائل

(سوال) (۱) کسی شہر پر اگر بمباری ہو چکی ہو اور ہر لحہ ہوائی حملہ کا خطرہ رہتا ہو تو کیا ائمہ مساجد و مؤذنین پر مساجد کے آباد رکھنے اور پنجوقتہ نماز باجماعت ادا کرنے کا فرض بالکل اسی طرح جیسا کہ زمانہ امن میں عائد ہوتا ہے، عائد رہتا ہے یا نہیں؟

(۲) اگر غیر مستطیع افراد شہر سے باہر نسبتاً محفوظ مقامات پر جانے کی قدرت نہ رکھنے کی وجہ سے شہر میں رہنے پر مجبور ہوں تو ایسی حالت میں کیا ائمہ مساجد اور مؤذنین کا شہر ہی میں رہنا ضروری ہے؟

(۳) کیا منتظمین اوقاف و مساجد پر اس قسم کے خطرے کے زمانے میں ائمہ مساجد و مؤذنین و دیگر ملازمین کو محفوظ مقامات پر منتقل کرنے کا فرض عائد ہوتا ہے یا نہیں؟ اور اس معاملہ میں کسی قسم کا امتیاز روا رکھنا ان لوگوں کی جان و مال کے استخفاف کو مستلزم ہے یا نہیں؟

(۴) کیا اوقاف کی آمدنی میں سے علاوہ تنخواہ کے ملازمین کو شہر سے باہر لانے لے جانے کے لئے اور بوقت نماز میں پہنچنے کی غرض سے موٹروں اور سواریوں کا انتظام کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۵) ائمہ و مؤذنین و دیگر ملازمین مساجد کی جان و مال کی حفاظت کا فرض کس پر عائد ہوتا ہے منتظمین پر یا خود ملازمین پر؟ اگر منتظمین اس فرض کی ادائیگی سے قاصر ہوں یا قصداً اس کی ذمہ داری نہ لینا چاہتے ہوں تو کیا ائمہ و مؤذنین وغیرہم کا اپنے فرائض سابقہ کو اسی طرح انجام دیتے رہنا ضروری ہے یا فرائض کی انجام دہی کے لئے منتظمین کی ذمہ داری شرط ہے؟ ایسی حالت میں کیا ائمہ و مؤذنین کا بغیر پابندی کے بقدر طاقت و وسعت اپنی اپنی خدمت کو انجام دے دینا نہیں ان کی ذمہ داری سے سبکدوش کر سکتا ہے؟

(۶) ایسے لوگ جو مالی منفعت کے خیال سے اپنی جان کو خطرے میں ڈال دینے پر رضامند ہوں ان کا یہ فعل شرعی نقطہ نظر سے کیسا ہے؟

(۷) جب کہ خطرہ شخصی مدافعت کی حدود سے بالاتر ہو تو مساجد کو آباد رکھنے کی کیا صورت ہے؟ کسی خاص شخص یا چند افراد کو معاوضہ دے کر مسجد کے آباد رکھنے کا فرض ان پر عائد کرنا کیسا ہے۔ مسجد کے ساز و سامان کو دوسری جگہ منتقل کر کے مسجد کو بغیر کسی حفاظت کے کھلا چھوڑ دیا جائے یا اس کے لئے چند افراد کو مقرر کیا جائے؟ کیا مسجد کو بند کر دینا۔ یہاں تک کہ اوقات نماز میں بھی بند رہے درست ہے کہ نہیں؟

(۸) جو لوگ خطرے کی حالت میں دور دراز مقامات پر چلے جائیں ان کا یہ فعل شرعی حیثیت سے کیسا ہے؟ کیا

---

(۱) (عالمگیریہ، کتاب الوقف، الباب الخامس، مطلب فی الاستدانة علی الوقف، ۲/ ٤٢٤ ط. ماجدیة)

وہ ضعیف الایمان سمجھے جائیں گے؟ اور کیا وہ لوگ جو خطرہ کی حالت میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ حقیقت میں متوکل اور قوی الایمان ہیں؟

(۹) متمدن ممالک میں جہاں بمباری یا مشین گن کی بارش ہوتی ہے لوگوں پر خوف وہراس طاری ہونے کی وجہ سے اموات کی تجہیز و تکفین نہیں ہو سکتی اور غیر معلوم تعداد ان کی ناگفتہ بہ صورتوں اور حالات میں پھینک دی جاتی ہے یا جلا دی جاتی ہے۔ ان میں کوئی تمیز نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں شرعی حکم کیا ہے اور مسلم جماعتوں پر کیا فرض عائد ہوتا ہے؟

المستفتی نمبر ۲۶۹۴ رشید نوب کی۔ رنگون۔ برما ۴ محرم ۱۳۶۱ھ ۲۲ جنوری ۱۹۴۲ء

(جواب ۲۹۹) (۱) ان کو حق ہے کہ وہ بغرض احتیاط باہر چلے جائیں لیکن اس غیر حاضری کے زمانے کی تنخواہ مانگنے کے وہ بغیر مرضی متولیوں کے حق دار نہیں۔(۱)

(۲) ضروری نہیں۔

(۳) متولیوں پر یہ فرض عائد نہیں ہوتا۔ البتہ مروت و اخلاق کے طور پر وہ ایسا کریں تو بہتر ہے اور اس میں غیر مستطیع ملازم اس رعایت کے زیادہ مستحق ہیں۔(۲)

(۴) اگر مسجد کی آمدنی وافر ہو تو درست ہے۔(۳)

(۵) ان کی جان و مال کی حفاظت کا فرض خود ان پر عائد ہوتا ہے جیسے کہ تمام ملازمین جو لوگوں کے شخصی یا اداروں کے ملازم ہیں۔(۴)

(۶) ان کا یہ فعل جائز ہے کیونکہ بمباری بھی یقینی نہیں اور بمباری میں ہلاکت بھی یقینی نہیں۔

(۷) جائز ہے۔ اگر مسجد میں نماز پڑھنے والے رہیں تو بند نہ کی جائے اور نمازی نہ رہیں تو بند کرنا مباح ہے۔(۵)

(۸) بغرض احتیاط باہر جانا مباح ہے اور رہنا بھی مباح ہے۔ ایمان کا ضعف و قوت نیت پر موقوف ہے۔(۶)

(۹) مسلم جماعتوں کا فرض ہے کہ وہ حتی الامکان مسلم اموات کی تجہیز و تکفین کا انتظام کریں البتہ

( ) في القنية إن كان الواقف قدر للدرس لكل يوم مبلغا فلم يدرس يوم الجمعة والثلاثاء لا يحل له أن يأخذ، ويصرف أجر هذين اليومين إلى مصارف المدرسة (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب في استحقاق القاضي والمدرس الوظيفة في يوم العطلة، ٤ ٣٧٢ ط سعيد)

(۲) اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: "وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان" (سورۃ المائدۃ)

(۳) وضمن متوليه لو فعل النقش أو البياض إلا إذا خيف طمع الظلمة فلا بأس به قوله: إلا إذا خيف بأن اجتمعت عنده أموال المسجد وهو مستغن عن العمارة وإلا فيضمنها (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب كلمة لا بأس دليل على أن المستحب غيره ج ۱ ٦٥٨ سعيد)

(۴) قرآن مجید میں ہے: "ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة" سورۃ البقرۃ

(۵) وكره غلق باب المسجد إلا لخوف على متاعه، به يفتى قوله إلا لخوف على متاعه هذا أولى من التقييد في زمانه، لأن المدار على خوف الضرر وفي العناية: والتدبير في الغلق لأهل المحلة (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوة، مطلب في أحكام المسجد، ج ۱ ٦٥٦، سعيد)

(٦) وإن كان لا يرجو القوة والشوكة للمسلمين في القتال فإنه لا يحل له القتال لما فيه من إلقاء نفسه في التهلكة الهندية، كتاب السير، الباب الأول ۲ ۱۸۸ ط ماجدية

اس صورت میں کہ ان کو موقع ہی میسر نہ ہو یا ان کی وسعت سے باہر ہو معذور ہوں گے۔(۱)

بازاری کی وقف کی ہوئی آمدنی کا حکم

(سوال) ایک زن بازاری اپنی کچھ ایسی جائیداد جو اس نے ناجائز طریق پر حاصل کی تھی بحق مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور وقف کرنا چاہتی تھی لیکن اہل مدرسہ نے اس کو قبول نہیں کیا۔ گو زن بازاری کی سب سے مختلف طریقوں سے مسلسل کوششیں وقف کے قبول کرنے کے لئے عمل میں لائی گئیں اہل مدرسہ نے اپنی ذمہ داریوں کے صحیح حساسات کے تحت قطعی انکار کر دیا۔ اس کے بعد اس نے اہل مدرسہ کی مرضی کے خلاف بطور خود وہ جائیداد بحق مدرسہ حکومت وقت کے قانون کے موافق دفتر رجسٹری میں جا کر وقف کر دی اور وقف نامہ میں اپنی زندگی میں اس کی متولی ہونے کی شرط درج کر دی لکھ دیا کہ پانچ روپیہ ماہانہ بطور کرایہ مدرسہ کو دیتی رہوں گی۔ چنانچہ اس نے ایک ماہ کے پانچ روپے حضرت ناظم صاحب مدرسہ کے نام بذریعہ منی آرڈر بھیجے۔ حضرت ناظم صاحب نے سہواً منی آرڈر وصول کر لیا۔ بعد میں متنبہ ہوا کہ یہ روپیہ تو اس جائیداد کے متعلق ہے جس کے وقف کو قبول کرنے سے انکار کر دیا گیا تھا۔ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اب جب کہ وقف باقاعدہ ہو چکا ہے اس کی آمدنی قبول کرنے سے انکار کرنا اور وصول شدہ روپے کو واپس کرنا جائز نہیں ہے۔

المستفتی نمبر ۲۷۶۶ محمد اکرام الحسن مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۶۲ھ م ۱۷ جون ۱۹۴۳ء

(جواب ۳۰۰) وقف کرنا واقف کا فعل ہے۔ اس کی صحت کے لئے موقوف علیہ یا اس کے وکیل متولی کا قبول کرنا شرط نہیں ہے۔ اس بنا پر وقف قبول کرنے اور بعد وقف اس کی آمدنی لینے میں حق کرنا تو درست نہیں معلوم ہوتا۔ موقوف کی خباثت کی بنا پر وقف کی صحت یابی میں تردد ہونے کی وجہ سے اگر وقف کو قبول نہ کرنا جائز تھا تو اسی بنا پر اس کی آمدنی کو قبول نہ کرنا بھی جائز ہے۔ اور یہی اسلم واحوط ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

مسجد کی زمین پر ذاتی کوٹھی بنانا ناجائز ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۳۶ء)

(سوال) ایک قدیم مسجد کے حجرے اور دکانوں کو ایک مسلمان نے گرا کر اپنی کوٹھی بنا لی۔ حجرے کے لئے اس کوٹھی کے ایک کمرے کا دروازہ مسجد میں رکھ دیا مگر اس کمرے کا بالا خانہ کوٹھی کے بالا خانے میں شامل ہے۔ کوٹھی مذکورہ میں مسجد کی زمین کے علاوہ اس شخص کی اپنی زمین بھی شامل ہے۔

(جواب ۳۰۱) مسجد اور مسجد کے متعلق موقوفہ زمین پر ذاتی تعمیر بنانا غصب وقف ہے۔ اس لئے اس کو خالی کرنا

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ "لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا" (سورۃ البقرۃ، الجزء الثالث رقم الآیۃ ۲۸۶)

(۲) واذا وقف علی قوم فلم یقبلوا فان ردوا کلھم کان الوقف جائزا وتکون الغلۃ للفقراء واذا رد البعض فان کان الاسم ینطلق علی الباقین فالغلۃ کلھا تکون للباقین (عالمگیریہ، کتاب الوقف، الباب الخامس، ۲ ۲۹ ؛ ط ماجدیہ)

اور وقف میں شامل کرنا لازم ہے۔ ذاتی مکان کا دروازہ زمین وقف پر کھولنا بھی جائز نہیں۔ ( )

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

وقف نامہ

الحمدللہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد منکہ بن ساکن ضلع کا ہوں۔

(الف) چونکہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور انسان کے لئے اس سے زیادہ مفید کوئی چیز نہیں کہ اپنے سے زاد آخرت خود مہیا کرے۔ نیز پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ بہترین صدقہ وہ صدقہ ہے جو صحت و تندرستی کے زمانے میں کیا جائے۔(۲)

(ب) شریعت اسلامیہ میں وقف کو ایک قسم کا صدقہ قرار دیا گیا ہے۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ میں اپنا فلاں مال خدا کی راہ میں خرچ کرنا چاہتا ہوں تو آنحضرت ﷺ نے وقف کرنے کا مشورہ دیا اور اس کو لفظ صدقہ سے تعبیر فرمایا۔(۳)

(ج) شریعت اسلامیہ نے وقف علی الاولاد کو جائز رکھا ہے اور قانون مجریہ ایکٹ نمبر ۶ مصدرہ ۷ مارچ سن ۱۹۱۳ء نے بھی اسے صحیح اسلامی مسئلہ قرار دیا ہے۔(۴)

(د) میں حنفی ہوں اور مذہب حنفیہ میں وقف علی نفس الواقف جائز ہے۔ جیسا کہ ایکٹ مذکور کی دفعہ ۳۔ کے ضمن حرف (ب) میں اس کی تصریح ہے۔

---

(۱) ولو غصبها من الواقف او من وليه غاصب فعليه ان يردها الى الواقف فان كان الغاصب زاد في الارض كالبناء والشجر يؤمر الغاصب بنزع البناء وقلع الاشجار ورد الارض. (عالمگیریہ، کتاب الوقف، الباب التاسع، ۲/ ۴۴۷ ط ماجدیہ)

(۲) عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رجل يا رسول الله، ای الصدقة افضل قال ان تصدق وانت صحيح شحيح تامل العيش وتخشى الفقر (رواه النسائی، کتاب الزکاة، باب ای الصدقة افضل ۱/ ۲۷۳ ط سعید)

(۳) عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنه قال اصاب عمر ارضا بخيبر فقال يا رسول الله ما تامرنی به قال ان شئت حبست اصلها وتصدقت بها الخ (رواه مسلم، کتاب الوصية، باب الوقف، ۲/ ۴۱ ط قدیمی کتب خانہ)

(۴) لو قال ارضی هذه صدقة موقوفة على من يحدث لی من الولد وليس له ولد يصح هذا الوقف. (عالمگیریہ) کتاب الوقف، باب الثالث، الفصل الثانی، ۲/ ۳۷۱ ط ماجدیہ)

ان امور مذکورہ بالا کی بنا پر میں نے بحالت صحت وثبات عقل ودرستی ہوش وحواس اپنی جائیداد مفصلہ ذیل کو آج بتاریخ ماہ سن اپنی زندگی تک اپنے نفس (۱) پر اور اپنے بعد اپنی اولاد ذکور واناث کے سلسلوں پر جب تک وہ سلسلے چلتے رہیں اور پھر اپنے خاندان کے فقراء اور مساکین پر اور پھر عام فقراء اور مساکین وامور خیر پر ہمیشہ کے لئے شرائط مفصلہ ذیل پر وقف کیا۔ اور اپنے قبضہ مالکانہ سے نکال کر بحیثیت متولی جائیداد موقوفہ کو اپنے متولیانہ (۲) قبض میں لے لیا۔

شرائط متعلقہ تولیت ونظارت

(۱) جب تک میں زندہ ہوں اس وقت تک تمام جائیداد موقوفہ کا متولی (۳) میں خود رہوں گا۔

(۲) میرے انتقال کے بعد اس وقف کے چار ناظر (۴) (ٹرسٹیز) ہوں گے جن کو میں نامزد کرتا ہوں اور وہ حسب ذیل ۵ ہیں۔۔

(۳) ہر ناظر (ٹرسٹی) کی وفات یا علیحدگی پر باقی نظار کو لازم ہوگا کہ وہ اتفاق رائے یا کثرت رائے سے تاریخ وفات یا علیحدگی ناظر سابق سے ایک ماہ کے اندر اس کا قائم مقام مقرر کریں۔ گر انہوں نے مدت مذکورہ میں مقرر نہ کیا تو مستحقین وقف میں سے بالغین کو اختیار ہوگا کہ وہ نظار کو نوٹس میعادی ایک ماہ کا دے کر تقرر ناظر کا مطالبہ کریں اور نوٹس کی میعاد گزر جانے پر ان بالغین مستحقین وقف کو اختیار ہوگا کہ وہ اتفاق یا کثرت رائے سے ناظر متوفی یا علیحدگی شدہ کا قائم مقام مقرر کردیں۔

---

(۱) واقف کو اختیار ہے کہ موقوف علیہم کی ترتیب جس طرح چاہے قرار دے۔ لیکن بہر صورت اس کی تصریح ضروری ہے کہ آخر میں وقف عام فقراء ومساکین یا امور خیر مثلاً مساجد ومدارس کے لئے ہوگا۔ (۱)

(۲) اگر ابتداء ہی واقف نے وقف کا متولی کسی دوسرے شخص کو قرار دیا ہو تو یہاں پر اس متولی کے قبضہ میں دیا جانا تحریر کیا جائے۔

(۳) واقف کو اختیار ہے کہ حق تولیت اپنی زندگی میں بھی کسی دوسرے شخص کو دے دے اور اس صورت میں یہاں پر اس کے نام کی تصریح ضروری ہے۔ (۲)

(۴) واقف کو اختیار ہے کہ نظار وقف کی تعداد جتنی مناسب سمجھے مقرر کرے اور ناظر مقرر کرے۔ یا نہ کرے۔ (۳)

(۵) یہاں پر نظار وقف جن کو واقف مقرر کرنا چاہے ان کے نام لکھ دے۔

(۱) قال فی الشامیۃ لو وقف علی الاغنیاء وحدہم لم یجز لانہ لیس بقربۃ، اما لو جعل آخرہ للفقراء فانہ یکون قربۃ فی الجملۃ (رد المحتار، کتاب الوقف، مطلب لو وقف علی الاغنیاء وحدہم لم یجز، ۴/۳۳۸ ط سعید)

(۲) ان شرط ان یلیہ فلان فالتولیۃ جائزۃ ولو جعل لیہ الولایۃ فی حال حیاتہ وبعد وفاتہ کان جائزا (عالمگیریہ، کتاب الوقف، الباب الخامس ۲/ ۴۱۹ ط. ماجدیہ)

(۳) ولو اوصی الی رجلین فقبل احدہما وابی الآخر فاقام القاضی مقامہ رجلا آخر حتی یجتمع رأی الرجلین کما قصد الواقف (عالمگیریۃ، کتاب الوقف، الباب الخامس ۲/ ۴۱۰ ط. ماجدیہ)

(۴) میری وفات کے بعد میری اولاد ذکور میں سے کسی ایسے شخص کو جو شریعت کا پابند تعلیم یافتہ اور ہوشیار ہو ناظر وقف ( ) اپنے اتفاق یا کثرت رائے سے متولی مقرر کریں۔

(۵) اگر اولاد ذکور کے سلسلہ میں کوئی باقی نہ رہے یا قابل تولیت نہ ہو تو ناظر کو اختیار ہو گا کہ سلسلہ اناث کی اولاد ذکور میں سے کسی ایسے ہی شخص کو جس کا دفعہ ۴ میں ذکر ہے متولی مقرر کریں۔

(۶) جب کہ اولاد ذکور و اناث کے دونوں سلسلوں میں کوئی مذکر باقی نہ رہے یا لائق تولیت نہ ہو تو ناظر وقف کو اختیار ہو گا کہ کسی مسلمان کو جو صفت مذکورہ دفعہ ۴ سے موصوف ہو متولی مقرر کریں۔

(۷) متولی بہر صورت جماعت ناظر سے جداگانہ شخص ہو گا۔ اور وہ ہر صورت میں آنریری یا تنخواہ دار ہو سکتا ہے۔ اس کی تنخواہ ناظر وقف کی رائے سے مقرر ہو گی۔ لیکن کسی صورت میں (۲) روپیہ سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔

(۸) ناظر وقف ہمیشہ آنریری ہوں گے اور ان کا مسلمان حنفی ہونا لازمی ہے۔

(۹) جائیداد موقوفہ کی خدمت اور تحریر حساب و کتاب کے لئے تنخواہ دار ملازم رکھے جا سکتے ہیں جن کی تعداد (۳) تک اور جن کی انتہائی تنخواہ روپیہ تک ہو سکتی ہے۔ ایسے ملازمین کا عزل و نصب ناظر کے اختیار سے ہو گا۔

(۱۰) متولی (۴) کو لازم ہو گا کہ (الف) جائداد موقوفہ کی تمام آمدنی و خرچ کا باقاعدہ رجسٹر رکھے اور تمام اندراجات باضابطہ کرتا رہے۔ (ب) تمام مستحقین کو ان کے حصوں کا روپیہ ہر (۵) سہ ماہی پر تقسیم کر کے رسید باضابطہ

---

(۱) واقف کو اختیار ہے کہ اگر وہ مناسب سمجھے تو اپنی اولاد ذکور میں سے کسی خاص شخص کو تولیت کے لئے نامزد کر دے یا سب سے بڑے بیٹے اور اس کے بعد سب سے بڑے کو حق تولیت دے یا اور کسی شخص کو متولی بنائے یا کسی خاص جماعت کو متولی مقرر کرنے کا اختیار دے۔ (۱)

(۲) یہاں پر تنخواہ کی انتہائی مقدار لکھ دینی چاہئے۔ اس کی مقدار جائیداد موقوفہ کی حیثیت اور کار متعلقہ کی قلت یا کثرت کے لحاظ سے معین کی جائے۔

(۳) یہاں پر ملازمین کی وہ تعداد جو جائیداد موقوفہ کی قلت کثرت کے لحاظ سے ضروری یا مناسب ہو لکھنی چاہئے۔ اسی طرح ملازمین کی انتہائی تنخواہ بھی معین کر دینی چاہئے۔

(۴) اس دفعہ میں متولی سے وہ متولی مراد ہے جو واقف کے علاوہ کوئی اور شخص ہو۔ خود واقف پر یہ دفعہ عائد نہیں ہوتی۔

(۵) واقف کو اختیار ہے کہ تقسیم ماہواری یا سہ ماہی یا ششماہی یا سالانہ جو مناسب سمجھے مقرر کرے۔ حاصل

کرے۔ (ج) ملازمین کی پوری (۲) نگرانی کرے۔

( ) لو شرط الولاية لولده على أن يبدأ بالأفضل من ولده تكون الولاية للأفضل من أولاده (عالمگیریۃ، کتاب الوقف، الباب الخامس ۲ / ۴۱۱ ط ماجدیہ)

(۲) فإذا تم ولزم لا يملك ولا يعار ولا يرهن (تنوير الأبصار، كتاب الوقف ج ٤ ص ٣٥١، ٣٥٢، سعيد)

(۱۱) نظار کو ہر وقت اختیار ہو گا کہ متولی سے حساب طلب کریں یا رجسٹروں کا معائنہ کریں۔ اسی طرح مستحقین وقف بھی حساب دیکھنے کے ہر وقت مجاز ہیں۔

(۱۲) خود واقف یا کسی متولی یا کسی دوسرے شخص کو یہ اختیار نہیں کہ جائیداد موقوفہ کو کلاً یا جزءاً بیع یا ہبہ یا کسی طریقہ سے دائمی یا عارضی طور پر منتقل کرے یا کسی طرح کا بار کفالت اس پر عائد کرے۔ ( )

(۱۳) ہر ناظر اور مستحق وقف کو اختیار ہے کہ وہ متولی کے خلاف غبن یا خیانت کا دعوی عدالت مجاز میں دائر کرے اور بعد ثبوت غبن یا خیانت عدالت مجاز متولی کو معزول کر سکتی ہے۔ اور اگر تمام نظار اور مستحقین وقف کسی متولی کی خیانت یا غبن پر متفق ہو جائیں تو ان کا اتفاقی جلسہ خود ایسے متولی کو معزول کر سکتا ہے اور جب کہ کوئی متولی عدالت مجاز یا اتفاقی جلسہ سے معزول ہو جائے تو دوسرا متولی دفعات ۴ تا ۷ کی پابندی سے مقرر کیا جائے۔

شرائط متعلقہ مصارف وقف

(۱۴) جب تک میں زندہ ہوں اس تمام جائیداد کی آمدنی اپنے خرچ میں لانے یا اپنی رائے سے امور خیر میں خرچ کرنے کا مجھے کامل اختیار ہے۔

(۱۵) میرے انتقال کے بعد جائیداد موقوفہ کی آمدنی سے اس کے متعلقہ ضروری مصارف مثل ہاؤس ٹیکس و تنخواہ متولی و ملازمین و خرچ رجسٹر ہائے حساب و لگان سرکاری وغیرہ ادا کرنے کے بعد باقی تمام آمدنی کا (۲) $\frac{1}{4}$ مدارس (۳) دینیہ و مساجد (۴) و فقراء و مساکین میں حسب رائے متولی (۵) خرچ کیا جائے۔

(۱۶) اور $\frac{1}{4}$ حصہ (۶) نکال کر کسی محفوظ (۷) طریقہ سے جمع رکھا جائے۔ جس سے جائیداد موقوفہ کی مرمت شکست ریخت بوقت حاجت کی جائے۔ لیکن اگر عرصہ تک یہ روپیہ خرچ نہ ہو اور اس قدر جمع ہو جائے کہ جائیداد وقف کی بظن غالب اس کی حاجت نہ ہو تو متولی باجازت تحریری نظار سے امور خیر مندرجہ دفعہ ۱۵ میں خرچ کر دے۔

( ) بہتر ہو کہ نگرانی و زمین کی نوعیت بیان کر دی جائے۔ نیز یہ بھی بتا دیا جائے کہ متولی ان مزارعین کا افسر اور وہ اس کے ماتحت ہوں گے۔

(۲) اس حصہ کی مقدار معین کرنے میں واقف کو پورا اختیار ہے۔ جتنی مقدار مناسب سمجھے معین کرے۔

(۳) مدارس دینیہ کی تشخیص کر دینا مناسب ہے کہ فلاں خاص مدرسہ یا کم از کم اس قدر لکھ دے کہ فلاں فلاں شہروں کے اسلامی مدرسے جن میں قرآن مجید اور تفسیر و حدیث و فقہ کی عربی تعلیم دی جاتی ہو یا جو اور قیود مناسب سمجھے وہ ذکر کر دے۔

(۴) مساجد کی تعیین اور تشخیص ہو تو بہتر ہے، ورنہ یہ لکھ دے کہ فلاں شہر کی مسجدیں یا جن مسجدوں کی کوئی آمدنی نہ ہو وغیرہ۔

(۵) واقف کو اختیار ہے کہ مناسب سمجھے تو نظار وقف کی منظوری ان مصارف کے لئے شرط کر دے

(۶) جائیداد موقوفہ کی حیثیت سے مصارف مرمت کے لئے جس قدر ضرورت سمجھے اتنا حصہ مقرر کرے

(۷) واقف کو اختیار ہے کہ محفوظ طریقہ کی تعیین باتشریح کر دے۔ نیز یہ بھی بتا دے کہ اس روپیہ کے ذمہ دار ناظر ہوں گے یا متولی۔

(۱۷) اور $\frac{۱}{۸}$ یعنی تمام آمدنی (بعد وضع مصارف ضروریہ) کا آٹھواں (۱) حصہ میری زوجہ یا زوجات کو (اگر کوئی موجود ہو) اس کی زندگی تک دی جائے۔ زوجہ یا زوجات کے انتقال کے بعد متوفیہ کا حصہ اس کے والدین (۲) کو یا اولاد کو (اگر کسی دوسرے خاوند سے ہو) ان کی زندگی تک دیا جائے اور اگر متوفیہ کے ماں باپ اور اولاد نہ ہو یا جب وہ انتقال کر جائیں تو متوفیہ کا حصہ بقیہ آمدنی میں شامل ہو کر دفعات آئندہ کے موافق تقسیم ہوگا۔

(۱۸) بقیہ کل $\frac{۳۲}{۴۰}$ حصص اور بصورت حصہ زوجہ یا زوجات تاہل ہو جانے کے $\frac{۳۸}{۴۰}$ حصے میری اولاد ذکور و اناث میں اس طرح تقسیم کیا جائے کہ ذکر کو دوہرا (۳) اور مونث کو اکہرا دیا جائے۔ اگر میرا کوئی پوتا پوتی۔ یتیم ہو یا نواسہ نواسی کی والدہ فوت ہو جائے تو ان پوتا پوتی کو ان کے والد کا حصہ اور ان نواسہ نواسی کو ان کی والدہ کا حصہ میری اولاد کے ساتھ دیا جائے انہیں محروم نہ سمجھا جائے۔

(۱۹) جب میری اولاد ذکور یا اناث یا ان کی اولاد در اولاد میں سے کوئی فوت ہو تو ہر فوت ہونے والے مذکر کی بیوی (۴) اور فوت ہونے والی مونث کے خاوند کو ان کی زندگی تک مثل حصہ فرائض دے کر باقی حصہ متوفی یا متوفیہ کو اس کی اولاد ذکور و اناث میں بحصہ (۵) مساوی تقسیم کیا جائے اور متوفی کی بیوی اور متوفیہ کے خاوند کے فوت ہونے کے بعد وہ حصہ بھی متوفی کی اولاد پر تقسیم کیا جائے اور تقسیم کا یہ قاعدہ برابر اسی طرح جاری رہے جب تک کہ اولاد ذکور و اناث کا سلسلہ بطناً بعد بطن جاری و باقی رہے اور جب کسی مذکر یا مونث کا سلسلہ اولاد ختم ہو جائے تو اس کا حصہ اولاد کے دوسرے سلسلوں پر تقسیم کر دیا جائے۔

(۲۰) جب میری اولاد ذکور و اناث کے تمام سلسلے منقطع ہو جائیں تو میرے خاندان آبا و اجداد (۶) کے لوگوں میں سے جو نادار حاجت مند ہوں ان کی امداد کی جائے۔

(۲۱) اگر خدانخواستہ میرے خاندان کا بھی کوئی شخص باقی نہ رہے۔ یا سب مستغنی ہوں تو پھر وقف کی تمام آمدنی

---

(۱) واقف کو اختیار ہے کہ زوجہ یا زوجات کا حصہ کچھ کم یا زیادہ مقرر کرے۔ (۱)

(۲) اگر زوجہ کے اور وارثوں مثلاً بھائی، بہن، دادا، دادی، نانی وغیرہ کو دلوانا چاہے تو ان کی تصریح کر دے

(۳) واقف کو اختیار ہے کہ مذکر مونث کو دوہرا اکہرا دے یا برابر دونوں طرح جائز ہے۔ (۲)

(۴) اگر فوت ہونے والے کے بعد اس کا حصہ فرائض کے بموجب تمام اس کے وارثوں میں تقسیم کرانا چاہے تو اس کی تصریح کر دے۔

(۵) اختیار ہے کہ حصہ دوہرا اکہرا رکھے یا برابر۔ (۳)

(۶) خاندان کے لوگوں کے استحقاق کیلئے ان کی ترتیب قائم کر دینی مناسب ہے۔ مثلاً میرے بھائیوں، بہنوں کی اولاد ذکور و اناث یا میرے چچا پھوپی کی اولاد ذکور و اناث یا میرے والد کے چچا کی اولاد وغیرہ۔

(۱، ۲، ۳) وان قال للذکر کالانثیین فکما قال (الدر المختار، کتاب الوقف، مطلب قال للذکر کالانثیین ولم یوجد الا ذکور فقط او اناث فقط ۴، ۴۷۱ ط سعید)

(۱) سئل عمن شرط السکنی لزوجته فلانة بعد وفاته ما دامت عزباء فمات و تزوجت وطلقت هل ینقطع حقها بالتزویج؟ اجاب نعم (الدر المختار) (قوله أجاب نعم أی ینقطع بالتزویج الا ان یشترط ان من مات زوجها او طلقها عاد حقها (رد المحتار، کتاب الوقف، مطلب اذا قال مادامت عزباء ۴، ۴۵۲ ط سعید)

مدارس اسلامیہ ( ) اور مساجد اور فقراء مسلمین اور مسلمان مقروضین کی امداد میں خرچ کی جائے۔ نیز مفلس اموات مسلمین کے تجہیز و تکفین کے مصارف دیے جائیں۔

(۲۲) اگر مستحقین وقف میں سے کوئی شخص مرتد ہو جائے یا اہل سنت والجماعت کا طریقہ چھوڑ کر رافضی، خارجی، قادیانی وغیرہ ہو جائے تو ہمیشہ کے لئے اپنے حق اور حصہ سے محروم ہو جائے گا۔ اس کا حصہ دیگر مستحقین وقف میں تقسیم ہوگا۔

(۲۳) اگر کسی وقت جائداد موقوفہ کی تعمیر کی حاجت ہو اور دفعہ ۱۶ کے بموجب جمع شدہ رقم کافی نہ ہو تو جائداد موقوفہ کی کل آمدنی یا کوئی حصہ حسب ضرورت تعمیر میں خرچ کیا جائے۔ اس کے بعد آمدنی مستحقین میں تقسیم کی جائے۔ لیکن ایسی تعمیر کے لئے ناظر وقف اور متولی کا اتفاق رائے ضروری ہے۔ تفصیل جائداد موقوفہ۔

خاکسار محمد کفایت اللہ غفر لہ ۲ مئی ۱۹۱۷ء

(نوٹ) مندرجہ بالا وقف نامہ ایک قلمی مسودہ کی صورت میں حضرت مفتی اعظم نے کسی کے لئے مرتب فرمایا ہوگا۔ یہاں اس لئے درج کیا گیا کہ واقف حضرات کے لئے رہنما ثابت ہوگا اور اس سے وقف نامہ جات کے طریقہ تحریر کا اندازہ ہو سکے گا۔ (حفیظ الرحمان واصف عفی عنہ)

---

(۱) اگر مدارس مساجد کی تعیین کر دی جائے تو بہتر ہے۔ یا تعیین کے لئے کوئی قیود و اوصاف ذکر کر دیئے جائیں یا تعیین کا اختیار ناظر وقف یا متولی کو دے دیا جائے۔ یہ بھی مناسب ہے کہ مدارس اور مساجد اور فقراء وغیرہ متفرق مدات کے لئے حصص معین کر دے۔ مثلاً مدارس کے لئے . فقراء اور مقروضین اور مفلس اموات کے گور و کفن کے لئے فلاں مد کے لئے ۔

کتاب المعاش

پہلا باب

ملازمت اور اجارہ (نوکری اور اجرت و کرایہ)

آدھو آدھ منافع پر مویشی رکھوالی کے لئے دینا

(سوال) اس ملک میں ایسا طریقہ رائج ہے کہ گائے یا بھینس یا بکری کا بچہ جب چھوٹا ہوتا ہے تو اس کا مالک کسی کو پرورش کے واسطے دیتا ہے اور اجرت حق پرورش کی یہ قرار دی جاتی ہے کہ جب بچہ بڑا ہو جائے مالک اور پالنے والا اس کی قیمت لگا کر نصفا نصف بانٹ لیتے ہیں یا مالک جانور نصف قیمت پالنے والے کو دے کر جانور لے لیتا ہے یا پالنے والے نصف قیمت دے کر خود رکھ لیتے ہیں۔ اور بعض وقت مالک پالنے والے کو دو بچے شرط مذکورہ پر دیتا ہے۔ جب دونوں بڑے ہو جاتے ہیں تو باہم ایک ایک لے لیتے ہیں۔ صورت اولیٰ و ثانیہ میں ایک یا دونوں اگر مر جائیں تو پالنے والے کی محنت اکارت جاتی ہے۔ کیا شرعاً یہ عقد جائز ہے یا نہیں؟ اور مالک اور پالنے والے کی ملک طریقہ مذکورہ سے شرعاً صحیح ہوگی یا نہیں۔ اور ہر ایک کو طریقہ مذکورہ سے جس جانور پر ملک ثابت ہو جائے اس کو قربانی وغیرہ میں لینا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۳۰۲) یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں۔ کیونکہ اس میں پالنے والا جو در حقیقت اجرت پرورش کا مستحق ہے نفس شئی مستاجر فیہ میں شریک قرار دیا جاتا ہے جو معنی میں قفیز طحان اور عامل لنفسہ ہونے کی وجہ سے مکروہ اور ناجائز ہے۔ جانور زندہ رہے تو مالک کا ہے اور پالنے والا اجر کا مستحق ہے اور مر جائے تو مالک کا مرا اور پالنے والا بقدر خدمت اجرت کا مستحق ہے۔ مالک کی ملک صحیح ثابت ہے اس لئے قربانی کرنے میں اس کے حق میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اور پالنے والے کی صحیح نہیں۔ اس لیے اسے اس جانور کی قربانی کرنا جائز نہیں۔(۱) واللہ اعلم بالصواب۔

علاج کی اجرت لینے اور دوا فروخت کرنے کا حکم

(سوال) طبیب کو مریض سے علاج کی فیس (اجرت) لینا اور دوا بقیمت فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۳۰۳) طبیب کو مریضوں سے علاج کی فیس لینا جائز ہے۔ خواہ مریض کے مکان پر جا کر اس کو دیکھے اور تشخیص مرض کر کے نسخہ تجویز کرے اور خواہ مریض خود طبیب کے مطب میں آکر علاج کرائے ان صورتوں میں علاج کی اجرت لینا جائز ہے۔ اور دوا قیمۃً فروخت کرنے کے جواز میں تو کوئی شبہ ہی نہیں۔ کیونکہ دوا اس کا مال ہے اس کی ملک ہے۔ اسے فروخت کرنے یا مفت دینے کا کامل اختیار اگر مفت دے اس کا احسان ہے۔ قیمت لے کر دے اس کا حق ہے۔ ولو استأجر طبیباً او کحالاً او جراحاً یداویه وذکر مدة جاز کذا فی الغیاثیة

---

(۱) دفع بقرة الی رجل علی ان یعلفها وما یکون من اللبن والسمن بینهما انصافاً فالاجارة فاسدة وعلی صاحب البقرة للرجل اجر قیامه وقیمة علفه ان علفها من علف هو ملکه لا ما سرحها فی المرعی ویرد کل اللبن ان کان قائماً وان اتلف فالمثل (عالمگیریه، کتاب الاجارة، الباب الخامس، الفصل الثالث، ۴: ۴۴۵ ط ماجدیة)

(عالمگیری) ( ) وکذا الطبیب لو باع الادویة بعد (ردالمحتار) (۲) قلت هذا فی الطبیب الجاهل الممنوع من العلاج وبیع الادویة فمفاد البیع من الطبیب العالم المتقن الحاذق وجوازه اولی. ولا یجب الدواء للمریض ولا اجرة الطبیب ولا الفصد ولا الحجامة کذا فی السراج الوهاج (عالمگیری باب النفقات) (۳) وکذا فی رد المحتار قلت ویؤخذ منه جواز اجرة الطبیب وکونها علی الزوجة لا علی الزوج والله اعلم۔

بینک کی ملازمت کا حکم

(سوال) بینک کی وہ ملازمت جس میں سود کا حساب کتاب و عملدر آمد وصول باقی کرنا پڑتا ہے جائز ہے یا نہیں؟

محمد یوسف تھانوی اجمیری دروازہ۔ دہلی

(جواب ۳۰۴) سرکاری بینک کی ملازمت اس حیثیت سے کہ اس میں سودی کاروبار ہوتا ہے ناجائز نہیں ہے۔ کیونکہ بحالت موجودہ گورنمنٹ برطانیہ محارب اور ہندوستان دار الحرب ہے اور اس میں گورنمنٹ سے سود لینا ناجائز نہیں ہے۔ لیکن سرکاری بینکوں میں قصداً روپیہ جمع کرنا اور اس ذریعہ سے ایک قسم کی امداد پہنچانی درست نہیں۔ فقط (۴) مورخہ ۱۷ رمضان ۱۳۴۲ھ

دکانیں کرایہ پر دیتے ہوئے سلامی کی صورت میں رقم لینے کا حکم

(سوال) یہاں پر لوگ دکانیں کرایہ پر دیتے ہیں مگر علاوہ کرایہ کے ایک اور رقم جسے سلامی کہتے ہیں مستاجر سے لیتے ہیں۔ مستاجر اس وجہ سے کہ وہ دکان موقع کی ہوتی ہے اس رقم زائد یعنی سلامی کا دینا بھی منظور کرتے ہیں۔ یہ سلامی ماہواری کرایہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ بلکہ ماہواری کرایہ ماہ بماہ علیحدہ دینا ہوگا۔ آیا یہ سلامی کا روپیہ لینا اور دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۳۰۵) یہ سلامی اگرچہ بظاہر کرایہ ماہواری سے علیحدہ معلوم ہوتی ہے مگر جب کہ مالک جائیداد لیتا ہو تو منجملہ کرایہ ہی شمار ہوگی۔ اور جتنے دنوں کے لئے دکان کرایہ پر لی گئی ہے اس کے کرایہ ماہواری کی مجموعی رقم کے ساتھ یہ بھی کرایہ میں داخل اور محسوب ہوگی۔ مثلاً دس ۱۰ روپے ماہوار کرایہ پر سال بھر کیلئے دکان دی اور سو روپے سلامی کیلئے تو یوں سمجھا جائے گا کہ دو سو بیس روپے سال بھر کا کرایہ لیا گیا ہے۔ اور اگر تمام مدت کرایہ پر رہنے کی معین نہ ہو تو اس صورت میں اگر صاحب جائیداد اس طرح پر کہے کہ میں یہ دکان دس روپے ماہوار کرایہ پر دیتا ہوں مگر پہلے مہینہ کا کرایہ ایک سو دس روپے مقرر کرتا ہوں اور اس کے بعد ہر مہینہ دس روپے ماہوار کرایہ لوں گا تو یہ صورت جائز ہے۔ اور حسب قاعدہ فقہیہ ایک ماہ کا اجارہ لازم اور آئندہ ہر مہینہ میں مباشرت استعمال دکان سے صحیح ہوتا رہے گا۔ (۵) وهذا کله ظاهر علی من له نظر فی الفقه والله اعلم۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ، سنہری مسجد، دہلی

( ) عالمگیریہ کتاب الاجارۃ، الباب الخامس، الفصل الرابع، ٣٤، ٤٥٠ ط ماجدیہ)

(۲) رد المحتار، کتاب الحجر، ص ١٤٧ ٦ ط سعید)

(۳) فتاوی عالمگیریہ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر، الفصل الاول ١ / ٥٤٩ ط ماجدیة)

(۴) وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان، سورة المائدة الجزء السادس رقم الآیة نمبر ۲.

(۵) والحیلة ان یعقد عقود متفرقة کل عقد سنة بکذا، فیلزم العقد الاول لانه ناجز (درمختار، کتاب الاجارة، ج ٦ / ٧، سعید)

شراب اور خنزیر کا گوشت فروخت کرنے والوں اور فاحشہ عورتوں کو دکان اور مکان کرایہ پر دینے کا حکم

(سوال) کیا مسلمان کیلئے یہ جائز ہے کہ وہ فاحشہ عورتوں کو اپنے مکانوں یا دکانوں میں کرایہ پر آباد کرے باوجود اس علم کے کہ یہ عورتیں زناکاری کا پیشہ کرتی ہیں انہیں اپنے مکانوں میں آباد کرنا اور کرایہ لینا کیسا ہے۔ بعض لوگ اسی غرض سے مکان بنواتے ہیں اور رنڈیوں کو ان میں رکھتے ہیں اور کرایہ لیتے ہیں۔ اسی طرح شراب یا خنزیر کا گوشت بیچنے والے کو دکان کرایہ پر دینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۳۰۶) زانیہ عورتوں کی زنا کی کمائی ان کی ملک میں داخل نہیں ہوتی اور اس لئے ان کو خود بھی اس کا استعمال کرنا حرام ہے اور دوسرے لوگوں کو بھی وہ روپیہ ان سے لینا خواہ بطور کرایہ کے ہو یا بطور قیمت یا ہبہ کے جائز نہیں۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے۔ مهر البغی خبیث۔(۱) یعنی زانیہ کی خرچی خبیث ہے۔ وفی المنتقی ابراهیم عن محمد رحمة الله تعالى فی امرأة نائحة او صاحب طبل او مزمار اکتسب مالا بازاء النیاحة او بازاء الغناء قال ان کان علی شرط رده علی اصحابه ان عرفهم یرید بقوله علی شرط ان شرطوا لها فی اوله وهذا لانه اذا کان الاخذ علی الشرط کان المال بمقابلة المعصیة فکان الاخذ معصیة والسبیل فی المعاصی ردها وذلک ههنا برد المأخوذ الخ (عالمگیری)(۲) پس رنڈیوں کو اپنے مکان میں رکھنا اور ان کا حرام مال کرایہ میں لینا کسی طرح جائز نہیں ہے۔ اس کے علاوہ زنا چونکہ ایک سخت کبیرہ گناہ ہے اس لئے رنڈیوں کو اپنے مکان میں آباد کرنا گویا ان کی ایک کبیرہ گناہ پر اعانت کرنا ہے جو حرام ہے۔ قال الله تعالى تعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان۔(۳) اسی طرح شراب بیچنے والے کو دکان کرایہ پر دینا انہیں وجوہ سے ناجائز ہے۔ ہاں اگر شراب بیچنے والا مسلمان نہ ہو اور مسلمانوں کی آبادی بھی اس بستی میں زیادہ نہ ہو بلکہ زیادہ تر کفار ہی آباد ہوں تو شراب بیچنے والے کافر کو دکان کرایہ پر دینا جائز ہے لیکن زانیہ کو مکان کرایہ پر دینا کسی حال میں جائز نہیں۔ وجاز اجارة بیت بسواد الکوفة لا بغیرها على الاصح لیتخذ بیت نار او کنیسة او بیعة او یباع فیه الخمر (تنویر الابصار)(۴) وقالا لا ینبغی ذلک لانه اعانة على المعصیة وبه قالت الثلاثة زیلعی (درمختار)(۵) اور یہی حکم خنزیر کا گوشت بیچنے والے کو دکان کرایہ پر دینے کا ہے۔ والله اعلم وعلمه اتم واحکم۔

کتبہ محمد کفایت اللہ غفر لہ مدرس مدرسہ امینیہ، دہلی مہر دارالافتاء

کیا بیٹا باپ کے نام جمع کرائی ہوئی اپنی اجرت لے سکتا ہے؟

(سوال) زید اور بکر کی کمپنی میں زید کا بیٹا ملازم تھا۔ اس کی اجرت زید کے حساب میں جمع ہوتی تھی۔ اب لڑکا اپنی د

( ) رواہ مسلم، کتاب المساقاة والمزارعة، باب تحریم ثمن الکلب ۲ ۱۹ ص قدیمی

(۲) فتاوی عالمگیریہ، کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر، ۳۴۹/۵ ط. ماجدیہ، ومثله فی الشامیة، فی کتاب الاجارة، مطلب فی الاستئجار علی المعاصی، ۶ ط. سعید

(۳) سورة المائدة، الجزء السادس رقم الآیة نمبر

(۴) تنویر الابصار الا لفظ جاز، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، ۳۹۲/۶ ط. سعید

(۵) الدر المختار، ایضا

اجرت جو زید کے حساب میں جمع ہے چاہتا ہے۔

المستفتی نمبر ۵۸ ملیگار عبدالرحمن (نارتھ ارکاٹ) ۲۱ جمادی الاخری ۱۳۵۲ھ م ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۳۰۷) لڑکے کی اجرت (تنخواہ) جو باپ کے نام جمع ہوتی تھی لڑکا اس کا مستحق ہے۔ بشرطیکہ اس لڑکے کا کھانا پینا، رہنا سہنا باپ سے علیحدہ رہا ہو۔ (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

گورنمنٹ برطانیہ کے لئے چھٹی رسانی کی نوکری کا حکم

(سوال) چھٹی رسانی کی نوکری گورنمنٹ برطانیہ کی کرنی جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۷۶، ۲۷ جمادی الاخری ۱۳۵۲ھ ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۳۰۸) چھٹی رسانی کی ملازمت فی مباح ہے۔ (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

(۱) کیا سود کا حساب کتاب لکھنے کی صورت میں بھی پٹوار کی ملازمت جائز ہے؟
(۲) کفار سے سود لینے کا حکم
(۳) کفار کا مال کھانے کا حکم

(سوال) (۱) موجودہ ملازمت پٹواری جائز ہے یا نہیں؟ پٹواری کو آڑ رہن کے متعلق اور رہن باقبضہ کے متعلق روزنامچہ اندراج کرنا پڑتا ہے اور انتقال بھی درج ہوتا ہے۔ آڑ رہن کا سود مرتہن لیتا ہے رہن باقبضہ میں بھی مرتہن فائدہ اٹھاتا ہے۔ سود و رہن زمین کا منافع شریعت میں حرام ہے۔

(۲) لوگ نقل وراثت لڑکوں کے نام درج کراتے ہیں۔ اس میں لڑکیوں کا حصہ غصب ہوتا ہے۔ سالم مسلمانوں کے مواضعات میں بھی اور سالم ہندوؤں کے مواضعات میں بھی۔ اور جو مواضعات مسلمانوں اور ہندوؤں کے مشترک ہیں ان سب میں ایسا ہی عمل ہوتا ہے۔ تینوں صورتوں میں کیا حکم ہے؟

(۳) اس زمانے میں کفار سے سود لینا اور رہن باقبضہ اراضی کفار سے لے کر نفع اٹھانا جائز ہے یا نہیں۔

(۴) کفار کا مال رضامندی سے کھانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۳۶ حاجی محمد پٹواری قصبہ رائپور ضلع لدھیانہ۔ ۲۴ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ م ۷ جون ۱۹۳۴ء

(جواب ۳۰۹) پٹواری کا کام کاغذات میں اندراج کرنا ہے اور اگرچہ یہ بھی فی الجملہ معاونت ہے۔ لیکن یہ اس کے اپنے ضمیر کے تقاضے سے نہیں ہے اور نہ اس کا اندراج سود کی دستاویز کا حکم رکھتا ہے اس لئے موجودہ حالات وواقعات کے اندر یہ ملازمت مباح ہے۔ نمبر ۲ کا بھی وہی جواب ہے۔ (۲)

(۳) کفار اہل حرب یعنی انگریزوں سے یا یورپ کی دوسری اقوام سے سود لینے کی گنجائش تو ہو سکتی ہے لیکن ہندوستانی کفار سے نہیں۔ (۳)

(۴) کفار کی رضامندی سے ان کا مال کھانا اگر کسی ناجائز عقد کے ذریعہ سے نہ ہو تو جائز ہے۔ (۴) محمد کفایت اللہ

---

(۱) ولم یکن لہما شیء، فالکسب کلہ للاب ان کان الابن فی عیالہ، لکونہ معیناً لہ (رد المحتار، کتاب الشرکۃ، ج: ۴ ۳۲۵، سعید)

(۲) لو استاجر الذمی مسلما لیبنی لہ بیعۃ او کنیسۃ جاز (فتاوی عالمگیریہ، کتاب الاجارۃ، ج ۴/ ۴۵۰)

(۳) اذا استاجر الذمی من المسلم بیتا لیبیع فیہ الخمر جاز عند ابی حنیفۃ خلافا لہما (عالمگیریۃ، کتاب الاجارۃ الباب الخامس الفصل الرابع: ۴/ ۴۴۹ ط. ماجدیۃ)

(۴،۵) (ولا) ربا (بین متفاوضین و) لا بین حربی و مسلم ثمۃ) لان مالہ ثمۃ مباح فیحل برضاہ مطلقا بلا غدر خلافا للثانی والثلاثۃ، (رد المحتار، کتاب البیوع، باب الربا، اواخر باب الربا، ۵/ ۱۸۵، ۱۸۶ ط سعید)

کھانے کی مقدار متعین کئے بغیر اسے اجرت بنانے کا حکم

(سوال) عام طور سے یہ رواج ہے کہ کچھ روپیہ اور کھانے پر آدمی کو گھر میں ملازم رکھ لیتے ہیں اور کھانے کی مقدار و کیفیت آدمی کو ملازم رکھتے وقت بیان نہیں کرتے تو اس طرح کی ملازمت جائز ہے یا نہیں

المستفتی نمبر ۵۲۰ محمد ابراہیم (احمد آباد) ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ م ۸ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۱۰) یہ ملازمت جائز ہے۔ کھانے کی مقدار بس اتنی معلوم ہونا کافی ہے کہ پیٹ بھر کھانا ملے گا (۱)

محمد کفایت اللہ

خریدنے کی غرض سے اپنے قبضہ میں لی ہوئی گھڑی اگر خراب ہو جائے تو ضمان کس پر ہوگا؟

(سوال) ایک گھڑی ساز کے پاس گھڑی آئی فروخت ہونے کے واسطے۔ دوسرا ایک شخص لے گیا اس کی چال دیکھنے کے واسطے۔ چار پانچ روز تک اس نے اپنے پاس رکھی۔ اسی دوران میں وہ گھڑی گر پڑی اور خراب ہو گئی۔ اس کی مرمت میں جو اجرت خرچ ہوگی اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟

المستفتی نمبر ۵۸۵ حافظ برکت علی دہلی۔ ۲۶ جمادی الاول ۱۳۵۴ھ م ۲۶ اگست ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۱۱) جو شخص خریدنے کے ارادے سے لے گیا تھا اور اس کے پاس یہ نقصان ہوا اس کی اجرت اسی کے ذمہ ہوگی۔ نہ اصلی مالک پر نہ دکاندار پر۔ (۲) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

بینک کی ملازمت کا حکم

(سوال) بینک کی ملازمت شرعاً کیا حکم رکھتی ہے جس میں سود لکھنے اور پڑھنے کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔

المستفتی نمبر ۶۱۱ حکیم محمد قاسم ۷ جمادی الثانی ۱۳۵۴ء ۱۶ ستمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۱۲) بینک کی ملازمت مباح ہے۔ (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

خاوند کی اجازت کے بغیر شیعہ آدمی کی نوکری کرنا
شیعہ کی ملازمت پر رکھوانے والے کے پیچھے نماز کا حکم

(سوال) (۱) زید حنفی ہے۔ اس نے ایک حنفی عورت کو شیعہ کے یہاں دائی میں رکھوادیا تھا۔ اس کے بعد اس کا

---

(۱) وما جاز في استئجار العبد للخدمة جاز في استئجار الظئر وما فسد هناك فسد ههنا الا ان ابا حنيفة استحسن جواز استئجار الظئر بطعامها وكسوتها وان لم يوصف شيء من ذلك ولها الاوسط من ذلك وقالا لا يجوز (فتاوى عالمگیریة، كتاب الاجارة، الباب العاشر ٤ / ٤٣١ ط. ماجدية)

(۲) (اگر خریدنے کے لئے لے گیا تو مفتی صاحب (قدس سرہ و رحمۃ اللہ علیہ) نے جیسا فرمایا ویسا ہی جواب ہے، لیکن اگر دیکھنے کے لئے لے گیا تھا اور یہ کہا کہ مجھے گھڑی دو تاکہ فلاں کو دکھا دوں یا اس کی چال دیکھا جائے، اور یہ نہیں پوچھا کہ کتنے کی ہے اور کتنے میں بیچتے ہو، وغیرہ وغیرہ تو اس صورت میں لے جانے والا صاحب الامانت ہے اگر اس نے تعدی نہیں کیا تو اس پر ضمان لازم نہیں۔) قال في الهندية: وفي شروط الكرابيسي: هذا الثوب لك بعشرة فقال هاته حتى انظر اليه او حتى اريه غيري فضاع قال ابو حنيفة رحمة الله عليه لا شيء عليه حتى يهلك مائة وان قال هاته فان رضيته اخذته فضاع كان عليه الثمن (عالمگیریة، كتاب البيوع، الباب الثاني الفصل الثاني ٣ / ١١ ط. ماجدية)

(۳) واضح رہے کہ یہ حکم ہندوستان کے بینکوں کے بارے میں ہے، پاکستان کے بینکوں میں ملازمت جائز نہیں۔

(۳) (ولا) ربا (بين متفاوضين) (ولا بين حربي ومسلم ثمة) (الدر المختار، كتاب البيوع، باب الربا ٥ / ١٨٥، ١٨٦ ط. سعيد)

شوہر جو کلکتہ میں تھا آیا اور اس نے اپنی بیوی کو شیعہ کے ہاں سے چھوڑ دیا۔ اور کچھ روز رہ کر پھر کلکتہ چلا گیا۔ پھر زید نے کوشش کر کے اس عورت کو اسی شیعہ کے ہاں رکھوا دیا۔

(۲) اور عورت جو شیعہ کے ہاں ملازم ہے بظاہر اس کا فعل خراب ہے۔ وہ شیعہ اور عورت ایک ہی ڈیرے میں رہتے ہیں۔

(۳) زید محلہ کی مسجد کا امام بھی ہے۔ اس کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۶۷۵ عبد الصمد (ضلع دربھنگہ) ۱۴ رجب ۱۳۵۴ھ م ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۱۳) (۱) اس میں زید نے یہ برا کیا کہ عورت کو اس کے خاوند کی مرضی کے خلاف ایسی جگہ نوکر رکھا دیا جس کو خاوند پسند نہیں کرتا تھا۔ اگر خاوند راضی ہوتا تو شیعہ کے ہاں نوکری ناجائز نہیں۔(۱)

(۲) یہ بات ہے تو پھر نوکری ناجائز ہے اور رکھنے والا بھی گنہگار ہے۔(۲)

(۳) عورت کو شیعہ کے پاس سے چھڑایا جائے اور زید بھی توبہ کر لے تو اس کی امامت جائز ہوگی۔(۳)

محمد کفایت اللہ

امامت اور نکاح خوانی کی اجرت کا حکم

(سوال) قوم رسول اللہ ﷺ کے گھر سے کھانا کھایا کرتے تھے نہ کہ رسول اللہ صلعم کسی کے گھر سے کھاتے تھے اور نہ ہی کوئی اجرت یا مزدوری لیتے تھے اور قرآن اس حکم کو کئی جگہ فرماتا ہے۔ اس کے مخالف آج علماء مقتدیوں کے گھروں سے کھاتے ہیں اور اپنی نماز پڑھائی جنازہ یا نکاح پڑھائی کی اجرت لے لیتے ہیں۔

المستفتی نمبر ۶۹۹ حکیم سید عبداللہ شاہ زنجانی دہلی ۹ شوال ۱۳۵۴ھ م ۵ جنوری ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۱۴) قرآن مجید میں کہیں پیغمبر ﷺ کو امت کے گھر کھانا کھانے سے منع نہیں فرمایا گیا۔ اس لئے امت کے افراد بھی حضور ﷺ کے دولت خانہ پر کھانا کھاتے تھے اور حضور ﷺ بھی کبھی کبھی اپنے مخلصین کے مکان پر کھانا تناول فرماتے تھے۔ لیکن حضور ﷺ کا تناول فرمانا معاذ اللہ اجرت کے طور پر نہیں ہوتا تھا بلکہ محبت و صداقت کی بنا پر ہوتا تھا جس کا قرآن پاک میں بھی ذکر ہے۔ رہا آج کل مساجد کے اماموں، مؤذنوں یا استادوں کا اجرت امامت یا اذان یا اجرت تعلیم لینا تو یہ مسئلہ مجتہدین امت میں مختلف فیہ تھا۔ امام ابو حنیفہ عبادات کی اجرت لینے دینے کو ناجائز فرماتے تھے اور دوسرے ائمہ جائز فرماتے تھے۔ متاخرین حنفیہ نے بھی دوسرے ائمہ کے قول کے موافق تعلیم و امامت و اذان کی اجرت کے جواز کا فتویٰ دے دیا ہے۔ کیونکہ بغیر اجرت ان چیزوں کا بقا اور نظام کا قیام مشکل ہے۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) لو استأجر الذمي مسلما ليبني له بيعة أو كنيسة جاز ويطيب له الأجر (عالمگیریه، کتاب الاجارة، الباب الخامس عشر، الفصل الرابع ٤ / ٤٥٠ ط ماجدية) حرة آجرت نفسها لذي عيال لا بأس به وكره أن يخلو بها (الهندية كتاب الاجارة الباب الحادي عشر، ٤ / ٤٣٤ ط ماجدية)

(۲) لا تجوز الاجارة على شيء من اللهو والغناء والنوح والمزامير والطبل (عالمگیریه، کتاب الاجارة، الباب الخامس عشر، الفصل الرابع ٤ / ٤٤٩ ط ماجدية)

(۳) ولو صلى خلف مبتدع أو فاسق فهو محرز ثواب الجماعة لكن لا ينال مثل ما ينال خلف تقي (عالمگیریة، کتاب الصلاة، الباب الخامس عشر، الفصل الثالث، ١ / ٨٣ ط ماجدية)

(۴) في الأصل لا يجوز الاستئجار على الطاعة كتعليم القرآن والفقه والأذان والتذكير مشايخ بلخ جوزوا الاستئجار على تعليم القرآن (عالمگیریه، کتاب الاجارة، الباب الخامس عشر، الفصل الرابع، ٤ / ٤٤٨ ط ماجدية)

ہوٹل میں شراب پینے کی صورت میں کرائے کا حکم

(سوال) ایک شخص نے انگریز کو ہوٹل کرایہ پر دیا ہے۔ وہ اس میں ناجائز چیزیں بکاتا ہے اور اپنے مسافروں کو شراب بھی دیتا ہے تو اس کا کرایہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۷۶۵ حاجی محمد اسمعیل (دہلی) ۲۴ ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ م ۱۸ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۱۵) مکان (یعنی ہوٹل) کا مالک کرایہ دار کے فعل کا ذمہ دار نہیں۔ اس کو اپنے مکان اور جائیداد کا کرایہ لینا جائز ہے۔ (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

قادیانی کی زمین کرائے پر لینا

(سوال) ایک شخص تقریباً تیس سال سے قادیانی ہو گیا ہے اور شخص مذکور ضلع پشاور میں مالک زمین و مینہ جات ہے۔ اب اگر کوئی مسلمان اس قادیانی کی زمین اجارہ پر لیوے یا نصف حصہ پر کاشت کرے تو بروئے شرع شریف وہ اجارہ گیرندہ یا کاشت کنندہ شخص پر کوئی گناہ تو نہ ہوگا؟

المستفتی نمبر ۷۷۰ حکیم عبدالرؤف پشاور۔ ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ ۱۹ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۱۶) قادیانی کی زمین اجارے پر یا تقسیم پیداوار پر لینے والا خارج از اسلام تو نہ ہوگا لیکن اگر قادیانی کی زمین نہ لے تو ایک مسلمان کے لئے یہ اچھا ہے۔ (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

معاہدہ پر عمل کرنے کے باوجود معطل کرنے کا حکم

(سوال) منجانب وقف ایک مدرسہ عربیہ قائم ہے جس کے منتظمین نے زید کے پاس ایک خط روانہ کیا کہ مبلغ [illegible] روپے ماہوار اگر منظور ہوں تو مدرسہ میں تمہارا تقرر کیا جائے۔ زید نے جواب دیا کہ پرشین ٹیچر بوجہ عدم دلچسپی نہ دوں گا (نہ پڑھاؤں گا) چنانچہ بسلسلہ مدرسین عربیہ بعد تقرر زید کام انجام دیتا رہا تقریباً سات سال تک۔ پھر ایک مدرس خالد کا جدید تقرر کیا گیا اس جگہ پر جو فارسی کی تھی۔ خالد نے فارسی کی تعلیم سے لاعلمی ظاہر کی تو منتظمین مدرسہ نے زید سے کہا کہ تم فارسی پڑھاؤ۔ تو زید نے معاہدہ و تحریر کی طرف حوالہ دیتے ہوئے تعلیم فارسی سے انکار کر دیا۔ اس پر منتظمین مدرسہ نے زید کو معطل کر دیا۔ اب مندرجہ ذیل امور کے جواب مطلوب ہیں

لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق

(۱) زید کا معاہدہ جائز ہے یا نہیں؟ (۲) زید جب کہ دوسری جگہ سے ملازمت ترک کر کے آیا اب اس پر زور ڈالنا کہ فارسی کی تعلیم دو ورنہ موقوف کر دیا جائے گا۔ جائز ہے یا نہیں؟ (۳) خالد کا تقرر صحیح ہے یا نہیں؟ (۴) تنخواہ

---

(۲) اذا استأجر الذمي من المسلم بيتا ليبيع فيه الخمر جاز عند ابی حنيفة رحمه الله عليه خلافا لهما (الهندية كتاب الاجارة، الباب الخامس عشر، الفصل الرابع ۴ ۴۴۹ ط ماجديه)

واضح رہے کہ قادیانی زندیق ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں، ان کے ساتھ کسی طرح کا کاروبار جائز نہیں۔ جیسا کہ احسن الفتاوی میں ہے: جو شخص جو عقائد کفریہ کو اسلام کہہ کر [illegible] اس کو اصطلاح شریعت میں "زندیق" کہا جاتا ہے جیسے قادیانی، آغاخانی، ذکری، پرویزی، انجمن [illegible] ان سے کسی قسم کا تجارتی یا دوستی تعلق رکھنا جائز نہیں۔ (احسن الفتاوی باب البیع الفاسد ج ۶ ص ۳۴۴ ط سعید)

ایام تعطل منتظمین کو دینا چاہئے یا نہیں؟ اور زید کو لینا جب کہ وہ وطن چھوڑ کے موجود رہا ہو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۵) علماء کو معطل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۶) ایسا عالم جو کہ نائب مفتی رہا ہو اس کو پاگل کہنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۸۳۰ حمید اللہ (آگرہ) ۲ محرم ۱۳۵۵ھ م ۱۵ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۱۷) اگر زید نے ابتدائے ملازمت میں فارسی پڑھانے سے انکار کر دیا تھا تو اب منتظمین کا اس کو فارسی پڑھانے کا حکم دینا درست نہیں تھا۔ اور اس بنا پر معطل کرنا بھی غلط تھا۔(۱) اس زمانہ تعطل کی تنخواہ زید لے سکتا ہے اور منتظمین کو دینا ضروری ہے۔ ورنہ اس کے وہ خود ضامن ہوں گے نہ کہ ادارہ۔(۲) محمد کفایت اللہ

داخلہ اور ماہواری فیس کا حکم

(سوال) ایک اسلامی مدرسہ کی حالت نہایت خراب ہے۔ یہاں کے مسلمان اس قدر بے حس ہیں کہ باوجود خدمات کے اعتراف کے مالی امداد کی طرف راغب نہیں ہوتے۔ اس مدرسہ میں نہ گورنمنٹ سے کوئی امداد لی جاتی ہے۔ نہ کسی بورڈ وغیرہ سے۔ اندریں صورت (۱) اگر بچوں کے داخلہ کے وقت کوئی رقم داخلہ فیس کے طور پر لی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۲) درجہ قرآن حفظ یا ناظرہ، اردو فارسی یا عربی ان میں سے کسی درجہ کے لڑکوں پر ماہواری فیس شرعاً مقرر کرنا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۰۸۱ مہتمم مدرسہ دینیہ اسلامیہ۔ (غازی پور) یوپی۔ ۱۰ جمادی الاول ۳۵۵ھ م ۳۰ جولائی ۳۶ء

(جواب ۳۱۸) (۱) داخلہ کی فیس تو کوئی معقول نہیں۔ (۲) ماہوار فیس لی جا سکتی ہے۔(۳)

(۱) زانیہ کی رقم سے خریدے ہوئے مکان میں تجارت کا حکم
(۲) مال حرام سے حج کا جائز طریقہ

(سوال) (۱) کسی عورت کے خریدے ہوئے مکان میں بود و باش کرنا جائز ہے یا نہیں اور تجارت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۲) اور کسی عورت کے نقد مال سے کچھ تجارت کر کے اس مال کے نفع میں سے حصہ لینا جائز ہے یا نہیں۔ (۳) کسی عورت اپنے نقد مال کو زائل کر کے عین شے کسی اور شخص کو دے کر اس کے بدلے میں اور مال اسی شخص سے لے کر حج کرے تو کیا یہ حج ادا ہو جائے گا؟

المستفتی نمبر ۱۱۴۷ (مدست عبدالرزاق متعلم مدرسہ ہذا) ۵ جمادی الثانی ۳۵۵ھ م ۲۶ اگست ۹۳۶ء

(جواب ۳۱۹) کسی اور زانیہ عورت نے زنا سے جو مال کمایا ہے اور اس مال کے ذریعہ سے جائیداد حاصل کی وہ

---

(۱) لا یصح عزل صاحب وظیفة بلا جنحة، (رد المحتار ۴: ۳۸۲ ط سعید)

(۲) الاجیر الخاص عند الحنفیة: هو من یعمل لواحد عملا مؤقتا بالتخصیص ویستحق الاجرة بتسلیم نفسه فی المدة وان لم یعمل (القاموس الفقهی ط ادارة القرآن، ط ص ۱: ۱۵)

(۳) مشایخ بلخ جوزوا الاستئجار علی تعلیم القرآن (عالمگیریة، کتاب الاجارة، الباب الخامس عشر، الفصل الرابع ۴: ۴۴۸ ط ماجدیة)

سب خبیث ہے۔ اس سے نفع اٹھانا ناجائز ہے۔ اس مال سے تجارت کرنا بھی خباثت سے خالی نہیں۔(۱) ہاں اگر کسی شخص سے قرض لے کر اس قرض لئے ہوئے روپے کو کسی کو دے دے اور وہ شخص اس سے تجارت کرے تو یہ تجارت جائز ہوگی اور اسی طرح قرض لئے ہوئے مال سے حج کر سکتی ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

قرات پر اجرت لینے والے کے پیچھے نماز کا حکم
دم کرانے پر اجرت لینے والے کی امامت

(سوال) (۱) حافظ قرآن کو کسی میت کے واسطے پڑھنے کے لئے اجرت پیشتر سے طے کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ نماز اس حافظ کے پیچھے ہو سکتی ہے یا نہیں۔

(۲) حافظ قرآن کو شیطان یا جن یا بلیات کے واسطے دم کرنا اور اس سے اجرت طے کرینا پیشتر سے کہ ہم اتنا لیں گے تب چلیں گے جائز ہے یا ناجائز؟ ایسے شخص کی امامت میں نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۱۷۳ عبدالرزاق صاحب (ضلع میدنی پور) ۹ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۷ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۲۰) (۱) ایصال ثواب کے لئے قرآن مجید پڑھنے کی اجرت طے کر کے لینا ناجائز ہے۔(۳)

(۲) دم کرنے کی یعنی علاج کی اجرت لینی طے کرنی جائز ہے۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

کرائے پر زمین لے کر اس میں لگائے ہوئے باغ میں وراثت کا حکم

(سوال) کسی شخص نے کسی زمیندار کی زمین میں باجازت آم کا باغ کاشت کیا ہے اور اس جگہ کا رواج ہے کہ کاشت کرنے والے کو نصف ثمر درخت دیا کرتے ہیں۔ جب تک وہ درخت پھل دیتے رہیں گے نصف زمیندار کا اور نصف غارس کا حق سمجھا جاتا ہے۔ لیکن وہ زمیندار جو کہ اب موجود زندہ ہے اس کا اور اس کے آباواجداد کا طریقہ چلا آتا ہے کہ کاشت کرنے والے کو انتقال پٹواری و تحصیلدار صاحب نہیں کرتے یعنی اس کا حصہ سرکاری کر کے پختہ نہیں کر دیتے زبانی وغیرہ پر دفا کرتے ہیں وہ وہاں تک کہ غارس کسی دوسرے شہر میں وطن نہ بنا دے۔ اگر قلب مکانی کر جائے تو بس حصہ ختم ہے۔ اسی طرح اگر مر جائے اور اس کی اولاد سے کوئی نہ رہے تو دوسرے اقرب کو نہیں دیتے بلکہ واپس قبضہ کر لیتے ہیں۔ چنانچہ اب کے موجودہ زمیندار کے کسی جد نے ایک

---

(۱) ولا تجوز الاجارة على شيء من الغناء والنوح (عالمگیریہ، کتاب الاجارة، الباب الخامس عشر، الفصل الرابع ۴/۴۴۹ ماجدیہ)

(۲) رجل اکتسب مالا من حرام ثم اشتری فہذا علی خمسة اوجه: اما ان دفع تلک الدراہم الی البائع اولا ثم اشتری منه بها او اشتری قبل الدفع بها ودفع غیرها واشتری مطلقا ودفع تلک الدراہم او اشتری بدراہم اخر ودفع تلک الدراہم. قال الکرخی فی الوجه الاول والثانی لایطیب، وفی الثلاث الاخیرة یطیب فی الکل. قال ابوبکر لایطیب فی الکل. لکن الفتاوی الآن علی قول الکرخی دفعا للحرج عن الناس لکثرة الحرام (ردالمحتار، کتاب البیوع، باب المتفرقات، مطلب اذا اکتسب حراما ثم اشتری فہو علی خمسة اوجه، ۵/۲۳۵ ط سعید)

(۳) لا یجوز الاستئجار علی الطاعات (عالمگیریہ، کتاب الاجارة، الباب الخامس عشر، الفصل الرابع، ۴/۴۴۸ ط ماجدیہ)

(۴) استاجره لیکتب له تعویذا لسحر یصح ولو استاجر طبیبا جاز (الہندیہ، کتاب الاجارة الباب الخامس عشر الفصل الرابع ۴/۴۵۰ ط ماجدیہ) جوز الرقیة بالاجرة ولو بالقرآن کما ذکره الطحاوی لانها لیست عبادة محضة بل من التداوی (الشامیہ، کتاب الاجارة، مطلب تحریر مہم فی عدم جواز الاستئجار علی التلاوة ۶/۵۷ ط سعید)

شخص کو زمین بخشی تھی اس نے یا اس کی اولاد نے کسی نے درخت کھجور اور کچھ آم کاشت کئے تھے۔ اب جب کہ اس کی پشت سے کوئی نہیں رہا۔ دوسرے وارث قریبی زمیندار موجودہ نے سب کچھ چھین لیا ہے۔ دو دیگر شخصوں نے باغ تیار کیا ہے۔ اب کے سال ان کی موجودگی میں کچھ قبضہ کر دیا ہے کہ خود موسم آم میں محافظ رکھ دیا ہے اور فروخت کر دیا ہے۔ ان کو بھی کچھ دے دے گا۔ واللہ اعلم۔ شاید انتقال نہ کرا دینے کی وجہ یہ ہو کہ جب جا دیں گے یا فتنہ فساد ہوگا یا قلب مکانی کرائی جائے گی تو باغ ہمارا رہے گا۔ واللہ اعلم۔ خلاصہ اینکہ غارس کو تحریر سرکاری نہیں کرا دیتے۔ اور اگر کسی صورت سے کرا دے تو پھر الامان اس کے بیٹھے چلنے کی جگہ نہیں ہر وجہ سے خراب کرتے ہیں۔ باغ بھی بعد تحریر کے اگر چھین لیویں تو چھین سکتے ہیں۔ قوی زبردست کیا کاشت کرنے والے کو حصہ کاشت مروجہ مثلاً نصف ثمر مل سکتا ہے یا اس کو غرس کی محنت مزدوری ملے گی اور نصف ثمر لینا جب وفا بالعہد ہوگا جب تک یا اس حالت میں جو کہ غارس غرس کے وقت بھی جانتا ہے کہ تحریر کر دیں گے اور میں بھی نہیں کر سکتا جب تک دیتے رہیں گے لیں گے۔ جب چھین لیں گے تو قیمت نصف شرعاً نہیں مل سکتی۔ پھر اگر شرعاً اس کا حصہ ہو جائے اور چھین تندرستی میں کہہ جائے کہ یہ آم میری بیٹی کا ہے اور باقی میرے بیٹے کے، تو کیا بعد وفات بیٹی وہی حصہ لے گی یا حسب شرع ورثہ پورے لے گی۔

المستفتی نمبر ۱۳۲۳ مولوی عبداللہ صاحب (ضلع ملتان) ۱۸ ذی قعدہ سنہ ۱۳۵۵ھ م یکم فروری سنہ ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۲۱) زمین کسی کو باغ لگا دینے کے لئے دے دینا اور باغ کے درختوں اور پھلوں میں حصہ مقرر کر لینا جائز ہے۔ ودفع اليه ارضا مدة معلومة على ان يغرس فيها غراسا على ان ما تحصل من الاغراس والثمار يكون بينهما جاز (رد المحتار عن الخانية)(۱)

مگر اس معاملہ کے لئے یہ شرط ہے کہ مدت معین کر دی جائے اور حصہ ہر ایک کا بطور جزء شائع کے ہو۔ اگر مدت معین نہ کی گئی یا حصہ بطور جزء شائع کے نہ ہوا تو یہ معاملہ فاسد ہو جائے گا و تصريحهم بضرب المدة صريح ففسادها بعدمه (رد المحتار عن الخانية)(۲) وهذه تسمى مناصبة ويفعلونها في زماننا بلا بيان مدة وقد علمت فسادها. (رد المحتار)(۳)

اور جب یہ معاملہ فاسد ہو جائے تو درخت اور پھل درخت لگانے والے کے ہوں گے۔ اور مالک زمین کو زمین کی اجرت دلوائی جائے گی۔ لكنه يفيد انه حيث فسدت فالغراس للغارس لا للدافع (رد المحتار)(۴)

اور جبکہ اصل معاملہ کرنے والے مر جائیں اور معاملہ صحیح طور پر واقع ہوا ہو تو مالک زمین اور غارس کی وارثوں میں سے غارس کے وارث کو اختیار ہے کہ خواہ وہ اپنا باغ کاٹ لے اور خواہ باقی رکھے اور مقررہ حصہ مالک زمین کو دیتا رہے۔ وان ماتا فالخيار في ذلك لورثة العامل كما مر۔(۵) مگر یہ حکم جب ہے کہ باغ کی آب پاشی اور خدمت اور حفاظت عامل کے وارث انجام دیتے رہیں۔(۶) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱، ۲، ۳)(رد المحتار، کتاب المساقاة، مطلب يشترط في المناصبة بيان المدة، ۶/۲۸۹ ط. سعيد)

(۵)(الدر المختار، کتاب المساقاة، مطلب يشترط في المناصبة بيان المدة ۶/۲۹۱ ط سعيد)

(۶) فان ابى ورثة العامل ان يقوموا عليه كان الخيار في ذلك لورثة رب الارض على ما وصف (رد المحتار كتاب المساقاة مطلب يشترط في المناصبة بيان المدة، ۶/۲۹۱ ط سعيد)

کیا کرایہ دار پگڑی لے کر آگے دکان دے سکتا ہے؟

(سوال) کرایہ دار جو کہ مکان یا دکان میں آباد ہے وہ کسی دوسرے شخص سے پگڑی کا روپیہ لے کر اپنی جگہ پر دوسرے شخص کو آباد کر دیتا ہے یا مالک جائیداد سے پگڑی کا روپیہ لے کر جگہ خالی کر دیتا ہے۔ پگڑی کا روپیہ لینے والا یہ کہتا ہے کہ اس جگہ میں آباد ہوں۔ یہاں آباد رہنا میرا حق ہے۔ میں اسے اپنا حق دے رہا ہوں اس سے پگڑی کا روپیہ لیتا ہوں۔ یہ پگڑی کا روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی حاجی محمد داؤد صاحب (بلیماران دہلی) ۷ اپریل ۱۹۴۹ء

(جواب ٤٢٢) پگڑی کا روپیہ لینا خواہ دوسرے کرایہ دار سے یا مالک جائیداد سے لیا جائے ناجائز ہے۔ مالک جائیداد کو تو اپنی جائیداد واپس لینے کا حق ہے اور کرایہ دار کو یہ جائز نہیں کہ وہ جائیداد دوسرے کرایہ دار کو دے اور اس پر پگڑی کی رقم بطور رشوت کے وصول کرے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(جواب دیگر ٣٢٣) یہ پگڑی کے نام سے جو رقم لی جاتی ہے ناجائز ہے۔ رشوت کے حکم میں ہے(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

بچوں کو تعلیم دینے کے لئے مقرر کئے وقت کے علاوہ دوسرے وقت میں دوسرے بچوں کو تعلیم دینا

(سوال) جس جگہ مسلمان بچوں کے لئے کوئی ادنیٰ بھی انتظام تعلیم نہ ہو وہاں ایک مسلمان اپنے بچوں کے لئے ایک معلم کو اپنے صرفہ سے تدریس کیلئے بلاتا ہے۔ اس معلم کے پاس صرف اسی سیٹھ کے بچے پڑھتے ہیں۔ ایک جگہ میں اس معلم کو اس جگہ کے دوسرے لوگ خارج از وقت بطور ٹیوشن اپنے بچوں کو تعلیم دینے کے لئے بلاتے ہیں تو اس معلم کا سیٹھ ان کے یہاں جاکر تعلیم دینے سے روکتا ہے۔ اور نہ دوسرے لوگوں کے بچوں کو اپنے مکان پر خارج وقت میں تعلیم پر سیٹھ رضامند ہوتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ یہ صریح بے انصافی ہے۔ کیا شریعت سے یہ کوئی بے انصافی ہے۔ اس کو صاف الفاظ میں واضح کر دیں۔

المستفتی نمبر ۱۴۹ ابراہیم کاریہ صاحب (ٹیلسپروٹ۔ افریقہ) ۳ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ م ۱۳ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ٣٢٤) اگر معلم سے سیٹھ نے ابتداءً ملازمت میں یہ وعدہ لے لیا تھا کہ وہ صرف سیٹھ کے بچوں کو تعلیم دے گا تو معلم کو اپنے وعدہ کا ایفا کرنا لازم ہے۔ اور اگر سیٹھ کے بچوں کی تعلیم سے فارغ وقت معلم کے پاس ہو اور وہ دوسرے کے بچوں کو تعلیم دے اور اس عمل سے سیٹھ کے بچوں کی تعلیم میں کوئی نقصان واقع نہ ہو تو سیٹھ کو لازم ہے کہ وہ معلم کو نہ روکے۔ لیکن اگر معلم اس کا خاص ملازم ہے تو روکنے میں سیٹھ گنہگار نہ ہوگا۔

(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۲) ما يدفع لدفع الخوف من المدفوع اليه على نفسه او ماله حلال للدافع حرام على الآخذ لان دفع الضرر عن المسلم واجب ولا يجوز اخذ المال ليفعل الواجب (رد المحتار، كتاب القضاء، مطلب في الكلام على الرشوة والهدية ٥/ ٣٦٢ ط سعيد)

(۳) الاجير الخاص عند الحنفية هو من يعمل لواحد عملا موقتا بالتخصيص. (القاموس الفقهي ط دار الفرقان ص ١٠٤)

مقررہ مدت کے لئے زمین کرائے پر لینا شرعاً جائز ہے

(سوال) کیا اجارے پر کسی وقت معین کے لئے زمین کا لینا شرعاً درست ہے؟

المستفتی نمبر ۱۵۲۲ خواجہ عبد المجید شاہ صاحب (بنگال) ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ ۲۲ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۲۵) اجارے پر زمین مدت معینہ تک کے لئے لینا جائز ہے۔ اجارے کی شرائط کسی مقامی عالم سے دریافت کرلی جائیں۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

تعویذ کی اجرت جائز ہے

(سوال) جدا جدا مرض مخصوص کر کے عوض معین کردہ شدہ روپیہ لے کر تعویذ دینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۵۲۲ خواجہ عبد المجید شاہ صاحب (بنگال)

(جواب ۳۲۶) تعویذ کی اجرت لینا مباح ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

نکاح اور قرآن خوانی کی اجرت کا حکم

(سوال) (۱) ایصال ثواب کے لئے قرآن کریم پڑھوانا اور اس کا معاوضہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) نکاح خوانی کی اجرت جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۵۲۸ قاری محمد عبد اللطیف صاحب (بنگال) ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ ۲۳ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۲۷) (۱) ایصال ثواب کے لئے قرآن مجید پڑھوانا اور اس کے معاوضہ میں پڑھنے والوں کو کچھ دینا جائز نہیں۔(۳) ہاں اگر بطور تبرع کے دے دیا جائے تو مباح ہے مگر شرط یہ ہے کہ نہ دینے پر پڑھنے والے دل تنگ نہ ہو اور شکایت نہ کرے۔(۴) (۲) نکاح پڑھانے والے کو اجرت دینا جائز ہے۔ مگر اجرت تراضی طرفین

( ) ولو قال آجرتك منفعة هذه الدار شهرا بكذا يجوز على الاصح (عالمگيريه كتاب الاجارة الباب الاول ٤ ٤٠٩ ط ماجدية)

(۲) استاجر يكتب له تعويذا لسحر يصح (عالمگيريه، كتاب الاجارة، الباب الخامس عشر، الفصل الرابع ٤ ٤٥٠ ط ماجدية)

(۳) ولا يصح الاستئجار على القراءة واهداؤها الى الميت (رد المحتار، كتاب الاجارة، مطلب تحرير مهم في عدم جواز الاستئجار على التلاوة والتهليل ونحوه مما لا ضرورة اليه ٦ ٥٧ ط سعيد)

(۴) قال تاج الشريعة في شرح الهداية ان القرآن بالاجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقارى وقال العيني في شرح الهداية ويمنع القارى للدنيا، والآخذ والمعطى آثمان، فالحاصل ان ما شاع في زماننا من قراءة الاجزاء بالاجرة لا يجوز ولولا الاجرة ما قرء احد لاحد في هذا الزمان بل جعلوا القرآن العظيم مكسبا ووسيلة الى جمع الدنيا انا لله وانا اليه راجعون و لا معنى لهذه الوصية ولصلة القارى بقراءته لان هذا بمنزلة الاجرة والاجارة في ذلك باطلة وهي بدعة ولم يفعلها احد من الخلفاء (رد المحتار، كتاب الاجارة مطلب تحرير مهم ٦/ ٥٦ ط سعيد) (قلت حرمة ان ماشرطه المحشى العلامة قدس سره بجواز وجوده كالعطاء في زمان لتسمى فما ظنك به في زماننا هذا فينبغي ان لا يجوز مطلقا خصوصا اذا كان الاعطاء معروفا، اما لولا العرف ولا وجد الشرط فلا باس، عبيد الحق)

سے لے لی جائے۔ زبردستی کوئی رقم معین نہ کرلی جائے۔(۱) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی**

(۱) طوائفوں سے کرایہ وصول کرنے پر کمیشن کا حکم
(۲) طوائف کی کمائی سے اجرت کا حکم
(۳) طوائف کو مکان کرایہ پر دینا

(سوال) (۱) زید بکر کی جائیداد کا کرایہ وصول کرتا ہے۔ جائیداد مذکور میں علاوہ دیگر اشخاص کے چند طوائفیں آباد ہیں جن میں پیشہ ور بھی ہیں۔ کرایہ وصول کرنے کے بعد جو کچھ کمیشن زید کو بکر سے ملتا ہے وہ جائز ہے یا نہیں۔ (۲) طوائف کے یہاں پانی بھرنا، اس کے کپڑے سینا یا دھونا اس کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ (۳) طوائف کو جائیداد کرایہ پر رہنے کے لئے دینا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی

(جواب) (۱) زید کو جو کمیشن بکر سے ملتا ہے وہ زید کے لئے مباح ہے۔(۲)

(۲) طوائف کے یہاں پانی بھرنا، اس کے کپڑے سینا یا دھونا اس کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کرنا تو جائز ہے مگر ان چیزوں کے عوض میں طوائف جو پیسہ دیتی ہے وہ چونکہ حرام کی کمائی کا ہوتا ہے اس لئے وہ لینا مکروہ ہے۔(۳) اگر طوائف کسی سے قرض لے کر دے دے تو وہ رقم لینی مباح ہے۔(۴)

(۳) طوائف کو جائیداد رہنے کے لئے دینا مباح ہے مگر اس کا کرایہ بھی نمبر ۲ کے موافق اس کی حرام کمائی میں سے نہ لیا جائے(۵) بلکہ قرض کی رقم میں سے لیا جائے تو مباح ہے۔(۶) اور اگر وہ مکان میں حرام کاری کرے تو مکان کرایہ پر نہ دینا چاہئے۔(۷) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی**

سودی معاملات کرنے والے بینک میں ملازمت کا حکم

(سوال) میں ایک سنٹرل کوآپریٹو بینک میں ملازم ہوں اور میرا ایک دوست اس امداد باہمی کے عملہ میں سب انسپکٹری کا امیدوار ہے۔ بعض اشخاص نے ہم کو یہ بات سمجھائی ہے کہ یہ محکمہ اور اس کی نوکری ناجائز ہے۔ کیونکہ اس میں سود کا حساب وغیرہ سب کچھ دیکھنا بھالنا اور رکھنا پڑتا ہے۔ اور تنخواہ بھی سود میں سے ادا کی جاتی ہے۔ اگر یہ جائز نہ ہو تو مطلع فرمائیے اور اس طرح ڈاکخانہ کی نوکری بھی ناجائز ہوگی۔ کیونکہ وہاں بھی سیونگ بینک وغیرہ کا حساب رکھا جاتا ہے اور سود دیا جاتا ہے۔ سنا گیا ہے کہ سود کا کاتب و شاہد و ضامن سب یکساں ہیں۔ اس بناء پر تو

(۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶) رجل اكتسب مالا من حرام ثم اشترى فهذا على خمسة أوجه: إما ان دفع تلك الدراهم الى البائع اولا ثم اشترى منه بها او اشترى قبل الدفع بها و دفع غيرها او اشترى مطلقا ودفع تلك الدراهم او اشترى بدراهم اخر و دفع تلك الدراهم قال الكرخي في الوجه الاول والثاني لا يطيب ، وفي الثلاث الاخيرة يطيب ، قال ابو بكر . لا يطيب في الكل، لكن الفتوى الآن على قول الكرخي دفعا للحرج عن الناس .. لكثرة الحرام (الشامية ، كتاب البيوع، باب المتفرقات، مطلب اذا اكتسب حراما ثم اشترى فهو على خمسة اوجه ۵/۲۳۵ ط . سعيد)

(۷) تعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان الآية سورة المائدة رقم الآية

سارا عملہ مدارا بھی ناجائز قرار پاتا ہے سود کے حساب کتاب رکھنے والے یعنی کاتب ہم کلرک لوگ ہوتے ہیں اور شاہد وضامن وغیرہ افسران بالا۔

المستفتی نمبر ۱۸۱۷ دین محمد کلرک سنٹرل کوآپریٹو بینک۔ گوڑگاؤں ۱۵ رجب ۱۳۵۶ھ م ۲ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۲۹) یہ صحیح ہے کہ سود لینے والا اور دینے والا اور کاتب وشاہد سب گنہگار ہوتے ہیں۔(۱) مگر حکومت کے وہ محکمے جو سود کا معاملہ کرتے ہیں ان کی ذمہ داری حکومت پر ہوتی ہے اور وہ غیر مسلم ہے۔ اس لئے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کی بنا پر ایسے محکموں کی ملازمت مجبوری سے حد اباحت میں آسکتی ہے۔ تاہم اگر کوئی اور صورت ذریعہ معاش کی نکل سکے تو بہتر ہے کہ اس کو اختیار کیا جائے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

مستاجری کا مطلب

(سوال) مستاجری کی شرعی صورت اور حکم کیا ہے؟

المستفتی نمبر ۹۳۵ حافظ غلام حسین صاحب (ریاست جیند) ۲۰ شعبان ۱۳۵۶ھ ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۳۰) مستاجری کا مطلب یہ ہے کہ کسی کی زمین یا مکان کسی مدت معینہ کے لئے اجرت معینہ پر لی جائے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

وعظ پر عطیہ کا حکم

(سوال) کسی مولانا صاحب کو وعظ کہنے کے لئے بلایا جائے اور کسی طرح کی مزدوری وغیرہ مقرر نہ کی جائے اور جناب مولانا صاحب کا بھی کچھ ارادہ لینے کا نہیں ہے کہ بعد وعظ کے کچھ نہ کچھ ضرور مل جائے گا۔ تو ایسی حالت میں اگر جناب مولانا صاحب کو کچھ عطیہ کے طور پر دیا جائے تو یہ عطیہ جناب مولانا صاحب کو لینا کیسا ہے اور کیا اگر لے لیں گے تو یہ عطیہ مذکورہ بعوض وعظ کے داخل ہو گیا کیا حکم ہے؟

المستفتی نمبر ۲۶۷۷ جناب محمد خاں صاحب (فریقہ) ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ ۲۱ جولائی ۱۹۴۱ء

(جواب ۳۳۱) وعظ کی اجرت پہلے سے مقرر نہ کی جائے اور واعظ کی نیت میں بھی یہ بات نہ ہو کہ مجھے ضرور کچھ رقم ملے گی یا ملنی چاہئے وہ محض حسبۃً للہ وعظ کہہ دے اور کوئی شخص اس کو تبرعاً کوئی رقم دے دے تو یہ رقم دینا بھی جائز اور واعظ کو لے لینا بھی جائز ہے۔

لیکن اگر اجرت پہلے سے مقرر کر دی جائے یا واعظ اس کو ایک طریقہ بنا لے کہ وہ وعظ پر اجرت لیا کرتا ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ کوئی قومی ادارہ مثلاً انجمن یا دینی مدرسہ یا تبلیغی جماعت کسی عالم کو تبلیغ دین کی غرض سے وعظ کہنے کے لئے ملازم رکھے اور اس کی اجرت ماہانہ تنخواہ کی صورت میں مقرر کر دے تو یہ

---

(۱) لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه، وقال هم سواء (مشكوة باب الربوا الفصل الاول ۱/ ۲۴۴)

(۲) وإن استاجره ليكتب له غناء فالمختار انه يحل لان المعصية في القراءة (لا في الكتابة) (عالمگيرية كتاب الاجارة، الباب الخامس عشر الفصل الرابع، ۴/ ۴۵۰ ط ماجديه)

(۳) الاستئجار: طلب الشئی بالاجرة، ثم يعبر به عن تناوله بالاجرة. (القاموس الفقهی، ص ۱۰ ط ادارة القرآن)

بھی جائز ہے۔ متاخرین فقہ حنفیہ نے اس کی بھی اجازت دے دی ہے۔

وزاد في مختصر الوقاية ومتن الاصلاح تعليم الفقه وزاد في متن المجمع الامامة ومثله في متن الملتقى ودرر البحار وزاد بعضهم الاذان والاقامة والوعظ الخ (رد المحتار ج ۵ ص ۳۷)(۱)

دوم یہ کہ ہر وعظ پر واعظ اجرت ٹھہرا کر وعظ کرے۔ زید کے مکان پر وعظ کرنے کے لئے پانچ روپے مانگے۔ عمرو سے پانچ یا کم و بیش رقم طلب کرے تو یہ صورت اگرچہ لفظ "الوعظ" کے عموم میں داخل ہے مگر اس سے واعظ اور وعظ کی بے توقیری ہوتی ہے اس لئے یہ صورت مکروہ ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

(سوال)(۳) زید ایک مدرسہ کا سرپرست ہے۔ عمرو اس کا مہتمم ہے اور بکر اس مدرسہ میں تالیف و تصنیف کے کام پر ملازم ہے۔ اس مدرسہ کا قانون مطبوعہ نہیں ہے۔ اور جو غیر مطبوعہ ہے وہ صرف مہتمم کے پاس ہے۔ ملازمین کے پاس اس کی نقل نہیں ہے۔

اب صورت یہ پیش آئی کہ بکر کی ایک دوسری جگہ سے طلبی آگئی ہے جس کو بکر نے زید کے مشورہ سے منظور کر لیا اور مدرسہ مذکورہ سے ایک سال کی رخصت زبانی لی۔ استعفا نہیں دیا اور زمانہ رخصت کے لئے بکر نے مدرسہ کا کام سرپرست اور مہتمم کی رضامندی و اجازت سے اپنے ساتھ لیا کہ اوقات فرصت میں یہ کام پورا کر دیا جائے گا۔ اگرچہ اس کا معاوضہ پہلے معاوضہ سے مختلف ہوگا۔ اور تاریخ روانگی ۱۲ ذی الحجہ مقرر کی۔ مدرسہ مذکورہ میں ۹ ذی الحجہ سے ۲ ذی حجہ تک عیدالاضحیٰ کی تعطیل ہوتی ہے۔ جب بکر نے اپنی روانگی یوم تعطیل ہی میں مقرر کی تو سرپرست مدرسہ نے بکر سے زبانی کہا کہ عمرو مہتمم مدرسہ کو ایام تعطیل کی تنخواہ دینے میں تردد ہے۔ کیونکہ اب تک ایسی نظیر نہیں پیش آئی کہ کسی ملازم مدرسہ نے ایام تعطیل میں رخصت لی ہو اور اس کو ایام تعطیل کی تنخواہ دی گئی ہو اس لئے اس صورت کے متعلق مدرسے میں کوئی قانون بھی نہیں ہے۔ بکر نے کہا کہ اگر عمرو کو تردد ہے تو میں ایام تعطیل کی تنخواہ نہیں لوں گا بلکہ ۸ ذی الحجہ تک کی تنخواہ لے لوں گا۔ اس کے بعد اتفاق سے بکر کی روانگی اپنی کسی ضرورت سے ۱۲ کو ملتوی ہو گئی اور ۱۷ کو قرار پائی اور اس التوا کی اطلاع زید و عمرو دونوں کو کر دی گئی۔ اس کے بعد بکر نے ایام تعطیل میں بھی (حسب عادت) اور ایام تعطیل کے بعد مدرسے کا کام کیا۔ اور ۵ ذی الحجہ کو عمرو مہتمم کے نام اس مضمون کا خط لکھا۔

مہربان مولوی ... صاحب السلام علیکم۔ تم کو ایام تعطیل کی تنخواہ دینے میں اس لئے تردد تھا کہ میں تعطیل کے اندر جانے کا ارادہ کر چکا تھا۔ مگر اب میں ۱۲ ذی الحجہ کو نہیں گیا بلکہ تعطیل کے بعد بھی ۵ ذی الحجہ تک کام کر چکا ہوں۔ اس صورت میں اگر تم کو ایام تعطیل کی تنخواہ دینے میں تردد نہ ہو اور قانون مدرسہ کے مطابق اب میں ۱۵ ذی الحجہ تک تنخواہ کا مستحق ہوں تو دی جائے ورنہ حق سے زیادہ ایک پیسہ نہیں لینا چاہتا۔

---

(۱) رد المحتار، كتاب الاجارة، مطلب تحرير مهم في عدم جواز الاستئجار على التلاوة ۶/ ۵۵ ط. سعيد)

(۲) ومثله في البزازية قال الامام الفضلي والمتأخرون على جوازه والحيلة ان يستأجر المعلم مدة بتعليم ولده (البزازية، كتاب الاجارة، الفصل الثاني، نوع في تعليم القرآن ۲/ ۳۷، ۳۸ على هامش الهندية ۱/ ۳۷، ۳۸ ط ماجدية

(۳) یہ سوال بعینہ جواب کے ساتھ ص ۱۸۰ سوال نمبر ۸۰، گذر چکا ہے۔

اس پر عمرو نے ۱۵ ذی الحجہ تک کی تنخواہ بکر کو بھیج دی جس کو بکر نے یہ سمجھ کر لے لیا کہ عمرو نے قانون کے موافق (اگر وہ تھا) عمل کیا ہے اور اس نے قانون سے مجھے مستحق سمجھا ہے۔ پھر ۲ ذی الحجہ کو جب بکر عمرو سے رخصتی ملاقات کرنے اس کے مکان پر گیا تو زبانی یہ بھی کہہ دیا کہ ایام تعطیل کی تنخواہ کے متعلق حضرت سرپرست سے بوجہ علالت استصواب نہیں ہو سکا ہے۔ بعد میں استصواب کر لیا جائے۔ اگر ان کو اس رقم کے معاملہ میں تردد ہو تو میں یہ رقم واپس کر دوں گا۔ یا آئندہ اس کام کے حساب میں لگالی جائے گی جو میں اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں لہذا اس وقت تک کہ سرپرست سے استصواب کیا جائے اس کو قرض سمجھا جائے۔

جب زید سرپرست مدرسہ کو بعد صحت اس کا علم ہوا کہ بکر نے ایام تعطیل کی تنخواہ لے لی ہے تو انہوں نے بکر کو مورد الزام قرار دیا اور اس کے فعل کو اکل المال بالباطل اور ارتکاب خیانت قرار دیا جس کی وجوہ حسب ذیل تحریر کیں۔ (۱) بکر نے پہلے یہ کہا تھا کہ ایام تعطیل کی تنخواہ نہ لوں گا پھر اس کو ان ایام کی تنخواہ لینا جائز نہیں تھا۔ (۲) مدرسہ کی ملازمت کا تعلق تو اسی وقت ختم ہو گیا تھا جب بکر نے ۱۲ ذی الحجہ کو روانگی طے کر دی تھی اس کے بعد جو روانگی ملتوی ہوئی وہ مدرسہ کی مصلحت سے نہیں بلکہ اپنی ضرورت سے ہوئی اور ایام تعطیل میں یا اس کے بعد جو کام کیا گیا وہ پہلی ملازمت کے تعلق سے نہیں بلکہ دوسرے تعلق سے ہوا۔ اگر پہلے تعلق سے کام کرنا تھا تو اس کے لئے مستقل اجازت کی ضرورت تھی۔ بکر نے اس کے جواب میں ایام تعطیل کی تنخواہ فوراً بخوشی واپس کر دی۔ لیکن الزام خیانت اور اکل مال بالباطل کے جواب میں وہ یہ کہتا ہے ۔

الف۔ زید نے ایام تعطیل کی تنخواہ کے متعلق مجھ سے اپنے تردد یا اپنی رائے کو بیان نہیں کیا تھا صرف عمرو مہتمم کا تردد نقل کیا تھا کہ اس کو ان ایام کی تنخواہ دینے میں تردد ہے۔ تو صورت ثانیہ پیدا ہونے پر میں نے مہتمم ہی سے قانون کی تحقیق ضروری سمجھی۔ اور اول جو یہ کہا تھا کہ ایام تعطیل کی تنخواہ نہ لوں گا اس کی وجہ بھی ساتھ ہی بتادی تھی کہ اگر مہتمم کو تردد ہے تو میں ان ایام کی تنخواہ نہ لوں گا اور مہتمم کے تردد کا منشا ایام تعطیل کے بعد عمل کا نہ ہونا تھا۔ پھر ان ایام کی تنخواہ اس وقت دی گئی جب خود ایام تعطیل میں اور پھر ایام تعطیل کے بعد کام کر کے مہتمم کو صاف لکھ دیا گیا تھا کہ اگر اب تم کو تردد نہ ہو اور تم مجھے قانون مدرسہ سے ان ایام کی تنخواہ کا مستحق سمجھتے ہو تو بھیج دو۔ لہذا میرے قول و فعل میں کوئی تضاد نہیں۔

(ب)۔ مدارس کا عرف یہ ہے کہ زبانی رخصت لینے اور تاریخ روانگی مقرر کر دینے پر رخصت کے احکام مرتب نہیں ہوتے بلکہ رخصت عمل سے شروع ہوتی ہے۔ یعنی جب کہ رخصت لینے والا مدرسہ سے چلا جاوے۔ اپنے کام کو مہتمم کے حوالے کر دے۔ اپنے دفتر یا درسگاہ کی کنجی اس کو دے دے۔ البتہ استعفا اور عزل کا اثر اسی وقت سے شروع ہو جاتا ہے جب کہ استعفا یا عزل کا تحقق ہو۔ اور صورت واقعہ میں نہ استعفا ہوا ہے نہ عزل بلکہ رخصت لی گئی ہے۔ اور میں نے ۱۵ ذی الحجہ سے پہلے دفتر کی کنجی مہتمم کے حوالہ نہیں کی۔ نہ ناگذشتہ کام ۵ سے پہلے اس کے حوالہ کیا۔ اور باقاعدہ تحریری درخواست رخصت بھی اس سے پہلے نہیں دی گئی۔ لہذا ۱۲ ذی الحجہ کو تاریخ روانگی مقرر کر دینے سے میں مدرسے کے تعلق سابق سے بے تعلق قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مدارس کا

یہ عرف عام ہے خواہ التوا مدرسے کی ضرورت سے ہو یا اپنی ضرورت سے ہو۔ ایک شخص رخصت لے کر ریل چھوٹ جانے یا اور کسی ناگہانی سبب کے پیش آ جانے سے روانہ نہ ہو سکے اور وقت پر کام پر حاضر ہو جائے اور مہتمم کو اپنی روانگی کے التوا سے اسے مطلع کر دے تو وہ حاضر شمار ہوتا ہے اور تعلق سابق پر ہی حاضر شمار ہوتا ہے۔ لہذا جب تک کسی مدرسے میں اس عرف عام کے خلاف قانون نہ ہو اس وقت تک اس عرف ہی کے مطابق عمل ہوگا۔ اور اس پر عمل کرنے والے کو خائن یا آکل مال بالباطل قرار نہیں دیا جائے گا۔ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ایام بطالت شرعاً ماضیہ سے ملحق ہوتے ہیں یا ایام مستقبلہ سے؟

آج جب میں نے مہتمم کو صورت حال کے بدلنے پر صاف لکھ دیا تھا کہ اگر تم کو تردد نہ ہو اور قانون مدرسہ سے ایام تعطیل کی تنخواہ کا مجھے مستحق سمجھتے ہو تو دی جائے ورنہ نہیں۔ اور اس کے بعد زبانی بھی اس سے کہہ دیا تھا حالانکہ یہ ضروری نہیں تھا۔ کیونکہ خود سرپرست نے موقع بیان میں اپنے کسی تردد کا اظہار ہی نہیں کیا تھا۔ یہ صرف مزید احتیاط کے لئے کہا گیا کہ اگر سرپرست کو اس میں اس وقت تردد ہو تو اس کو عمل مستقبل کی اجرت معجلہ قرار دے دی جائے یا مجھ سے واپس منگالی جائے تو اب مجھے خائن یا آکل مال بالباطل کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس تحریر کے بعد مہتمم کا ۱۵ ذی الحجہ تک کی تنخواہ بھیج دینا بکر کے استحقاق کو قانون مدرسہ سے تسلیم کر لینا ہے۔ اور یہ کہ مہتمم کو اب وہ تردد نہیں رہا جو پہلے تھا۔ اس صورت میں بکر کو یہ سمجھ کر ان ایام کی تنخواہ لینا جائز تھا کہ رخصت کے احکام محض زبانی رخصت لینے اور تاریخ روانگی مقرر کر دینے سے شروع نہیں ہوتے بلکہ عمل سے شروع ہوتے ہیں۔ اگر اس مدرسہ میں یہ قانون نہ تھا تو عمرو کا فرض تھا کہ بکر کو قانون سے مطلع کرتا جب کہ وہ اپنی تحریر میں قانون مدرسہ پر عمل کرنے کی تاکید کر چکا تھا۔ چنانچہ جب زید کی تحریر سے بکر کو معلوم ہوا کہ اس مدرسہ میں رخصت اور عزل و استعفا میں فرق نہیں کیا جاتا تو فوراً وہ رقم واپس کر دی گئی۔

پس علمائے کرام فیصلہ فرمائیں کہ صورت مسئولہ میں ایام تعطیل کی تنخواہ لینے میں بکر شرعاً خائن اور آکل مال بالباطل تھا یا نہیں؟ اور اگر تھا تو آیا تنہا وہی مجرم تھا یا عمرو مہتمم مدرسہ بھی مجرم تھا جس نے اپنے عمل سے بکر کو یہ دھوکہ دیا کہ وہ سوچ سمجھ کر قانون مدرسہ کے موافق ان ایام کی تنخواہ دے رہا ہے اور اب اس کو کچھ تردد نہیں ہے۔ بینوا توجروا۔

المستفتی نمبر ۲۶۵۳ عمر احمد عثمانی۔ مدرسہ اشرف العلوم ڈھاکہ۔ ۲ شعبان ۱۳۵۸ھ م ۵ ستمبر ۱۹۳۹ء

(جواب ۳۳۲) اس معاملہ میں کئی باتیں قابل غور و تصفیہ ہیں۔ اول یہ کہ بکر جو مدرسے میں تصنیف و تالیف کے کام پر ملازم ہے وہ اجیر خاص یا اجیر وحد کی حیثیت سے ملازم ہوگا اجیر مشترک کی حیثیت نہ رکھتا ہوگا۔ دوم یہ کہ اجیر وحد وقت و مدت کے لحاظ سے ملازم ہوتا ہے عمل کی نوعیت تو متعین ہوتی ہے مگر عمل کی مقدار معین نہیں ہوتی۔ اور استحقاق اجرت کے لئے تسلیم نفس فی المدۃ المعینہ ضروری ہے نہ تحقق عمل۔(۱) سوم یہ کہ تعطیلات معروفہ یا مشروطہ میں اجیر تسلیم نفس اور بغیر عمل کے بھی وہ اجرت کا مستحق ہوتا ہے۔ اسی طرح فرض

---

(۱) الاجیر الخاص عند الحنفیة هو من یعمل لواحد عملا موقتا بالتخصیص، ویستحق الاجرة بتسلیم نفسه فی المدة وان لم یعمل، (القاموس الفقهی، ط ادارة القرآن، ۱۵۶،۴۱)

وواجبات شرعیہ کی ادائیگی میں جس قدر وقت صرف ہو اس کی اجرت کا بھی مستحق ہوتا ہے۔(۱) چہارم یہ کہ رخصت دو طرح کی ہے۔ ایک بلا وضع تنخواہ دوسری بوضع تنخواہ۔ اول الذکر یعنی رخصت بلا وضع تنخواہ بطالہ معروفہ یا مشروطہ کے حکم میں ہے۔ یعنی جس طرح بطالہ معروفہ یا مشروطہ (تعطیلات معروفہ یا مشروطہ) کا عقد اجارہ کے بقا پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور اجارہ بحالہا قائم و ممتد باقی رہتا ہے۔ اسی طرح رخصت بلا وضع تنخواہ کا اجارہ کے بقا و قیام و امتداد اور ملازمت پر اثر نہیں پڑتا اور ثانی الذکر یعنی رخصت بوضع تنخواہ کا حکم مختلف ہے۔ اس کا مطلب اجارہ سابقہ کو ختم کر دینا ہوتا ہے اور رخصت کے بعد پھر ملازم کو کام پر آجانے کی اجازت دینا گویا اجارہ متجددہ منعقد کرنا ہوتا ہے۔ یعنی رخصت بوضع تنخواہ دیتے وقت مستاجر عقد اجارہ سابق کو ختم کرنے کے ساتھ آئندہ کے لئے اجیر سے وعدہ کرتا ہے کہ بعد انقضائے رخصت تم کام پر آؤ گے تو میں رکھ لوں گا۔ مگر اس رخصت کے زمانے میں وہ مستاجر سابق کا اجیر نہیں ہے ورنہ وہ کسی دوسری جگہ اجیر وحد کی حیثیت سے کام نہیں کر سکتا۔

صورت مسئولہ میں بکر کا اجیر وحد ہونا تو اس وجہ سے کہ منازعت استحقاق اجرت ایام میں ہے نہ استحقاق اجرت عمل میں تقریباً متعین ہے۔ اور اس قرائن سے یہ بھی متعین کر لیتا ہوں کہ رخصت جو لی گئی وہ رخصت بوضع تنخواہ ہے۔ جس کا مطلب عقد اجارہ سابقہ کو ختم کر دینا ہوتا ہے۔ پس بکر نے عمرو مہتمم سے رخصت لیتے وقت اگر بارہ ذی الحجہ سے رخصت لی یعنی ۱۲ ذی الحجہ رخصت میں شامل ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اجارہ سابقہ ۱۱ ذی الحجہ پر ختم کر دیا گیا اور اگر مہتمم مدرسہ رخصت دینے میں مستقل ہے یعنی اس کا عمل سرپرست کی رضامندی اور تمہیدی اجازت پر مبنی یا موقوف نہیں تو یہ معاملہ ختم ہو گیا۔ اب ۱۱ ذی الحجہ تک بکر مدرسہ کا بدستور ملازم ہے۔ اگر مدرسہ میں کوئی قانون ایسا موجود ہو کہ رخصت بوضع تنخواہ اگر اثنائے تعطیل سے یا تعطیل کے بعد متصل شروع ہو تو ایام تعطیل کی تنخواہ نہ ملے گی۔(۱) یعنی ایسی صورت میں عقد اجارہ ایام عمل کے آخری دن پر ہی ختم ہو جانا قرار دیا جائے گا خواہ منظوری رخصت کے وقت اس کی تصریح کی جائے یا نہ کی جائے۔ یا مہتمم نے بوقت منظوری رخصت تصریح کی ہو کہ آپ کی ملازمت ۸ ذی الحجہ پر ختم قرار دی جائے گی تو ان دونوں صورتوں میں بکر کو صرف آٹھ تاریخ تک کی تنخواہ کا حق ہوتا۔ لیکن سوال میں یہ تصریحات ہیں:۔

(الف)۔ زید سرپرست مدرسہ کا یہ قول "اس لئے اس صورت کے متعلق مدرسہ میں کوئی قانون بھی نہیں۔"

(ب)۔ بکر کے خط میں جو عمرو مہتمم مدرسہ کے نام لکھا گیا یہ صراحت "اگر تم کو ایام تعطیل کی تنخواہ دینے میں تردد نہ ہو اور قانون مدرسہ کے مطابق سب میں پندرہ ذی الحجہ تک تنخواہ کا مستحق ہوں تو دی جائے۔" ان تصریحات سے اگر ان کی واقعیت مسلم ہو یہ ثابت ہے کہ نہ ایسا کوئی قانون موجود ہے نہ مہتمم نے منظوری رخصت کے وقت ۸ ذی الحجہ تک ملازمت کی تحدید اور ۹ سے ترک تعلق کی تصریح کی تھی۔ لہذا ۱۱ ذی الحجہ تک کی تنخواہ کا بکر بوجہ عقد سابق اور ۹، ۱۰، ۱۱ ذی الحجہ تک تعلق ملازمت قائم ہونے اور ان ایام کا بطالہ معروفہ بلکہ

---

(۱) اذا استأجر رجلا یوما لیعمل کذا فعلیه ان یعمل ذلك العمل الی تمام المدة ولا یشتغل بشیء آخر سوی المکتوبة وفی فتاوی اهل سمرقند قد قال بعض مشایخنا رحمة الله علیه ان له ان یؤدی السنة ایضا (الهدایة ، کتاب الاجارة، الباب الرابع ٤، ٤١٧ ط. ماجدیه)

مشروط میں داخل ہونے کی وجہ سے مستحق ہے۔ اور اگر ۱۲ ذی الحجہ رخصت مستقبلہ میں داخل نہ ہو تو ۱۲ ذی الحجہ کی تنخواہ کا بھی مستحق ہے۔

لیکن اگر مہتمم مدرسہ رخصت دینے میں مستقل اور بااختیار نہ ہو بلکہ اس کا فعل سرپرست مدرسہ کی رضامندی اور اجازت پر موقوف ہوتا ہے تو مہتمم کی اور بکر کی زبانی گفتگو پر معاملہ ختم نہیں ہوا بلکہ سرپرست کی اجازت پر موقوف رہا اور جب بکر کی صدر سے یعنی سرپرست سے گفتگو ہوئی اور اس میں بکر نے یہ تسلیم کر لیا کہ میں ۸ ذی الحجہ تک کی تنخواہ لے لوں گا تو آخری بات یہی ہوئی کہ ۸ ذی الحجہ پر عقد اجارہ سابق ختم ہو گیا۔ اور اب وہ ۸ ذی الحجہ تک کی تنخواہ کا مستحق رہا۔ اس صورت میں سرپرست مدرسہ کا تردد کو عمرو کی طرف منسوب کرنا اور عمرو کا بکر کو پندرہ تک کی تنخواہ بھیج دینا موثر نہ ہوگا۔ کیونکہ اس میں بنیادی چیز اختیار ہے۔ وہ اگر سرپرست کے ہاتھ میں مستقل طور پر ہے یا مہتمم اور سرپرست کی رائے کا اجتماع قطعی فیصلے کے لئے ضروری ہے یا سرپرست کا فیصلہ آخری فیصلہ ہے تو جو بات صدر یعنی سرپرست کے سامنے طے ہوئی وہی آخری بات ہوگی۔ اور وہ یہ کہ اب ۸ ذی الحجہ پر ملازمت سابقہ ختم ہو گئی اور ۹ ذی الحجہ سے بکر عقد سابق کے تحت ملازم نہ رہا۔

اس بات کی تنقیح کہ حقیقۃً مستاجر کون ہے آیا صرف مہتمم یا صرف سرپرست یا دونوں، مدرسہ کے قانون سے یا متعاقدین کی باہمی قرارداد یا تعامل سے ہو سکتی ہے۔ اور جو امر تنقیح سے ثابت اور منقح ہوگا وہی حکم کا مدار ہوگا۔

اس کے بعد اس رقم کا معاملہ سامنے آتا ہے جو بکر نے مہتمم سے پندرہ ذی الحجہ تک کی تنخواہ کے نام سے لی ہے۔ تو اس بات سے قطع نظر کرتے کہ وہ ۸ ذی الحجہ تک کی تنخواہ کا مستحق تھا یا گیارہ ذی الحجہ تک یا ۱۲ ذی الحجہ تک کا (کیونکہ اس کا فیصلہ تو حقیقی مستاجر کی تعیین ہو جانے اور رخصت کی ابتداء ۱۲ ذی الحجہ سے تھی یا ۱۳ سے تھی معلوم ہونے پر ہوگا) یہ قطعی ہے کہ ۱۳، ۱۴، ۱۵ ذی الحجہ کی تنخواہ کا بکر عقد اجارہ سابقہ کے ماتحت مستحق نہیں ہے۔ کیونکہ وہ عقد تو بہرحال زیادہ سے زیادہ ۱۲ ذی الحجہ ہی پر ختم ہوگا۔ ۱۲ سے آگے تو اس کا وجود کسی طرح بھی نہیں۔ بکر کے ۱۲ کو روانہ ہونے اور جائے مذکورہ میں کام کرنے بلکہ اپنی علیحدگی کی رپورٹ اور عمرو کو حالات لکھ دینے سے بھی اجارہ سابقہ ختم شدہ بحال نہیں ہو جاتا اور اس کام کی اجرت اجارہ سابقہ ختم شدہ کے ماتحت لینے کا وہ حق دار نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کا ختم ہو جانا تو رخصت کی منظوری سے متحقق ہو گیا۔ اور از سر نو قائم ہونا فریقین کی رضامندی پر موقوف تھا جو مفقود ہے۔ بکر کی جو تحریر عمرو کے نام ہے اور جو زبانی گفتگو عمرو سے رخصتی ملاقات کے وقت کی ہے اس سے تو یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عمرو ختم شدہ اجارہ کو از سر نو قائم کرنے پر راضی ہو گیا بلکہ اس کے برخلاف اس امر پر دال ہے کہ خود بکر بھی اس تصور سے تہی دماغ تھا کہ اجارہ سابقہ کو از سر نو قائم کیا جا رہا ہے وہ تصریح کر رہا ہے کہ اگر سرپرست کی رائے میں میں اس مدت کی اجرت کا مستحق نہ ٹھہرا تو واپس کر دوں گا۔ یا آگے کام کی اجرت معجلہ قرار دے دی جائے گی۔ اور تا تصفیہ یہ قرض سمجھی جائے۔ یہ قرار تجدید اجارہ سابقہ کے تصور کے منافی ہے۔ اس سے زیادہ سے زیادہ بکر کا یہ خیال سمجھا جاتا ہے کہ وہ اجارہ سابقہ کے امکان امتداد کا تصور رکھتا تھا۔ لیکن اجارہ سابقہ جب منظوری رخصت کے وقت فسخ ہو چکا تو اب اس کے

متداول کا تصور بے معنی اور غیر موثر ہے۔

اب صرف یہ بات باقی رہی کہ بکر نے پندرہ ذی الحجہ تک کی تنخواہ جو وصول کرلی اس کا یہ فعل اکل مال بالباطل یا خیانت میں داخل ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر واقعہ یہ ہے کہ بکر نے **(الف)** عمرو مہتمم کو خط میں یہ لکھا۔ "مگر اب میں ۱۲ ذی الحجہ کو نہیں گیا بلکہ تعطیل کے بعد بھی پندرہ ذی الحجہ تک کام کرچکا ہوں۔ اس صورت میں اگر تم کو ایام تعطیل کی تنخواہ دینے میں تردد نہ ہو اور قانون مدرسہ کے مطابق اب میں ۱۵ ذی الحجہ تک تنخواہ کا مستحق ہوں تو دی جائے ورنہ حق سے زیادہ ایک پیسہ لینا نہیں چاہتا۔" (ب) اور رخصتی ملاقات کے وقت زبانی یہ کہا "ایام تعطیل کی تنخواہ کے متعلق حضرت سرپرست سے بوجہ علالت، استصواب نہیں ہوسکا ہے بعد میں استصواب کرلیا جائے۔ اگر ان کو اس رقم کے معاملے میں تردد ہو تو میں یہ رقم واپس کردوں گا۔ یا آئندہ اس کام کے حساب میں لگالی جائے گی جو میں ساتھ لے جارہا ہوں۔ لہذا اس وقت تک کہ سرپرست سے استصواب کیا جائے اس کو قرض سمجھا جائے۔" بکر کی تحریر و زبانی گفتگو اس بات کی دلیل ہے کہ اس نے اس رقم کو قطعی اپنا حق قرار دے کر طلب نہیں کیا اور نہ اس حیثیت سے قبضہ کیا۔ بلکہ خط میں تو قانون مدرسہ کے موافق ہونے اور عمرو کو دینے میں تردد نہ ہونے کی شرط لگائی اور زبانی گفتگو میں سرپرست کی رائے کو حکم قرار دیا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ عمرو نے یہ رقم بکر کو اس کی تحریر پر بھیج دی اور رخصتی ملاقات کے وقت بھی جب بکر نے سرپرست کی رائے استحقاق کے حق میں نہ ہونے پر رقم کی واپسی کا ارادہ ظاہر کیا اس سے رقم واپس نہ مانگی تو خلاصہ یہ ہوا کہ بکر نے یہ رقم خود کہیں سے نہیں اڑالی کہ قبض ناجائز ہو۔ اس نے عمرو سے اس شرط پر ضرور طلب کی کہ اگر تم میرا حق سمجھو اور قانون مدرسہ کے خلاف نہ ہو تو دے دو۔ اس پر مہتمم نے رقم بھیج دی تو اگر اس میں بکر نے قبضہ کرلیا تو عمرو کی وساطت سے کیا۔ اور اگر یہ رقم بکر کا حق نہ تھی تو ناحق دینے میں عمرو ملزم ہے۔ بکر تو اس شبہ میں معذور ہوسکتا ہے کہ عمرو کے نزدیک قانون مدرسہ کے موافق میں اس کا مستحق ہوں۔ جبھی تو عمرو نے بھیج دی تو اس کا قبضہ قبض بشبہۃ الاستحقاق ہوگا۔ جس کو خیانت یا اکل مال بالباطل نہیں کہا جاسکتا۔ اگر اس قبض کے صحیح ہونے میں اس کو شبہ تھا اور اس بنا پر اس کو قبض نہ کرنا چاہئے تھا تو یہ بات عمرو پر بدرجہ اولی عائد ہوتی ہے کہ سرپرست سے استصواب کئے بغیر دینا نہیں چاہئے تھا۔ اگر وہ جانتا تھا کہ میرا اس قسم کا تصرف سرپرست کی اجازت اور منظوری کے بغیر درست نہیں تو رقم دینے میں اس کو حد اختیار سے تجاوز کا مجرم قرار دیا جاسکتا ہے۔ اور اس تجاوز کو بدنیتی کے ساتھ متلبس قرار دیا جائے تو اس پر خیانت کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ بکر خیانت یا اکل مال بالباطل کے ساتھ موصوف نہیں ہوسکتا۔ اس نے اپنے قبض کو تین صورتوں میں دائر کردیا تھا۔ (۱) اگر ان ایام کی تنخواہ کا مستحق ہوں تو یہ میرا حق ہے۔ (۲) اگر مستحق نہ ہوں تو واپس کردوں گا۔ (۳) یا اس کو آئندہ کام کی اجرت میں مجرا شمار کرلیا جائے گا۔ اور سردست یہ رقم میرے ذمہ قرض سمجھی جائے۔ اور قرض قرار دے کر اپنے ذمہ وجوب تسلیم کرلینا خیانت یا اکل مال بالباطل کی نیت کے صریح منافی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ دہلی۔ ۲ شعبان ۱۳۵۹ھ

(۱)ذاتی مکان بنوانے کے لئے مدرس اور طلباء سے کام لینے کا حکم
(۲)مدرسے کے اوقات میں تعویذ گنڈا کرنے کا حکم

(سوال)(۱)ایک مدرسے کے مہتمم صاحب نے اپنا ذاتی مکان بنوایا اور ایک مدرس کو معماروں سے کام لینے کے لئے وہاں مقرر کردیا اور طلباء سے مزدوروں کا کام لیا گیا اور وہ مدرس مدرسے کے وقت میں معماروں سے کام لیتے رہے۔ مکان تقریباً دو مہینے میں تیار ہوا اور مہتمم صاحب نے مدرس مذکور کو دو مہینے کی تنخواہ مدرسے سے دی۔ کیا یہ عند الشرع جائز ہے؟

(۲) تعویذ گنڈا دینی کام ہے یا دنیوی؟ اگر کوئی مدرس مدرسے کے وقت میں تعویذ گنڈا کرے تو جائز ہے یا ناجائز؟

المستفتی نمبر ۲۲۳۲ محمد عبدالحلیم جگراؤں ضلع لدھیانہ ۱۴ شوال ۱۳۵۶ھ م ۱۸ دسمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۳۳) مدرسے کے مدرس اور طلبہ سے مہتمم کو اپنا ذاتی کام مدرسے کے اوقات میں لینا جائز نہیں۔ یہ صریح خیانت ہے اور مدرسے کے اوقات کے علاوہ بھی اپنے عہدہ اہتمام کے دباؤ میں مدرس یا طلبہ سے کام لینا جائز نہیں۔(۱) مہتمم سے اس خطا کا اعتراف اور توبہ کرائی جائے تو آئندہ وہ مہتمم رہ سکتا ہے۔ ورنہ اس کو علیحدہ کردینا لازم ہے۔(۲) تعویذ گنڈا مدرس مدرسے کے اوقات میں نہیں کرسکتا اور کرے تو لائق معزولی ہے۔

ملازمت کی حالت میں جمعہ کو ادا کرنے کا حکم

(سوال) متعلقہ ادائیگی جمعہ بحال ملازمت

(جواب ۳۳۴) کارخانے کے قریب کسی مسجد میں جمعہ کی نماز ہوتی ہو تو اس شخص کو اس میں شریک ہونا چاہئے۔ اور اگر قریب نماز نہ ہوتی ہو اور یہ ملازمت کا حاجت مند نہ ہو تو ملازمت چھوڑ دے۔(۳)

تعلیم قرآن، اذان اور امامت کی اجرت کا حکم

(سوال) تعلیم قرآن مجید اور اذان و امامت کی اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۳۳۵) واضح ہو کہ یہ مسئلہ قدیم سے مختلف فیہ ہے۔ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ ایسی طاعت پر جو اجیر کے ذمہ متعین نہ ہو عقد اجارہ منعقد کرنا اور اجرت لینا دینا جائز ہے۔ جیسے تعلیم قرآن، اذان، امامت وغیرہ۔ اور امام ابو حنیفہ اور زہری اور قاضی شریح اور ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ طاعت پر اجارہ ناجائز ہے۔ ہمارے اصحاب متقدمین حنفیہ کا یہی مسلک تھا کہ طاعت پر اجرت لینا دینا ناجائز ہے اور قدمائے حنفیہ اسی کے موافق فتوے دیتے اور عمل کرتے رہے۔(۴)

---

(۱) إذا استأجر رجلا يوما يعمل كذا فعليه أن يعمل ذلك العمل إلى تمام المدة ولا يشتغل بشيء آخر سوى المكتوبة (عالمگيرية، كتاب الإجارة، الباب الثالث ٤/ ٤١٧ ط ماجدية)

(۲) وأفتى أيضا بأن من كان من أهل الوقف لا يشترط كونه مستحقا بالفعل بل يكفي كونه مستحقا بعد زوال المانع. (رد المحتار، كتاب الوقف مطلب لا يجعل الناظر من غير أهل الوقف ٤/ ٤٢٥ ط سعيد)

(۳) لأنه لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق)

(۴) وبعض مشايخنا رحمة الله عليه استحسنوا الاستئجار على تعليم القرآن لظهور التواني في الأمور الدينية ففي هذا ما أفتى به المتأخرون مخالفين ما ذهب إليه الإمام وصاحباه بالضرورة. (رد المحتار كتاب الإجارة، مطلب تحرير مهم في عدم جواز الاستئجار على التلاوة ٦/ ٥٥، ٥٦ ط سعيد)

علم دین پڑھانے والوں اور اذان کہنے والوں اور امامت کرنے والوں کے وظائف بیت المال سے مقرر ہوتے تھے اور یہ لوگ نہایت اطمینان اور فارغ البالی سے اپنا کام انجام دیتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد اسلامی سلطنت نہ رہنے یا بعض مسلمان بادشاہوں کے مصارف بیت المال میں شرعی حدود سے تجاوز کر جانے کی وجہ سے ان علماء اور موذنین اور ائمہ کے وظائف بند ہو گئے اور تعلیم علوم دینیہ یا اذان و امامت کی انجام دہی میں جو فراغت قلبی انہیں حاصل تھی وہ جاتی رہی۔ چونکہ یہ لوگ بھی آخر انسان تھے اور انسانی ضروریات معاش ان کی زندگی کے لوازمات میں بھی داخل تھیں اس لئے ان کو مجبوراً ان حاصل کرنے کے ذرائع کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ جس کے وسیلہ سے اپنی اور اپنی اولاد و متعلقین کی اوقات بسری کر سکیں۔ ذرائع معاش چونکہ مختلف قسم کے ہیں۔ کسی نے کوئی طریقہ اختیار کیا کسی نے کوئی۔ کسی نے تجارت، کسی نے زراعت، کسی نے ملازمت، کسی نے صنعت و دستکاری اختیار کی۔ اسی طرح ضرورتیں بھی کمی بیشی میں مختلف تھیں۔ اس لئے رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں ایک بڑا حصہ کسب معاش میں خرچ کر دینے کے باوجود بھی بعض افراد کی ضرورتیں پوری نہیں ہوئیں۔ ان حالات کی وجہ سے بہت سے علماء بہت سے موذن بہت سے امام مجبوراً ان مشاغل کی وجہ سے تعلیم یا اذان یا امامت کی خدمت کو بالالتزام پورا نہ کر سکے۔ اور بالآخر انہیں اضطراری حالت سے ان خدمات کو چھوڑنا پڑا۔

لیکن تعلیم چھوڑ دینے سے یہ نقصان متصور تھا کہ علم دین کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔ کیونکہ جب پڑھانے والوں کو اپنی ضروریات معاش میں مشغولی کی وجہ سے اتنی فرصت نہ ملتی کہ طالب علموں کو پڑھا سکیں تو پھر علم دین کی زندگی اور بقا کی کیا صورت تھی۔

اذان چھوڑ دینے سے یہ نقصان متصور تھا کہ نماز کے اوقات کا انضباط جو معین موذن ہونے کی صورت میں ہو سکتا ہے درہم برہم ہو جاتا۔ چونکہ اس زمانے میں بڑے بڑے شہروں بلکہ قصبوں میں بھی اکثر غریب مسلمان کارخانوں اور کمپنیوں اور ملوں میں مزدوری پر کام کرتے ہیں۔ اور اپنے افسروں کی خوشامد کر کے نماز و جماعت کے لئے اجازت حاصل کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اس بات کی زیادہ ضرورت ہے کہ اذان اور نماز کا وقت معین ہو کہ اس کے موافق وہ کارخانوں سے ٹھیک وقت پر آجایا کریں اور جماعت سے نماز پڑھ کر اپنے کام پر چلے جائیں۔ اگر اذان و جماعت کے اوقات معین نہ ہوں تو ان لوگوں کو یا تو جماعت چھوڑنی پڑے یا اپنے کام میں زیادہ دیر تک غیر حاضر رہنے کی وجہ سے افسروں سے ناچاقی پیش آئے اور اپنے ذرائع معاش کو کھو بیٹھیں۔

امام معین نہ ہونے کی صورت میں جماعت کا انتظام درست نہیں رہ سکتا۔ اور پورے انضباط کی نماز نہیں ہو سکتی۔ جن مساجد میں کوئی موذن اور امام مقرر نہیں ہے نماز کے وقت جو پہلے آگیا اس نے اذان کہہ دی اور جس کو مناسب سمجھا امام بنا دیا۔ ایسی مسجدوں میں جماعت کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہو سکتا۔ اور اس لئے ان لوگوں کو جو دوسروں کی تابعداری میں پھنسے ہوئے ہیں اکثر اوقات کی مسجدوں میں جماعت سے نماز نصیب نہیں ہوتی۔

پس متاخرین فقہائے حنفیہ نے اس ضرورت شرعیہ کی وجہ سے حضرت امام شافعی کے قول کے موافق یہ فتویٰ دے دیا کہ مواقع ضرورت میں طاعات پر اجرت لینا جائز ہے۔ اور قرآن مجید و حدیث و فقہ کی تعلیم

اور اذان واقامت پر اجرت لینے کے جواز کی تصریح کردی۔ کیونکہ یہ چیزیں ایسی ہیں کہ بغیر ان کی بقاء کے اسلامی حقیقت کا باقی رہنا بھی مشکل ہے۔

ہم ذیل میں فقہائی وہ تصریحات نقل کرتے ہیں جن میں آج کل اذان اور امامت اور تعلیم پر اجرت لینے کا جواز مذکور ہے۔

وبعض مشائخنا رحمهم الله تعالى استحسنوا الاستئجار على تعليم القرآن اليوم لظهور التواني في الامور الدينية ففي الامتناع تضييع حفظ القرآن و عليه الفتوى اه كذا في الهداية۔ (۱)

ومشائخ بلخ جوزوا الاستئجار على تعليم القرآن اذا ضرب لذلك مدة وأفتوا بوجوب المسمّى كذا في المحيط وكذا جواز الاستئجار على تعليم الفقه ونحوه المختار للفتوى في زماننا قول هؤلاء كذا في الفتاوى العتابية (فتاویٰ عالمگیری باختصار)(۲)

اور ہمارے بعض مشائخ رحمہم اللہ نے آج کل تعلیم قرآن پر اجرت لینے دینے کا جواز بہتر سمجھا۔ کیونکہ امور دین میں لوگوں کے اندر سستی پیدا ہوگئی ہے تو ممانعت کے حکم میں اندیشہ ہے کہ حفظ قرآن ضائع ہو جائے گا اور اسی جواز اجرت پر فتویٰ ہے۔

اور مشائخ بلخ نے تعلیم قرآن کے اجرت لینے کو جائز فرمایا ہے جبکہ اس کی مدت معین کی جائے۔ اور معین شدہ اجرت کے واجب التسلیم ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ اسی طرح تعلیم فقہ اور اس کے امثال (اذان وامامت) پر اجرت لینے کا جواز بھی ہے۔ اور ہمارے زمانے میں فتویٰ کے لئے انہیں لوگوں کا قول مختار ہے۔

الاستئجار على الطاعات لتعليم القرآن والفقه والتدريس والوعظ لايجوز اي لا يجب الاجر واهل المدينة طيب الله ساكنها جوزوه وبه اخذ الامام الشافعي قال في المحيط وفتوى مشائخ بلخ على الجواز

قال الامام الفضلي والمتأخرون على جوازه وكان الامام الكرماني يفتي "بدرنا ریزه معلم را خوشنود کنید" وفتوى علمائنا على ان الاجارة ان صحت يجب المسمى وان لم تصح يجب اجر المثل الخ فتاوى بزازيه (۳)

وقال محمد بن الفضل كره المتقدمون الاستئجار لتعليم القرآن وكرهوا اخذ الاجرة عليه لوجود العطية من بيت المال مع الرغبة في امور الدين وفي زماننا انقطع فلو اشتغلوا بالتعليم بلا اجر مع الحاجة الى معاش لضاعوا وتعطلت المصالح فقلنا بما قالوا فتاوى بزازيه ومثله في الخانيه۔(۴)

---

(۱) رد المحتار، كتاب الاجارة مطلب تحرير مهم في عدم جواز الاستئجار على التلاوة ٦/ ٥٥ ط سعيد)

(۲) فتاوى عالمگیریه كتاب الاجارة الباب الخامس عشر، الفصل الرابع ٤/ ٤٤٨ ط ماجدية)

(۳) (الفتاوى البزازية كتاب الاجارة الفصل الثاني، نوع في تعليم القرآن ۲/ ۳۷، ۳۸ ط. على هامش الهندية ٥/ ٣٧، ٣٨ ط ماجدية)

(۴) (البزازيه، كتاب الاجارة، الفصل الثاني، نوع في تعليم القرآن، ۲/ ۳۷، ۳۸ على هامش الهندية، ص ٣٧، ٣٨/ ٥ ط ماجدية)

طاعات پر عقد اجارہ مثلاً تعلیم قرآن و فقہ اور تدریس و وعظ پر اجرت لینا جائز نہیں۔ یعنی اجرت واجب نہیں ہوتی۔ اور اہل مدینہ (طیب اللہ ساکنہا) طاعات پر اجرت لینے کو جائز کہتے ہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسی کے قائل ہیں۔ محیط میں فرمایا کہ مشائخ بلخ کا فتویٰ جواز پر ہے۔

امام فضلی نے فرمایا کہ متاخرین حنفیہ جواز کے قائل ہیں۔ اور امام کرمانی فتویٰ دیتے تھے کہ دروازے تک پہنچنے سے پہلے معلم کو خوش کر دو۔ اور ہمارے علماء کا فتویٰ ہے کہ اگر عقد اجارہ صحیح طور پر کیا گیا تو اجرت معینہ واجب ہوگی ورنہ اجر مثل لازم ہوگا۔ الخ

امام محمد بن الفضل نے فرمایا کہ متقدمین حنفیہ نے قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینے کو اس لئے مکروہ فرمایا تھا کہ بیت المال سے معلمین کے لئے عطیات مقرر تھے اور لوگوں کو امور دین کی رغبت بھی تھی۔ اور ہمارے زمانہ میں عطیات منقطع ہو گئے تو اب اگر تعلیم میں مشغول ہوں اور اسباب معیشت کی حاجت اسی طرح باقی رہنے کے باوجود اجرت نہ لیں تو مرنے لگیں گے اور مصالح زندگی درہم برہم ہو جائیں گے اس لئے ہم بھی اسی بات کے قائل ہو گئے جس کے وہ (یعنی امام شافعی و امام احمد و اہل مدینہ وغیرہ) قائل تھے۔ یعنی جواز اجرت کا فتویٰ ہم نے بھی دے دیا۔

قال الشیخ الامام شمس الائمة السرخسی رحمه الله تعالیٰ ان مشائخ بلخ جوزوا الاجارة علی تعلیم القرآن واخذوا فی ذلك بقول اهل المدینة وانا افتی بجواز الاستئجار ووجوب المسمّی. فتاوی قاضی خان۔( )

والفتوی الیوم علی جواز الاستیجار لتعلیم القرآن وهو مذهب المتاخرین من مشائخ بلخ استحسنوا ذلك لظهور التوانی فی الامور الدینیه وکسل الناس فی الاحتساب وکذا یجوز علی الامامة فی هذا الیوم لان الائمة کانت لهم عطیات فی بیت المال وانقطع الیوم بسبب استیلاء الظلمة علیها. وفی روضة الزندویستی کان شیخنا ابو محمد عبدالله الخیزاخزی یقول فی زماننا یجوز للامام والمؤذن والمعلم اخذ الاجرة انتهیٰ عینی شرح کنز الدقائق(٢)

ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه والامامة والاذان. انتهی (درمختار) (٣)

امام شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مشائخ بلخ نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے دینے کو جائز فرمایا ہے اور اس بارے میں انہوں نے اہل مدینہ کے قول پر عمل کیا ہے۔ اور میں بھی اجرت لینے دینے کے جواز اور اجرت معینہ کے واجب الاداء ہونے کا فتویٰ دیتا ہوں۔

آج کل تعلیم قرآن کی اجرت لینے کے جواز پر فتویٰ ہے۔ اور یہ متاخرین مشائخ بلخ کا مذہب ہے۔ انہوں نے اس

---

(١)(الفتاوی الخانیہ، کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، ٢/ ٣٢٥ علی هامش الهندیة، ٢/ ٣٢٥ ط. ماجدیة)

(٢)(شرح العینی علی کنز الدقائق المسمی برمز الحقائق للشیخ المحدث الفقیه بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد العینی رحمة الله علیه، کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة ٢/ ١٥٤ ط. ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة، کراتشی، پاکستان)

(٣)(الدر المختار، کتاب الاجارة، مطلب تحریر مهم فی عدم جواز الاستئجار علی التلاوة، ٦/ ٥٥ ط سعید)

جواز اجرت کو اس لئے بہتر سمجھا کہ موجودہ زمانہ میں لوگوں کی سستی ظاہر ہو رہی ہے۔ اور ثواب کی نیت سے کام کرنے میں لوگ تساہل کرنے لگے ہیں۔ اور اسی طرح اس زمانے میں امامت کی اجرت بھی جائز ہے۔ کیونکہ پہلے اماموں کے لئے بیت المال سے وظائف مقرر ہوتے تھے وہ اب بند ہوگئے۔ کیونکہ بیت المال ظالموں کے قبضہ میں ہیں اور روضہ زندویستی میں ہے کہ شیخ ابو محمد عبد اللہ الخیزاخزی فرماتے تھے کہ ہمارے زمانے میں امام اور مؤذن اور معلم کو اجرت لینا جائز ہے۔

اور آج کل قرآن و فقہ کی تعلیم اور امامت واذان پر اجرت لینے دینے کے جواز پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔

ان نصوص فقہیہ سے امور ذیل بوضاحت ثابت ہوگئے ۔

(۱) متقدمین حنفیہ طاعات پر اجرت لینے دینے کو ناجائز فرماتے تھے۔ اور اہل مدینہ اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور ایک جماعت اس کے جواز کی قائل ہے۔

(۲) متاخرین حنفیہ نے یہ دیکھ کر کہ بیت المال کے عطیات موقوف ہوگئے اور ذرائع معیشت میں دشواریاں پیدا ہوگئیں اور امور دین میں سستی اور بے پروائی ظاہر ہوگئی۔ پس ایسی حالت میں عدم جواز اجرت کا حکم دینے سے دین اور شعائر مذہب کو سخت صدمہ پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے انہوں نے اس مسئلے میں امام شافعی اور اہل مدینہ کا قول اختیار کر لیا۔ جیسے کہ متاخرین حنفیہ نے اسی قسم کی ضرورتوں کی وجہ سے زوجہ مفقود کے بارے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو اختیار کیا ہے

(۳) متاخرین کا متقدمین کے قول سے اختلاف کرنا اس ضرورت شرعیہ پر مبنی تھا۔ پس جن صورتوں میں کہ یہ ضرورت متحقق ہوگی وہیں یہ حکم ہوگا۔ اور جہاں ضرورت نہ ہوگی وہاں یہ حکم جاری نہ ہوگا۔ چنانچہ علامہ شامی نے رد المحتار میں تصریح کردی ہے کہ تلاوت قرآن اور تسبیح و تہلیل بغرض ایصال ثواب پر اجرت لینا دینا اب بھی ناجائز ہے کیونکہ اس میں کوئی ضرورت نہیں۔ اور ان کے چھوڑنے سے دین اور شعائر مذہب کو کوئی صدمہ نہیں پہنچتا۔ اسی طرح وعظ کی اجرت اس صورت سے کہ وعظ کہنے کی نوکری کرلی جائے جائز ہے۔ لیکن متفرق طور پر واعظ جو وعظ کہتے ہیں ان کی اجرت لینا جائز نہیں اور عدم جواز کی وجہ ایک عارضی خارجی ہے جو اکثری طور پر ان متفرق وعظوں کو لاحق ہے وہ یہ کہ اجرت کے خیال سے واعظ کتمان حق کرجاتا ہے۔ یعنی اگر اجرت دینے والے کے اندر کوئی خلاف شرع امر پایا جاتا ہو تو واعظ اس کا رد نہیں کرتا کہ مبادا اجرت ملنے میں کوئی روک پیدا ہو جائے۔ چونکہ ایسے متفرق وعظوں کی اجرت اکثری طور پر شخصیت سے متعلق ہوتی ہے۔ یا سامعین سے ہی وصول اجرت کی امید ہوتی ہے۔ اور نوکری کی صورت میں اکثری طور پر یہ عارضہ نہیں پایا جاتا۔ اور اگر کسی ملازمت میں بھی کتمان حق کی نوبت آئے تو وہ بھی ناجائز ہوگی۔

---

(۱) ولا يجوز الاستئجار على القراءة واهدائها الى الميت . لانه لم ينقل عن احد من الائمة الاذن في ذلك صرح [illegible] الامام البركوي قدس الله سره فقال الفصل الثالث في امور مبتدعة باطلة منها الوصية من الميت باتخاذ الطعام والضيافة يوم موته او بعده او باعطاء دراهم لمن يتلو القرآن لروحه او يسبح او يهلل له وكلها بدع منكرات باطلة والمأخوذ منها حرام للآخذ وهو عاص بالتلاوة والذكر لاجل الدنيا (رد المحتار ، كتاب الاجارة ، مطلب تحرير مهم في عدم جواز الاستئجار على التلاوة ٦/ ٥٧ ط سعيد)

(۴) تعلیم قرآن مجید۔ تدریس حدیث و فقہ۔ اذان و امامت کی مذکورہ بالا عبارتوں میں تصریح موجود ہے۔ پس ان چیزوں کی اجرت جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ واللہ اعلم۔

کتبہ الراجی رحمۃ مولاہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ جناہ المدرس فی المدرسۃ الامینیۃ الواقعۃ بدھلی۔ ۲۰ شعبان ۱۳۳۴ھ

الجواب صواب محمد انور عفا اللہ عنہ معلم دار العلوم دیوبند۔ الجواب صحیح۔ خلیل احمد عفی عنہ

(۱) حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی رائے فتوے کے آخر میں ملاحظہ فرمائی جائے۔ واصف عفی عنہ۔

الجواب صحیح عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند۔ ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

احقر کے نزدیک "عارضی" کہنے کی ضرورت نہیں۔ فقہا نے وعظ کو امامت و تعلیم قرآن کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ یہ قرینہ ہے اس کا کہ اس کا حکم مثل ان دونوں کے ہے۔ اور ان دونوں کا حکم یہ ہے کہ اگر التزام کے طور پر عمل ہو تو استیجار جائز ہے۔ اور اگر کسی نے ایک مسئلہ پوچھ لیا یا ایک وقت کی نماز پڑھانے کو کہہ دیا تو اجرت لینا جائز نہیں۔ پس یہی حکم وعظ کا ہوگا کہ اتفاقاً کسی نے وعظ کی درخواست کی اس پر اجرت لینا جائز نہ ہوگا۔ اور جب نوکری کرلی تو جائز ہوگا۔ ھذا ما فہمت۔ البتہ حضرت مفتی صاحب سلمہ نے جو متن میں ذکر کیا ہے وہ ان دونوں صورتوں میں فرق ہونے کا ایک لطیف نکتہ ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔ اشرف علی۔

کرایہ پر لی ہوئی جائیداد کرایہ پر دینے کا حکم

(اخبار سہ روزہ الجمعیۃ مورخہ ۰ اکتوبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) زید نے جائیداد غیر منقولہ کا عمرو سے ٹھیکہ لیا اور ٹھیکہ کے وقت اس امر کی تصریح کردی کہ میں اس جائیداد کو دوسرے کرایہ داروں کو کرایہ پر دوں گا۔ جملہ نفع نقصان کا میں ذمہ دار ہوں گا۔ اور عمرو کو ماہ بماہ مقررہ کرایہ ادا کرتا رہوں گا۔ کیا مستاجر اول کسی دوسرے کو کرایہ پر دے سکتا ہے یا نہیں؟

(جواب ۳۳۶) کسی دکان، مکان، زمین کو اجارہ پر لے کر کرایہ پر دینا اگر باذن مالک ہو تو جائز ہے۔ اور اگر بلا اذن اور بغیر ممانعت صریحہ کے ہو تو اگر اول کرایہ دار اور دوسرے کرایہ دار کے طرز استعمال میں کوئی تفاوت نہ ہو تو بھی جائز ہے۔ (۱) اور اگر دوسرا اجارہ اسی قدر کرایہ پر واقع ہو جس قدر پر پہلا ہوا تھا یا اس سے کم پر تو اجرت کے حلال طیب ہونے میں بھی تردد نہیں۔ اگر زیادہ پر واقع ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ مستاجر اول نے اپنی طرف سے کوئی زیادتی مکان وغیرہ میں کردی ہے۔ مثلاً مکان میں فرش کرادیا ہے یا الماری لگادی ہے یا اسی قسم کی اور کوئی چیز بڑھادی ہے تو اجرت زیادتی بھی حلال ہے۔ (۲) اور دوسری صورت یہ کہ کچھ زیادتی نہیں کی بلکہ اسی طرح مکان وغیرہ کرایہ پر دے دیا جس طرح اور جس حیثیت سے خود لیا تھا تو زیادتی اس کے لئے طیب نہیں۔ (۳) واللہ اعلم۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ،

---

(۱) لا ضیر عندنا ان المستاجر یملک الاجارۃ فیما لا یتفاوت الناس فی الانتفاع بہ (عالمگیریۃ، کتاب الاجارۃ، الباب السابع، ۴/ ۴۲۵ ط. ماجدیہ)

(۲) اذا استاجر دارا وقبضها ثم آجرها فانه یجوز ان آجرها بمثل ما استاجرها او اقل وان آجرها باکثر مما استاجرها فهی جائزۃ ایضا ولو زاد فی الدار زیادۃ کما لو وتد فیها وتدا او حفر فیها بئرا او طینا او اصلح ابوابها او شیئا من حوائطها طابت له الزیادۃ (عالمگیریہ، کتاب الاجارۃ، الباب السابع ۴/ ۴۲۵ ط. ماجدیۃ)

(۳) وان آجرها باکثر مما استاجرها ان کانت الاجرۃ الثانیۃ من جنس الاجرۃ الاولی فان الزیادۃ لا تطیب له (عالمگیریہ، کتاب الاجارۃ، الباب السابع، ۴/ ۴۲۵ ط. ماجدیۃ)

اجرت میں کمی کرکے پیشگی، یک مشت لینے کا حکم

(اخبار الجمعیۃ مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) زید مع اپنے بیوی بچے حج کو جانے کا قصد کرتا ہے۔ جانے کی یہ صورت نکالی ہے کہ زید کے دو مکان ہیں۔ ان میں سے ایک مکان کو کرایہ پر دے کر کرایہ اس صورت سے لے گا کہ ایک ہندو پانچ سال کا کرایہ پیشگی اس شرط سے دے گا کہ اگر ہر ماہ کرایہ لیا جائے تو تیس روپے ماہوار اور پانچ سال کا کرایہ یک مشت پیشگی پچیس روپے ماہوار یعنی پانچ روپے کم۔ اس طرح معاملہ کرنا درست ہے یا نہیں؟

(جواب ۳۲۷) اس قسم کا معاملہ کہ ماہوار کرایہ ادا کرنے کی صورت میں تیس روپے ماہوار اور پانچ سال کا کرایہ پیشگی ادا کرنے کی صورت میں پچیس روپے ماہوار دیتا ہے جب کہ پانچ سال کا معاملہ یکدم کیا جائے اور کرایہ پیشگی باہمی رضامندی سے وصول کرلیا جائے درست ہے۔ اور رقم کرایہ حلال ہے حج یا کسی مصرف خیر میں صرف کی جائے جائز ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ غفر لہ، دہلی۔

شراب کی تجارت کے لئے دکان کرایہ پر دینا

(الجمعیۃ مورخہ ۲۶ جون ۱۹۲۷ء)

(سوال) (۱) ایک آدمی مسلمان ہونے کے باوجود ٹھیکہ شراب جو سرکار عالیہ کی طرف سے ہوتا ہے بذریعہ نیلام لے چکا ہے۔ اور شراب کا عادی بھی ہے۔ اور اب وہ چھوڑ بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ کافی نقصان اٹھانا پڑے گا۔ دو ہندوؤں کو بھی شریک کر چکا ہے۔

(۲) متذکرہ بالا آدمی کے شریک ہندو کو اگر کوئی مسلمان کرایہ پر دکان دے دے جو ہمیشہ کرایہ پر رہتی ہے تو مالک دکان گناہگار ہوگا یا نہیں؟

(جواب ۳۳۸) مسلمان کے لئے شراب کی تجارت حرام ہے۔ کسی حال میں بھی جائز نہیں ہو سکتی۔ ہندوؤں کو شریک کرلینے سے اس کا گناہ مرتفع نہیں ہو سکتا۔(۲) شراب فروشی کے لئے مسلمان یا مسلمان کے شریک کو دکان کرایہ پر دینا بھی مکروہ تحریمی ہے۔(۳)

ہاں غیر مسلم کو خاص اس کی تجارت کے لئے دکان کرایہ پر دی جائے اور وہ شراب فروخت کرے تو مضائقہ نہیں۔(۴) محمد کفایت اللہ غفر لہ، دہلی۔

---

(۱) والاجرة على اربعة اوجه ... اما ان تكون معجلة ... فان كانت معجلة فليس للمستأجر ان يؤجلها (النتف في الفتاوى، كتاب الاجارة، انواع الاجرة، ص ٣٤١، بيروت)

(۲) وبطل بيع مال غير متقوم اى غير مباح الانتفاع به ان كمال فليحفظ (كخمر وخنزير وميتة) (الدر المختار) (قوله وميتة لم تمت حتف انفها ... هذا في المسلم اما الذمي ... فبيع الخمر صحيح (رد المحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ٥/٥، ٥٦ ط سعيد)

(۳) ويكره ان يؤجر نفسه منهم لعصر العنب ليتخذ منه خمرا (عالمگيريه، كتاب الاجارة، الباب الخامس عشر، الفصل الرابع، ٤/٤٥٠ ط ماجدية)

(۴) اذا استاجر الذمي من المسلم بيتا ليبيع فيه الخمر جاز عند ابي حنيفة رحمه الله عليه خلافا لهما (عالمگيريه كتاب الاجارة باب الخامس عشر الفصل الرابع ٤/٤٤٩ ط ماجدية)

طوائفوں کو مکان کرایہ پر دینا

(الجمعیۃ مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۲۷ء)

(سوال) اگر کوئی مسلمان شخص اپنے مکانات طوائفوں کو کرایہ پر دیتا ہے اور اسی آمدنی سے اپنے اہل وعیال کی پرورش کرتا ہے تو کیا وہ گنہگار ہے؟

(جواب ۳۳۹) طوائفوں کو حرامکاری کرنے کے لئے اپنے مکان کرایہ پر دینا نہیں چاہئے کیونکہ اس میں بھی اعانت معصیت کا تعلق ہے۔(۱) نیز کرایہ میں جو رقم آئے گی وہ ان کی حرامکاری سے حاصل شدہ ہوگی۔(۲) تاہم صاحب مکان ثمن زنا میں حصہ دار نہیں ہے۔(۳) محمد کفایت اللہ غفر لہ، دہلی۔

امامت، وعظ اور درس پر اجرت کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ ۵ اگست ۱۹۲۹ء)

(سوال) ایک مولوی صاحب نے زبانی لوگوں کے ساتھ معاہدہ کیا کہ میں تمہیں نماز پڑھا دیا کروں گا اور جمعہ کے روز قرآن وحدیث سنایا کروں گا۔ اگر کوئی پڑھے تو اس کو درس دیا کروں گا۔ تم لوگ اس کے عوض مبلغ ۴۰ روپے ماہوار دیا کرو۔ کچھ عرصہ بعد مولوی صاحب مبلغ ۶۰ روپے کا مطالبہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ملازمت چھوڑ دوں گا۔ لوگ مجبوراً گداگری کر کے ان کا مطالبہ پورا کرتے ہیں۔ مولوی صاحب کا یہ فعل ایک دینی کام کے لئے جائز ہے یا ناجائز؟ مولوی صاحب اسی مسجد کے احاطہ میں رہ کر لوگوں کی اجازت کے بغیر اپنا ذاتی کاروبار حکمت، موٹر لاریوں کا کام جو ان کی اپنی ملکیت ہیں کرتے ہیں اور مولوی صاحب کی ذاتی تنخواہ سے زائد تنخواہ والے ان کے کئی ملازم موجود ہیں۔ ایسی حالت میں ایک تنخواہ معقول کے ہوتے ہوئے دوسرے کاروبار سے فائدہ اٹھانا جائز ہے یا ناجائز؟ بغیر اجازت احاطہ مسجد میں بیٹھ کر کاروبار کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

(جواب ۳۴۰) امامت اور وعظ کہنے اور درس دینے کی ملازمت کرنا اور اجرت لینا جائز ہے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ وعظ گوئی اور درس کا روزانہ وقت معین کر دیا جائے۔(۴) امامت اور وعظ درس کے روزانہ مقررہ وقت کے علاوہ مولوی صاحب کو حق ہے کہ وہ اپنا ذاتی کچھ بھی کام کریں۔ تجارت ہو یا اور کوئی کام۔ رہا تنخواہ کا معاملہ کہ مبلغ مقرر

---

(۱) قرآن مجید میں ہے: وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان. سورة المائدة الجزء السادس رقم الآية نمبر ۲

(۲) رجل اكتسب مالا من حرام ثم اشترى فهذا على خمسة اوجه: اما ان دفع تلك الدراهم الى البائع اولا ثم اشترى منه بها او اشترى قبل الدفع بها ودفعها او اشترى قبل الدفع بها ودفع غيرها او اشترى مطلقا ودفع تلك الدراهم، او اشترى بدراهم اخر ودفع تلك الدراهم. قال ابو نصر: يطيب له ولا يجب عليه ان يتصدق الا في الوجه الاول. قال الكرخي: في الوجه الاول والثاني لا يطيب وفي الثلاثة الاخيرة يطيب. وقال ابو بكر: لا يطيب في الكل، لكن الفتوى الآن على قول الكرخي دفعا للحرج عن الناس وفي الولوالجية: وقال بعضهم لا يطيب في الوجوه كلها وهو المختار، ولكن الفتوى اليوم على قول الكرخي دفعا للحرج لكثرة الحرام (الشامية، كتاب البيوع، باب المتفرقات، مطلب: اذا اكتسب حراما ثم اشترى فهو على خمسة اوجه ۵/ ۲۳۵ ط سعيد) (قلت علم بهذا انه لا ينبغي ان يؤجر المكان للزانية للزنا)

(۳) وان استاجره ليكتب له غناء بالفارسية او بالعربية فالمختار انه يحل لان المعصية في القراءة (الهندية، كتاب الاجارة، الباب الخامس عشر، الفصل الرابع ۴/ ۴۵۰ ط ماجدية)

(۴) وزاد في مختصر الوقاية ومتن الاصلاح تعليم الفقه وزاد في متن المجمع الامامة ومثله في متن الملتقى ودرر البحار وزاد بعضهم الاذان والاقامة والوعظ (رد المحتار، كتاب الاجارة، مطلب تحرير مهم في عدم جواز الاستئجار على التلاوة ۶/ ۵۵ ط سعيد)

ہوئی تھی اب وہ سے طلب کرتے ہیں تو یہ فریقین کی رضامندی پر منحصر ہے۔ اگر مولوی صاحب للہ پر خدمت مفوضہ انجام دینے کو تیار نہ ہوں اور دوسرا کوئی للہ آدمی مل سکتا ہو تو متولی کو اختیار ہوگا کہ وہ دوسرا آدمی رکھ لے۔ جو للہ میں کام کرنے پر راضی ہو۔(۱) آمدنی کے کافی ذرائع کے ہوتے ہوئے مناسب تو نہیں ہے کہ امامت و وعظ و درس کی اجرت لی جائے مگر لینا ناجائز بھی نہیں ہے۔ اور اس کی وجہ سے مولوی صاحب کو مورد الزام بنانا درست نہیں ہے۔ مسجد یعنی اس حصہ میں جو نماز کے لئے مہیا کیا جاتا ہے بیع و شرا کرنا یا اور کوئی ایسا کام کرنا جس سے نمازیوں کو تکلیف ہو یا حرمت مسجد کے منافی ہو جائز نہیں ہے۔(۲) باقی مسجد کے احاطے میں دوسرے حصص جو نماز کے لئے مہیا نہیں کئے جاتے ہیں ان میں بیع و شرا جائز ہے مگر متولی کی اجازت سے ہونی چاہئے۔(۳)

محمد کفایت اللہ غفر لہ،

دھوکہ دے کر اصل گرانٹ سے زیادہ وصول کرنا

(الجمعیۃ مورخہ ۲۲ اپریل ۱۹۳۶ء)

(سوال) اگر کوئی مسلم ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ کی گرانٹ زیادہ حاصل کرنے کے لئے مندرجہ ذیل امور کا ارتکاب کرے تو شرعاً اس کی کیا سزا ہے؟ (۱) اسکول کے ادنیٰ ملازمین کو بالکل تنخواہ نہ دے مگر ان کی تنخواہ اسکول کے رجسٹروں میں دکھائے اور ان کے جعلی دستخط یا انگوٹھے لگوالے۔ (۲) بعض ملازمین کے دستخط تو زیادہ تنخواہ پر کرائے مگر در اصل کم دے۔ (۳) اسکول کے سائر اخراجات میں فرضی بل بنوا کر درج کرے۔

(جواب ۳۴۱) یہ خلاف واقعہ فرضی کارروائیاں کرنا شرعاً قانوناً اخلاقاً ہر طرح جرم ہے اور مرتکب مجرم ہے۔ اس کی تعزیر حاکم و قاضی کی رائے پر محول ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

کرایہ دار سے وقت سے پہلے مکان خالی کروانا

(سوال) زید نے اپنا ایک مکان جو ۵ روپے ماہوار پر بکر کو دیا ہوا تھا ایک سو روپیہ بکر کو دے کر خالی کرالیا۔ کیا زید کا یہ فعل شرعاً جائز ہے اور زید یا بکر گنہگار تو نہ ہوں گے؟ (شیخ رشید احمد سوداگر صدر بازار دہلی)

(جواب ۳۴۲) اگر زید نے کسی ذاتی ضرورت کے لئے خالی کرایا اور قانونی مجبوری کی وجہ سے کرایہ دار کو رقم دینی پڑی تو زید پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔(۴) کرایہ دار رقم لینے میں گناہگار ہے۔ اور اگر زید نے کرایہ بڑھانے کی نیت سے خالی کرایا ہے تو دونوں گنہگار ہوں گے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) يجوز صرف شيء من وجوه مصالح المسجد للإمام إذا كان تتعطل لو لم يصرف إليه يجوز صرف الفاضل ولو زاد القاضي في مرسومه من مصالح المسجد والإمام مستغن وغيره يؤم بالمرسوم المعهود تطيب له الزيادة لو عالما تقيا ، ولو نصب إمام آخر له أخذ الزيادة إن كانت لقلة وجود الإمام لا لو كانت لمعنى في الأول الخ (رد المحتار ، كتاب الوقف، مطلب في زيادة القاضي في معلوم الإمام، ٤ / ٤٢٦ ط سعيد)

(۲) متولي المسجد جعل منزلا موقوفا على المسجد مسجدا وصلى الناس فيه سنين ثم ترك الناس الصلاة فيه فأعيد منزلا مستغلا جاز (هنديه ص ٤٥٥ ، ٤٥٦ / ٢ ط ماجديه)

(۳) وإذا أراد إنسان أن يتخذ تحت المسجد حوانيت غلة لمرمة المسجد أو فوقه ليس له ذلك (عالمگیریه، كتاب الوقف الباب الحادي عشر ، ص ٤٥٥ / ٢ ط ماجديه)

(۴) لا يجوز أخذ المال ليفعل الواجب (رد المحتار) ما دفع لدفع الخوف من على ماله ونفسه حلال للدافع حرام على الآخذ (رد المحتار ، كتاب القضاء ، مطلب في الكلام على الرشوة ، ص ٥ / ٣٦٢ ط سعيد)

دوسرا باب
زراعت وباغبانی

پیشہ زراعت اختیار کرنے کا حکم

(سوال) زید کہتا ہے کہ کھیتی کرنا یعنی پیشہ زراعت اختیار کرنا نحس ہے اور اپنے اس دعویٰ کے لئے بطور دلیل شرعی ایک حدیث پیش کرتا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ ایک روز حضرت رسول خدا ﷺ ایک صحابی کے مکان پر تشریف لے گئے تو وہاں آپ نے کھیتی کے آلات واوزار رکھے ہوئے ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ یہ نحوست بھری چیزیں یہاں کیوں رکھی ہیں ان کو دور کرو۔ شرح سیر کبیر جلد اول صفحہ ۱۳۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا واقعی یہ حدیث صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو کیا اس سے پیشہ زراعت کی نحوست ثابت ہے؟ پھر دوسری حدیثیں جو اس کے معارض ہیں اس کا کیا جواب ہے؟ المستفتی نمبر ۵۰۹ حاجی قاسم احمد سورتی ۲۴ ربیع ثانی ۱۳۵۴ھ م ۲۶ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۴۳) زراعت نہ صرف مباح اور جائز ہے بلکہ بعض علماء کے نزدیک جہاد فی سبیل اللہ کے بعد وہ اشرف المکاسب ہے۔ بعض علماء جہاد کے بعد تجارت کو افضل کہتے ہیں اور بعض زراعت کو تجارت پر بھی ترجیح دیتے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں علامہ ماوردی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔ قال الماوردی اصول المکاسب الزراعۃ والتجارۃ والصنعۃ والاشبہ بمذہب الشافعی رحمۃ اللہ علیہ ان اطیبہا التجارۃ قال والراجح عندی ان اطیبہا الزراعۃ لانہا اقرب الی التوکل۔(۱) انتہی۔ یعنی ماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کسب معاش کے اصول تین ہیں۔ زراعت، تجارت، صنعت، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے ساتھ ملتی جلتی یہ بات ہے کہ تجارت ان تینوں میں افضل ہے۔ لیکن میرے نزدیک زراعت، اطیب وافضل ہے کہ وہ توکل کے ساتھ زیادہ قریب ہے۔" احادیث میں زراعت کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح البخاری میں ایک باب بھی اس کی فضیلت کے بیان میں منعقد کیا ہے۔ باب فضل الزرع والغرس اذا اکل منہ۔ اور اس باب میں یہ حدیث بیان کی ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما من مسلم یغرس غرسا اویزرع زرعاً فیاکل منہ طیر او انسان اوبہیمۃ الا کان لہ بہ صدقۃ۔(۲) "یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان کوئی درخت لگاتا ہے یا کھیتی بوتا ہے اور اس درخت یا کھیتی میں سے کوئی چڑیا یا آدمی یا جانور کھاتا ہے تو اس اگانے والے یا بونے والے کو صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔"

آپ نے سوال میں جو حدیث سیر کبیر سے نقل کی ہے وہ تو ہمارے سامنے نہیں کیونکہ سیر کبیر یہاں موجود نہیں مگر اس مضمون کی حدیث بخاری میں ہے۔ عن ابی امامۃ الباہلی قال ورأی سکۃ وشیئا من

---

(۱) فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، ۴ ۳۰۴ ط المکتبۃ السلفیہ
(۲) صحیح البخاری، ابواب الحرث والمزارعۃ باب فضل الزرع والغرس، ۱، ۳۱۱، ۳۱۲ ط قدیمی

آلة الحرث سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول لا يدخل هذا بيت قوم الا ادخله الله الذل۔(۱) یعنی حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہل اور کچھ اور آلاتِ زراعت کو دیکھ کر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ چیزیں جس گھر میں داخل ہوں گی اللہ اس گھر میں ذلت داخل کر دے گا۔ یہ حدیث بظاہر زراعت کی مذمت ظاہر کرتی ہے۔ مگر علمائے امت نے جن کے سامنے زراعت کی فضیلت کی احادیث تھیں انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ یہ حدیث اس شخص کے حق میں ہے جو کھیتی اور اس کے سامان میں اس قدر مشغول ہو جائے کہ جہاد اور امورِ ضروریہ اسلامیہ سے غافل ہو جائے۔ یا یہ کہ لفظ ذلت سے مطالبات مالیہ مراد ہیں یعنی جو شخص کھیتی کرے گا اس پر خراج لگان وغیرہ کے مطالبات کا بار پڑ جائے گا۔ اس سے کھیتی کی مذمت مراد نہیں بلکہ اس کا لازمی یا اکثری نتیجہ بیان کرنا مقصود ہے۔ بعض علماء نے اس حدیث کو ان لوگوں کے حق میں بیان کیا ہے جو دشمن کے قرب وجوار میں رہنے والے ہیں اور ان کو بجائے زراعت کے سپہ گری لازم ہے وہ اگر سپاہ گری چھوڑ کر زراعت میں مشغول ہو جائیں گے تو مقہوریت و مغلوبیت کی ذلت میں مبتلا ہو جائیں گے۔(۲) بہر حال حدیث مذکور مطلقاً زراعت کی مذمت میں نہیں ہے اور اس سے زراعت کی نحوست پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ نحوست کا اعتقاد رکھنا خود ہی اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

مالک کی مرضی کے بغیر کاشت کار کا زمین پر قبضہ کا حکم

(سوال) زمیندار دائن کی اراضی، قبضہ کاشتکار بطور کاشت موروثی کئی پشت سے چلی آتی ہے کاشتکار نے موروثی مذکور پر قبضہ دائن زمیندار کو دے دیا اور شرط مابین دائن و مدیون یہ طے پائی ہے کہ جس وقت اصل روپیہ کاشتکار مدیون زمیندار دائن کو ادا کر دے تو اس وقت زمیندار کاشت کار موروثی مذکور کو یہ قبضہ واپس دے دے گا۔ آیا از روئے شرع کاشت موروثی پر جو قبضہ کاشتکار اور اس کے مورث کا مطابق قانون مروجہ چلا آتا ہے وہ جائز ہے یا نہیں؟ اور صورت مسئولہ میں زمیندار دائن کو اپنے کاشتکار کی کاشت مذکورہ بالا سے نفع اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۵۸۱ عبد الغفور (آباد) ۱۲ جمادی الاول ۱۳۵۴ھ م ۱۵ اگست ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۴۴) کاشتکار کا موروثی قانونی قبضہ مالک کی مرضی کے خلاف ناجائز اور حرام ہے زمیندار نے جو کچھ روپیہ دے کر حق کاشتکاری کا رہن لیا ہے یہ معاملہ بھی کاشتکار کے حق میں حرام ہے۔ مگر زمیندار کے حق میں اس زمین سے نفع اٹھانا جائز ہے۔ کیونکہ وہ بحق مالکیت اس زمین سے نفع اٹھانے کا مستحق ہے۔(۳) (جس سے اس کو ایک قانون غیر مشروع نے روک رکھا ہے) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) صحیح البخاری، ابواب الحرث والزرع، باب ما یحذر من عواقب الاشتغال بآلة الزرع، ۱/ ۳۱۲

(۲) فتح الباری میں ہے: ومحله ما اذا اشتغل به فضيع بسببه ما امر بحفظه، واما ان يحمل على ما اذا لم يضيع الا انه جاوز الحد فيه، ويمكن الحمل على عمومه فان الذل شامل لكل من ادخل على نفسه ما يستلزم مطالبة آخر له، ولا سيما اذا كان المطالب من الولاة، وعن الداودي هذا لمن يقرب من العدو فانه اذا اشتغل بالحرث لا يشتغل بالفروسية فيتأسد عليهم العدو فحقهم ان يشتغلوا بالفروسية، وعلى غيرهم امدادهم بما يحتاجون اليه

(فتح الباری، کتاب المزارعة، باب ما یحذر من عواقب الاشتغال بآلة الزرع ج ۵ ص ۴، بیروت)

(۳) "مسئلہ کاشتکار کا موروثی قانونی قبضہ" جواہر الفقہ میں "زمینداری" کے عنوان سے تفصیل کے ساتھ موجود ہے، جس میں حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، قطب الاقطاب مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً کے فتاویٰ مع تصدیقات درج کیے گئے ہیں۔ لہذا مراجعت کے لئے دیکھئے (جواہر الفقہ، زمینداری، ج ۲ ص ۳۱۵ تا ۳۴۴)

(۱) غیر شرعی شرائط کے ساتھ زمین کاشتکاری کے لئے دینا
(۲) کاشتکاری کے لئے لی ہوئی زمین کو رھن رکھنا جائز نہیں
(۳) حق کاشت میں وراثت جاری نہ ہوگی

(سوال) (۱) کاشتکاری جس کو عرف میں موروثی کہتے ہیں کہ غیر زمیندار کو قانوناً یہ حق حاصل ہے کہ خواہ اس زمین میں کاشت کرے یا کسی دوسرے سے کاشت کرائے اور پیداوار زمین کو اپنے تصرف میں لاوے اور جو لگان سرکاری طور سے اس کی مقرر ہو چکی ہو وہی لگان زمیندار کو ادا کرے۔ زمیندار کو اس میں سوائے لگان مقررہ کے کوئی حق نہیں۔ نہ وہ کھیت نکال سکتا ہے نہ لگان ہی زیادہ وصول کر سکتا ہے۔ آیا یہ کاشتکاری جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ان اطراف میں موروثی کو رہن رکھ دیتے ہیں اور اپنا کام اس سے چلاتے ہیں۔ آیا اس قسم کی موروثی کا رہن رکھنا یا لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) اگر کسی کاشتکار کا انتقال ہو جائے اور تین لڑکے اور ایک لڑکی چھوڑے۔ پس اس کی کاشتکاری سے وراثت جاری ہوگی یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۷۸۳ محمد یٰسین مدرس مدرسہ احیاء العلوم۔ مبارک پور، اعظم گڑھ۔ ۲۶ رجب ۱۳۵۶ھ م ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۴۵) نمبر اول کا جواب یہ ہے کہ یہ قانون غیر شرعی ہے اور زمیندار کا اس کو تسلیم کرنا خوشی و رضامندی سے نہیں ہے بلکہ مجبوری سے ہے اس لئے کاشتکار پر فرض ہے کہ یا تو وہ زمیندار کی حقیقی رضامندی حاصل کرے یا زمین کو چھوڑ دے۔(۱) نمبر دوم۔ کاشتکار زمین کا مالک نہیں اس کو صرف حق کاشت حاصل ہے جو قانون رائج الوقت نے مثل ملک کے قرار دیا ہے اس لئے اس حق کاشت کا رہن تو نہیں مگر موجر کی اجازت حقیقی ہو تو کاشتکار اجارے پر دے سکتا ہے۔ نمبر سوم۔ اس حق کاشت میں وراثت جائز نہیں ہو سکتی اور قانون نے بھی کاشتکار کو زمین کے رقبے کا مالک نہیں بنایا ہے بلکہ اس کے قبضہ کو مستقل کیا ہے۔ اور وراثت حکم شرعی ہے۔ وہ کسی قانون خلاف شریعت کی اساس پر جاری نہیں ہو سکتا۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

کاشت کار حق موروثی کی وجہ سے مالک نہیں بنتا

(سوال) مسمی رحمان الدین وغیرہ آباؤ اجداد سے رقبہ موضع مندوری ضلع پشاور میں موروثی چند قطعہ اراضی پر چلے آتے ہیں۔ اب مالک مسمی مذکور کو اراضی سے بے دخل کرنا چاہتا ہے اور اراضی واپس لینا چاہتا ہے بلکہ ایک قطعہ اراضی غصب کر لیا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ موروثی کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟

---

(۱) لا یحل مال امرء مسلم الا بطیب نفسہ (کنز العمال، الکتاب الاول فی الایمان والاسلام، الفرع الثانی فی احکام الایمان المتفرقۃ، ۹۲/۱ رقم الحدیث ص ۳۹۷ ط. مکتبۃ التراث الاسلامی)

(۲) (بل یجب علی ورثۃ المیت ردتلک الارض الی صاحب الارض کسائر الدیون والحقوق) قال فی السراجی: یبدأ بتکفینہ وتجہیزہ ثم تقضی دیونہ (السراجی فی المیراث، ص ٦ ط سعید)

موروثی۔ مالک کو مجبور کیا جاتا کہ بھاری رقم دے کر موروثی لگان مقررہ کی دگنی کا وعدہ دے کر راضی کی جاتی ہے۔ یا کچھ رقم دے کر اراضی کی آمدنی سے نصف نصف کرلی جاتی ہے۔ آئندہ مالک راضی نہیں ہو سکتا۔

مالک اس کو سمجھتا ہے کہ انگریزی حکومت کے ہوتے ہوئے زبردست شخص نے دعویٰ مالک ہونے کا کردیا یا سابقہ کی سند دکھا کر مالک قرار دیا گیا ہو۔

المستفتی نمبر ۲۲۳۵ رحمان الدین صاحب (پشاور) ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ م ۲۶ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۳۴۶) موروثی کا قانون غیر شرعی ہے۔ مالک جو فی الحقیقت کسی زمین کا مالک ہے اور اس کے پاس بطور وراثت یا بذریعہ خرید یا ہبہ کے کوئی زمین آئی ہے وہ اپنے اختیار اور رضامندی سے کسی کو کاشت کی غرض سے یا سکونت کے واسطے یہ زمین اجرت مقررہ پر دینے کا حق اور اختیار رکھتا ہے اور جب چاہے بعد میعاد اجارہ ختم ہونے کے آگے کو نہ دے یہ بھی اسے اختیار ہے۔ انگریزی حکومت نے جو ایک خاص مدت کے بعد کاشتکار کو موروثی قرار دیدیا ہے یہ شریعت اسلامیہ کے خلاف ہے۔(۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

تنقیح سوال۔

(سوال) حکومت موجودہ کاشتکار سے دس گنا لگان لے کر حق مالکانہ دے رہی ہے اور زمیندار کو ختم کر رہی ہے۔ اب کیا حکم ہے۔ دس گنا دینا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۳۴۷) یہ سوال زبانی دریافت کیجئے بعض صورتیں اس کی سمجھ میں نہیں آئی ہیں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

تیسرا باب
حمالی و مزدوری

انسان کا خود سواری کھینچنے پر اجرت لینا

(سوال) رنگون وغیرہ برما کے شہروں میں ایک سواری پچہ کا عام رواج ہے۔ اس پچہ کو ایسا سمجھنا چاہئے جیسا کہ ہندوستان کے اکثر شہروں میں یکہ ہوتا ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ یکہ ذرا بھاری اور وزنی ہوتا ہے اور پچہ ہلکا کرسی نما ہوتا ہے جس پر دو آدمی سہولت سے بیٹھ سکتے ہیں اور اس کو بجائے گھوڑے کے ایک آدمی آگے سے کھینچتا ہے جو کہ بسہولت مثل گھوڑے کے تیزی کے ساتھ پچہ کی خوشنما ہلکی ساخت کی وجہ سے رواں ہوتا ہے۔ پس سوال یہ ہے کہ اس پچہ کی سواری شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۳۴۸) اس میں شاید وجہ اشتباہ یہ پیش آئی ہے کہ اس کو بجائے گھوڑے کے آدمی کھینچتا ہے اور آدمی

---

(۱) وهذا ظلم لا يحل لأحد مال امرء من غير طيب نفسه، قال في كنزالعمال: لا يحل مال امرء مسلم الا بطيب نفسه. (كنزالعمال، الكتاب الاول، في الايمان والاسلام، الفرع الثاني في احكام الاسلام، ۹۲/۱، رقم الحديث ۳۹۷ ط. مكتبة التراث الاسلامي)

چونکہ شرعاً محرم ہے اس لئے اس سے ایسی خدمت لینا جائز ہونا چاہئے۔ لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بھی تاجیر واجارہ کی ایک قسم ہے جیسے مردوں کا ڈولی اٹھانا ایک قسم کی مزدوری ہے اور جائز ہے۔ اسی طرح یہ بھی جائز ہے۔ اس میں تو آدمی کی سواری کو صرف کھینچنا ہے۔ آدمی تو شراب اور میتہ ڈھونے کی مزدوری بھی کر سکتا ہے۔ اذا استأجر رجلاً يحمل الجيفة او يقتل مرتداً او يذبح شاة او ظبياً يجوز (عالمگیری)(۱) ولو استاجر المشركون مسلماً ليحمل ميتاً منهم الى موضع يدفن فيه ان استاجروه لينقله الى مقبرة البلدة جاز عند الكل۔(۲) (عالمگیری) واذا استأجر ذمي مسلماً ليحمل له خمراً ولم يقل ليشرب او قال ليشرب جازت الاجرة في قول ابي حنيفة رحمة الله عليه خلافاً لهما (۳) (عالمگیری) قلت ومما يدل على جواز الاجارة المسئول عنها ما في البخاري في حديث الافك من قول عائشة رضي الله تعالىٰ عنها فاقبل الذين يرحلون لي فاحتملوا هودجي فرحلوه على بعيري الذي كنت اركب وهم يحسبون اني فيه (۴) الخ فهذا يدل على جواز حمل الانسان شيئاً فيه امرأة ولما جاز الحمل جاز القود بالاولى ويستانس به على جواز حمل الاجانب امرأة اجنبية بحائل عند الامن من الفتنة والله اعلم كتبہ محمد کفایت اللہ غفرلہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

ہندو کو جلانے کے لئے مسلمان کا مزدوری پر لکڑی اٹھانا

(سوال) ہندو کے جنازہ جلانے کی لکڑی وغیرہ مزدوری پر مسلمان کو لے جانا کیسا ہے؟

المستفتی نمبر ۱۲۵ ۷ رمضان ۱۳۵۲ھ ۲۵ دسمبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۳۴۹) یہ مزدوری مسلمان کے لئے جائز تو ہے لیکن اس سے احتراز اولیٰ ہے۔(۵)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱)(عالمگیریة، کتاب الاجارة، الباب الخامس عشر الفصل الرابع، ۴/۴۵۰ ط ماجدیة)
(۲)(عالمگیریة، کتاب الاجارة، الباب الخامس عشر، الفصل الرابع، ۴/۴۴۹ ط ماجدیة)
(۳)(عالمگیریة، کتاب الاجارة الباب الخامس، الفصل الرابع، ۴/۴۴۹ ط ماجدیه)
(۴) (صحیح بخاری کتاب المغازی، باب حدیث الافک، ۲ ۵۹۳ ۵۹۴)
(۵) سئل ابراهيم رحمة الله عليه بن يوسف عمن آجر نفسه من النصارى ليضرب لهم الناقوس كل يوم بخمسة ويعطى كل يوم خمسة دراهم في ذلك العمل وفي عمل آخر درهمان قال لا يواجر نفسه منهم ويطلب الرزق من طريق آخر (فتاوى عالمگیریه، کتاب الاجارة الباب الخامس عشر، الفصل الرابع، ۴/۴۵۰ ط ماجدیة)

چوتھا باب
مختلف پیشے

قصائیوں کا پیشہ درست ہے

(سوال) کسب قصائیوں کا بے عیب اور درست ہے یا نہیں؟

(جواب ٣٥٠) قصائیوں کا پیشہ بلا کراہت درست ہے۔ رسول خدا ﷺ کے زمانے میں مسلمان یہ پیشہ کرتے تھے اور آنحضرت ﷺ سے کسی قسم کی ممانعت منقول نہیں۔ روی البخاری فی صحیحه عن ابن مسعود الانصاری قال کان رجل من الانصار یقال له ابو شعیب وکان له غلام لحام الحدیث (1) وفی روایة له من کتاب البیوع فقال لغلام له قصاب اجعل لی طعاما یکفی خمسة . بالخمسة۔ (2) قال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری وفی الحدیث من الفوائد جواز الاکتساب بصنعة الجزارة الی قوله وفیه اجابة الامام والشریف والکبیر دعوة من دونهم واکلهم طعام ذی الحرفة غیر الرفیعة کالجزار الخ۔ (3) وفی الدر المختار فی بیان اتخاذ الحرفة والا فالتحقیق عندی اباحة اتخاذه حرفة لانه نوع من الاکتساب وکل انواع الکسب فی الاباحة سواء علی المذهب الصحیح کما فی البزازیة وغیرها۔ (درمختار کتاب الصید) (4) ومن قبل ان فیه ازهاق الروح وهو یورث قسوة القلب لا یدل علی الکراهة بل غایته ان غیره کالتجارة والحراثة افضل منه (رد المحتار) (5) دیکھئے یہ جو مشہور ہے کہ جانور ذبح کرنے کی اجرت لینا ناجائز ہے یہ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ ذبح کرنا ایک فعل جائز و مباح ہے۔ پھر اس کی اجرت کیوں ناجائز ہو۔ ویجوز الاستئجار علی الذکاة (ای الذبح) لان المقصود منها قطع الاوداج دون اماتة الروح وذلك یقدر علیه کذا فی السراج الوهاج انتهی مختصراً (عالمگیری) (6) اذا استاجر رجلاً لیحمل الجیفة ویقتل مرتدا اویذبح شاة او ظبیا یجوز و لواستاجر طبیبا او کحالا او جراحا یداویه وذکر مدة جاز کذا فی الغیاثیة انتهی مختصراً (عالمگیری) (7) واللہ تعالی اعلم وعلمه اتم واحکم۔

کتبہ محمد کفایت اللہ غفر لہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی مہر دارالافتاء مدرسہ امینیہ اسلامیہ دہلی

وثیقہ نویسی کا حکم

(سوال) وثیقہ نویسی کا کام کرنا جو کہ موجودہ زمانہ میں رائج ہے جائز ہے یا نہیں؟

---

(1) (صحیح البخاری، کتاب الاطعمة باب الرجل یتکلف الطعام لاخوانه، ٤/ ٨١٧ ط. قدیمی)
(2) (صحیح البخاری کتاب البیوع، باب ماقیل فی اللحام والجزار، ١، ١٢٧٩ ص قدیمی)
(3) (فتح الباری، کتاب الاطعمة، باب الرجل یتکلف الطعام لاخوانه مصر ط بولاق ص ٤٨٥)
(4) (الدر المختار، اوائل کتاب الصید، ٦، ٤٦٢ ط سعید)
(5) (رد المحتار، کتاب الصید، ٦/ ٤٦٢ ط. سعید)
(6) (عالمگیریة، کتاب الاجارة، الباب الخامس عشر، الفصل الرابع، ٤/ ٤٥٤ ط ماجدية)
(7) (عالمگیریه کتاب الاجارة، الباب الخامس عشر الفصل الرابع، ٤، ٤٥٠ ط ماجدية)

المستفتی نمبر ۱۱۶۳ محمد ابراہیم ذیروی متعلم مدرسہ ہذا ۲۱ جمادی ثانی ۱۳۵۵ھ م ۳۱ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۵۱) جائز ہے ہاں جو دستاویزیں کہ ناجائز ہوں وہ لکھنے سے انکار کر دے اور جو جائز ہوں وہ لکھ دیا کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

سودی قرضہ کے اشامپ کی تحریر کا حکم

(سوال) رحیم یار خان کسی ساہوکار (ہندو دکاندار) سے بوجہ کسی لاچاری کے قرضہ سودی لینا چاہتا ہے۔ ہر دو اشخاص عنایت اللہ اشامپ فروش سے اشامپ خرید کر لکھواتے ہیں۔ اشامپ فروش دو آنے لکھائی کے لے لیتا ہے۔ کیا مندرجہ بالا اشامپ قرضہ سودی کا تحریر کرنا اور پیسے لینا جائز ہے یا ناجائز۔ اگر جائز ہے تو خود لے یا مساکین پر خیرات کرے۔ اگر عنایت اللہ نہ لکھے تو دوسرا ہندو مسمی کھندو رام لکھتا ہے اور پیسے لکھائی والے سے لیتا ہے۔

المستفتی نمبر ۱۱۷۵ اکرم خاں طالب علم مسجد چوری خیل (صوبہ سرحد) ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۸ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۵۲) سودی قرضہ کا اشامپ لکھنا ناجائز ہے۔ مسلمان کو اس کی پروا نہ کرنا چاہئے کہ میں نہیں لکھوں گا تو ہندو لکھ دے گا اور پیسے لے لے گا۔ جو بات کہ مسلمان کے لئے اللہ تعالیٰ نے ناجائز کر دی ہے اس سے اسے بچنا چاہئے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

دلال کی دعوت کھانا مباح؟

(سوال) دلال کے یہاں کا کھانا کیسا ہے؟ شریعت کی رو سے یہ پیشہ جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۶۳۳ مولوی عبدالحق امام جامع مسجد۔ دوحد ضلع پنچ محل ۱۳ جمادی الثانی سن ۱۳۵۹ھ

(جواب ۳۵۳) دلال کی دعوت کھانا مباح ہے اور دلال کا پیشہ کرنا مباح ہے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

تحقیق احادیث

(از اخبار سہ روزہ الجمعیۃ دہلی مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) مندرجہ ذیل احادیث جن کو مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند نے اپنی کتاب ”مساوات اسلامی کی حقیقت“ میں نقل فرمایا ہے صحیح ہیں یا ضعیف یا موضوع۔ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

---

(۱) ما بیان انواعها فنقول انها نوعان نوع یرد علی منافع الاعیان کاستئجار الدور ونوع یرد علی العمل کاستئجار المحترفین للاعمال کالقصارة والخیاطة والکتابة (الهندیه، کتاب الاجارة، الباب الاول، ۴/۴۱۱ ط ماجدیه)

(۲) حدیث شریف ہے: لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم آکل الربا وموکله وکاتبه وشاهدیه، وقال هم سواء (مشکوۃ شریف، باب الربا، الفصل الاول، ج ۲ ۲۴۴، سعید)

(۳) وفی الدلال والسمسار یجب اجر المثل دفع ثوبا الیه وقال بعه بعشرة فما زاد فهو بینی وبینك او باعه باثنی عشر او اکثر فله اجر مثل عمله وعلیه الفتوی (عالمگیریہ، کتاب الاجارة، الباب الخامس عشر الفصل الرابع، ۴/۴۵۰، ۴۵۱ ط ماجدیه)

(۱) اکذب الناس الصباغ كنز العمال كتاب البيوع ج۲ ص ۲۰۱ (۱) بروايت ديلمي – (۲) اذا كان يوم القيامة نادى مناد اين خونة الله في الارض فيؤتى بالنخاسين والصيارفة والحاكة كنز العمال ص ۲۰۱ بروايت ديلمي (۲) (۳) شرار امتي الصائغون الصائغون. كنز العمال ج ۲ ص ۲۰۱ (۳) (۴) قال كعب لا تسترو الحاكة فان الله سلب عقولهم ونزع البركة من كسبهم لان مريم عليها السلام مرت بجماعة من الحياكين فسالتهم عن الطريق فدلوها على غير الطريق فقالت نزع الله البركة من كسبكم. المستطرف جلد۲ ص ۵۴ (۴) (۵) وهبت خالتي فاختة بنت عمرو غلاما فامرتها الا تجعله جازرا ولا صائغا ولا حجاما. كنز العمال ج ۲ ص ۲۰۱ (۵)

(جواب ۳۵۴) حدیث اول۔ اکذب الناس الصباغ کنز العمال میں بروایت دیلمی نقل کی گئی ہے غالباً اس سے مسند فردوس دیلمی مراد ہے۔ مسند فردوس دیلمی میں ضعیف۔ منکر بلکہ موضوع حدیثیں موجود ہیں۔ اس لئے مسند فردوس دیلمی کی کوئی روایت جب تک کہ اس کی صحت سند ثابت نہ کر دی جائے قابل استناد نہیں۔ بستان المحدثین میں ہے۔ "دیلمی در اتقان معرفت وعلم او قصورے است۔ در صحیح وسقیم احادیث تمیز نمی کند ولہذا دریں کتاب او موضوعات و واہیات تودہ تودہ مندرج است۔" انتہی (اتحاف النبلاء ص ۱۰۶)(۶)

اور سند سے قطع نظر کر لی جائے تو حدیث کے لئے کوئی صحیح معنی متعین نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اس کا ترجمہ یہ ہوتا ہے کہ "رنگریز تمام آدمیوں میں سب سے زیادہ جھوٹا ہے۔" حالانکہ یہ بات واقعہ کے مطابق نہیں کیونکہ جس قسم کا جھوٹ اس قسم کے اجیر مشترک بولتے ہیں وہ رنگریز کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ بعض دوسرے پیشے والے رنگریز سے زیادہ جھوٹ بولتے ہوں۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ حدیث ایک جملہ خبریہ ہے جو صرف بیان واقعہ پر ہی محمول ہو سکتی ہے۔ انشا پر حمل کرنے کی کوئی صورت نہیں اور بیان واقعہ کا واقعہ کے مطابق ہونا صحت وصدق حدیث کے لئے ضروری ہے۔

اور حدیث کے یہ معنی بھی نہیں لئے جا سکتے کہ صباغ کے لئے کاذب ہونا لازم ہے۔ کیونکہ صبغ اور کذب میں ملازمت کی نہ کوئی شرعی وجہ ہے نہ عقلی۔ ومن ادعى فعليه البيان۔ اور یہ معنی بھی نہیں ہو سکتے کہ تمام صباغ عادی طور پر کاذب ہوتے ہیں۔ کیونکہ بہت سے صباغ خدا کے نیک بندے اور متقی و پرہیزگار گزرے ہیں اور آئندہ بھی ہوں گے۔

..اس حدیث کو صباغی کے پیشے کی تنقیص یا مذمت میں پیش کرنا تو کسی طرح بھی درست نہیں زیادہ سے زیادہ اس سے کذب کی مذمت نکلے گی جو پیشہ وروں کی طرف سے پایا جاتا ہے۔ اور یہ حدیث بشرط ثبوت

---

(۱) (کنز العمال، کتاب البیوع، الباب الاول، الفصل الاول ۴/ ۳۹، رقم الحدیث ۹۳۹۸ ط مکتبۃ التراث الاسلامی)
(۲) (کنز العمال، کتاب البیوع الباب الاول الفصل الاول، ص ۳۹ رقم الحدیث ۹۳۹۸)
(۳) (کنز العمال، کتاب البیوع، الباب الاول، الفصل الرابع، ۴/ ۴۲ رقم الحدیث ۹۴۱۳)
(۴) (المستطرف، الباب الخامس والخمسون فی العمل والکسب والصناعات والحرف ۲/ ۶۵ ط دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان)
(۵) (کنز العمال کتاب البیوع، الباب الاول الفصل الرابع، ۴/ ۴۲، ۴۳ رقم الحدیث ۹۴۱۷)
(۶) (بستان المحدثین، کتاب الزہد والرقائق، ص ۱۶۲ ط سعید)

و سخت پیشہ وروں کے لئے تحذیر کے طور پر فرمائی گئی ہوگی تاکہ وہ جھوٹ اور وعدہ خلافی سے بچیں۔ نہ اس لئے کہ دوسرے لوگ ان کو پیشہ وروں کی تنقیص و مذمت کے لئے استعمال کریں۔

حدیث دوم۔ اذا کان یوم القیامۃ نادی مناد این خونۃ اللہ فی الارض فیؤتی بالنخاسین و الصیارفۃ والحاکۃ (۱) یہ حدیث بھی مسند فردوس دیلمی کی ہے اور ناقابل استناد ہے۔ اور اپنے معنی اور مضمون کے لحاظ سے یہ حدیث موضوع معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ تین قسم کے پیشہ وروں کو خدا کا خائن قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ خیانت سے مراد یا تو یہ لی جائے کہ یہ کام اور یہ صنعتیں ہی خیانت ہیں اس بنا پر ان کے کرنے والے خدا کے خائن قرار دیئے گئے۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی ذی عقل یہ معنی مراد نہیں لے سکتا کیونکہ اس کا نصوص صریحہ کے مخالف ہونا بدیہی ہے۔ اور اس تقدیر پر یہ بھی لازم ہوگا کہ یہ پیشے جو بذاتہا خیانت ہیں ان کا اختیار کرنا حرام ہو۔ وھل یسلم ذلک الا من حرم العلم والعقل۔

یا دوسری صورت یہ ہے کہ خیانت سے دوسرے اعمال وافعال و اعتقادات میں خیانت کرنا مراد ہو۔ اور اس صورت میں ظاہر ہے کہ خائنین کی خاص قوم خاص پیشے خاص جماعت خاص ملک کے ساتھ مخصوص نہیں سب سے اول درجے کے خائن تو مشرک اور کافر ہیں۔ پھر خدا کی کتاب اور وحی میں تحریف کرنے والے۔ پھر علمائے سوء جو اپنے ذاتی فائدہ کے لئے غلط مسئلے بتاتے اور نصوص کو غلط محل پر محمول کرتے ہیں۔ پھر مال غنیمت میں خیانت کرنے والے۔ اور ہزارہا قسم کی خیانتیں ہیں جن میں ہر طبقہ بنی آدم کے افراد شامل اور شریک ہیں۔

اور جب کہ قیامت میں پکارنے والا خدا کے خائنوں کو پکارے تو ان تمام خائنوں کی پیشی ہونی لازم تھی جن میں ہر مرتبہ اور ہر منصب کے لوگ ہوتے۔ بالخصوص خائنین فی العقیدہ مشرکین کی پیشی سب سے زیادہ مقدم اور اہم تھی۔ لیکن اس حدیث نے ایک طرف تو تمام خائنین میں سے صرف تین جماعتوں کا ذکر کیا باقی تمام خائنوں کو چھوڑ دیا جس سے یہ شبہ بجا طور پر ہوسکتا ہے کہ ان کے سوا کوئی اور خائن ہی نہیں کہ وہ بھی حاضر کیے جاتے۔ دوسری طرف ان لوگوں کا جو بجرم خیانت حاضر کئے جائیں گے۔ ذکر ان کے پیشے کے الفاظ سے کیا جس سے یہ خیال قائم کئے جانے کا موقع بہم پہنچ سکتا ہے کہ یہ پیشے خیانت پیدا کرنے کی علت ہیں گویا ہر کھتیر ہر صراف ہر نورباف ضرور خائن ہوگا۔ اور ان دونوں باتوں کا بطلان اظہر من الشمس ہے۔

یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ ان تین پیشوں والے چونکہ اکثر خیانت کرتے ہیں اس لئے ان کا ذکر کرنا اور دوسروں کا ذکر نہ کرنا اور ان کے پیشوں کے نام سے ذکر کرنا کچھ نامناسب نہیں ہے۔ "کیونکہ قیامت کے دن جب خدا کے خائنوں کی پیشی کے لئے پکار ہوگی تو تمام خائن پیش کئے جائیں گے۔ جن میں مشرکین اور ان تینوں کے علاوہ دوسرے خائنوں کی یقینی کثرت ہوگی۔ اور اس خیانت کا جو عقیدہ کے ساتھ اور نفوس کے قتل و غارت کے ساتھ متعلق ہے ذکر یقیناً زیادہ ضروری اور اہم تھا۔

اور اس سب کے بعد بھی اس کی غرض مذمت خیانت ہوسکتی ہے نہ کہ تنقیص پیشہ وراں۔ اگر کوئی کھتیر کوئی صراف کوئی نورباف دیانت دار متقی پرہیزگار ہو تو باوجود ان پیشوں کے غیر متقی خائن سے یقیناً زیادہ

---

(۱) [illegible] ص ۳۴۲ حاشیہ نمبر ۲

افضل زیادہ شریف ہے۔ اگرچہ متوخر الذکر کسی عرفی اونچی قوم سے تعلق رکھتا ہو۔

حدیث سوم۔ شرار امتی الصانعون الصائغون وفی نسخة الصائغون الصاغون۔(۱) یہ بھی کنز العمال میں دیلمی سے ہی منقول ہے۔ کنز العمال میں دونوں نسخے موجود ہیں۔ ایک میں دستکار اور سنار مذکور ہیں اور دوسرے میں سنار اور رنگریز۔ اس حدیث میں دستکار، سنار اور رنگریز کو شرار الناس کہا گیا ہے۔ یعنی تمام آدمیوں میں بدترین۔ اور بدترین ہونے کی کوئی خاص جہت بیان نہیں کی گئی۔ جیسی حدیث اول میں کذب اور حدیث دوم میں خیانت ذکر کی گئی تھی۔ تو اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس کا ظاہری مطلب یہ ہوگا کہ نفس صنعت یا صباغی یا سنار ہونا ہی آدمیوں کو بدترین بنا دیتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ مضمون باطل ہے۔ اس لئے یہ حدیث موضوع ہے۔

اس کے قریب قریب یہ حدیثیں ہیں جن کے موضوع ہونے کی تصریح ہے۔ ويل للصانع من غدو بعد غد یعنی خرابی ہے دستکار کے لئے کل کو اور کل کے بعد۔ تذکرة الموضوعات میں اس کے متعلق فرمایا۔ من نسخة بشر بن الحسين الموضوعة(۲) یعنی یہ حدیث بشر بن حسین کے نسخہ کی ہے جو تمام کا تمام موضوع ہے۔ ایک اور حدیث نقل کی جاتی ہے۔ بخلاء امتی الخياطون(۳) یعنی میری امت کے بخیل درزی ہیں۔ تذکرة الموضوعات میں اس کے متعلق لکھا ہے۔ لم اقف عليه(۴) وفی الحاشية لتلمذه قلت بل لا اصل له۔(۵) یعنی صاحب مختصر نے تو اس حدیث کو ذکر کر کے یہ لکھ دیا ہے کہ میں اس کی سند یا صحت سے واقف نہیں مگر حاشیہ پر مؤلف کے شاگرد نے یہ لکھ دیا کہ اس کی کوئی اصل نہیں۔ ایک اور حدیث ہے۔ يحشر الله الخياط الخائن وعليه قميص ورداء مما خاط وخان فيه۔(۶) یعنی اللہ تعالیٰ خیاط خائن کو مبعوث کرے گا اس کے بدن پر خیانت کئے ہوئے کپڑے کی قمیص اور چادر ہوگی۔ (اگرچہ اس کا مضمون اصول کے خلاف نہیں مگر) اس کی سند کے متعلق تذکرۃ الموضوعات میں لکھا ہے۔ هذا الاسناد ظلمات۔(۷) یعنی یہ سند تاریک در تاریک ہے۔ ایک اور حدیث ہے۔ شرار الناس التجار والزراع(۸) یعنی تاجر اور کاشتکار بدترین لوگ ہیں تمام انسانوں میں۔ علامہ سیوطی نے اللآلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة میں اس کے متعلق لکھا ہے۔ قلت اخرجه الجورقانی فی موضوعاته۔(۹) یعنی جوزقانی نے اس حدیث کو موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ ایک اور طویل حدیث ہے جو ابن عدی نے بروایت انس ذکر کی ہے۔ قال كنت يوما مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد ماتفرق اصحابه فقال يا ابا حمزة قم بنا ندخل السوق فربح ويربح ما فقام

(۲،۳) (اللالی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة، کتاب المعاملات ۲/۱٤۲ ط مصر، ازہر)

---

(۱) (کنز العمال، کتاب البیوع، الباب الاول، الفصل الرابع ٤/٤۲ رقم الحدیث نمبر ۹٤۱۳ ط مکتبہ التراث الاسلامی)

(۲) (تذکرة الموضوعات کتاب العلم، باب اسبابه وعقوده المحمودة۔ کالتجارة لمن تقی و الحسبر فی البیع، ص ۱۳۵ ط مصر)

(۳،٤،۵) (تذکرة الموضوعات کتاب العلم باب اسبابه وعقوده المذمومة کالصید والحاطة، والتعلیم والحیاکة ص ۱۳۷ ط مصر)

(٦) (ایضا من ص ۱۳۷ الی ص ۱۳۸)

(۷، ۸، ۹) (تذکرة الموضوعات کتاب العلم، باب اسبابه وعقوده المذمومة کالصید والحاطة والتعلیم والحیاکة، ص ۱٤۸ ط مصر)

وقمت معه حتى صرنا الى السوق فاذا نحن في اول السوق برجل جزار شيخ كبير قائم على بيعه يعالج من وراء ضعف فوقعت له في قلب النبي صلى الله عليه وسلم رقة فهم ان يقصده ويسلم عليه ويدعو له اذ هبط عليه جبريل فقال يا محمد ان الله يقرأ عليك السلام ويقول لك لا تسلم على الجزار فاغتم من ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم لا ندري اي سريرة بينه وبين الله اذ منعه منه فانصرف وانصرفت معه ولم يدخل فلما كان من غد تفرق اصحابه فقال قم بنا ندخل السوق فننظر اي شيء حدث الليلة على الجزار فقام وقمت معه حتى جئنا الى السوق فاذا نحن بالجزار قائما على بيعه كما رأيناه بالامس فهم النبي صلى الله عليه وسلم ان يقصده ويسأله اي سريرة بينه وبين الله اذ منعه عنه فهبط عليه جبريل فقال يا محمد ان الله يقرأ عليك السلام ويقول لك سلم على الجزار فقال له حبيبي جبريل امس منعتني منه واليوم امرت به قال نعم يا محمد ان الجزار الليلة وعكته الحمى وعكا شديدا فسأل ربه وتضرع اليه فقبله على ما كان منه فاقصده يا محمد وسلم عليه وبشره فان الله تعالى قد قبله على ما كان منه فقصده وسلم عليه وبشره وانصرف وانصرفت معه انتهى. موضوع وآفته دينار (اللآلي المصنوعة في الاحاديث الموضوعة)(۱)

اس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز صحابہ کرام کے متفرق ہو جانے کے بعد میں آنحضرت ﷺ کے پاس اکیلا رہ گیا تو حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ ابو حمزہ ہمارے ساتھ چلو بازار چلیں تاکہ کچھ نفع حاصل کریں اور ہم سے دوسروں کو نفع پہنچے تو حضور ﷺ بھی کھڑے ہوئے اور میں بھی حضور ﷺ کے ساتھ کھڑا ہوا۔ یہاں تک کہ ہم بازار پہنچے۔ بازار کے ابتدائی حصہ میں ہم نے دیکھا کہ ایک بوڑھا قصاب اپنی بیع کا کاروبار کر رہا ہے اور ضعف کی وجہ سے بہت مشقت اور تکلیف سے کام کرتا ہے۔ تو حضور ﷺ کو اس کی حالت پر رحم آیا اور ارادہ فرمایا کہ اس کے پاس جا کر اس کو سلام کریں اور اس کے واسطے دعا فرمائیں۔ دفعۃً حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور کہا اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ قصاب کو سلام نہ کریں۔ حضور ﷺ کو اس بات سے بہت پریشانی اور فکر ہوئی کہ خبر نہیں اس قصاب کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا کون سا معاملہ ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کو سلام کرنے اور اس کے لئے دعا کرنے سے روک دیا۔ بہر حال حضور اس کے پاس نہیں گئے اور واپس چلے آئے۔ میں بھی واپس آگیا۔ پھر کل کو جب تمام صحابہ حضور کی خدمت سے علیحدہ ہو گئے تو حضور نے مجھ سے فرمایا چلو بازار چل کر دیکھیں کہ قصاب پر رات میں کیا گذری۔ چنانچہ ہم دونوں بازار پہنچے۔ دیکھا کہ قصاب کل کی طرح بدستور اپنے کاروبار میں مشغول ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ارادہ کیا کہ اس کے پاس جا کر اس سے اس معاملے کا پتہ چلائیں جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے حضور کو اسے سلام کرنے اور اس کے لئے دعا کرنے سے منع فرمایا تھا۔ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ قصاب کو جا کر سلام کرو تو حضور نے جبرئیل سے فرمایا کہ میرے دوست کل تو تم نے مجھے منع کیا تھا اور آج سلام کرنے کو کہتے ہو تو جبرئیل نے

---

(۱) ج ۲، ۱۵٤، ۱۰۰

[illegible] گیا۔ ہاں اے محمد ﷺ قصاب کو رات بہت سخت درد چڑھا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور تضرع و زاری بجا لایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کر لی اور اس کے کرتوت سے درگزر فرمائی۔ اے محمد اب تم اس کے پاس جاؤ اور اس کو سلام کرو اور یہ خوش خبری بھی دے دو کہ تیرے کرتوت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے تیری دعا قبول کر لی۔ چنانچہ حضور ﷺ اس کے پاس گئے اور اس کو سلام کیا اور خوش خبری دی۔

اللآلی مصنوعہ میں اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد موضوع بتایا ہے اور کہا کہ اس میں ایک راوی نائل ہے اس کی یہ آفت لگی ہوئی ہے۔ یعنی اس نے یہ حدیث گھڑی ہے۔ گھڑنے والے نے غالباً یہ حدیث قصابوں کی مذمت کے لئے گھڑی ہے اور نہایت ہوشیاری سے بتائی ہے کہ بظاہر قصاب کی تعریف ہے اور اس کی دعا قبول ہونے کی بشارت ہے لیکن پڑھنے والا غیر معلوم طریق پر قصابوں کی مذمت اور اس پیشہ کی مذمت کو یوں سمجھے گا کہ پہلے دن جو حضور کو سلام کرنے اور دعا دینے سے منع کیا اس کی وجہ اس کا یہ پیشہ ہی تو ہے۔ نیز جبرئیل سے یہ الفاظ کہلائے گئے۔ لا تسلم علی الجزار۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ قصاب کو سلام نہ کریں۔ اور دوسرے دن جو سلام کرنے کی اجازت دی گئی وہ اس کی بیماری کی دعا و زاری کا کرشمہ قرار دیا گیا۔ لیکن یہ بھی بتا دیا کہ باوجود ان اعمال کے جو اس سے سرزد ہو رہے ہیں۔ اور ان اعمال کا کوئی ذکر حدیث میں نہیں۔ حدیث میں صرف یہ ہے کہ وہ قصاب تھا اور گناہگار تھا (گوشت فروشی) کر رہا تھا تو ہر پڑھنے والے کا ذہن اسی طرف جائے گا۔ قصاب ایسے ذلیل پیشہ سے مبغوض ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ کو جبرئیل کے ذریعہ سے انہیں سلام کرنے اور ان کے لئے دعا کرنے سے روکا گیا۔

ایک اور حدیث ہے جو غلہ کی تجارت کی مذمت میں بیان کی جاتی ہے وہ یہ ہے۔ من تمنی الغلاء علی امتی لیلة احبط الله عمله اربعین سنة۔ یعنی جو شخص اس وجہ سے یہ تمنا کرے کہ امت محمدیہ پر نرخ کی گرانی ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کے چالیس برس کے اعمال حبط کر دے گا اللآلی المصنوعہ میں اس کو موضوع بتایا ہے۔(۲) ایک اور حدیث ہے۔ من ادرك منكم زمانا تطلب فيه الحاكة العلم فالهرب الهرب۔(۳) یعنی حضور نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص ایسا زمانہ پائے جس میں جولاہے علم طلب کریں یعنی علم پڑھیں تو بھاگنا بھاگنا۔ تذکرۃ الموضوعات میں اس کو موضوع کہا ہے۔(۴) ایک اور حدیث ہے۔ یخرج الدجال ومعه سبعون الف حائك۔(۵) یعنی دجال نکلے گا تو اس کے ساتھ ستر ہزار جولاہے ہوں گے۔ تذکرۃ الموضوعات میں اس کو موضوع کہا ہے۔(۶) ایک اور حدیث ہے۔ لا تشاوروا الحجامین والحاكة ولا تسلموا علیهم۔(۷) یعنی پچھنے لگانے والوں اور جولاہوں سے نہ مشورہ کرو اور نہ ان کو سلام کرو۔ تذکرۃ الموضوعات میں اس کے متعلق لکھا ہے۔ فیه احمد بن عبدالله من کذبهم۔(۸) یعنی اس کی سند میں احمد بن عبداللہ راوی

---

(۲) اللآلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة، کتاب المعاملات ۲: ۱۵۴ ط مصر، وکذا فی تذکرة الموضوعات، کتاب العلم، باب الاسباب والعقود المذمومة کالصید والحیاطة والتعلیم والحیاکة، ص ۱۳۸ ط مصر

(۳-۴)(تذکرة الموضوعات، کتاب العلم، باب الاسباب والعقود المذمومة کالصید والحیاطة والتعلیم والحیاکة، ص ۱۳۷ ط مصر)

(۵-۶)(ایضاً، ص ۱۳۷)

(۷-۸)(ایضاً، ص ۱۳۷)

ہے جو سب سے زیادہ جھوٹا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے۔ من اطلع في طرز حائك خف دماغه ومن كلم حائكا بخر فمه ومن مشى مع حائك ارتفع رزقه هم الذين بالوا في الكعبة وسرقوا غزل مريم وعمامة يحيى بن زكريا وسمكة عائشة من التنور واستدلتهم مريم على الطريق فدلوها على غير الطريق۔ (۱) یعنی جو شخص جولاہے کے گھر میں نظر کرے گا اس کا دماغ مختل ہو جائے گا۔ اور جو جولاہے سے بات کرے گا وہ گندہ دہن ہو جائے گا اور جو جولاہے کے ہمراہ چلے گا اس کا رزق اٹھ جائے گا۔ جولاہے ہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے کعبہ میں پیشاب کیا تھا اور حضرت مریم کا سوت اور حضرت یحییٰ بن زکریا کا عمامہ چرایا تھا اور حضرت عائشہ کی مچھلی تنور میں سے چرائی تھی اور حضرت مریم نے ان سے راستہ دریافت کیا تو انہوں نے غلط راستہ بتا دیا۔ "تذکرۃ الموضوعات" میں کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ (۲) اور اس کا ایک اور طریق بھی ہے جو دیلمی نے روایت کیا ہے۔ ایک اور حدیث ہے جو حضرت علیؓ کے طریق سے روایت کی جاتی ہے۔ لا تستشيروا الحاكة ولا المعلمين فان الله تعالىٰ سلبهم عقولهم ونزع البركة من كسبهم۔ (۳) یعنی جولاہوں اور میانجیوں یا معلموں سے مشورہ نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عقلیں سلب کر لی ہیں اور ان کی کمائی سے برکت اٹھا لی ہے۔ اس کو بھی تذکرۃ الموضوعات میں موضوع کہا ہے۔ (۴)

حدیث چہارم۔ قال كعب لا تستشيروا الحاكة فان الله سلب عقولهم ونزع البركة من كسبهم لان مريم عليها السلام مرت بجماعة من الحاكة فسألتهم عن الطريق فدلوها على غير الطريق فقالت نزع الله البركة من كسبكم۔ (۵) یعنی کعب نے کہا کہ جولاہوں سے مشورہ نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عقلیں سلب کر لی ہیں اور ان کی کمائی میں سے برکت نکال لی ہے۔ اس لئے کہ حضرت مریم علیہا السلام جولاہوں کی ایک جماعت پر گزریں اور ان سے راستہ دریافت کیا تو انہوں نے غلط راستہ بتا دیا تو حضرت مریم علیہا السلام نے ان کو بد دعا دی کہ خدا تمہاری کمائی میں سے برکت نکال لے۔ "کتاب نہایات الارب في غايات النسب" میں تو اس کو مستطرف سے نقل کیا ہے۔ (۶) لیکن میں نے حدیث نمبر ۳ کے بیان کے ذیل میں جو احادیث نقل کی ہیں ان میں سے حدیث نمبر ۹ اور نمبر ۱۰ اور نمبر ۱ میں یہ مضمون موجود ہے بلکہ نمبر ۱ میں جولاہوں کے ساتھ مکتبوں کے میانجی بھی شامل کر لیے گئے ہیں اور اگر لفظ معلمین کو اپنے عموم پر رکھا جائے کہ ہر علم سکھانے والا مراد ہے تو پھر تو حدیث کے مضمون کی قباحت کی کوئی انتہا ہی نہیں رہتی کیونکہ تمام حضرات انبیاء علیہم السلام معلمین کی جماعت میں شامل بلکہ اصل معلم تو وہی ہیں۔ الغرض اس مضمون کی حدیثیں مرفوع بھی مروی ہیں جو موضوع ہیں۔ اور اگر کعب کا اپنا مقولہ ہو جیسا مستطرف سے نہایات الارب میں نقل کیا گیا ہے تو ناقابل اعتبار ہے۔ کیونکہ اصول شرعیہ اور قوانین عقلیہ اور مشاہدات روزمرہ کے خلاف ہے۔

(۱، ۲) (تذکرۃ الموضوعات، کتاب العلم، باب اسبابه وعقوده المذمومة كالتصدر الخياطة والتعليم والحياكة، ص ۱۳۷ ط مصر، وحدث الكل كذالك الا لفظ "تالوا في الكعبة" مكان "بالوا في الكعبة")

(۳، ۴) (ايضاً)

(۵، ۶) (المستطرف، باب الحاسد والمحسود في العمل والكسب والصناعات والحرف، ۶۵/۲ ط احياء التراث العربي، بيروت لبنان)

حدیث پنجم۔ وهبت خالتي فاختة بنت عمرو غلاما فامرتها الا تجعله جازراً ولا صائغا ولا حجاما۔ یہ حدیث نہایۃ الارب فی غایات النسب میں کنز العمال سے بحوالہ طبرانی عن جابر نقل کی ہے ۔ اور اسی کنز العمال میں بحوالہ مسند امام احمد وابوداؤد عن ابن عمر بھی ذکر کی گئی ہے۔ دیکھو کنز العمال ج ۲ ص ۲۰ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ انی وهبت لخالتي غلاما وانا ارجوان يبارك لها فيه فقلت لها لا تسلميه حجاما ولا صائغا ولا قصابا۔(۱) لیکن ابوداؤد میں دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس میں ابن عمر سے نہیں بلکہ حضرت عمرؓ سے مروی ہے۔ اور اس کے الفاظ یہ ہیں۔ قال (ای عمر رضی الله تعالیٰ عنه) سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اني وهبت لخالتي فاختة بنت عمرو غلاما (الحديث)(۲) اور طبرانی میں ہے لخالتي فاختة بنت عمرو الزاهرية خالة النبي صلى الله عليه وسلم۔ (التعليق المحمود)(۳) تو اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت جابرؓ یا حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنی خالہ فاختہ بنت عمرو کو ایک غلام ہبہ کیا اور مجھے امید تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے اس غلام میں برکت عطا فرمائے گا تو میں نے ان سے کہا کہ اس غلام کو کسی پچھنے لگانے والے یا سنار یا قصاب کے سپرد نہ کرنا۔ یعنی یہ تینوں کام اس کو سکھلانہ کرانا۔

یہ حدیث حضرت عمرؓ کے ذریعہ سے ابوداؤد میں مروی ہے۔ اس میں حضرت عمرؓ سے روایت کرنے والا ابوماجد یا ابن ماجد راوی ہے۔ اس کے متعلق التعلیق المحمود میں تقریب سے نقل کیا ہے۔ ابو ماجدة او ابن ماجدة قيل اسمه علي مجهول من الثالثة وروايته عن عمر مرسلة۔(۴) یعنی ابوماجد یا ابن ماجد ان کا نام علی بتایا گیا ہے۔ اور یہ تیسرے طبقہ کے ایک مجہول راوی ہیں اور حضرت عمرؓ سے ان کی روایت منقطع ہے۔ یعنی ان کا سماع یا ملاقات حضرت عمرؓ سے ثابت نہیں۔ اس لئے حضرت عمرؓ سے ان کی بلاواسطہ روایت منقطع ہے ۔ قال ابن ابي حاتم عن ابيه علي ابن ماجدة السهمي عن عمر مرسل (بذل المجهود)(۵) یعنی ابن ابی حاتم نے اپنے والد ابوحاتم سے نقل کیا کہ علی بن ماجدہ کی روایتیں حضرت عمرؓ سے منقطع ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ ابوداؤد کی روایت جو حضرت عمرؓ کے طریق سے ہے وہ تو منقطع ہے استناد کے قابل نہیں۔ رہی حضرت جابرؓ کی روایت جو محمد بن منکدر کے طریق سے ہے اس کی پوری سند معلوم نہیں۔ اس لئے جب تک پوری سند معلوم نہ ہو جائے معترض کا استدلال میں لانا درست نہیں۔

اس کے علاوہ اس حدیث سے صرف اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک خاص غلام کے لئے ان تین کاموں میں سے کسی کام کو مناسب نہ سمجھ کر خالہ کو منع فرمادیا کہ اس کو ان کاموں میں نہ لگانا۔ بہت ممکن ہے کہ یہ اس غلام کی طبعی مناسبت کی بنا پر ہو کہ حضور نے اس کی طبیعت کو ان کاموں کے مناسب نہ سمجھا۔ اور

---

(۱) كنز العمال، كتاب البيوع، الباب الاول، الفصل الرابع ٤/ ٤٣، رقم الحديث ٩٤١٧،
(۲) رواه ابو داؤد في كتاب البيوع، باب في الصائغ ٢/ ١٣٠ ط ايچ ايم سعيد)
(۳)(التعليق المحمود على حاشية سنن ابي داؤد، رقم الحاشية ٦، كتاب البيوع في الصائغ، ٢/ ١٣٠ ط. سعيد)
(۴) ايضاً ورقم الحاشية نمبر ٥)
(۵)(بذل المجهود، كتاب البيوع، باب الصائغ، ٩٧/١٥ ط. دار البيان، القاهرة)

خیال فرمایا کہ اگر اس کو ان کاموں میں لگایا تو طبعی نامناسبت کی وجہ سے یہ ان کاموں سے کچھ زیادہ یا مطلقاً کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے گا۔ حالانکہ آپ کی خواہش یہ تھی کہ اس غلام کی کمائی خاص کے لئے موجب رفاہیت اور موجب برکت ہو تو اس حدیث کو ان صنعتوں کی مذمت کی دلیل میں لانا بھی کوئی معقول بات نہیں۔

جن احادیث کو آپ نے لکھ کر دریافت کیا تھا میں نے سر دست آپ کے استفسار کے جواب پر اکتفا کیا ہے۔ ورنہ اس کے متعلق بہت سے مباحث ہیں جو کبھی فرصت کے وقت لکھے جا سکتے ہیں۔

فقط کتبہ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

اہل صنعت و حرفت کے متعلق احادیث کی تنقید

حضرت علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کا اعلان

۱۳ اکتوبر ۱۹۳۴ء کے الجمعیۃ میں ایک سوال کے جواب میں میرا ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ وہ سوال کتاب "نہایات الارب" میں شائع شدہ چند احادیث کی صحت و عدم صحت کے متعلق تھا۔ پہلے تو میں نے تقریباً مہینہ ڈیڑھ مہینے تک جواب دینے میں تامل کیا۔ لیکن جب مستفتی نے زیادہ تقاضا کیا اور متعدد مقامات سے اسی قسم کے سوالات آئے۔ مثلاً مالیگاؤں، بہار، منصوری، سہارنپور وغیرہ) تو میں نے وہ مضمون لکھ کر شائع کرا دیا۔ مگر میں نے دیکھا کہ حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب کا ایک مضمون انہیں سوالات کے جواب میں "الامان" میں شائع ہوا۔ اور مولانا خیر محمد صاحب کی ایک کھلی چٹھی اخبار "عدل" گوجرانوالہ میں میرے اور مولانا سید سلیمان صاحب کے نام شائع ہوئی۔ حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب کے مضمون میں یہ اطلاع بھی درج ہے کہ میرے اور علامہ سید سلیمان صاحب کے مضامین کی مفصل تنقید بھی تیار کی گئی ہے جو شائع ہونے والی ہے۔ اور مولانا عبدالکریم صاحب گمتھلوی مفتی تھانہ بھون کا ایک تنقیدی مضمون بھی شائع ہوا ہے۔ ان تمام مضامین کا میں نے مطالعہ کیا۔ میرا مقصد یہ تھا کہ یہ معاملہ طول نہ پکڑے کہ اسلامی اور قومی مفاد کے لئے اس کا طول پکڑنا مضر ہے۔ لیکن شائع شدہ مضامین سے اور بھی غلط فہمی بڑھے گی اس لئے دیوبند سے تفصیلی تنقید شائع ہونے کے بعد (جس کا اعلان کیا گیا ہے) میں ایک مفصل مضمون شائع کر دوں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

نوٹ از واصف

(۱) اخبار الجمعیۃ مورخہ یکم دسمبر ۱۹۳۴ء میں مولانا مفتی عبدالکریم صاحب مفتی تھانہ بھون کا ایک طویل تنقیدی مضمون شائع ہوا اور اسی اشاعت میں حضرت مفتی اعظم کا مذکورہ بالا اعلان بھی شائع ہوا۔ اس کے بعد مجھے معلوم نہیں کیا ہوا دیوبند کا تنقیدی مضمون اور پھر حضرت مفتی اعظم کا جواب شائع ہوا یا نہیں؟ مجھے اس کا علم نہیں۔

(۲) قوموں کی اجتماعی و انفرادی زندگی اور بقا جن معاشی و اقتصادی وسائل پر منحصر ہے وہ اصولی طور پر تین ہی ہیں۔ تجارت، زراعت، صنعت و حرفت، احادیث مذکورہ کی رو سے یہ تینوں قابل نفرت اور لائق

جناب قرار پاتے پھر اور کون سا بڑا اور بے داغ ذریعہ معاش باقی رہ جاتا ہے جس کو اختیار کر کے کوئی قوم تنازع للبقاء کے میدان میں قدم آگے بڑھا سکتی ہے؟ اور کیونکر اپنے اقتصادی نظام کو برقرار رکھ سکتی ہے؟ (حفیظ الرحمان واصف عفی عنہ)

قطع شجر کی بخشش نہ ہونے کا مقولہ بے اثر ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۶ اکتوبر ۹۲ء)

(سوال) ہمارے یہاں چند لوگوں نے یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ وہ ہرے بھرے سرسبز درختوں سے کاٹ کر سوختنی لکڑی فروخت کرتے ہیں۔ کاٹھ سے تختے کڑیاں وغیرہ فروخت کرتے ہیں۔ باغات میں آم، جامن، شہتوت، بیر وغیرہ سب قسم کے درخت ہوتے ہیں۔ اور میں نے سنا ہے کہ قاتل شجر کی آخرت میں بخشش نہیں ہوگی۔ یہ پیشہ کیسا ہے؟

(جواب ۳۵۵) اس پیشہ میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ مثمر یعنی پھلدار درختوں کو بے فائدہ ضائع کرنا مکروہ ہے۔ لیکن بغرض تجارت کاٹنے میں مضائقہ نہیں۔ قاطع الشجر کی بخشش نہ ہونے کا مقولہ جو مشہور ہے بے اصل ہے۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ، دہلی۔

حلال پیشہ اختیار کرنے والے مسجد کے متولی بن سکتے ہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۵ نومبر ۹۳ء)

(سوال) (۱) حلال جانوروں کا گوشت شرع کے مطابق ذبح کر کے فروخت کرنا اور اس کو پیشہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟ (۲) اس قسم کے پیشہ ور نیز حلال اور جائز طریقہ سے دوسرے پیشوں والے جو لوگوں کے نزدیک معتبر اور عزت والے سمجھے جاتے ہیں اگر عامہ مسلمین کی مسجد کے متولی منتخب کئے جائیں تو کچھ قباحت تو نہیں؟ (۳) جو لوگ حلال و جائز پیشے کو حرام و ناجائز سمجھیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(جواب ۳۵۶) (۱) یہ پیشہ اختیار کرنا جائز ہے اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں۔ (۲) یہ لوگ مسجد اور دیگر اوقاف اسلامیہ کے متولی ہو سکتے ہیں (۳) حلال اور جائز پیشے کو حرام سمجھنے والے خطاکار ہیں اور ضد و تعصب کی وجہ سے حرام کہتے ہوں تو سخت گنہگار اور فاسق ہوں گے۔ (۱) محمد کفایت اللہ غفرلہ،

(نوٹ از مصنف) اس موضوع کے باب کے ساتھ کتاب الحظر والاباحۃ کا باب بھی ملاحظہ فرمایا جائے۔

---

(۱) مذکورہ مسئلہ کی تفصیل گذر چکی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے "مختلف پیشے" قصابوں کا پیشہ درست ہے ص ۳۷۵

پانچواں باب

رشوت، چوربازاری اور پگڑی لینا

(۱) پٹواری کا تنخواہ کے علاوہ کاشتکاروں سے لینے والی رقم کا حکم

(۲) رشوت کی تعریف

(۳) رشوت کا استعمال ناجائز ہے

(۴) رشوت لینے والے کی توبہ کا طریقہ

(سوال) (۱) ایک شخص محکمہ پٹواریان میں ملازم ہے جس کو ریاست سے تنخواہ ملتی ہے۔ اس کے ماتحت کاشتکاروں سے سالانہ کچھ حقوق ان کے بطور خود مقرر کر رکھے ہیں جو وقت وصول لگان یعنی محصول سرکاری فرداً پٹواری کو دیتے ہیں۔ اب یہ نہیں کہا جا سکتا کہ نیت ان کی اس سے کیا ہوتی ہے۔ قرینہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روپیہ دینے والے زمیندار کی نیت یا تو یہ ہوتی ہے کہ میرے ذمہ یہ پٹواری کا حق لگا ہوا ہے اور ہم سلسلہ وار سب دیتے چلے آئے ہیں یا یہ نیت ہوتی ہے کہ اگر حق مقررہ پٹواری کو نہ دیا جائے گا تو ممکن ہے کہ پٹواری ہمیں ذاتی یا مالی نقصان پہنچائے یا ہم سے بد معاملہ ہو جائے۔ ہمارے ذمہ محصول زیادہ لگا دے۔ ایسی صورت میں حق مقررہ دینا اور لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ایک وہ شخص ہے جو محکمہ پٹواریان میں ملازم ہے اور اپنے ماتحت کاشتکاران سے کہہ دیتا ہے کہ نہ تو مجھے روپیہ کی ضرورت ہے اور نہ کسی قسم کی کوئی چیز چاہئے تم اطمینان رکھو میں ہرگز تم کو نقصان جانی و مالی نہ پہنچاؤں گا اور نہ بے انصافی کروں گا۔ باوجود اس کے وہ حق مقررہ کا ایک روپیہ دیتے ہیں اور وہ شخص لے لیتا ہے اور لیتے وقت یہ کہہ دیتا ہے کہ میں کسی قسم کی رعایت نہیں کروں گا اور نہ محصول سرکاری میں کمی ہوگی۔ ایسا حق لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) ایک وہ شخص ہے کہ کاشتکار اس کو کچھ دے دیتا ہے اور یہ کہہ کر دیتا ہے کہ فلاں رعایت کرنا یا لگان جس قدر ہو اتنا ہی تحریر کرنا۔ اور وہ شخص وہ روپیہ لے لیتا ہے۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

(۴) ایک صورت یہ ہے کہ کاشتکار لگان سرکاری کے متعلق پٹواری سے خواہش کرتا ہے کہ مجھ کو حساب سمجھا دو اور پٹواری حساب فہمی پر اس سے کوئی معاوضہ وصول کرتا ہے۔ یہ معاوضہ وصول کرنا کیسا ہے؟

(۵) ایک زمیندار درخت لینا چاہتا ہے۔ ریاست کا قانون ہے کہ اگر سرکاری زمین میں ہے تو قیمتاً دیا جاتا ہے اور اگر کھتہ داری زمین میں ہے تو بلا قیمت دے دیا جاتا ہے۔ بہر حال اس صورت میں پٹواری کو معائنہ موقع کی ضرورت پڑتی ہے اس معائنہ کے عوض میں زمیندار پٹواری کو ایک روپیہ فیس کا دیتا ہے۔ اس فیس کا لینا درست ہے یا نہیں؟

(۶) پٹواری کے متعلق کام زیادہ ہے۔ زیادتی کام اور ذمہ داری کو دیکھتے ہوئے ماہوار تنخواہ پانے کا مستحق ہے۔ لیکن اس کو تنخواہ میں ماہوار دس روپے ملتے ہیں۔ قلت تنخواہ کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجوزین نے اس بات کو ملحوظ رکھ کر تنخواہ قلیل مقرر کی ہے کہ پٹواری اپنے حلقہ میں ایک مختار کل کی حیثیت رکھے گا اور کاشتکار

ان سے اس کو مختلف طریقہ سے آمدنی ہو۔ چنانچہ ہوتی ہے اور حکام بالا کے بھی علم میں ہے مگر وہ چشم پوشی کرتے ہیں بلکہ بعض وقت کاشتکاران کو ترغیب دیتے ہیں کہ تم کو چاہئے کہ اپنے پٹواری کو کچھ دو۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی صورت میں کاشتکاران سے اگر کوئی آمدنی وصول ہو تو وہ جائز ہوگی یا نہیں؟

(۷) رشوت کا اطلاق کونسی آمدنی پر ہوگا اور اس کے متعلق حکم شرعی کیا ہے؟

(۸) اگر کوئی شخص صورت مندرجہ بالا کی آمدنی اپنے تصرف میں لاتا ہو تو اس کے متعلق شریعت کیا حکم دیتی ہے؟

(۹) ناجائز آمدنی اور رشوت لینے والا اگر توبہ کرے تو اس کا گناہ معاف ہو جائے گا یا نہیں؟ بندہ سے معافی مانگنے کی ضرورت ہے۔

المستفتی نمبر ۲۶۰۷ احمد خاں صاحب (راجپوتانہ) ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ ۱۱ مئی ۱۹۴۲ء

(جواب ۳۵۷) (۱، ۲) پٹواری سرکاری ملازم ہے اس کو سرکار سے تنخواہ ملتی ہے۔ اس ملازمت کے جو فرائض اس کے ذمہ ہیں ان کو ادا کرنا اس پر لازم ہے۔ ان فرائض کی ادائیگی کے سلسلہ میں اس کو کاشتکاروں سے کوئی رقم لینے کا حق نہیں۔ اور اگر یہ ان سے مانگ کر یا جبر کر کے یا ناحق تنگ کر کے ان سے کچھ لے گا تو یہ صریح رشوت اور حرام ہے اور نہ دینے کی وجہ سے کسی کو نقصان پہنچائے تو یہ ظلم اور حرام ہے۔(۲) لیکن اگر یہ خود نہ مانگے نہ جبر کرے نہ ناحق ستائے اور لوگ اس کو خود دے دیں تو اس صورت میں بھی اس کو لینا مکروہ ہے کیونکہ دینے والے اسی خوف سے دیتے ہیں کہ نہ دیں گے تو پٹواری نقصان پہنچادے گا یا کم از کم ہمیں پریشان کرے گا یعنی ان کا دینا خلوص اور محبت پر مبنی نہیں ہوتا بلکہ خوف ضرر سے ہوتا ہے۔(۳)

(۳) یہ بھی مکروہ ہے۔(۴)

(۴) اگر حساب سمجھانا پٹواری کے منصبی فرائض میں داخل ہے تو اس کی اجرت لینا یا رشوت ہے یا کم از کم مکروہ ہے البتہ اگر اس کے فرائض منصبی میں داخل نہ ہو تو اس کی اجرت لے سکتا ہے اس کی پہچان یہ ہے کہ اگر افسر اعلیٰ کو یہ معلوم ہو جائے تو وہ قانونی گرفت نہ کر سکیں۔(۶)

(۵) اگر پٹواری کو اس معائنہ کی فیس لینے کا قانونی حق ہے تو لے سکتا ہے اور اگر یہ معائنہ اس کے فرائض منصبی میں داخل ہے تو نہیں لے سکتا۔(۷)

(۶) یہ وجہ جواز نہیں ہو سکتی۔(۸)

(۷) ہر وہ عمل جو بغیر معاوضہ کرنا کسی کو فرائض منصبی میں داخل ہو اس پر معاوضہ لینا رشوت ہے۔(۹)

(۱، ۵، ۶، ۷، ۸) فی الشامیة لا یجوز اخذ المال لیفعل الواجب (کتاب القضاء مطلب فی الکلام علی الرشوة، ۵/۳۶۲ ط سعید)

(۲، ۳، ۴) الرابع ما یدفع لدفع الخوف من المدفوع الیه علی نفسه او ماله حلال للدافع حرام علی الآخذ. (رد المحتار کتاب القضاء، مطلب فی الکلام علی الرشوة، ۵/۳۶۲ ط سعید)

(۹) ولا یجوز اخذ المال لیفعل الواجب (رد المحتار، کتاب القضاء مطلب فی الکلام علی الرشوة، ج ۵/۳۶۲، سعید)

(۸) اس کی روزی حلال نہ ہوگی۔

(۹) توبہ کے لئے ضروری ہے کہ جن لوگوں سے ناجائز رقوم وصول کی ہیں وہ واپس کر دے اور وہ علم یا یاد میں نہ رہے ہوں تو اتنی رقم بہ نیت رفع وبال صدقہ کرے اور آئندہ کے لئے نہ لینے کا عہد کرے اور گزشتہ گناہ پر نادم ہو اور مغفرت مانگے جب یہ توبہ ہوگی۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

رشوت اور بلیک کی وجہ سے روزی کمانے والے کی امامت

(سوال) زید رشوت دے کر اور بلیک کر کے اپنی روزی کماتا ہے اور زید کا لڑکا زید کی شرکت میں ہے اور زید دیگر تجارت بھی کرتا ہے وہ بلیک سے کہیں زیادہ ہے اور زید نے دوسروں کا روپیہ مار کر دیوالہ نکالا ہے۔ کیا زید کے لڑکے کی امامت درست ہے یا نہیں؟

(جواب ۳۵۸) زید اور اس کے لڑکے کی امامت ناجائز ہے کیونکہ لڑکا بھی اس حرام کاروبار میں شریک ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

کنٹرول کا مال بلیک کر کے بیچنا

(سوال) زید کے پاس کنٹرول کا سامان ہے۔ کچھ تو وہ کنٹرول ریٹ پر فروخت کرتا ہے اور کچھ بلیک میں فروخت کرتا ہے۔ کیا یہ صورت جائز ہے؟

المستفتی اللہ بخش۔ ۱۸ فروری ۱۹۵۰ء م ۳۰ جمادی الاول ۱۳۶۸ھ

(جواب ۳۵۹) کنٹرول کا مال بلیک میں زیادہ داموں سے بیچنا ناجائز ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

حکومت یا محکمہ کنٹرول کے مقررہ نرخ سے مہنگے داموں چیز بیچنا

(سوال)(۱) گورنمنٹ کپڑے کا جو ریٹ مقرر کرتی ہے اس سے زیادہ منافع لے کر کپڑا فروخت کرنا جس کو بلیک مارکیٹ کہتے ہیں۔ اس طرح حاصل کیا ہوا مال کیا ناجائز ہے؟

(۲) محکمہ کنٹرول دکانداروں کو کچھ ہدایت دیتا ہے کہ تم قرار کرو کہ ہم مقرر کی ہوئی قیمت پر مال فروخت کریں گے اور وہ جس بھاؤ چاہتے ہیں فروخت کرتے ہیں۔ اس کے وعدہ و اقرار کے بعد مقررہ قیمت سے زیادہ وصول کرنا جائز ہے یا نہیں اور اس مال سے فریضہ حج ادا ہو سکتا ہے یا نہیں؟ المستفتی مولوی محمد رفیق دہلوی

(جواب ۳۶۰) ہاں بلیک مارکیٹ کرنا ناجائز ہے۔ کیونکہ اس میں اول تو گورنمنٹ سے بد عہدی دوسرے جھوٹ بولنے کا موقع۔ تیسرے مخلوق سے بے رحمی اور سختی۔ غرض بہت سی ناجائز چیزیں ہیں۔ اس طرح کمائے ہوئے روپئے سے حج کرنا ثواب کا کام نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) وفي القنية: الرشوة يجب ردها ولا تملك، وفيها دفع للقاضي أو لغيره سحتا لإصلاح المهم فأصلح ثم ندم يرد ما دفع إليه. (رد المحتار، كتاب القضاء، مطلب في الكلام على الرشوة، ٥/٣٦٢ ط سعيد)

(۲) إن كان صاحب هوى لا يكفر به صاحبه تجوز الصلاة خلفه مع الكراهة (الهندية، كتاب الصلاة الباب الخامس الفصل الثالث، ۱/٨٤ ط ماجدية)

کیا ظالم حاکم کے ظلم سے بچنے کے لئے نذرانہ دینا رشوت ہے؟

(سوال) لفظ رشوت کی کیا تعریف ہے؟ اگر کوئی شخص کسی ظالم حاکم کو اس کے شر سے بچنے کے لئے کچھ نقدی یا تحفہ وغیرہ دے تو وہ رشوت کے جرم میں ماخوذ ہوگا یا نہیں؟ اگر کسی دوسرے مسلمان بھائی کی وجہ سے پیروی کر کے اس ظالم حاکم کو کچھ نذرانہ وغیرہ دے دے تو اس قسم کا دینا بھی دینے والے کے حق میں رشوت میں شمار ہوگا یا نہیں؟

المستفتی رحمت اللہ حیات اللہ سوداگر چرم نواب گنج ضلع گونڈہ

(جواب ۳۶۱) حاکم کو کچھ نذرانہ دینا کہ وہ اس کے موافق فیصلہ کرے یا اس اور شخص کو کوئی ناحق کام کرنے کے لئے کچھ دینا رشوت ہے۔ فی المصباح الرشوة بالكسر ما يعطيه الشخص الحاكم وغيره ليحكم له اويحمله على مايريد انتہی (ردالمحتار)(۱) کسی ظالم حاکم کے شر سے بچنے کے لئے کچھ رشوت دینا جائز ہے۔ لیکن اس حد تک جائز ہے کہ کسی دوسرے کی حق تلفی نہ ہو خواہ اس غرض سے اپنے واسطے یا دوسرے کسی بھائی کی خاطر سے۔ اس صورت میں رشوت کا وبال صرف آخذ پر ہوگا۔ دینے والے پر کچھ نہیں۔ الرابع ما يدفع لدفع الخوف من المدفوع اليه على نفسه اوماله حلال للدافع حرام على الآخذ لان دفع الضرر عن المسلم واجب ولا يجوز اخذ المال ليفعل الواجب ۔ انتہی (ردالمحتار ج ۴ ص ۳۱۶)(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

(جواب ۳۶۲) جو کام کہ خود اس پر کرنا لازم ہے اس کے کرنے پر اجرت لینا یا حق کو رعایت سے [illegible] کر دینا یہ رشوت ہے۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

رشوت لینے کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۲۷ء)

(سوال) یہاں پر دو شخص پولیس وغیرہ سے ملے ہوئے ہیں وہ یہ کارروائی کرتے ہیں کہ ملزم جو تھانہ میں آتا ہے ہندو ہو یا مسلمان اس سے ٹھہر کر سو یا دو سو جو کچھ ٹھہر گئے ان کا اس میں سے حصہ ہوتا ہے۔ اس طرح لوگوں کو دق دکھا کر روپیہ لینا کیسا ہے؟

(جواب ۳۶۳) یہ رشوت ہے۔ حرام ہے اور غریبوں کو ستانا اور ان سے روپیہ وصول کرنا سخت ترین ظلم ہے۔ ایسے ظالموں کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔(۵) محمد کفایت اللہ غفرلہ، دہلی۔

(۱ ۲) رد المحتار، كتاب القضاء، مطلب فی الكلام على الرشوة، ۵/۳۶۲ ط سعيد)

(۳) ولا يجوز اخذ المال ليفعل الواجب ۵/ ۳۶۲ ط سعيد)

(۴) الرشوة ما يعطيه الشخص الحاكم وغيره ليحكم له او يحمله على ما يريده (رد المحتار كتاب القضاء، مطلب فی الكلام على الرشوة، ۵/ ۳۶۲ ط. سعيد)

(۵) ما يدفع لدفع الخوف من المدفوع اليه على نفسه او ماله حلال للدافع حرام على الآخذ (رد المحتار كتاب القضاء، مطلب فی الكلام على الرشوة، ۵/ ۳۶۲ ط. سعيد)

(۱) حرام مال کے حلال ہونے کا طریقہ
(۲) حرام مال کا ورثاء کے لئے حکم
(۳) مخلوط مال سے تجارت کا حکم
(۴) حرام مال توبہ سے حلال نہیں ہوتا

(الجمعیۃ مورخہ ۳ اکتوبر ۲۹ء)

(سوال) (۱) مال حرام کے جائز و حلال ہونے کی کوئی صورت کسی وقت ممکن ہے یا نہیں؟ (۲) مورث کا مال حرام ورثاء کے واسطے شرعاً حرام ہے یا حلال؟ (۳) اگر کسی کے پاس مال مخلوط حلال و حرام ہو یعنی راس المال حرام تھا اس سے وہ تجارت یا زراعت کرتا ہے تو اب اس کے مال کا کیا حکم ہے؟ (۴) مال حرام بعد توبہ حلال ہو جاتا ہے یا نہیں؟

(جواب ۳۶۴) (۱) حرمت کی وجوہ مختلف ہیں اور ان سے حاصل شدہ مال کے احکام بھی مختلف ہیں۔ مال مغصوب یا مسروقہ مالک کی اجازت دینے اور بخش دینے سے حلال ہو جاتا ہے۔(۱)

(۲) مورث کا مال حرام جس کے متعلق وارث کو حرام ہونے کا علم ہو وارث کے لئے بھی حرام ہے اور اس کے ذمہ لازم ہے کہ وہ اصل مالکوں کو واپس کرے۔ مثلاً اگر وارث کو یہ علم ہو کہ مورث نے زید سے سود یا رشوت میں یہ سو روپے یا گھوڑا وغیرہ حاصل کیا تھا تو وارث کو لازم ہوگا کہ وہ سو روپے اور وہ گھوڑا اس کے مالک کو واپس کرے۔ کیونکہ وارث اس چیز کا وارث ہوتا ہے جو اس کے مورث کی ملک ہو اور جو چیز کہ اس کے مورث کی ملک ہی نہیں تھی وارث اس کا بحیثیت وارث ہونے کے مستحق ہی نہیں ہوتا۔(۲)

(۳) مال مخلوط میں اکثریت پر احکام جاری ہوتے ہیں۔ اگر اکثر حلال ہے تو حلال کا حکم دیا جائے گا۔ اور اکثر حرام ہے تو حرام کا۔(۳)

(۴) توبہ سے مال حلال نہیں ہوتا۔ زنا وغیرہ کا گناہ معاف ہو جاتا ہے۔(۴) محمد کفایت اللہ غفر لہٗ

کرایہ دار کا پگڑی لے کر دوسرے آدمی کو آباد کرنا

(سوال) کرایہ دار جو کہ مکان یا دکان میں آباد ہے وہ کسی دوسرے شخص سے پگڑی کا روپیہ لے کر اپنی جگہ پر دوسرے شخص کو آباد کر دیتا ہے یا مالک جائیداد اس سے پگڑی کا روپیہ لے کر جگہ خالی کرتا ہے یہ پگڑی لینا جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی حاجی محمد داؤد (دہلی) ۷ اپریل ۱۹۴۹ء

---

(۱) غصب من آخر ساحة و دخلها في بنائه او غصب من آخر نخلة وغرسها في ارضه وكبرت حتى انقطع حق المالك ثم ان المالك قال للغاصب وهبت لك الساحة و النخلة صح وهذا ابراء عن الضمان (الهندية، كتاب الغصب، الباب السادس، ۵ / ۱۳۷ ط ماجدية)

(۲) اخذ مورثه رشوة او ظلما ان علم ذلك بعينه لا يحل له اخذه (رد المحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في من ورث مالا حراما، ۵ / ۹۹، سعيد)

(۳، ۴) في القنية الرشوة يجب ردها ولا تملك وفيه دفع للقاضي و غيره سحتا لاصلاح المهم فاصلح ثم ندم يرد ما دفع اليه (رد المحتار، كتاب القضاء، مطلب في الكلام على الرشوة ۵ / ۳۶۲ ط سعيد)

(جواب ۳٦۵) پگڑی کا روپیہ لینا خواہ دوسرے کرایہ دار سے خواہ مالک جائیداد سے لیا جائے ناجائز ہے۔ مالک جائیداد کو تو اپنی جائیداد واپس لینے کا حق ہے۔ اور کرایہ دار کو یہ جائز نہیں کہ وہ جائیداد دوسرے کرایہ دار کو دے اور اس پر پگڑی کی رقم بطور رشوت کے وصول کرے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

(۱) بلیک کر کے مال بیچنے کا حکم
(۲) عام ریٹ سے سستے داموں چیز بیچنا
(۳) زیادہ غلہ لینے کے لئے فرضی نام لکھوانا جائز نہیں
(۴) روپے کی ڈیڑھ روپے کے بدلہ میں بیع کرنا

(سوال) (۱) بلیک یعنی حکومت سے چھپ کر فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲) کنٹرول میں جو چیزیں مثلاً ایک روپے کا سیر بھر چاول ملتا ہے ہم پوری سے شہر والوں کو ایک روپیہ کے دو سیر چاول دیں تو جائز ہے یا نہیں؟ (۳) راشن کارڈ میں جتنے آدمی لکھے ہیں انہیں کو غلہ ملتا ہے وہ کافی نہیں ہوتا ہے اگر گھر کے آدمیوں سے زیادہ نام لکھا دیں تو جائز ہے یا نہیں؟ (۴) چاندی کا ایک روپیہ ڈیڑھ روپیہ میں بکتا ہے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی حافظ عبدالرحمن از ابراہیم پور

(جواب ۳٦٦) (۱) حکومت سے چھپ کر خرید و فروخت کرنا قانوناً جرم ہے شرعاً جرم نہیں لیکن اس کی وجہ سے جھوٹ بولنا پڑے تو وہ حرام ہے۔(۲) (۲) اپنے مال کو اپنے نرخ سے بیچنا مباح ہے مگر اس میں بھی جھوٹ بولنا پڑے تو حرام ہے۔(۳) (۳) فرضی نام لکھوانا جائز نہیں ہے۔(۴) (۴) یہ جائز ہے مگر مبادلہ غیر جنس ہونا ضروری ہے۔(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

چھٹا باب
کاروبار کی تعطیل

یک شنبہ کو کاروبار بند کرنے کا حکم

(سوال) ہم تجارت پیشہ لوگ یکشنبہ کو اپنا کاروبار بند اس غرض سے کرتے ہیں کہ ہمارے بازار میں دوسری قوم کے لوگ بھی ہیں اور وہ لوگ یکشنبہ کے سوا کاروبار بند کرنے کو ناخوش ہیں۔ یہ کاروبار کرنا محض اس غرض سے ہے کہ ہفتہ میں ایک روز آرام و تفریح ہو جائے۔ یکشنبہ کو کاروبار بند کرنے میں سہولت یہ ہے کہ تمام سرکاری دفاتر وغیرہ بند رہتے ہیں اور عوام بھی عام طور پر کاروبار میں دلچسپی نہیں لیتے۔

---

(۱) بحوالہ سابق نمبر ۳، ٤ ص ۳۵۵

(۲،۳،۴) عن ابی هريرة رضی الله تعالی عنه عن رسول الله عليه السلام قال آية المنافق ثلث اذا حدث كذب واذا وعد اخلف واذا اؤتمن خان (رواه النسائی، كتاب الايمان، علامة المنافق، ۲/ ۲۳۲ ط سعيد)

(۵) (وعلته) ای علة تحريم الزيادة (القدر مع الجنس، فان وجدا حرم الفضل والنساء) (الدر المختار، باب الربا، ۵/ ۱٦۹-۱۷۰ ط سعيد)

المستفتی نمبر ۱۱۱۳ عبداللہ سلیمان صاحب (بمبئی) ۷ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ م ۲۶ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۶۷) یکشنبہ کو عیسائی تو اس لئے کاروبار بند رکھتے ہیں کہ یکشنبہ ان کے مذہب کے لحاظ سے مقدس دن ہے۔ تو اگر کوئی مسلمان بھی یکشنبہ کی تقدیس کی نیت سے کاروبار بند کرے تو یہ مشابہت ہوگی اور اس کا یہ فعل ناجائز ہوگا۔(۱) لیکن اگر مسلمان کاروباری حیثیت سے کہ یکشنبہ کو بینک و ڈاک خانہ کی مالیات کا شعبہ بند ہوتا ہے۔ ریلوے آفس میں بھی پارسل لینے دینے کا کام بند رہتا ہے اس روز دکان بند رکھے تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ یہ ایک قسم کی مجبوری ہے دن کی تقدیس نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

ساتواں باب
فاحشہ کا کمایا ہوا مال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی خلق الانسان وشرفه وکرمه وعلمه مالم یکن یعلم وفتح علیه ابواب رحمته فخصص وعمّم وارسل رسله بالهدایة التی هی اقوم فهدوا عباده واخرجوهم الی النور من الظلم وشادوا ما کان اندرس من الدین وانهدم وحلوا عباده المتقین بالمعارف والحکم وانذروا العصاة من الویل والعذاب والنقم فسبحانه ما اجل شانه وما اعظم وما ادل برهانه وما احکم والصلوٰة والسلام علی رسوله الاکرم ونبیه المکرم الذی بعث وعلم وزکی بتلاوة ایاته نفوس بنی ادم صلی الله تعالیٰ علیه وعلیٰ اله واصحابه وسلم۔

اما بعد فانه قد جری الکلام بینی وبین الفاضل العلامة المولوی الحافظ عبدالله الغازیفوری فی مسئلة حلة الاموال المکتسبة بالزناء بعد التوبة وحرمتها وذلك بانه سئل عن الاموال التی کسبتها الزانیة بالبغاء هل تحل لها ولغیرها من المسلمین بعد ما تابت وتحصنت ام تبقی محرمة کما کانت قبل التوبة وما سبیل التخلص من تبعاتها لها فافتی الفاضل الغازیفوری بانها تحل لها ولغیرها باذنها فانها اذا تابت وتحصنت زال خبث الاموال وصارت طیبة طاهرة فسبیلها سبیل الاموال الطیبة المکتسبة من الوجوه الشرعیة فلما بلغنی فتواه ورایته مخالفا للشریعة الطاهرة ومضادا للنصوص الظاهرة رددت علیه فی جزء یسیر من الکلام بالعربیة صیانة عن غوغاء العوام وارسلت الیه لعله ینظر ویتفکر فیرجع الی الحق الذی سطع ونوّر ولما وصل الیه کتابی لم یقنع بما فیه من البراهین والشواهد فعاد راداً وکتب جوابه فی خمس وعشرین صفحة وارسل الی فلما رایته وقعت فی عجب واردت ان افصل له ماخفی علیه فکتبت جوابه مفصلا وارسلت الیه وعاش رحمه الله بعد وصول جوابی الیه عدة سنین ولم یرد جوابا فلا ادری

---

(۱) عن ابن عمر قال قال رسول الله علیه السلام من تشبه بقوم فهو منهم (مشکوة المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص ۳۷۵ ط سعید)

ارجع عن قوله او لم يتيسر له جواب او تيسر و لم يتيسر له الا رسال حتى توفى وكان عالماً فاضلاً متعدداً من طائفة اهل الحديث رحمه الله تعالى

وانا العبد الراجي رحمة مولاه محمد كفايت الله غفرله ربه وكفاه

فعل بد سے توبہ کرنے کی صورت میں فاحشہ عورت کے پہلے مال کا حکم

(سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک فاحشہ عورت نے اپنے فعل بد سے توبہ کی۔ اب جو اس کے پاس مال ہے فعل بد سے کمایا ہوا وہ اس کو اور تمام مومنین کو کھانا حلال ہے یا حرام؟ بینوا توجروا۔

(جواب)(از مولانا عبداللہ غازی پوریؒ) حلال ہے۔ اس لئے کہ وہ فعل بد، فعل نیک سے بدل گیا۔ پس اب وہ مال فعل نیک سے کمایا ہوا ہو گیا۔ قال الله تعالىٰ الا من تاب وامن وعمل عملاً صالحاً فاولئك يبدل الله سيأتهم حسنات وكان الله غفوراً رحيماً (الفرقان (۱) رکوع آخر) وقال الله تعالى فمن جاءه موعظة من ربه فانتهى فله ما سلف (البقرہ رکوع ۳۸) (۲) والله اعلم۔

کتبہ محمد عبداللہ غازی پوری ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۲۹ھ

(جواب ۳۶۸)(از حضرت مفتی اعظمؒ) فعل بد سے کمایا ہوا مال زانیہ کی ملک میں داخل نہیں ہوتا۔ پس توبہ کے بعد نہ خود اسے اس کا استعمال درست ہے نہ اور مسلمانوں کو۔ توبہ سے فعل کا گناہ معاف اور مواخذہ مرتفع ہو سکتا ہے۔ نہ یہ کہ اموال محرمہ جو ابھی تک اس کی ملک سے خارج ہیں وہ بھی حلال ہو جائیں۔ آیت کریمہ جو فاضل مجیب نے استدلال میں پیش کی ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے۔ اس سے صرف گناہوں کی معافی پر استدلال ہو سکتا ہے یا گناہوں کے بدلے اور نیکیوں کے ملنے پر۔ مال مکتسب من الحرام کی حلت پر اس میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ سوال کا جواب اس قدر کافی ہے تاہم اہل علم کے اطمینان کے لئے مجیب کے جواب پر ایک حاشیہ عربی عبارت میں (صیانۃ عن غوغاء العوام) لکھ دیتا ہوں۔

هو المصوب اقول ما فهمه المجيب العلامة الغازيفوري من قوله تعالى فاولئك يبدل الله سيأتهم حسنات (۳) من ان السيئات باعيانها تبدل و تصير حسنات باطل لا يساعده نقل ولا يعضده عقل. والكلام على ذلك بوجوه اما اولاً فنقول لو كان المراد بالتبديل المذكور في الاية تبديل اعيانها بمعنى ان السيئات تصير باعيانها حسنات لزم ان يمتنع اقامة الحد على الزاني والسارق والشارب والقاذف وقاتل النفس المحرم قتلها اذا تابوا قبل اقامة الحد و ان تحل الاموال المسروقة والمغصوبة والرشى كلها للسارق والغاصب والمرتشي اذا تابوا قبل اقامة الحد على السارق وتضمين الغاصب. وان يكون كفر الكافر وزنا الزاني وسرقة السارق حسنات

---

(۱) سورة الفرقان، الجزء التاسع عشر، رقم الآية نمبر ۷۰

(۲) سورة البقرة، الجزء الثالث، رقم الآية ۲۷۵

(۳) سورة الفرقان، الجزء التاسع عشر، رقم الآية ۷۰

في وقت وحسنات في وقت آخر، وان ينقلب الكذب بعينه تصديقا، وان يثبت نسب ولد الزنا من الزاني اذا تاب، وان يتوارث الزاني وولده من الزنا بعد التوبة، واللوازم كلها منفية شرعا فالملزوم مثلها. اما وجه اللزوم في الاول فهو ان العقوبات الشرعية انما تجب على الجنايات والسيئات، واذا لم تبق السيئات بعد التوبة جنايات بل صارت حسنات وجب ان ترتفع العقوبة والا لزم اثابتها على الحسنة وهو باطل، لقوله تعالیٰ ما على المحسنين من سبيل (١) واما في الثاني فهو ان الاموال الحاصلة بالسيئات اذا صارت بعد التوبة حاصلة على الحسنات كما قلتم فلا سبيل للحكم بحرمتها عندكم، فان فرقتم بان المال المسروق والمغصوب باق على ملك المسروق والمغصوب منهما ولذا لا يحل للسارق والغاصب، رد بان المال المأخوذ على الزنا ايضا لم يخرج عن ملك الزاني ولم يدخل في ملك الزانية (٢) فاين الفرق؟ وان قلتم المال المكتسب بالزنا يدخل في ملك الزانية، قيل لكم هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين. واما في الثالث والرابع فهو ان السيئات اذا صارت باعيانها حسنات فلزوم كونها سيئات وحسنات بين لا سترة فيه فان العين واحد. واما في الخامس والسادس فهو ان عدم ثبوت النسب فرع كون الوطي حراما وزنا وعدم التوارث فرع عدم ثبوت النسب ولما صار الوطي الذي كان حراماً وزنا بعد التوبة حلالا وحسناً لزم ثبوت النسب والتوارث وهذا بين. اما بطلان اللوازم فباجماع من يعتد به من علماء الشريعة المقدسة فانه لم يقل احد من الائمة بحل الاموال المسروقة والمغصوبة والرشى بعد التوبة قبل اقامة الحد، وبكون شيء واحد سيئة في وقت وحسنة في آخر، وبجواز انقلاب الكذب تصديقا، وبثبوت النسب من الزاني بعد التوبة، وبالتوارث بين الزاني واولاده من الزنا.

واما بيان اقوال المفسرين فقد اوردوا في تفسير هذه الآية اربعة اقوال. القول الاول ان المراد بقوله تعالیٰ فاولئك يبدّل الله ان الله تعالیٰ يبدل قبائح اعمالهم في الشرك محاسن الاعمال في الاسلام.

قال ابن عباس هم المؤمنون كانوا قبل ايمانهم على السيئات فرغب الله بهم عن ذلك فحولهم الى الحسنات وابدلهم مكان السيئات حسنات (رواه ابن جرير في تفسيره تحت هذه الآية الكريمة) (٣) وقال سعيد بن المسيب رضي الله تعالى عنه نزلت في وحشي واصحابه حين قالوا كيف لنا بالتوبة وقد عدلنا بالله (الى ان قال) فابدلهم الله تعالى بعبادة الاوثان عبادة الله وابدلهم بقتال مع المشركين قتالا مع المسلمين للمشركين وابدلهم بنكاح المشركات نكاح

---

(١) سورة التوبة، الجزء العاشر، رقم الآية ٩١

(٢) من شرائط الصحة منها رضا المتعاقدين ومنها ان يكون مقدور الاستيفاء حقيقة او شرعا فلا يجوز الاستئجار على المعاصي (الهندية، كتاب الاجارة الباب الاول ٤/ ٤١١ ط ماجدية) وفي الهندية ايضا: لا تجوز الاجارة على شيء من الغناء والنوح ولا اجر في ذلك وهذا كله قول ابي حنيفة رحمة الله عليه وابي يوسف رحمه الله عليه ومحمد رحمة الله عليه (الهندية، كتاب الاجارة الباب الخامس عشر الفصل الرابع ٤/ ٤٤٩ ماجدية)

(٣) التفسير للطبري لابن جرير، سورة الفرقان، الجزء التاسع عشر، رقم الآية ٧٠، ص ١٩/ ٢٩

المؤمنات (رواه ابن جرير) (١) فهذا صريح في ان المراد بالتبديل في الاية عند ابن عباس وسعيد بن المسيب رضي الله تعالىٰ عنهما هو التحويل من حال الى حال وصرح بما مارواه ابن جرير عن ابن عباس انه قال بالشرك ايمانا وبالقتل امساكا وبالزنا عفة واحصانا وعلى هذا التقدير انما يكون التبديل في الدنيا وهو التوفيق الذى صار سببا لايمانه وطاعته (٢) القول الثاني ان المراد انه تعالىٰ يمحو السيئات الماضية ويثبت مكانها حسنات بالتوبة۔ قاله الزجاج وروى عن سعيد ابن المسيب ايضا (٣) والقول الثالث ان المراد تبديل ملكة السيئات بملكة الحسنات والقول الرابع ان المراد تبديل العقاب بالثواب قاله القفال والقاضي (تفسير (٤) كبير والبيضاوى (٥) والمدارك) (٦) فان قيل فقد روى ابن جرير في تفسيره عن سعيد ابن المسيب انه قال تصير سيئاتهم حسناتهم يوم القيامة۔ وهذا يدل على ان المراد تبديل اعيان السيئات بالحسنات فمن ليس كذلك قلت فانه يمكن ان يكون مراد سعيد ان سيئاتهم تمحى ويعطون حسنات مكانها وهذا هو الراجح لانه يؤيده قول سعيد المار ولما كان في كلام سعيد هذا مظنة الوهم الى ان السيئات تصير باعيانها حسنات دفعه المفسر بقوله قال ابو جعفر اولى التاويلين هو الاول (يعني ان المراد تحويلهم الى الحسنات) فان فيه نقلهم عما يسخطه الله من الاعمال الى ما يرضى واسقاطنا ذلك اولى بتاويل الاية لان الاعمال السيئة التي قد كانت مضت على ما كانت عليه من القبح وغيره جائز تحويل عين قد مضت بصفة الى خلاف ما كانت عليه الا بتغييرها عما كانت عليه من صفتها في حال اخرى فيجب ان فعل ذلك كذلك ان يصير شرك الكافر الذى كان شركا في الكفر بعينه ايمانا يوم القيامة بالاسلام ومعاصيه كلها باعيانها طاعة وذلك مالا يقوله ذو حجى انتهى (ابن جرير) (٧) قلت انما قال ابو جعفر اولى التاويلين لان لكلام سعيد محملا صحيحاً كما بينا ويؤيده حديث اخر اهل النار خروجا من النار ودخولاً الجنة فان فيه انه تعالىٰ يقول له لك مكان كل سيئة حسنة (٨) واذا عرفت هذا فاعلم ان المجيب العزيزپوری اخطأ في فهم المراد بالتبديل وانزل الاية على تبديل السيئة بعينها حسنة كما صرح في جوابه وانت خبير ان احداً من المفسرين لم يذهب اليه بل رده ابو جعفر وحكم بانه قول لا يصدر عن عاقل ونقل الرازى في تفسيره الكبير عن الزجاج انه قال السيئة بعينها لا تصير حسنة (١٠) وقال في المدارك ولم يرد به ان السيئة بعينها

---

(١) (التفسير الطبرى لابي جعفر محمد بن جرير الطبرى المسمى بجامع البيان تفسير القرآن سورة الفرقان، الجزء التاسع عشر، رقم ٧٠ ص ١٩ ٢٩ ط بيروت) ص الصحيح عندنا الاوثاني نعم في رواية عن ابن عباس عدل بالله ١٨ ٢٧

(٣،٢) (تفسير ابن جرير سورة الفرقان ١/ ٢٩ ط بيروت)

(٤) (التفسير الكبير، سورة الفرقان، الجزء التاسع عشر ٢٤ ١١٢ رقم الآية ٧٠ ص مكتبة الاعلام الاسلامى،

(٥) (تفسير بيضاوى سورة الفرقان، ٣ ١٠٣ ص كتب خانه رحيميه ديوبند)

(٦) (التفسير النسفى المسمى تفسير المدارك، سورة الفرقان، ٢/ ١١٧٩ رقم الآية نمبر ٧٠ ط. قديمى)

(٧) (التفسير لابن جرير ١٩ ٣٠ سورة الفرقان، الجزء التاسع عشر. رقم الآية نمبر ٧٠

(٩،٨) (التفسير لابن جرير، سورة الفرقان، ١٩/ ٣٠ رقم الآية ٧٠)

(١٠) (التفسير الكبير، سورة الفرقان جزء التاسع عشر رقم الآية ٧٠ ص ٢٤ ١١٢ ط. مكتب الاعلام الاسلامى،

حسنة ولكن المراد ما ذكرنا انتهى ۔(١) قلت سمعت ما يلزم على هذا القول من المفاسد التي بينا ها سابقا فكيف يظن بعاقل تفقه في الدين ووعى الاصول الشرعية ان يقول به۔ اما المعاني الاربعة المنقولة من السلف فلا يلزم عليها شئ من تلك المفاسد وليس في شئ منها حجة للمجيب : فان مآلها الى حمل التبديل المذكور في الآية اما على الوفق او على تبديل الملكة او على اثبات الحسنات مكان السيئات او على تبديل العقاب بالثواب وفي كل ذلك لا يلزم ان تصير السيئة بعينها حسنة ولما لم تنقلب السيئات باعيانها عن وصف الحرمة فالاموال الماخوذة عليها ماخوذة على السيئات فتكون محرمة خبيثة بعد التوبة ايضا كما كانت قبلها واما ثالثا فانه قد خطر ببالي وجه قوي يدل على حرمة الاموال المذكورة بعد تسليم انقلاب السيئة حسنة ايضا فنقول لئن سلمنا ذلك فغاية ما ثبت به ان صاحب السيئة لا يؤاخذ باخذ المال عليها كما لا يؤاخذ على ارتكاب السيئة نفسها اما حل الاموال فهو بمراحل عن مفهوم الآية الكريمة فان الوطي الحرام مثلا وان انقلب وتبدل حلالا او حسنا لا يمكن جعله سببا شرعيا لاخذ المال لا باثباته نكاحا ولا بغيره من الطريق فبقي المال الماخوذ عليه ماخوذا بلا سبب شرعي فيجب عليها ان ترد المال الى مالكه فانه في يدها امانة وما لم ترد المال لا تصير تائبة لان رد المال من تمام توبتها وكذلك السرقة اذا تاب صاحبها لا سبيل الى جعلها سببا لتملك الاموال المسروقة للسارق فبقي المال عنده بعد التوبة خاليا عن سبب الملك من بيع او شراء او هبة او تضمين او ارث او غيرها فيجب عليه رده وذلك من تمام توبته ۔ وقس عليه غيرها واما رابعا فالتبديل المذكور في الآية مترتب على ثلثة اشياء التوبة والايمان والعمل الصالح فما لم يتحقق الاشياء الثلثة لم يجز الحكم بالتبديل وانت تعلم ان المذكور في السؤال هو التوبة وحدها واثبات الايمان بان السؤال وارد في زانية مؤمنة او بان التوبة تعقب الايمان ايضا ممكن اما الاعمال الصالحة فليس لها ذكر في السؤال ولم يتعرض له المجيب في جوابه فليت شعري كيف جاز له الحكم بالتبديل مع انتفاء شرطه ان لم تصر صالحة او مع انتفاء العلم بوجود الشرط واما خامسا فان الآية الكريمة انما تدل على تبديل اعمال المكلفين من صفة الى صفة اما تبديل صفة الاموال اعني الحرمة فلا دلالة للآية عليها بوجه من الوجوه ومن المعلوم ان الحرمة التي كان المال موصوفا بها قبل التوبة هي من صفات المال لا من صفات اعمال المرتكبين فان قيل تبدل صفة المال فرع تبدل صفة العمل قلنا ممنوع وان سلم كان اقرارا من المجيب بان الحكم بحلة المال قياسي لا منصوص والقياس من وظيفة المجتهد واما سادسا فان الآية مخصوص بمن اسلم من الكفار كما ينادي به صدر الآية اعني قوله تعالى والذين لا يدعون مع الله الها آخر وعجزها اعني قوله تعالى الا من تاب وآمن الا

---

(١) (تفسير النسفي المسمى بتفسير المدارك سورة الفرقان ص ٢ / ١١٧٩ رقم الآية ٧٠) ط قديمي نسر ١ لعل الاولى ثبت حسنة به لم يذهب احد من المفسرين اليه الا ابو جعفر عبدالحق

بذلك وفي الحديث ان الاسلام يهدم ما كان قبله (٢) وقال ابن جرير في تفسيره الا من تاب من المشركين فآمن بالله ورسوله وعمل عملا صالحا يقول وعمل بما امره الله فاطاعه فان الله فاعل به من ابداله سيئ اعماله في الشرك بحسنها في الاسلام (٣) انتهى وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنه قال يبدل الله اعمالهم السيئة التي كانت في الشرك بالاعمال الصالحة حين دخلوا في الايمان (ابن جرير) (٤) فلا يصح الاستدلال بها على تبدل الآثام التي جعل الشرع لها حدودا او تعزيرا على مستحقيه ونهي عن الشفاعة فيها والعفو عنها بعد تحققها الا ما شاء الله اما استدلاله بالآية الكريمة فمن جاءه موعظة من ربه فانتهى فله ما سلف (٥) فلا يصح ايضا فان الآية نزلت فيمن اخذ شيئا قبل التحريم ثم نزل الله تحريمه فانتهى فله ما اخذ قبل التحريم لا الذين بلغهم التحريم ولم ينتهوا ولم يدعوا بل اكتسبوا السيئات واحدة والاموال من طرق منهية فلا تدل الآية على ان تلك الاموال تحل لهم بالتوبة قال ابن جرير في تفسيره تحت هذه الآية الكريمة من جاءه موعظة فانتهى عن اكل الربوا وارتدع عن العمل به وانزجر عنه فله ما سلف يعني ما اكل واخذ فمضى قبل مجيء الموعظة والتحريم من ربه في ذلك انتهى ثم قال اما الموعظة فالقرآن انتهى (٦) وقال القاضي البيضاوي في تفسيره فمن بلغه وعظ من الله وزجر كالنهي عن الربوا فانتهى فاتعظ وتبع النهي فله ما سلف تقدم اخذه التحريم ولا يسترد منه انتهى ومثله في التفسير الكبير (٨) والخازن (٩) والمدارك (١٠) وغيرها ومن المعلوم ان الراشة قد جاءتها موعظة من ربها (النهي عن الربا في القرآن المجيد والحديث) فلم تنته ولم ترتدع عن الربا واخذت ما اخذت بعد التحريم ومجيء الموعظة فاين هذا من ذاك فاستدلال المجيب بالآية الدالة على حلة المأخوذ قبل التحريم على حلة الاموال المكتسبة بطرق المحرمة بعد التحريم ليس من الصحة في شيء هذا والله تعالى اعلم وهو المسؤول للهداية والعصمة في الرواية والدراية فقط

كتبه العبد المسكين الاواه محمد كفايت الله غفرله مولاه المدرس الاول في مدرسة الامينية الواقعة بدهلي

السادس من جمادى الاولى سنه ١٣٢٩ھ

لله در المجيب المصيب حيث كفى وشفى جزاه الله تعالى خير الجزاء

كتبه اشرف علي ۔ ٢ رجب سن ١٣٢٩ھ

---

(١) سورة الفرقان، الجزء التاسع عشر رقم الآية ٦٧، ٧٠
(٢) هذا جزء من الحديث الطويل رواه مسلم، في كتاب الايمان، باب كون الاسلام يهدم ما كان قبله وكذا الحج والهجرة، ص ١/٧٦ ط قديمي
(٣) تفسير الطبري، سورة الفرقان الجزء التاسع عشر، رقم الآية ٧٠ ص ١٩/ ٣٠ ط بيروت
(٤) اخرجه هو وكذا برواية ابن زيد سورة الفرقان تفسير الطبري ١٩/ ٣٠ رقم الآية ٧٠ ط بيروت
(٥) سورة البقرة، الجزء الثالث رقم الآية نمبر ٢٧٥
(٦) تفسير الطبري سورة البقرة الجزء الثالث، ص ٣/ ٦٩ رقم الآية ٢٧٥ ط بيروت
(٧) تفسير البيضاوي، سورة البقرة الجزء الثالث ص ١٧٨ رقم الآية ٢٧٥، ط سعيد
(٨) تفسير الكبير سورة البقرة الجزء الثالث ٧/ ١٠٠ رقم الآية ص مكتب الاعلام الاسلامي
(٩) تفسير الخازن سورة البقرة الجزء الثالث ١/ ٣٠٠ رقم الآية نمبر ٢٧٥ ط مصر
(١٠) تفسير المدارك سورة البقرة الجزء الثالث ١/ ١٩٢ رقم الآية ٢٧٥ ط قديمي

(نوٹ) حضرت مفتی اعظمؒ کے مذکورہ بالا جواب کے بعد مولانا عبداللہ غازی پوری نے جواب الجواب تحریر فرمایا جو فل سکیپ سائز کے چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ پھر حضرت مفتی اعظمؒ نے اس کا رد تحریر فرمایا جو ساٹھ صفحات پر ہے۔ یہ تحریریں مناظرانہ ہیں اور عربی زبان میں ہیں اگر توفیق یزدی شامل حال ہوئی تو انشاء اللہ ان کو ایک مستقل کتاب کی صورت میں شائع کیا جائے گا۔ ناظرین کے لئے یہ درج شدہ فتوی کافی ہے
(واصف عفی عنہ)

تم الجزء السابع من کفایۃ المفتی ویلیہ الجزء الثامن اولہ کتاب البیوع

فرہنگ اصطلاحات

(الف)

احوط۔ قریب باحتیاط، جواز کی دو یا زیادہ صورتوں میں سے وہ صورت جو تقویٰ کے قریب تر ہو۔

استخفاف۔ حقیر سمجھنا۔

احتضار۔ نزع کا وقت۔ موت کے فرشتوں کا قبض روح کے لیے حاضر ہونا۔

اطراء۔ کسی کی تعریف میں حد سے زیادہ مبالغہ کرنا۔

اضطرار۔ ایسی حالت کا پیدا ہو جانا کہ جان کے ہلاک ہو جانے کا یا کسی عضو کے ٹوٹ جانے کا یقین ہو جائے۔

اجماعی مسئلہ۔ وہ عقیدہ یا حکم جس پر تمام مجتہدین متفق ہوں۔

الہام۔ خدا کے نیک بندوں کے دل میں خدا کی طرف سے جو کوئی بات ڈالی جاتی ہے اسے الہام کہتے ہیں۔ یہ وحی کے بعد کا درجہ ہے ملہم اسم فاعل ملہم اسم مفعول

ادلۂ اربعہ شرعیہ۔ چار شرعی دلیلیں، جن پر احکام شرعیہ کا مدار ہے۔ اول قرآن مجید، دوم حدیث شریف، سوم اجماع امت، چہارم قیاس (مجتہد)

احناف۔ حنفی کی جمع۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین۔

اتفاقاً۔ متفقہ طور سے، با تفاق۔

استدلال۔ دلیل پکڑنا، کسی مسئلہ مطلوبہ کو ثابت کرنے کے لئے کوئی اصول پیش کرنا۔

احتجاج۔ حجت پکڑنا، کسی مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے کوئی صاف اور واضح دلیل پیش کرنا جو مقابل کی دلیلوں کو کاٹ دے اور اس کو مغلوب کر دے۔

اسرائیلیات۔ زمانہ ماقبل اسلام کے پیغمبروں، امتوں، ملتوں اور سلطنتوں سے تعلق رکھنے والی وہ روایات وحکایات جو اہل کتاب کی مذہبی کتابوں سے منقول ہیں۔

الحاد۔ بے دینی ملحد اس کا اسم فاعل ہے۔

اجل۔ وقت مقررہ یا میعاد۔ واضح ہو کہ لفظ اجل کے معنی موت کے نہیں ہیں۔ محاورہ میں مجازاً اس سے موت کے معنی مراد لے لیتے ہیں۔

(ب)

برزخ۔ موت کے بعد قیامت تک کا زمانہ۔

(ت)

تعزیر۔ سزا دینا۔ کسی جرم کی وہ سزا جو حاکم اسلام اپنی صوابدید اور رائے سے تجویز کرے اور شریعت کی کوئی خاص سزا مقرر نہ کی گئی ہو۔

تکفیر۔ کفر کا حکم لگانا۔

تاویل۔ لفظ مشترک کے چند معانی محتملہ میں سے بقرائن ایک معنی کو ترجیح دینا۔ (اگر وہ ترجیح اصول شرعیہ کے خلاف نہ ہو تو تاویل مقبول ہے ورنہ تاویل باطل)

تاجیل۔ میعاد یا وقت یا مدت مقرر کرنا یا طے کرنا۔

تعبیر۔ کسی مفہوم ومعنی کو بیان کرنے کے لئے چند اسالیب بیان میں سے ایک اسلوب بیان کو یا چند مترادف الفاظ میں سے ایک کو اختیار کرنا۔

تحریف۔ الفاظ یا مفہوم میں اصل مقصد کے خلاف اپنی مرضی کے مطابق ادل بدل کر دینا۔

تواتر۔ کسی بات کا اتنے کثیر راویوں کے ذریعہ سے تسلسل کے ساتھ ہم تک پہنچنا جن کے متعلق جھوٹ کا گمان نہ ہو سکے۔ جیسے قرآن مجید کہ ہم تک بطریق تواتر پہنچا ہے۔

تشریع۔ کسی بات کو دین قرار دینا، مذہب قائم کرنا۔

تحدی۔ قوت مضبوطی اور دعوے کے ساتھ کسی بات کو دوسروں کے سامنے پیش کرنا، چیلنج کرنا۔

تلبیس۔ جھوٹ سچ کو ملا دینا، صحیح بات کو مشتبہ کر دینا۔

توجیہ۔ کلام کے محمل کو بیان کرنا اور وجہ وسعت کو ظاہر کرنا تاکہ اس کا غلق وابہام دور ہو جائے اور دوسرے کلام سے اس کا تعارض رفع ہو جائے

تھیوری۔ (انگریزی) نظریہ۔

تثلیث۔ تین خدا ماننا (عیسائیوں کا عقیدہ)

جماہیر۔ (جمہور کی جمع) مراد اسلام کے علماء اور صاحب الرائے لوگ

جاہلیت۔ (عہد جاہلیت) حضرت رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے کا زمانہ۔

(ح)

حربی۔ دارالحرب کے غیر مسلم باشندے یا رعایا۔

حنفیہ۔ (حنفی کی جمع) حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلدین۔

حنبلیہ (حنبلی کی جمع) حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مقلدین۔

حجت۔ (برہان) ایسی صاف اور واضح دلیل جو مقابل کی دلیلوں کو کاٹ دے اور اس کو مغلوب کر دے۔

حمد۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرنا۔

حد۔ جرم کی وہ سزا جو دلیل قطعی کی رو سے شرعاً ثابت اور مقرر ہو۔

(خ)

خارق عادت۔ کوئی ایسا کام یا واقعہ جو فطرت کے عام دستور و معمول کے خلاف کسی آدمی سے بغیر اسباب و آلات کے ظاہر ہو۔ (پیغمبر سے ظاہر ہو تو اس کو معجزہ اور ولی سے ظاہر ہو تو اس کو کرامت اور غیر مسلم سے ظاہر ہو تو اس کو استدراج کہتے ہیں لیکن ان تینوں میں اور بھی بہت سے باریک فرق ہیں)

(د)

دارالاسلام۔ وہ ملک جس میں مسلمانوں کی خود مختار حکومت ہو اور اسلامی احکام و قوانین جاری کرنے پر قادر ہو۔

دارالحرب۔ وہ ملک جس میں اقتدار اعلیٰ غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہو۔

دیانۃ۔ وہ معاملہ جو بندے اور خدا کے درمیان ہو۔

دلیل۔ کوئی اصول جس سے مسائل ثابت کئے جائیں۔

دلیل قطعی۔ وہ دلیل جو صاف و صریح اور واضح طور پر کتاب و سنت میں موجود ہو اس میں توجیہ و تاویل کی گنجائش نہ ہو۔

(ڈ)

ڈارون تھیوری۔ ڈارون کا نظریہ (ڈارون یورپ کا ایک فلاسفر تھا۔ اس نے اسلامی عقیدے کے خلاف یہ نظریہ پیش کیا تھا کہ انسان کی آفرینش حضرت آدم علیہ السلام کی صورت میں نہیں ہوئی ہے بلکہ پہلے ایک کیڑا تھا۔ پھر اس نے گرگٹ وغیرہ کی شکل اختیار کی پھر تدریجاً بہت سی مختلف صورتیں اختیار کرتا ہوا بندر کی صورت میں آیا اور بندر سے ترقی کر کے انسان بنا)

(ر)

ربوٰ۔ ربا۔ سود، بیاج۔

ردۃ۔ ارتداد، مرتد ہونا، اسلام سے پھر جانا۔

(ز)

زجراً۔ تنبیہاً، اظہار نفرت کے طور پر۔

زندیق۔ جو شخص آخرت کو نہ مانے اور خالق کے وجود کا قائل نہ ہو۔ زنادقہ جمع۔

زندقہ۔ آخرت کو نہ ماننا اور خالق کے وجود سے انکار کرنا۔

زمانہ جاہلیت۔ عہد جاہلیت۔ حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کا زمانہ۔

سیر۔ (سیرۃ کی جمع) سیرۃ کے معنی کسی شخص کی سوانح عمری مگر اصطلاحاً رسول اللہ ﷺ کے حالات زندگی مراد لیے جاتے ہیں۔ سیر کے دوسرے معنی مغازی۔

سنت۔ حدیث شریف یعنی رسول اللہ ﷺ نے دین کی حیثیت سے جو کام کئے یا کرنے کا حکم دیا۔ (آپ کا طریقہ اور نمونہ عمل)

سماع موتی۔ مردوں کا سننا۔ (یعنی یہ مسئلہ کہ آیا قبروں میں مردے باہر کی آواز سنتے ہیں یا نہیں؟)

سیاست۔ کسی جرم کی سزا جو حاکم انتظاماً اپنی رائے سے جاری کرے۔

(ش)

شہود۔ (شاہد کی جمع) گواہ۔

شہادتین۔ دو شہادتیں جو کلمہ شہادت میں ہیں۔ اللہ کی وحدانیت کی شہادت اور حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی شہادت۔

شان نزول۔ جن حالات کی وجہ سے یا جن اسباب کی بنا پر کوئی آیت نازل ہو۔ (سبب نزول یا موقع نزول)

شوافع۔ (شافعی کی جمع) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے مقلدین۔

(ص)

صراحتہ۔ صاف، واضح، غیر مشتبہ طور پر۔

(ع)

عقود ربویہ۔ سودی معاملات۔

(غ)

غالی۔ کٹر، متشدد۔

غلو۔ کٹرپن، شدت۔

غیر موجہ۔ وہ کلام جس میں توجیہ نہ کی گئی ہو۔

غنی۔ وہ شخص جو قربانی کا نصاب رکھتا ہو۔

(ف)

فروعی مسائل۔ جزوی مسائل، ایسے مسائل جو بطریق اجتہاد اخذ کئے گئے ہوں۔

فقیر۔ وہ شخص جو قربانی کا نصاب بھی نہ رکھتا ہو۔

(ق)

قاضی۔ وہ با اختیار مسلم جج جو سلطان اسلام کی طرف سے مقرر کیا گیا ہو اور شریعت کے مطابق فیصلے کرے۔

قضا۔ وہ حکم یا فیصلہ جو قاضی کی عدالت سے جاری ہو۔ واضح ہو کہ قضا کے معنی موت کے نہیں ہیں۔ اردو محاورہ میں بطور استعارہ کے مراد لے لیتے ہیں۔

قرون ثلثہ مشہود لہا بالخیر یا۔ قرون اولیٰ مشہود لہا بالخیر۔ وہ تین زمانے جس کے افضل و اعلیٰ اور باخیر ہونے کی شہادت مخبر صادق (ﷺ) نے دی۔ آپ نے فرمایا۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ۔ یعنی بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر ان لوگوں کا زمانہ جو میرے زمانہ کے لوگوں کے بعد آئیں گے پھر ان کا زمانہ جو ان کے بعد آئیں گے۔

(م)

محارب۔ دار الحرب کے غیر مسلم باشندے جو برسر جنگ ہوں۔

معتوہ۔ ناقص العقل مالخولیا زدہ تن۔

مقاطعہ۔ قطع تعلق، بائیکاٹ۔

مجر بکفر۔ کفر تک پہنچانے والا۔ یعنی کوئی ناجائز کام جو کفر کے قریب ہو۔

مجتہد فیہ۔ وہ مسئلہ جس کا حکم قرآن و حدیث میں صاف اور واضح طور پر موجود نہ ہو اور بطریق اجتہاد اخذ کیا گیا ہو۔

متفق علیہ۔ وہ مسئلہ جس میں ائمہ مجتہدین کا اتفاق رائے ہو۔

محتضر۔ وہ شخص جو نزع کی حالت میں ہو۔

مخبر صادق۔ سچی خبر دینے والا۔ یعنی حضرت رسول اللہ ﷺ۔

معہود۔ ایسا کام جو اوپر سے ہوتا چلا آتا ہو۔

مندوب۔ مستحب۔

مختلف فیہ۔ وہ مسئلہ جس میں مختلف رائیں ہوں۔ ضد متفق علیہ۔

مُحدَث۔ نئی ایجاد کردہ چیز۔ اس کا مصدر احداث اور اسم فاعل محدث ہے۔

مُحدِّث۔ حدیث شریف کا جید عالم۔

مالکیہ۔ مالکی کی جمع۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے مقلدین۔

مُلہَم۔ وہ شخص جس کو الہام ہو۔ اس کا مصدر الہام اور اسم فاعل ملہم ہے۔

ملائکہ سیاحین۔ وہ فرشتے جو اللہ کی طرف سے اس خدمت پر مقرر ہیں کہ دنیا میں ہر جگہ چلتے پھرتے رہیں اور جہاں کہیں لوگ عبادت اور وعظ و تذکیر و تلاوت وغیرہ میں مشغول ہوں وہ فرشتے اللہ تعالیٰ

کی بارگاہ میں ان کی گواہی دیں۔ درود و سلام رسول اللہ ﷺ تک وہی ملائکہ سیاحین پہنچاتے ہیں۔

مَنْقَبَتْ۔ صحابہ واہل بیت رضوان اللہ علیہم کے اوصاف، اور کارنامے۔

مُلْحِدْ۔ بے دین وہ شخص جو کسی دین کا قائل نہ ہو۔

مُتَخَلِفْ۔ وعدہ خلافی کرنے والا۔ اس کا مصدر تخلف ہے۔

مُنْکَرْ۔ وہ چیزیں یا وہ کام جن سے شریعت نے منع کیا ہے۔

مُنْکِرْ۔ انکار کرنے والا۔ انکار کا اسم فاعل۔

مُضْطَرْ۔ وہ شخص جو حالت اضطرار میں ہو۔ (دیکھو اضطرار)

متواتر۔ بطریق تواتر پہنچنے والی چیز۔ (دیکھو تواتر)

مُباشرة۔ عملدرآمد کرنا، عمل میں لانا، بوس و کنار کرنا۔ اردو کے محاورہ میں مباشرت کے معنی جماع اور وطی کرنا ہیں، لیکن فقہ میں جماع اور وطی کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا۔

مُعْسِرْ۔ وہ شخص جو صاحب نصاب نہ ہو۔

مُوْسِرْ۔ وہ شخص جو صاحب نصاب ہو۔

(ن)

نص۔ حلت و حرمت کا واضح اور صاف حکم جو کتاب و سنت سے ثابت ہو۔ اس میں کسی قسم کا ابہام نہ ہو۔

نظم قرآن۔ مراد قرآن شریف کی عبارت۔

نعت۔ رسول اللہ ﷺ کے اوصاف بیان کرنا۔ (خاص کر اشعار میں)

(و)

واجب الہدم۔ ڈھادینے کے لائق۔ جس کا ختم کر دینا ضروری ہو۔

وظیفہ۔ فرض۔ ڈیوٹی۔